واللہ لا یضیع اجر المحسنین

بتوفیق خداوند کریم ... مسمیٰ بہ مثنوی فیض بنیان از تصنیفات مقبولات

گل باغ ارم

باہتمام بندہ خالق ... حسب ایماء جناب سید یوسف علی صاحب دام ظلہ العالی ...

در مطبع یوسفی دہلی منطبع گردید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رہِ حمد ہے عینِ دینِ سخن | قلم کا ہے قبلہ زمینِ سخن
زمیں منزلِ آیتِ حمد ہے | قلم فخر سے رایتِ حمد ہے
زمیں ہے فلک سایۂ حمد سے | فلک پر قلم پایۂ حمد سے
زمیں آسماں وادیِ نور پر | قلم شاخِ نخلِ سرِ طور پر
شگفتہ زمیں ہے گلِ حمد سے | قلم سرخرو ہے گلِ حمد سے
زمیں اسکی رحمت سے پُرآب ہے | قلم خشک ہوکر بھی شاداب ہے
فدا سورۂ حمد و توحید پر | کہ دونو قلم کی ہیں تائید پر
قلم کی زباں پر ہے نامِ خدا | گواہِ قلم ہے کلامِ خدا
ہر اک بیت بیتِ خدا ہے یہاں | بندھی آسماں تک ہوائے زمیں
مقرر ہے دنیا میں سب کی جگہ | مگر یہ زمیں ہے ادب کی جگہ

قلم اس میں پر ادب سے جھکا
جھکا بھی تو پہلے ہی سب سے جھکا

جو پہلے یہ سجدہ میں جانے لگا
کہا تن سے سر کو ٹھکانے لگا

کہاں پھر رہی تاب تحریر کی
کرے کچھ تصدق یہ تدبیر کی

جو منظور قربانیِ سر ہوی
تو کیفیت سر مُیسّر ہوی

ذرا رحم اپنے نہ تن پر کیا
فدا سر زمینِ سخن پر کیا

نہ تھی اور ہستی جو دلریش کی
جدا سر ہوا نذر جب پیش کی

ہوی پھر تو قربانیِ سربلند
خدا نے کیا اور بھی سربلند

مشرف ہوا جب یہ تکبیر سے
صلے بھی ملے خوب تقدیر سے

سرِ حرف خلعت برابر لیے
دیا ایک سر نذر دو سر لیے

دو سر سجدۂ کبریا کے لیئے
زبانیں وہی دو ثنا کے لیئے

فدا دل سے خامہ کی تقلید پر
زبانیں کھلیں حمد و توحید پر

کہا ایک کو ایک دو راہ سے
یہی عرض کی اپنے اللہ سے

زبانیں ہیں دو گفتگو ایک ہے
دوئی سے ہے ظاہر کہ تو ایک ہے

جھکا خامہ سجدہ کو جب کچھ لکھا
لکھی اسنے توحید سب کچھ لکھا

خدائے دو عالم کی رحمت ہوئی
قلم کو یہ جرأت یہ طاقت ہوی

کیا سر کے بل کام مخلوق کا
قلم سے ہوا نام مخلوق کا

طریق قضا و قدر پر چلا
قلم سب طرف خشک و تر پر چلا

چلا ہر جگہ شوکت و جاہ سے — رُکا بھی تو اِک حمد کی راہ سے
چلے کوئی اس راہ مقدور ہے — خدا تو ہی نزدیک یہ دُور ہے
اِسی راہ سے ہے پناہِ قلم — نہیں ہی مگر اسمیں راہِ قلم
جہاں پر ہے گو اختیارِ قلم — یہاں جبہ سائی ہی کارِ قلم
رہِ حمد ہے اِک وسیلہ لیے — یہی تو ہی سجدہ کا حیلہ اسے
زباں پر جو کچھ حرف لاتا ہے یہ — تو اس راہ ہی سر جھکاتا ہے یہ
کوئی بیت کعبہ سے کم ہی اسے — ہر اک بیت بیتُ الحرم ہی اسے
یہ خطِ قلم سے پڑھا صاف صاف — کہ ہر دائرہ ہی نشانِ طواف
لکھے کیوں نہ خامہ جبینِ نیاز — قلم کو ورق ہے ہر اک جانماز
جھکے کیوں نہ یاں جائے آداب ہے — ہر اک مصرعہ بیت محراب ہے
یہاں کیوں نہو سَد راہِ قلم — ہر اک نقطہ ہی سجدہ گاہِ قلم
قلم کر رہا ہے رکوع و سجود — سمجھتا ہی سجدہ میں کی نمود
سبھی حرف ہیں ہمنوائے قلم — بہت راہبر ہیں برائے قلم
قلم کے سبھی کام انجام ہیں — جو دو ہیں زباں میں تو دو کام ہیں
اِدھر تو مطالب کی تصریح ہے — اُدھر نام کی اُسکے تسبیح ہے
پڑا گو قلم غیر کے ہاتھ میں — یہ سجدہ کو جھکتا ہے ہر بات میں
یہ سر سے جھکے گر اُٹھائے لیے — یہ سجدہ کرے جب چلا ئے لیے

ادب کی جگہ ہے برائے قلم — نہ کیونکر یہاں سر جھکائے قلم

خدا کی ثنا کچھ ہوا نہ نہیں — جو سجدہ نہ ہو پھر جھکانا نہیں

اُڑے سے لاکھ عنقائے وہم و خیال — یہاں پر جو ماریں نہیں ہے مجال

ملک بھی جھکے سر سے اس راہ پر — نہ ہو پھر ہلے پر سے اس راہ پر

کہاں جائیں رستہ پہ آئے ہوئے — رہے یوں ہی سر کو جھکائے ہوئے

نہ جنّات یاں بار پا کر رہے — رہے بھی تو سر کو جھکا کر رہے

نہ یاں طائر وہم پر سے بڑھے — قلم کس طرح آہ سر سے بڑھے

چلے کلک غفلت سے کیا اس جگہ — جھکاتے ہیں سر انبیا اس جگہ

کہیں کیا جو کچھ حمد کی راہ ہے — خدا ہی دلا اس سے آگاہ ہے

نہ پائیگا اس راہ میں بار تو — قلم کی طرح سر جھکا یار تو

قلم کو زمانہ میں بہتر سمجھ — رہِ حمد میں اس کو رہبر سمجھ

قلم سے دلا سیکھ سجدہ کی چال — کہ ہے سر جھکانے سے اسکو خیال

یہ لکھنے کا ہے اک بہانہ اسے — غرض ہر طرح سر جھکانا اسے

ذرا دیکھ دل سے کمالِ قلم — یہاں سر کے بل چل مثالِ قلم

جو بے سر ہو تو یار سجدہ کرے — نہ سر ہے بھی تو یار سجدہ کرے

قلم کی نہیں اب ضرورت تجھے — بناتا ہوں خامہ کی صورت تجھے

دُعا کے لیے ہاتھ کر دے دراز — ادا احمد کو کر میاں نماز

اگر راست ہو کر اقامت کہی
بنا نیزہ کلک قامت کہی

مبارک ہو حمد الٰہی تجھے
جبیں کا ہو گٹہ سیاہی تجھے

جھکے تو ادب سے ادھر فرش پر
رقم حمد ہو دفتر عرش پر

گھسے اسطرف تو جبیں خاک پر
نوشتہ ہو ماتھے کا افلاک پر

بڑھے جبہ سائی سے شانِ جبیں
سرِ لوح پر ہو نشانِ جبیں

مناسب یہی ہے بیاں حمد میں
کہ سجدہ میں سر ہو زباں حمد میں

یہی ہر گھڑی ہے کلامِ ادب
رہِ حمد ہے اک مقامِ ادب

چلو سر کے بل اُسکی درگاہ میں
قدم پیچھے سر راہبر راہ میں

یہاں پر نہ کچھہ اور انساں کرے
جھکے سر سے یا سر کو قرباں کرے

قلم جسکا سر ہووے اس راہ میں
وہی راہبر ہووے اس راہ میں

کسی سے نہ اُسکی ثنا ہو سکے
بجز سر جھکانے کے کیا ہو سکے

کرے مدح بڑھکر جو ممدوح کی
تسلّی ہے اُسوقت میں روح کی

جو کمتر ہو ممدوح بڑھکر کہے
جو کہنے سے بڑھکر ہو چُپکا رہے

جو کچھہ ہو تو سب کچھہ بھلا ہم کہیں
جو سب کچھہ ہو پہلے سے کیا ہم کہیں

کُجا تو کُجا حمد کچھہ غور کر
جھکا حمد میں سر نہ کچھہ اور کر

مگر دیکھہ سجدہ بہی آساں نہیں
کوئی اس سے مشکل مری جاں نہیں

ادا شرط سجدہ کی کب ہو سکے
کرو وہ ہی جو کچھہ کہ اب ہو سکے

یہہ زیبا ہے ہر بار بشر کو جہکا — سبنے جسطرح یار بشر کو جھکا

اگر غور اسباب کی ہو یہاں — کہ واجب ہے وصفِ خدائے جہاں

تو حرفِ مطالب کو اظہار کر — جو واجب ہو تجہپر وہی کار کر

اگر وصف کرنا ہی منظور ہے — تو کر جسقدر تجہہ کو مقدور ہے

سخن طول ہو پر نہ مُنہ موڑ تو — یہ رستہ ہے نیکی کا مت چھوڑ تو

طوالت سیانِ بیاں لاکہہ ہو — ہر اک حرف پر اجر یاں لاکہہ ہو

مگر یہ تو پہلے بتا دے ہمیں — کہیگا تو کیا کچھ بتا دے ہمیں

بتا وہ کہ چلنا ہے جس راہ سے — کریگا تو تعریف کس راہ سے

کہا گر کئیے خلق نو آسماں — وہ دے ہر فرشتہ کو تو آسماں

زمیں آسکے نزدیک ہے کیا جگہہ — وہ دے ایک کو مثلِ دنیا جگہہ

کُبر ہائے جو انساں کے سامانکو — جدا عرش دے ایک انسان کو

جو سکر لیئے سایباں عرش ہو — وہ چاہے تو زیرِ قدم فرش ہو

نہیں آج کرسی پہ جائے نشست — وہ دے لاکہہ ہمکو برائے نشست

جو کچھہ بخشنے کا ارادہ کرے — تو کہنے سے بخشش زیادہ کرے

وہ بخشے خیالونسے جو دور ہے — جو مارے کوئی دم یہہ مقدور ہے

کہے پہر اگر اسطرح ہی یہاں — کہ اک کُن میں پیدا کیئے دو جہاں

تو کی تونے یونا نیونکی مدد — لگائی خدا کے لیئے ایک حد

خبر کیا خدا پاک کی شان سے — بڑھا گو کہ دانائے یونان سے
بشر سے تو سب کچھ بد و نیک ہو — وہ کہتے ہیں کام ایک سے ایک ہو
انھیں کی تقلید پھر جو کہے — کہیں ایک وہ چیز تو دو کہے
یہ ہے ہجو توصیف انصاف کر — خدا کی یہ تعریف انصاف کر
جو ہے دیکھنے کہنے سننے سے دور — نہیں اب تلک جسکا بالکل ظہور
وہ چاہے ابھی سب ہے پیدا کرے — نئی چیز ہر پل میں پیدا کرے
خدا کو ہے سب قدرت و اختیار — خدائی میں کیا دو جہاں کی شمار
سبھی کارخانہ وہاں بے حساب — کرے کن میں پیدا جہاں بے حساب
نئے ہوں ستارے نئے آسماں — نئی ہوں زمینیں نئے آسماں
زیادہ ہوں دنیا کی تعداد سے — فزوں ساری چیزوں کی اعداد سے
نہیں یہہ کہ اکبار قائم کرے — جہاں دمبدم خلق دائم کرے
نہیں یہ کہ سب کو برابر کرے — جہاں ایک سے ایک بڑھکر کرے
بڑھے ایک سے ایک اس شان سے — کہ پچھلے کو میداں ہو جس شان سے
جو کچھ کر چکے اس سے بڑھکر کرے — ہمیشہ وہ بہتر سے بہتر کرے
ہے سلسلہ گر اسی شان کا — نہ ذرہ ہو قدرت کے میدان کا
ترا ہے سخن یہ بھی شام و سحر — کہ پیدا کیے اسنے شمس و قمر
انھیں سے ہے روشن مکان جہاں — نہیں ان سے بہتر میان جہاں

دلا جب خدا بر سرِ مہر ہو — ہر اک ذرہ تاجِ سرِ مہر ہو
جو ذرہ کو نسبت ہو خورشید سے — وہ ذرہ کو رفعت ہو خورشید سے
جو کچھ بھی کرم حقتعالے کرے — تو ادنے کو دُنیا میں اعلے کرے
تو رتبہ یہہ ادنے کا اعلے بنے — کہ ادنے بھی اعلے سے بالا بنے
جھپکنے نہ پائے پلک خلق میں — ہر اک بلبلہ ہو فلک خلق میں
اُبھرے ہے فرش سے یہاں تلک بلبلہ — کہ ہو عرش کا بھی فلک بلبلہ
ہر اک ذرہ ریگ ایسا تنے — زمیں انڈہ ریگ جسمیں سب بنے
ہر اک قطرہ وہ بحر ٹر بکر بنے — نہ قطرہ بھی جسکا سمندر بنے
ہر اک شے کو ٹربنی کی خود راہ ہو — سرِ کوہ ہر اک پرِ کاہ ہو
خدا کو کوئی چیز ہے کب محال — اُسے سب ہے آساں ہیں سب محال
کسی شے کا محتاج ہے کب خدا — خدا کا ہے ہر کام سب سے جدا
نہ پہلے اسے آب و گل کا خیال — نہ ہے حال اُسکا مثال کلال
نہ کچھ چوب و در سنگ درکار ہے — نہ وہ مثلِ حکاک و نجار ہے
وہاں مثل بندو نکی صنعت نہیں — کسی چیز میں اُسکو محنت نہیں
کسی چیز کی کب ہے حاجت اُسے — جو چاہے کرے سب ہے قدرت اُسے
کوئی شے جو مدِ نظر ہو گئی — کہا اُسطرف ہوا یدہر ہو گئی
وہ ہے خالقِ صانعِ جسم و رنگ — وہ ہی مالکِ آب و گل چوب و سنگ

خدائی کا اپنے اُسے کام ہے — نہ تکلیف کچھہ ہے نہ آرام ہے

ابھی کچھہ کیا ہے ابھی کچھہ کرے — بنائے بگاڑے سبھی کچھہ کرے

ہر اک کام کو منفعت سے کیا — کیا اُسنے جو مصلحت سے کیا

یہ ہے مختصر صنعتِ کبریا — کہ تھوڑے میں اُستے بہت کچھہ کیا

بنی ایک قالب پہ خلقِ خدا — وہی چشم و بینی ہے صورت جدا

اگر یہ کہو رنگ و رو ہے الگ — ہوا میں ہے کیا گفتگو ہے الگ

زبانیں ہیں سو ایک انداز سے — جدا جان لو سب کو آواز سے

ذرا دیکھہ صنعت بھی اے فیلسوف — جو اب بھی نہ سمجھے تو ہے بیوقوف

کریگا تو کس شے کا اُسکی بیاں — کوئی شے نہیں آپ ہے بے جہاں

نہ صورت ہے اُسکے نہ چشم و دہن — نہ کچھہ رنگ و قد ہے نہ جان و بدن

کوئی عیب ربّ العلا میں نہیں — خدائی میں جو ہے خدا میں نہیں

وہ ہے خالقِ چشم و گوش و دہن — نہیں کام میں آ سکے جا سخن

نہ دیکھے جسے آنکھہ دیکھے اُسے — نہ جسکو سُنے کان سُن لے اُسے

خدا کے ہے سارا جہاں حکم میں — جو چاہے کہے بے زباں حکم میں

تو حیراں ہے اسمیں کہ ہر جا ہے وہ — کوئی شے نہیں ہے تو پھر کیا ہے وہ

دلا فکر کی بات یاں ہے نہیں — جو خالق ہے ہر شے کا خود شے نہیں

وہی کچھہ ہے یاں اور ہے کچھہ نہیں — وہ سب کچھہ ہے یاں اور شے کچھہ نہیں

وہ ہے پاس پر جسم و سر سے الگ — وہ ہے آنکھہ میں پر نظر سے الگ

کوئی بہید سے اسکے ماہر نہیں — کہ ہے دلمیں وہ وا پہ ظاہر نہیں

وہ ہے ساتھ دم کے بہی دم سے الگ — ہمارے نہ شامل نہ ہمسے الگ

زباں کے بہی اوپر زباں سے الگ — ثنائی خدا ہے بیاں سے الگ

نہیں ایک جا پر ہے ہر جا ہے وہ — جو ظاہر ہے اسمیں ہی اخفا ہے وہ

جدا خلق ہے اور خالق جدا — محیطِ خلایق ہے علم خدا

کسی چیز میں وہ سماتا نہیں — خیالو نمیں لوگوں کے آتا نہیں

عجب لطف و حکمت سے ہے ہر جگہہ — نہیں اس سے واقف کوئی گھر جگہہ

عجب شان سے ہر مکاں پر ہے وہ — نہیں کوئی کہتا کہ یاں پر ہے وہ

سخن یہ کیسکی زباں پر نہیں — کہ یاں تو ہے وہ اور وہاں پر نہیں

وہیں ہے وہ موجود ڈہونڈو جہاں — مکاں اسکے سب ہیں وہ ہے بیمکاں

الگ ہے یہہ دار فانی نہیں — مکانی نہیں وہ زمانی نہیں

بدن ہو جو اسکے تو ہو گھر جگہہ — خدا علم و حکمت سے ہے ہر جگہہ

کہیگا تو کیا اسکو ایسا ہے وہ — وہی جانتا ہے کہ جیسا ہے وہ

دلا کرتنا اوس کی تمیز سے — نہ دے اسکو نسبت کسی چیز سے

خدانے بشر کو دیا اختیار ہے — دکھاتا ہے صنعت یہ دم میں ہزار

یہ بندہ تو فعلوں میں مختار ہے — نہ کہہ اسکو موجب ہے ناچار ہے

خدا کو نہ تمثیل دے آگ سے / نہ کر وصف اُسکا کسی لاگ سے
اُسے گل سے نسبت نہ گلزار سے / مشابہ نہیں بحر زخّار سے
نہیں اُسکو نسبت کسی ننگ سے / جُدا ہے زمانہ کے ہر ڈھنگ سے
خدا پاک کی ذات ہے بے مثال / نہ خالق کو مخلوق سے دے مثال
جو خالق کو خلقت سے نسبت ہوئی / بتا تو ہی پھر کیا یہ صنعت ہوئی
اُسے ہستی دہر سے پیشتر / ہر اک چیز کے حال سے تھی خبر
عدم میں جو رہتے بھی نیک و بد / خلافِ عدالت تھی یہ ایک حد
تو بد سے فضیلت نہ تھی نیک کو / سزا و جزا تھی نہ پھر ایک کو
جو تھے نیک و بد علم اللہ میں / ہوئے خلق دنیائے جانکاہ میں
یہی تھا تقاضائے عدل و کرم / نہیں اپنے فعلوں کے مختار ہم
اٹھائیں یہاں نیک و بد کام ا / قیامت میں پائیں سزا و جزا
نہیں ہے عبث خلقتِ وجہاں / کہ جیسا کرے یاں تو پائے وہاں
خدا کو عبادت کی کیا چاہ ہے / ہمارے لئے نیک یہ راہ ہے
ہوا ضامنِ رزق ربّ جہاں / ہمیں اس مطالب کو بھیجا یہاں
کریں آخرت کا سر انجام ہم / وہ دے رزق اپنا کریں کام ہم
خدا پاک کا لطف ہر طور سے / مگر لطف پر اُسکے کب غور ہے
سبھی کی خبر روز لیتا ہے وہ / سبب سے دلاتا ہے دیتا ہے وہ

برابر کوئی اُسکے حاکم نہیں
وہ ہر وقت عادل ہے ظالم نہیں

رہِ نیک سب کو بتاتا ہے وہ
بدی کب کسی سے کراتا ہے وہ

کرائے جو بد خلق کے ہاتھ پر
سزا دے قیامت میں کس بات پر

خبر ہے کسے اُسکے اوصاف سے
جو ہے کام اُسکا سو انصاف سے

کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں
کوئی شکل صنعت سے خالی نہیں

گدا ہیں کہ یاں صاحبِ تاج ہیں
اُسی ایک کے سارے محتاج ہیں

جو واجب کا واجب ہی کچھ بیاں
نہیں ہے وہ ممکن سے ممکن یہاں

سنا ہے اِقرار توحید کا
زباں پر ہو اظہار توحید کا

کرینگے اُسے سارے فرقے قبول
کہ توحید ہے اپنے دیں کا اصول

یہ ہے اہلِ تثلیث کو بھی یقیں
کہ اس دین میں تین تیرہ نہیں

زباں پر یہی کلمۂ نیک ہے
خدا ایک ہے ایک ہے ایک ہے

جو ہر مو ہو کہنے میں اپنا شریک
کہوں بس یہی وحدہ لاشریک

زباں پائے گر لاکھ ہر ایک مو
کہوں ہر زباں سے کہ ہے ایک تو

کہیں ذو نہ ربُّ العلے ایک ہے
خدائی ہے شاہد خدا ایک ہے

دو گوش و دو چشم و دو لب منخرین
جو ہے صنعتِ خالق مشرقین

انہیں سے سمجھ ایک کا راز ایک
کہ سنتے ہیں دو کان آواز ایک

دوئی میں ہے وحدانیت کا ظہور
کہ روشن ہے دو آنکھ میں ایک نور

دو لب جمادیہ نداں زبان و دہن — بہم ملکے کرتے ہیں سب ایک سخن
عیاں دو لبوں سے سخن ایک ہے — بہت سی ہیں باتیں دہن ایک ہے
اُسیکا ہی گُل سونگھہ توچاہ سے — کہ بُو ایک آتی ہے دو راہ سے
گزر گو ہوا ہر گزرگاہ میں — اُسے ایک پایا ہے ہر راہ میں
ملا سب طرف سے نشاں ایک کا — سبھی کر رہے ہیں بیاں ایک کا
یہاں سے ہے توحید کی یہ مراد — کہ ظاہر ہو سب پہ مرا اعتقاد
جو حق کی مرے دلکو تائید ہے — تو اب دشمن حق کی تردید ہے
اگر دشمنِ حق کو رسوا کیا — ہوا شُمرِ ضُرو حق سے اچھا کیا
اگر دشمنِ حق سے نفرت ہوئی — تو سمجھا کہ حق کی محبت ہوئی
عدو کی مذمت جو تصنیف کی — تو گویا یہی حق کی تعریف کی
بجز دہریہ کے میان زمیں — زیادہ کوئی دشمنِ حق نہیں
سخن دہریہ سے یہ ہے دوبدو — ہمارا ہے دشمن خدا کا عدو
سخن دہریہ سے یہ ہے بشتر — کہ اے کور دیوانہ و بے خبر
نہ کچھہ صاف تونے بتایا اُصول — ترے دیں کا یا تو نے پایا اُصول
سمجھہ لی ہے دیوانہ یاں طبع تری — نظر آئی یں آنکھہ پر جز تری
تجھے کچھہ ہے چشم و نظر کا خیال — چھپے ایک سے ایک وقتِ وصال
نہیں چشمِ ترکو نظر کی خبر — نظر کو نہیں چشمِ ترکی خبر

خدا کے تو اب دیکھنے کو ہے حسیت
نہ کی آنکھ اسے کور اپنی درست

ہوا ہے یقیں چشمِ تر کا تجھے
بھروسا ہے اپنی نظر کا تجھے

اُسی شے کو مانے جو آئے نظر
خدا کو بھی جانے جو آئے نظر

نظر کو بھی دیکھے نہ جس آنکھ سے
اُسے دیکھ سکتا ہے اِس آنکھ سے

تری آنکھ کو جب نہ پائے نظر
بتا کس نظر سے وہ آئے نظر

کہاں ٹھیک تار نظر کی خبر
نہیں ہے اسے اپنے گھر کی خبر

خدا کی تو تصدیق ہے آنکھ سے
نظر کی بھی تحقیق ہے آنکھ سے

سخن آئنہ سے یہاں صاف ہے
تری آنکھ اندھے کہاں صاف ہے

نظر یہ غلط ہے یہہ دیدہ غلط
غلط تو ہے تیرا عقیدہ غلط

بہت سی ہیں ایسی بھی چیزیں یہیں
اُنہیں آنکھ سے دیکھ سکتے نہیں

حقیقت میں ہے چیز کوئی کہیں
اُسے تو نہ دیکھے تو کیا وہ نہیں

یہ الزام تجھے سب ہی آنکھ پہ
نظر اِس گھڑی کر مری آنکھ پہ

کیا چشمِ تر کو نظر سے نہاں
نظر کو کیا چشمِ تر سے نہاں

نہیں طاقتِ دید اِس وصل پہ
تو رویت کا دعوی ہو کس اصل پہ

اُسے کوئی دیکھے کہاں آنکھ سے
جو ہے آنکھ میں بھی نہاں آنکھ سے

وہاں بارِ چشم و نظر کا نہیں
یہ ہے خیر کچھ دخل شر کا نہیں

خدا کے اگر جسم و صورت نہیں
ہمیں دیکھنے کی ضرورت نہیں

عبادت کو کافی ہے ہستی ہیں
تری راہ دنیا میں کب نیک ہے
تو ہی آپ منصف ہو تمیز سے
کبھی چیز ایسی نہ دانا کرے
ترے دین میں کچھ بھی حاصل نہیں
تو ہے اپنے نزدیک سچا اگر
اگر ہم ہیں سچے تو روزِ حساب
سمجھ لے خدائی زمیں ہے قدیم
جو ہے عقل تجھکو نہ کچھ اور کر ؏
نظر ہے تری خشک و تر کی طرف
بنا جب نہ تیرا مکاں آپ سے
یہ ہستی ہے یا نیستی کر یقیں ؏
یہ ہوتا ہو گر خلق کی ذات سے
جو ہوں ذات سے اپنے پیدا یہاں
یوہیں آپ سے آپ ہستی نہیں
جو تھے ذات سے اپنے نابود ہم
اُٹھے کسطرح سے شبستانِ عدم

نہ زیبا ہے صورت پرستی ہمیں
تجھے فائدہ اور ضرر ایک ہے
نہ کچھ فائدہ ہووے جس چیز سے
کرے تو نہ تیرا زمانہ کرے
کرے جو عبث فعل عاقل نہیں
ترے جھوٹھ سچ سے ہمیں کیا ضرر
خدا کے ہے آگے تجھے کیا جواب
زمانہ ہے حادث نہیں ہے قدیم
تغیّر ہے اسکی ذرا غور کر ؏
کبھی غور کی اپنے گھر کی طرف
بنے کب زمیں آسماں آپ سے
کوئی ان میں ذاتِ بشر سی نہیں
تو پیدا نہ ہو خود کسی بات سے
نہ ناپید ہوں آپ اہلِ جہاں
مناسب یہاں خود پرستی نہیں
ہوئے کس طریقہ سے موجود ہم
رہے کیوں نہ دائم میانِ عدم

جو ہم آپ سے آپ موجود ہوں — بتا کس طریقہ سے نابود ہوں

جو ہم آپ سے آپ پیدا ہوئے — بتا تو ہی پھر آپ کیونکر موئے

نہیں چاہتی ہے یہہ ذاتِ بشر — کہ یاں ہووے آخر حیاتِ بشر

قضا سے اماں رات اور دن نہیں — یہ مرنا بھی ممکن سے ممکن نہیں

یہ ہیں نیستی اور ہستی نہیں — یہ گھر کی بلندی و پستی نہیں

نہ ذاتوں کی جانب سے نہ دور سے — نمودِ جہاں ہے کسی اور سے

وہ ہے کون جز خالقِ پاکذات — ہے قبضہ میں جسکے حیات و ممات

ہمیشہ سے ہے خالقِ دوسرا — نہیں اُسکی کچھہ ابتدا انتہا

اگر مصلحت ہے تو افعال میں — مگر ہے ہمیشہ وہ اک حال میں

ہمیشہ سے ہے جو کسیطور سے — ہمیشہ رہیگا اسیطور سے

سمجھ لے کہ ہے ذات اُسکی قدیم — وہ ہے آپ کاموں کا اپنے علیم

الگ ذات ہے اُس کی تقریر سے — بیاں اُسکا باہر ہے تحریر سے

وہ کیا ہے جو ابجد کے اندر نہیں — ثنا اُسکی اِس حد کے اندر نہیں

نعت جناب سرورِ کائنات

خدا کا کرے وصف کسکی مجال — ثنا اُسکی بندے کی ہے یاں محال

وہاں حمد بھی نعت ہے اسجگہہ — کہاں ٹھہرے خامہ چلے کس جگہہ

جو یہ حمد اور نعت یکساں نہیں ۔ جو مشکل ہے وہ یہ بھی آساں نہیں

وہاں ہے نہ یہاں ہے قلم کو جگہ ۔ جھکاتا ہے سر بس یہ دونو جگہ

ادب تھا وہاں یہاں پہ تعظیم ہے ۔ وہاں سجدہ ہے یہاں پہ تسلیم ہے

چلا وہاں نہ توصیف کی راہ سے ۔ نہ یہاں دخل تعریف کی راہ سے

وہاں خاص تھی حمد بہرِ سجود ۔ نبیؐ کی ہے یہاں نعت جائے درود

ہوا خلق پہلے محمدؐ کا نور ۔ دو عالم کا اُس نور سے ہے ظہور

یہ سب حور و انسان و جنّ و ملک ۔ مہ و آفتاب و زمین و فلک

یہ سب کُرسی و عرش و لوح و قلم ۔ یہ سب جزو و کُل خشک و تر بیش و کم

خدا نے کیئے خلق اُس نور سے ۔ رہا نور بھی اپنے دستور سے

جو تھا نور نورِ رسولؐ اُمم ۔ اسے کس سے تشبیہ دیں آج ہم

بزرگی میں کون و مکاں سے بڑا ۔ خدا سے ہے چھوٹا جہاں سے بڑا

جو دیوانِ قدرت کا مطلع ہے وہ ۔ غزل کا نبوّت کی مقطع ہے وہ

جہاں سے ہے دانائے ترکیب یا ۔ اُسے منتخب کچھ سمجھکر کیا

چنے ساری خلقت سے جسکو خدا ۔ خدائی سے ہے وصف اُسکا جُدا

جو دیوان قدرت سے ہو انتخاب ۔ تو ہی ایک ہے فرد وہ لاجواب

زمانہ میں اُسکی برابر نہیں ۔ خدا کے سوا اُس سے بہتر نہیں

بزرگوں سے بڑھکر محمدؐ بزرگ ۔ اوتر کر خدا سے ہے احمدؐ بزرگ

برابر محمّد کے کب ہے کوئی
ہوا ہے نہ ہوگا نہ اب ہے کوئی

محمّدؐ خدا پاک کا نور ہے
الگ اُسنے اللہ سے دور ہے

جو اللہ کا نور سمجھا اوسے
تو مانا ہے یہ آدمؑ نے رکہا اوسے

جو نورِ نظر سے وہ بڑھکر ہوا
تو گہر اوسکا آنکھوں کے اوپر ہوا

جو اس نور نے رُخ میں جلوہ کیا
فرشتوں نے آدمؑ کو سجدہ کیا

قدم سے ہے آدمؑ کے عالم بزرگ
محمّدؐ کے دم سے ہے آدمؑ بزرگ

حبیبِ خدا کی یہ سرکار ہے
یہ بندہ خدائی کا مختار ہے

ملے کسکو فخرِ غلامی یہاں
پیمبر ہیں سارے سلامی یہاں

ہوئے جسقدر انبیائے زماں
حبیبِ خدا کے رہے مدح خواں

سبھی نام احمدؐ کا لیتے رہے
خبر اسکے آنے کی دیتے رہے

عصا لیکے موسیٰؑ پھرے دربدر
پکارے یہی خلق میں بیشتر

محمّدؐ کی سرکار ہے ایک بڑی
اُسیکا عصا ہے اوسکی چھڑی

بنایا جو بیت الحرم شاد شاد
خلیلِؑ خدا کی یہی تھی مراد

کرے اسکو آباد خیر البشرؐ
یہاں قبلۂ دیں کا ہووے گذر

کسے روز روشن ہو باغِ خلیلؑ
خدا کا تو گہر ہو چراغِ خلیلؑ

یہ عیسیٰؑ نے اُمت سے اپنی کہا
ٹہرنے کا موقع نہیں اب رہا

وہ آتا ہے پیغمبرِ نیک ذات
کہ جسکے قدم سے ہے سب کائنات

اُسی نے چڑہایا ہے افلاک پر ٹھہرتے نہیں اب قدم خاک پر

جبھی ہے فلک پر مقام مسیحؑ نبیؐ کا ہے پیرو امامِ مسیحؑ

محمدؐ نے جس روز رکھا قدم ہوا رُخ سے پُر نور بیت الحرم

کہا سب نے مکہ تو گلشن ہوا خدا کا بھی گھر اس سے روشن ہوا

وہ گھر کیوں نہ احمدؐ کو منظور ہو خلیلِ خدا جسکا مزدور ہو

جو آیا زمیں پر یہہ شاہِ جہاں ہوئی سب زمیں سجدہ گاہِ جہاں

بتائی محمدؐ نے راہِ نجات کھلی سب پہ کیفیتِ کائنات

جو ہے شرع بہتر یہی راہ ہے کہ جنت کے اندر یہی راہ ہے

کروں کیا بیاں میں شرف راہ کے کہ فردوس ہے ہر طرف راہ کے

ہمیں کیوں نہ اس راہ کا ورد ہو کہ جنت بہی جس راہ کے گرد ہو

ہوئی جبکو یہہ راہ مدِّ نظر نظر آئے جنت ادہر اور اُدہر

جو یہہ مفت میں صاف رستہ ملا تو جنت بھی سستے سے سستہ ملا

نہ دینار جنت کو مر کر گئے سبہی آنکھہ کو بند کر کر گئے

محمدؐ نہیں آج کل سے بزرگ یہ فخرِ جہاں ہے ازل سے بزرگ

کہیں اسکا رتبہ بڑہا آج سے فلک پر تہا پہلے ہی معراج سے

جو اوّل تہا رتبہ وہی آج ہے محمدؐ کو ہر وقت معراج ہے

کہو گر ہوا وصل اس راہ سے کہو تھے الگ آپ کس راہ سے

کبھو گر ملے جا کے افلاک پر | خدا سے الگ بھی نہ تھے خاک پر
کبھو گر تقرّب ہوا عرش پر | تو کچھ فاصلہ بھی نہ تھا فرش پر
جو موجود ہے ہر جگہ پر خدا | تو بندہ سے کیونکر ہوا نبیؐ جدا
نہ یوں ہیں فلک پر چڑھایا اُسے | خدا ہی میں اپنی بڑھایا اُسے
ہوئے عرش سے پار اِس طور پر | نظر پار عینک سے جس طور پر
کبھی پائے عزت تھا افلاک پر | کبھی خاکساری سے سر خاک پر
ہدایت کبھی خلق کو فرش پر | سفارش خدا سے کبھی عرش پر
دعا تھی یہی اپنے اللہ سے | خلائق بڑھے شرع کی راہ سے
خدا کی طرف ہو نگاہِ جہاں | تو کوثر کی جانب ہو راہِ جہاں
مکاں سب کا جنت میں اعلیٰ بنے | جو ادنے ہے خلقت میں اعلیٰ بنے
پڑا خالق و خلق کے بیچ میں | رہا بس اسی اونچ اور نیچ میں
ثناخواں ہے احمدؐ کا ربِّ جلیل | کرے کیا ثنا اُسکے عبدِ ذلیل
کرے جسکو پیدا خدا بے مثال | کسی سے اُسے کوئی کیا دے مثال
مقابل نہ رفعت کی تشبیہ ہے | سمجھنے کو خلقت کی تشبیہ ہے
محمدؐ ہے خلقت میں اس ڈھنگ سے | سمندر ہو قطروں میں جس ڈھنگ سے
محمدؐ ہے خلقت میں اس حسن سے | کہ ذرّوں میں خورشید جس حسن سے
رسولوں میں احمدؐ ہے اِس طور سے | کہ قبلوں میں کعبہ ہو جس طور سے

رسولونمیں احمدؐ ھے اِس اوج پر — درختونمیں طوبیٰ ھی جس اوج پر

رسولونمیں احمدؐ ھے اِس رنگ پر — کہ باغونمیں فردوس جس رنگ پر

رسولونمیں احمدؐ ھے اِس شان سے — کہ افلاک پر عرش جس شان سے

رسولونمیں احمدؐ ھے اِس روپ سے — ستارونمیں مہتاب جس روپ سے

رسولونمیں احمدؐ ھے اِس شکل سے — پہاڑونمیں ھی قاف جس شکل سے

رسولونمیں احمدؐ ھے اِس آب سے — کہ حوضونمیں کوثر ھی جس آب سے

رسولونمیں ختمِ رسالت ھے یہہ — تو نہرونمیں دریای رحمت ھے یہ

رسولونمیں ھے یوں شہ نیکذات — کہ چشمونمیں جیسے ہو آبحیات

رسولونمیں اللہ کا نور ھے — چراغونمیں یہ مشعلِ طور ھے

مسلسل ھے جوں سبح دُنیا تمام — نبی دانۂ سبح میں ھے امام

الگ کوئی دانہ ہو کس باتمیں — سرے دونو آخر کو ہیں ہاتمیں

وھی سب میں اوّل ھی آخر وہی — وہی آج ھے کل ھی آخر وھی

قیامت کو پیغمبرانِ جلیل — شفاعت کی سمجھیں گے اُسکو دلیل

کرینگے سبھی دیکھکر یہہ بیاں — یہی ھے شفاعت کی صورت یہاں

اِسی پر نگاہِ بد و نیک ھے — کروڑوں ہیں مُنہ آئینہ ایک ھے

شفیعُ الوریٰ دادرس ایک ھے — قیامت میں فریادرس ایک ھے

زمانہ کے نیکوں سے یہ نیک ھے — خُدا کی خدائی میں بس ایک ھے

چلے بات بد کی نہ یہاں نیک کی | خدا عرض سنتا ہے اس ایک کی
کسی کی کوئی کب سفارش کرے | کرے تو یہی اب سفارش کرے
نبیؐ کا نہ کیونکر ہو گھر آنکھ میں | یہی نور ہے ایک ہر آنکھ میں
قیامت میں جنگل ہی نہ جھاڑ ہے | ہزاروں میں روپوش ایک آڑ ہے
بہت راہ ہیں رہنما ایک ہے | بہت کشتیاں ناخدا ایک ہے
نشانہ ہے سب بد ہے یا نیک ہے | سبھی ہاتھ خالی سپر ایک ہے
نبیؐ کی جو محشر میں تائید ہو | تو پھر قیامت سے عید ہو
اگر ہو محمدؐ پناہِ جہاں | تو محشر بھی ہو عید گاہِ جہاں
خدائے جہاں کا وہ محبوب ہے | خدا کو ہی اُسکی خبر خوب ہے
نبی سارے لوگوں سے بہتر ہوا | نہ سایہ بھی حضرت کا ہمسر ہوا
نہ تھا اُسکا سایہ یہ مشہور ہے | یہ سچ ہے مگر عقل سے دور ہے
کریں کس طرح سے یہ منظور بات | کہ بے اُسکے سایہ ہے کائنات
جو قد اُسکا سایہ سے آزاد ہے | جہاں کس کے سایہ میں آباد ہے
جو نورِ نبیؐ سے ہے نورِ سحر | تو ہے شام سایہ یہاں سر بسر
سروں پر ہے خلقت کے ظاہر نہیں | نہیں کوئی سایہ سے باہر کہیں
نظر وہ لطافت سے آیا نہیں | کہا سب نے حضرت کے سایہ نہیں
نہ آیا جو سایہ بشر کو نظر | وہ جانے اسے کچھ جسے ہو نظر

نبیؐ نے جتایا تھا یہہ برملا | کہ دیکھو سوئے سایۂ مصطفیٰ
جو سایہ کو اپنے نہ پائے نظر | تو ذاتِ خدا کیونکر آئے نظر
چھپانیکا اُسکے ہے یہ بھی سبب | پڑے جبکہ سایہ فنا ہو وہ کب
جو سایہ نبیؐ ڈالتے فرش پر | تو آتی قیامت فقط عرش پر
تو پھر موت کو کچھہ بہانہ نہ تھا | زمیں پر قیامت کو آنا نہ تھا
حقیقت میں یا جسم سے دور ہے | وہ سایہ بھی نور کا نور ہے
نہیں ہے وہ ہے کس وجہ سے | غرض وہ چھپا ہے کس وجہ سے
نہیں ہے نہیں ہے کسی رنگ میں | اگر ہے تو اپنے اسی رنگ میں
نہاں آسمان و زمیں پر ہوا | وہ جو کچھہ ہوا بس نہیں پر ہوا
جدا ہی کا اُسکے یہاں ذکر ہے | توجہ کے لایق مری فکر ہے
نبیؐ سے ہوا جب وصالِ خدا | وہ آداب سے ہو گیا ہے جدا
جو پردہ ہر اک جسم و جاں سے اُٹھا | یہ پردہ بھی اک درمیاں سے اُٹھا
دیا کر لیا اُسنے گھر آنکھہ میں | ہوا سایہ نورِ نظر آنکھہ میں
نظر پھیل کر ایک پلک ہو گیا | سمٹ کر وہی مردمک ہو گیا
دیا سایہ نے مہر کے نور پر | وہ گھٹ کر بنا تِل رُخِ حُور پر
دیا سایہ کو عشق کے جوش میں | لیا سنگِ اسود نے آغوش میں
دیا تن سے لپٹا لیا بدر نے | دیا سر پہ رکھا شبِ قدر نے

ویا دیکھار شست ون بھر ہمیں
سُلاتا ہے وہ رات بنکر ہمیں

ویا جلوہ گروہ ہوا پر ہوا ؁
سیہ ابر آبِ بقا پر ہوا ؁

ویا حرفِ قرآں لپٹ کر ہوا
ویا نقطہ کُن سمٹ کر ہوا

جو چاہا وہی ہو بہو ہو گیا
وہی مشکِ از قریں بو ہو گیا

مجھے اور بھی یاں ہوا ہے خیال
نہ جانے خلائق اسے کچھ محال

رسولؐ خدا کا یہہ فرمان ہے
علیؑ گوشت ہے جسم ہے جان ہے

فقط نور تہا ایک شاہِ جہاں
جہاں جسم و جاں ہو تو سایہ ہاں

سُنو اور بھی ہے سببِ عیاں
نئی بات سوجھی ہے مجکو یہاں

نہیں ہے جو سایہ تو کیا بات ہے
علیؑ سایہ ہے ہر جگہ ساتھہ ہے

الگ سایہ ہے تا یہہ حیرت نہو
کہ اک جسم ہے اور سایہ ہیں دو

علیؑ مثلِ سایہ پیمبؐر کے رہا ساتھہ
پیمبؐر کا سایہ ہے حیدؑر کے رہا ساتھہ

بلندی پہ مولا کا پایہ ہوا ؁
کہ نورِ خدا کا یہہ سایہ ہوا

منقبت جنابِ حیدرِ کرّارِ غیر فرّار

کروں کیوں نہ دلسے بیانِ علیؑ
عبادت ہے ذکرِ علیؑ ولی ؁

گزر ہو گیا شیر کی راہ میں
اماں ہے تو نامِ یدُاللہ میں

کہاں منقبت کا ہے یارا مجھے
فقط نام کا ہے سہارا مجھے

زباں کیوں نہ ہووے حسام علیؑ — کہ اس تیغ پر بھی ہے نام علیؑ
زباں تیز چلتی ہے اب تیر سے — مسخر مضامیں ہیں شمشیر سے
جو دست خدا ہے میرے فرق پر — قدم آج ہے فخر سے برق پر
زمین سخن اب مری ملک ہے — میرے ہاتھ میں نیزۂ کلک ہے
قلم کو رہے کسطرح بے کلی — زباں پر ہے اب یا علیؑ یا علیؑ
ہوئی یاد خامہ کو کس شیر کی — زمانہ میں شہرت ہے جس شیر کی
زبر حرف کا خوف سے زیر ہے — صریر قلم نعرۂ شیر ہے
جو بالا ہے مضموں وہی زیر ہے — قلم نام سے شیر کے شیر ہے
ہم خوف سے حرف چپاں ہوئے — جو مفرد مرکب تھے یکساں ہوئے
قلم کیا چلے اور بہرے رعب سے — اٹھے نام سے اور گرے رعب سے
لکھے منقبت یہہ کہاں فکر ہے — عبادت سمجھکر فقط ذکر ہے
نہ اس راہ سے راہ چلتا ہے یہہ — بس اس راہ سے آہ چلتا ہے یہہ
اما مومنیں سب سے ہے اول علیؑ — محمدؐ کے ہے بعد افضل علیؑ
بیاں کسطرح ہو وصی کی ثنا — علیؑ کی ثنا ہے نبیؐ کی ثنا
نبیؐ سے وصی اک جدا اسم ہے — وہی جان ہے اور وہی جسم ہے
وہی گوشت ہے اور لہو ہے وہی — وہی شان ہے ہو بہو ہے وہی
وہی لب ہے گویا دہن ہے وہی — زباں ہے وہی اور سخن ہے وہی

وہی آنکھ ہے اور نظر ہے وہی / نبوت نہیں سر بسر ہے وہی

نبی جسم ہے اور جاں ہے وصی / نبی سے وصی ہے وصی سے نبی

نبی و وصی میں کہیں فرق ہے / یہ ہیں ایک دو تو نہیں فرق ہے

یہ پیدا ہوئے ایک ہی نور سے / چلے ایک ہو کر بہت دور سے

رہے ایک ہو کر دل و جان سے / گئے ایک ہو کر بڑی شان سے

جو ظاہر یہ احول کے جائے نظر / او سے دو جگہ ایک آئے نظر

نظر میں دوئی دل کہیں ایک پر / کہ دو پر تو شک ہو یقیں ایک پر

حقیقت میں دو میں دہن ایک ہو / اگر چار لب ہوں سخن ایک ہو

زبانیں ہوں دو پر بیاں ایک ہو / جو دو ہی بدن ہوں تو جاں ایک ہو

جو ہوں چار آنکھیں نظر ایک ہو / جو دو مبتدا ہوں خبر ایک ہو

وہ فرد جہاں دو زبانی نہ ہوں / جو دو فرد ہوں دو معانی نہ ہوں

نبی سے علی کس طرح دور ہو / جو آنکھیں ہوں دو ایک ہی نور ہو

نبی و علی میں کہاں فصل ہے / جو شاخیں ہیں دو ایک ہی اصل ہے

محمد سے حیدر کہیں دور ہے / نبی مہر ہے اور علی نور ہے

رسولِ خدا انبیا سے بزرگ / شہِ لافتیٰ اوصیا سے بزرگ

نبی و علی کو خدا سے ہے راہ / وہ نورِ خدا ہے یہ ظلِ آلہ

نبی و علی میں یہی ہے تمیز / وہ پیارا خدا کا یہ سب کے عزیز

خدا و نبیؐ سے نہیں یہہ جُدا — جو بازوے احمدؐ تو دستِ خُدا
محمدؐ کے شیرِ خدا ہیں قریب — حبیبِ خدا وہ یہ اُسکے حبیب
علیؑ کا عدو مصطفےٰ کا عدو — نبیؐ کا عدو ہے خدا کا عدو
یہ حق ہے الگ ہے کوئی بات ہے — جدھر ہے علیؑ اُسکے حق ساتھ ہے
یہی ہے حدیثِ رسولِ خدا — جہاں اکطرف ہو علیؑ ہو جُدا
نہ کوئی کرے پیروئی جہاں — اُدہر جائے حیدرؑ جدہر ہو رواں
نبیؐ و علیؑ ایک ہیں دور سے — الگ کسطرح مہر ہو نور سے
خُدا کے ہیں بندے خُدا یہ نہیں — خدائی سے اُسکے جُدا یہہ نہیں
خلائق سے اپنے جُدا ہے خُدا — جو کہتے ہیں ہم ہیں خُدا ہے خُدا
جو ایسا سمجھتے ہیں دانا نہیں — اُنہوں نے خدائی کو مانا نہیں
بتائیں جہنم ہے کس کے لیئے — وہ ہے کون سجدہ ہے جس کے لیئے
بہلایا ہے کس نے رہِ خیر کو — ہدایت ہے پہر کس لئے غیر کو
ہدایت ہے کسکو جُدا کون ہے — تو ہے کون بندہ خدا کون ہے
جہکا پہر تو اپنی طرف کو جہکا — خُدا اور بندہ کا جہگڑا چکا
نہ کرو صفا ایسے خدا کے لیئے — سمجھہ کچھہ رسولِ ہدا کے لیئے
خدا نے تو وہ نور پیدا کیا — کہ جس سے یہہ عالم ہویدا کیا
وہ ہے نُور نُورِ نبیؐ و علیؑ — ہوئی جس سے سب انبیا و ولی

اُسی کا ہے جلوہ میانِ جہاں
اُسیکا ہے پرتو یہاں اَور وہاں

یہ روشن جو نزدیک و دور ہے
خدا کے ہی بندوں کا یہ نور ہے

وہی نور ہے سب اِدھر اور اُدھر
ثمر ہے شجر میں شجر میں ثمر

وہ ہے آب و ریں گہر آب میں
وہ ہے آب میں خشک تر آب میں

وہ مہ چرخ پر چرخ مہتاب پہ
وہ پانی زمیں پر زمیں آب پہ

ہر اک لفظ میں ہے معانی وہی
معانی میں لفظِ نہانی وہی

نبیؐ و علیؑ نور میں ایک ہیں
وہ سمجھیں اُنہیں ایک جو نیک ہیں

علیؑ کے جو پلّے پہ ہے مصطفےٰ
تو بھاری دو عالم پہ ہیں مرتضےٰ

فلک کیا ہے کیا کوہ کیا سنگ ہے
زمیں زور کا اُسکے پاسنگ ہے

علیؑ کا خدا جب مددگار ہو
اُسے کونسی چیز دشوار ہو

زمانہ کی عقدہ کشائی کرے
جو بندہ ہے کارِ خدائی کرے

یہ اَوصاف ہیں کبریا کے لیئے
کہ ایسے بھی بندہ خدا نے کیئے

اِسے زور سب کچھہ خدا نے دیا
نہ پھر حصہ صبر جانے دیا

کیا خلق نے جبر اِس زور پر
علیؑ نے کیا صبر اِس زور پر

اطاعت وہی جو کرے زور پر
وہی صبر ہے جو کرے زور پر

علیؑ ہے فقط ہمسرِ مصطفےٰ
کہ ہے وارثِ منبرِ مصطفےٰ

وصی ہے برادر ہے داماد ہے
یہ وارث ہے یا اُسکی اولاد ہے

بڑھے کیا خطا وار معصوم سے ۔ بزرگ اسکے خادم ہیں مخدوم سے
خدا کی اطاعت میں یہ ایک ہے ۔ شجاعت میں طاعت میں یہ ایک ہے
دیا سر خدا کے لیئے زر دیا ✤ ۔ خدا سے جو پایا سراسر دیا
بیاں لینے دینے کا ہے مختصر ۔ رہی جیتے جی بس اسی پر نظر
وہی لیں جہانتک بھلائی ملے ۔ تو پھر بخشدے گر خدائی ملے
جہانمیں ہے نفسِ پیمبرؐ علیؑ ۔ نبیؐ علم کا شہر ہے در علیؑ
جو ایک در ہے اسکے بھی گیارہ ہیں در ۔ تو شہر نبوت کے بارہ ہیں در
ہر ایک در میں ہے جلوۂ حیدری ۔ کہو خانہ دیں کو بارہ دری
جو پوچھو شہنشاہ جنّ و ملک ۔ تو بارہ علیؑ سے ہیں مہدیؑ تلک
سبھی پیشوا ہیں یہ تحقیق ہے ۔ امامت کے کلمہ سے تصدیق ہے
بنا دین و اسلام کی سر بسر ۔ اگر ہے تو دو کلمۂ پاک پر
انہیں کو بس اب منصفو لو گواہ ۔ یہ بارہ اماموں کے ہیں دو گواہ
سرِ لا سے آخر تلک تا بہ لا ۔ وہی حرف بارہ ہیں کر لو نگاہ
میانِ محمدؐ رسولِ اللہ ۔ وہی حرف بارہ خدا ہے گواہ
ہر اک کلمۂ پاک سے ہے عیاں ۔ کہ بیشک ہیں بارہ امام جہاں
نہیں ہیں جو نقطے اشارہ ہے عام ۔ کہ آلِ محمدؐ میں ہیں یہ امام
وہ نقطوں کی آلودگی سے ہیں پاک ۔ یہ دنیا کی آسودگی سے ہیں پاک

جو اکسال میں ماہ بارہ ہوئے — تو یہہ آل ہیں ماہ بارہ ہوئے

سرائیلیوں میں ہیں بارہ نقیب — برابر ہیں اُنکے نبیؐ کے حبیب

مصاحب ہیں عیسٰیؑ کے بارہ تمام — نبیؐ کے بھی نائب ہیں بارہ امام

ملایک ہیں عالم میں بارہ بزرگ — یہ ہیں نسلِ آدمؑ میں بارہ بزرگ

فلک پر منوّر ہیں بارہ بُروج — زمیں پر ہے بارہ تنوں کا عروج

جو پیارے نبیؐ کے ہیں بارہ امام — وہ ہیں افضلِ آلِ احمدؐ تمام

تہتّر ہیں فرقے بقولِ نبیؐ — بہتّر تو ناری ہیں اک جنّتی

بہشتی تو فرقہ جُدا ایک ہے — یہ کہتے ہیں سارے خدا ایک ہے

خدا و نبیؐ کے ہیں قایل سبھی — غرض کلمۂ حق پہ مایل سبھی

سبھی کا ہے قرآن پر اعتقاد — معانی بھی لیتے ہیں حسبِ مراد

جو روزہ ہے یا حج ہے یا ہے نماز — سبھی فرقے کرتے ہیں با صد نیاز

سبھی روز کرتے ہیں صوم و صلوٰۃ — تونگر بھی دیتے ہیں اکثر زکوٰۃ

حدیثِ نبیؐ پر ہے سب کا عمل — تو اجماعِ اُمت بھی ہے بر محل

جو ان سب سے ہوتی نجاتِ جہاں — سبھی فرقے جاتے میانِ جنان

نہیں بات انمیں سے کوئی فضول — اطاعت پہ ہیں آل کی سب قبول

اطاعت جو کرتے ہیں یہاں آل کی — وہی جنّتی ہیں وہی جنّتی

اگر آل سے ہے ثباتِ جہاں — اطاعت پہ ٹھہری نجاتِ جہاں

جو بارہؑ ہیں معصوم آفاق میں — برابر ہیں رتبہ میں خلاق میں

اماموں کا سب سلسلہ ایک ہے — یہ ہیں ایک انکی ولا ایک ہے

یہ نورِ محمدؐ میں ہیں سب شریک — جو چاہے کرے وصف ٹھیک ٹھیک

جو چاہے کسیکو ثنا خواں کہے — کسیکو کہے جسم یا جاں کہے

زمانہ سے بڑھکر ہے رفعت انہیں — بزرگوں سے زیبا ہے نسبت انہیں

لکھونگا وہ مضموں جو ہو موزوں بنا — ہر اک مدح میں ایک دو کی ثنا

علیؑ عقدۂ نظم کو حل کرے — بندھے وہ ہی مضموں جو کچھ دل کہے

لکھوں حب مسلسل تو روزِ جزا — ملے سبحہ کا فاطمہؑ کے ثواب

مدح جناب حضرت فاطمہ علیہا السلام

علیؑ سے نہیں کم ہے زہراؑ کی شان — وہ آدمؑ کی شوکت یہ حوّا کی شان

برابر فضیلت ہے دونو طرف — وہ موسیٰؑ کا یہ آسیہ کا شرف

یہ دونو ہیں اولادِ آدمؑ کا فخر — وہ فخرِ مسیحاؑ یہ مریمؑ کا فخر

انہیں سے ہیں قایم نشانِ نبیؐ — خدیجہ کا دل وہ یہ جانِ نبیؐ

انہیں سے منوّر ہے چشمِ رسول — علیؑ نور ہے مردمک ہے بتول

علیؑ زینتِ محفلِ مصطفےٰؐ — یہ ہے رونقِ منزلِ مرتضیٰؑ

علیؑ کعبۂ پر ضیا کا شرف — یہ ہے قبلۂ دوسرا کا شرف

جو مردوں میں حیدر سر افراز ہے
تو سب عورتوں میں یہ ممتاز ہے

جو مردوں کی حیدر کرائیں نجات
طفیل ان کے عورات پائیں نجات

رہیں فاطمہ گھر میں اس طور سے
چھپے جان قالب میں جس طور سے

رہیں کیوں نہ عفت میں مشہور یہ
کہ ہیں پردۂ عصمت حور یہ

رسولوں نے جب عزم جنت کیا
تو اونکو بھی یاں غسل میت دیا

کوئی مثل زہرا کہاں پاک ہو
جو بے غسل میت یہاں پاک ہو

اگر جان عالم ہے جسم رسولؐ
اسی جسم کا ہے جگر یہ بتولؑ

جو ہے یہ خدا کی گواہی سے پاک
پسر بھی ہے فضل الٰہی سے پاک

مدح جناب امام حسن علیہ السلام

نشانی نبیؐ کی ہے بنت رسولؐ
حسنؑ بھی ہے اک یادگار بتولؑ

وہ ہے زینت خانۂ پنجتنؑ
اسی شمع کا چاندنا ہے حسنؑ

یہ دونوں ہیں جان رسولؐ غیور
وہ رحمت نبیؐ کی یہ انکا سرور

حسنؑ میں وہ خوبی ہے ماں باپ میں
بزرگی بزرگوں کی ہے آپ میں

کہیں سلسلہ ہی جدا آپ کا
یہ نانا کا دل ہے جگر باپ کا

سبھی ہیں حسنؑ میں کمال نبیؐ
جلال علیؑ ہے جمال نبیؐ

بنی گلشن قدرت کردگار
چمن میں یہ گل ہے تو گل میں بہار

جہاں میں نہالِ رسالت رسولؐ — ثمر ہے حسنؑ شاخ اسکی بتولؑ

نبیؐ و حسنؑ کی یہی ہے صفات — وہ خضرِ دو عالم یہ راہِ نجات

نبیؐ و حسنؑ اک دل و روح ہیں — نبیؐ نوحؑ وہ کشتی نوحؑ ہیں

جو مردہ عمل ہو تو جاں ہیں حسنؑ — مسیحا نبیؐ ہیں زباں ہیں حسنؑ

بیانِ محمدؐ بیانِ حسنؑ ہے — زبانِ نبیؐ ہے لبانِ حسنؑ

لٹایا خدا کے لیئے مال و زر — جو باقی رہا بھی تو لختِ جگر

جگر کے بھی ٹکڑے بہتّر کیئے — فدا سب کیے سب راہِ حق پہ کیئے

شہیدوں میں سر سبز ہے یہ اگر — برادر بھی ہے سرخرو سبز بر

مدح جنابِ امام حسین علیہ السلام

حسنؑ سے اگر ہے وقارِ علیؑ — تو شبیرؑ ہے افتخارِ علیؑ

نبیؐ ہر مسلمان کی جان ہے — شہِ کربلا جان کی جان ہے

فدا کیوں نہ ہوں اسپہ عالم کی روح — یہ ہے جان کی جان آدمؑ کی روح

یہ آخر کو ہے پنجتنؑ کا نشان — اسی پھول سے ہے چمن کا نشاں

حسینؑ و نبیؐ ایک ہی روپ ہے — جو سورج نبیؐ ہے تو یہ دھوپ ہے

نبیؐ طورِ موسیٰؑ کی جا ہے حسینؑ — جو موسیٰؑ نبیؐ ہے عصا ہے حسینؑ

محمدؐ چمن ہے گلِ تر حسینؑ — جو گل ہے نبیؐ بوئے بہتر حسینؑ

نبیؐ بحر ہیہ دُرِّ نایاب ہے — جو موتی نبیؐ ہے تو یہ آب ہے

نبیؐ ہے فلک ماہ شبیر ہے — جو ہے ماہ احمدؐ یہہ تنویر ہے

لگا زخم پر زخم سجدہ کیا — کہا شکر ہے شکر کو منہ دیا

جسے ہو جہانمیں خیالِ نبیؐ — تو رکہے تولّائے آلِ نبیؐ

محبّت بہی اِن کی عجب چیز ہے — وہ جانے اِنہیں جنکو تمیز ہے

جو ہے کلمہ طوف و صوم و صلوٰۃ — جہاد و وغا ایک خمس و زکوٰۃ

یہ واجب ہیں سب اپنے اوقات پے — محبّت ہے افضل ہر ایک بات پے

جو سرنے وہ حاصل کیا باپ سے — وہ عابدؑ نے حاصل کیا آپ سے

مدح حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام

وہ نخلِ نبیؐ ہے یہہ بارِ شجر — وہ باغِ علیؑ یہ بہارِ شجر

وہ سرورِ ریاضِ شہادت ہوا — یہ عطرِ گلِ باغِ طاعت ہوا

نہیں ہے یہ رتبہ ہیں کم باپ سے — نہ چہوٹا کوئی درد و غم آپ سے

وہاں کام تہا تیر و شمشیر سے — یہاں سلسلہ طوق و زنجیر سے

اذاں شہ نے دی تیر و شمشیر میں — اقامت کہی اِسنے زنجیر میں

پڑہی شہ نے خنجر کے نیچے نماز — یہاں طوق ہیں سجدے بنیاز

چلی شاہ پر ناوکِ خار دار — رواں یہ ہوئے آپ بالائے خار

لہو وہاں ہے اُمّت کی خاطر رواں
یہاں اشک خلقت کی خاطر رواں

پدر سُرخرو تیر و تلوار سے
یہاں آبرو دیدۂ زار سے

لہو میں وہ لالِ خراجِ بہشت
یہ اشکوں میں لولوِ تاجِ بہشت

لگایا تھا دِل یوں عبادت کے ساتھ
کہ ہو جسطرح اجرِ طاعت کے ساتھ

نہ تھی یوں الگ سے یادِ خُدا
نہوں لفظ سے جیسے معنی جُدا

کہیں سبحہ سے کم ہے کارِ نفس
نفس دانہ رشتہ ہے تارِ نفس

کسیکو نہیں اسمیں جائے کلام
کہ تھا اپنی تسبیح میں وہ امام

علیؑ جسطرح باپکا ہے شرف
پسر آپکا آپ کا ہے شرف

مدح جناب امام محمد باقر علیہ السلام

علیؑ گر طریقِ نبی پر چلے
محمدؐ بھی راہِ علیؑ پر چلے

علیؑ ہے اگر جان نثارِ علیؑ
محمدؐ بھی ہے غمگسارِ علیؑ

یہ شکلِ علیؑ ہے وہ شانِ حسینؑ
نشانِ علیؑ ہے نشانِ حسینؑ

جو وہ رونقِ محفلِ آخرت
یہ ہیں رہبرِ منزلِ آخرت

وہ آبِ دُرِ شاہوارِ نجات
یہ ہے جوہرِ ذوالفقارِ نجات

علیؑ ہے جلوِ مشعلِ طور کی
صفائی یہ آئینۂ نور کی

علیؑ کا جو ہے عشق آبِ حیات
تو ان کی محبت شرابِ حیات

محمدؐ میں ہیں سب کمالِ نبیؐ — محمد کے رشتہ پہ آلِ نبیؐ ؞

کوئی غیر واقف ہو کیا حال سے — محمد کا رشتہ ملے آل سے

کروں اب نسب اور حسب کا بیاں — نجابت سے باقرؑ کی سب پر عیاں

امام اسکا بیٹا ہے پوتہ امام — امام آپ ہے اور پڑپوتا امام

ہوئے اِسکے کنبہ میں کیا کیا امام — امام اِسکا دادا ہے نانا امام

کروں اور بھی اِس سے اوپر کلام — کہ دادا و نانا کا بابا امام ؞

جو یاں دین و دنیا کے مختار ہیں — تو محشر میں عقبیٰ کے مختار ہیں

یہہ دینِ محمّد کا پابند ہے — یہ جیسا ہے ویسا ہی فرزند ہے

مدح جناب حضرت امام جعفر صادقؑ

یہاں کیوں نہ ہووے اثر باتیں — یہ صادقؑ ہے صادق ہے ہر باتیں

پدر پر نجابت کا ہے خاتمہ — پسر پر صداقت کا ہے خاتمہ

جو طاعت ہے مثلِ علیؑ باپ کی — زبانِ محمدؐ زباں آپ کی ؞

یہی مسندِ جد پہ زیبا ہوا ؞ — یہی گل یہی اسمیں بوٹا ہوا

مسیحِ مریضِ بلا ہے یہی ؞ — یہی خود دوا ہے شفا ہے یہی

یہ بحرِ ہدایت ہے کب جُدا — یہی اُسمیں کشتی یہی نا خدا

ریاضِ محمدؐ میں یہہ گلؑ ہوا — یہی گلشنِ دیں میں بلبل ہوا

اسی کا ہے بزمِ ہدایت میں رنگ　　یہی شمع اُسمیں یہی ہے پتنگ

نبیؐ کا ہے پیارا کوئی غیر ہے　　یہاں شر نہیں سب طرح خیر ہے

خدا کا ہے رستہ پیمبرؐ کی راہ　　پیمبرؐ کا رستہ ہے جعفرؑ کی راہ

خدا تک نہ پہونچے کسی راہ سے　　جو پہونچے خدا تک اسی راہ سے

نجاتِ جہاں جسمیں واللہ ہے　　یہی راہ ہے وہ یہی راہ ہے

ہوا کیا جو خورشید کی لاگ سے　　کرے گھر کو روشن کوئی آگ سے

اگر لاکھ دنمیں جلائے چراغ　　کہاں مہر کی تاب لائے چراغ

جو جعفرؑ ہیں یہاں باپ کی راہ پر　　پسر آپ کا آپ کی راہ پر

مدح حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

جو ہے جعفرِؑ رہنما کی ثنا　　وہی کاظمِ مقتدا کی ثنا

طریقِ عبادت میں وہ پیشوا　　رہِ دین و ایماں میں یہ رہنما

یہ مثلِ پدر پاک لاریب ہے　　وہاں عیب تھا کچھ نہ یہاں عیب ہے

صداقت پدر کی زباں پر نثار　　یہاں راستی ہے بیاں پر نثار

جو وہ زینتِ مسندِ جد ہوا　　یہ خضرِ رہِ دینِ احمدؐ ہوا

جو اُسنے گلِ دیں کو تازہ کیا　　رُخِ دیں پہ کاظمؑ نے غازہ کیا

جو باغِ محمدؐ میں وہ گل ہوا　　اُسی پھول کا یہ بھی بلبل ہوا

دیا سکۂ دیں کو اُسنے رواج — لیا سر پہ بخشش کا کاظمؑ نے تاج
ہوا بعد احمدؐ کے جب اختلاف — کیا دُور صادقؑ نے سب اختلاف
کیا اُسنے رستہ بہر طور صاف — جو تہا صاف اسنے کیا اور صاف
قدم سے جہاں اسکے روشن ہوا — جو تہا خار رستہ میں گلشن ہوا
ہوئی اسطرف صاف راہِ خیال — جو کی بند آنکھیں تو پہونچے وہاں
پیمبرؐ کے جو کچھ تھے رازِ نہاں — وہ پہونچے ہیں سینہ بسینہ یہاں
محمدؐ سے یہاں تک جو اخبار ہے — محمدؐ تلک سب وہی تار ہے
جو ہے کاظمؑ رہنما کا طریق — وہ ہے انکے بیٹے رضاؑ کا طریق

مدح جناب حضرت امام رضا علیہ السلام

جو دنیا میں ابرِ کرم باپ ہے — نہ یہ ابرِ نیساں سے کم آپ ہے
پدر سے جو ہے سبز باغِ مراد — تو ان سے ہے روشن چراغِ مراد
وہ ہے اخترِ دیں تو یہ نُو ہے یہ — چراغِ علیؑ وہ ہے اور نُو ہے یہ
کہیں چاند سے ہے جُدا چاندنی — وہ ماہِ نبیؐ ہے رضاؑ چاندنی
وہ آدمؑ کی زینت ہے یہ جاں کی زیب — وہ دیں کی ہے رونق یہ ایماں کی زیب
نہ یہاں کوئی راہِ خدا پر چلا — چلا وہ جو راہِ رضاؑ پر چلا
رضاؑ جان سے ہے خدا پر نثار — ملایک ہیں راہِ رضاؑ پر نثار

یہاں چاہتی ہے رضاؑ کی رضا — رضاؑ کی ہے مرضی خدا کی رضا
رضاؑ کی خوشی مصطفےٰ کی خوشی — نبیؐ کی خوشی ہے خدا کی خوشی
خلافِ خدا ہے خلافِ نبیؐ — خلافِ رضاؑ اختلافِ نبیؐ
تہتّر ہیں فرقے تہتّر طریق — رضاؑ کا ہے عالم میں بہتر طریق
رضاؑ جوئ اربابِ دنیا نہ تھا — کوئی کام جز کارِ عقبیٰ نہ تھا
مگر یوں تو سب کا مددگار ہے — عدوئے پیمبرؐ سے بیزار ہے
خراساں میں مولا کی درگاہ ہے — وہیں سے تو فردوس کی راہ ہے
نہیں اور کوئی مثالِ رضاؑ — پسر کو ہے حاصل کمالِ رضاؑ

مدح حضرت امام محمد تقیؑ علیہ السلام

اگر ہے رضاؑ کو خدا سے غرض — تقیؑ کو ہے راہِ رضا سے غرض
رضا رہنمائے مقامِ رضا — تقیؑ رہبرِ صاحبِ اتّقا
جو کعبہ و قبلہ ہے یاں دو طرف — قضا و قدر ہے عیاں دو طرف
قضا ہے رضاؑ کی رضا کی طرف — قدر ہے تقیؑ رہنما کی طرف
جو رحمت ہے وہاں التجا پر نثار — اجابت ہے اِس کی دعا پر نثار
جو طاؤس سدرہ پدر پر فدا — ہمائے ہدایت پسر پر فدا
جو ہے طائرِ جاں کی اُس پر نظر — رُخِ مرغِ قبلہ نما ہے ادہر

نقیؑ کو کسی سے نہ کچھ کار تھا ہدایت سے ہر دم سروکار تھا
دیا ہاتھ سے حشمت و جاہ کو نہ چھوڑا بزرگوں کی یاں راہ کو
کلامِ پیمبرؐ کی تائید کی بزرگوں کے رستہ کی تقلید کی
ہدایت سے مطلب عبا سے غرض خدائی میں کہئے خدا سے غرض
کیا صاف ایسا طریقِ نجات کہ مردوں کو حاصل ہے جسمیں حیات
بڑی میری آقا کی توقیر ہے غلاموں کی جنت میں جاگیر ہے
کوئی جانے کیا اُسکے اسرار کو یہ بخشیگا جنّت گنہگار کو
کہاں اِسّے نسبت بھلا غیر کو نقیؑ کے برابر نقیؑ ہو تو ہو

مدح حضرت امام علی نقی علیہ السلام

جو کی حق نے طاقت نقیؑ کو عطا وہی کی ہے قدرت نقیؑ کو عطا
جو چاہے نقیؑ التجا سے کرے نقیؑ بھی جو چاہے دعا سے کرے
وہ شعلہ کو گر ابرِ رحمت کرے یہ دوزخ کو چاہے تو جنت کرے
کرے خیر شر کو وہ اعجاز سے یہہ بدلے مقدر کو اعجاز سے
جو ذرہ کو وہ مہرِ انور کرے یہ قطرہ کو دم میں سمندر کرے
وہ مہ آتشِ شعلہ ور کو کرے یہ برقِ جہندہ شرر کو کرے
جو وہ شمع کو باغ کا گل کرے پتنگے کو یہ مثلِ بلبل کرے
جو حکم خدا سے وہ سب کچھ کرے تو بحکمِ خالق یہہ کب کچھ کرے

نظر یاں ہے کب حشمت وجاہ پر
فدا ہے نقیؑ اپنے اللہ پر

کسی پر سوائے عنایت نہیں
جو حاسد ہو اُسکی شکایت نہیں

بُروں کو نہ ہرگز فضیحت کرے
کرے بھی تو بہر نصیحت کرے

کبھی خواہشِ ملک دنیا نہ کی
یہاں غیر نصیحت کی پروا نہ کی

بتائیں یہ کیونکر رہِ مصطفےٰ
زمانہ میں ہیں حجتِ کبریا

زباں سے یہ کی کبریا کی ثنا
دہن دُرِّ طاعت کا جوہر بنا

نہیں غیر کو دعوی ہمسری
برابر پدر کے حسنؑ عسکری

مدح حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام

کروں کیوں نہ وصفِ کلامِ حسنؑ
زمانہ پہ روشن ہے نامِ حسنؑ

نقیؑ شیرِ حق کا اگر شیر ہے
یداللہ کی یہ بھی شمشیر ہے

نقیؑ ہے اگر مالکِ نار و نور
حسنؑ بھی ہے مختارِ حور و قصور

وہ بحرِ سخاوت میں ہے گر نہنگ
تو یہ بیشۂ جانستاں میں پلنگ

کلامِ خدا کی وہ تفسیر ہے
زبانِ نبیؐ کی یہ تقریر ہے

کمالِ نبیؐ ہے وہاں باتمیں
یہاں جوہرِ مصطفےٰ ذات میں

جو دینِ خدا کا انہیں کام ہے
اُسی کام کا یاں سرانجام ہے

یہ تقویٰ میں مثلِ پدر ایک ہے
حسنؑ کیطرح سے حسنؑ نیک ہے

نہ کیونکر ہو عالم یہاں نور کا — یہ سہرو نبی ہے شجر طور کا
زباں ہے زبانِ خدا آپ کی — شجر کی صدا ہے صدا آپ کی
یہاں پھول جھڑتے ہیں ہر بات میں — جو گل بات میں ہے ثمر بات میں
یہ ہے روشنی روئے پر نور کی — کہ گویا تجلی ہے اک طور کی
یہاں ذکر منقول و معقول ہے — شجر وہاں یہ گویا تھا یاں پھول ہے
یہ ہے مذہبِ حق کا چرچا یہاں — ہر اک عالمِ دیں ہے موسیٰ یہاں
جو دیں سے حسن کو سروکار ہے — پسر دین و دنیا کا مختار ہے

مدح حضرت امام محمد مہدی علیہ السلام

حسن جدِّ امجد کی تصویر ہے — محمد محمد کی تصویر ہے
حسن سے اگر کفر پامال ہے — شکار اسکا شیطان دجال ہے
نبی کی ہے ہمت کا وہ پیشوا — یہ عیسیٰ پیمبر کا ہے رہنما
حسن ہے امامِ صفِ مومنیں — محمد امامِ صفِ مرسلیں
کیا قرض اسنے خدا کا ادا — کریگا یہ وعدہ خدا کا وفا
بیانِ نبی ہے وہاں سربسر — وہاں مبتدا ہے یہاں ہے خبر
پدر کی عدالت نبی کی طرح — پسر کی شجاعت وصی کیطرح
بڑھایا ہے دیں اسنے اخلاق سے — مٹائیگا یہ کفر آفاق سے

جو اعجاز سب انبیا کو ملے
وہ اس خاصۂ کبریا کو ملے

یہ ادریسؑ و عیسیٰؑ ہے ہر اوج میں
خضرؑ رہ میں الیاسؑ ہے موج میں

یہ بندہ ہے گو مرتضےٰ کی طرح
عدالت کریگا خدا کی طرح

جو آئے مٹے شرک کا نام بھی
عدالت ہو دنیا میں آرام بھی

نہ فاسق نہ رہزن نہ کافر ہے
سر راہ ہر دم مسافر ہے

خدا کے کرم سے وہ انصاف ہو
جہاں ظالم و دزد سے صاف ہو

نہ ڈوبے کوئی بحر کے پاٹ پر
پئیں شیر و بز آب اک گھاٹ پر

درندے ہوں عقرب ہو یا مار ہو
کسی سے کسیکو نہ آزار ہو

شراروں سے بجلی سے تلوار سے
زمانہ بچے سب کے آزار سے

پتنگوں کا پر بھی جو گلگیر ہو
نہ کچھ شمع سے پھر بھی تقصیر ہو

جہنم ہے ہر چند دنیائے زشت
ملے سب کو آرام مثل بہشت

نظر آئے جب ہما کا جمال
بنے رستم داستاں پیر زال

یہ ہو فیض روئے امام جلیل
کریم و سخی ہوں لئیم و بخیل

جو بے زر ہو دنیا میں زردار ہو
بنے پھر مسیحا جو بیمار ہو

کہاں وصف کا مجھکو مقدور ہے
یہ بندہ تو خاکی ہے وہ نور ہے

امام زمن سے ہے یہہ التجا
یہی آرزو ہے یہی مدعا

کہ حضرت غلاموں میں شامل کرو
یہ ناقص ہے ناقص ہے کامل کرو

کرم اپنے طالب پہ فرمایئے
جو گمراہ ہو راہ پر لایئے

دکھاؤ بہت جلد اپنا جمال
ہمیں عالمِ خواب کا ہے خیال

جو دیدار دیکھوں کروں یہ سخن
ہوا اب ظہورِ امامِ زمن

خیالِ محمدؐ تو دن رات ہے
دعا کر کہ وقتِ مناجات ہے

مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات

خدایا گنہگار مجھ سا نہیں
جہاں میں خطاوار مجھ سا نہیں

زیادہ زمانہ سے میرے گناہ
تو دنیا میں ہوں ایک ہی روسیاہ

گنہ تو کیئے ایک دن میں ہزار
کبھی منہ سے توبہ نہ کی ایکبار

دعا کے لیئے پھر دہن وا کروں
جگہ شرم کی ہے مگر کیا کروں

کوئی اور بھی ہے کہ جس سے کہوں
کہوں میں نہ تجھ سے تو کس سے کہوں

جہاں میں نہیں اور جائے پناہ
ترا در ہے خالق برائے پناہ

دعا کے سوا اور چارہ نہیں
سوا تیرے کوئی ہمارا نہیں

خدائی کی تیری طرف راہ ہے
تو خالق ہے رازق ہے اللہ ہے

مرے حال سے تو خبردار ہے
بیاں بیقراری سے ہر بار ہے

بڑھاپا جو آیا جوانی گئی
تو کیفیتِ زندگانی گئی

ضعیفی و پیری کا اب دور ہے
نظر آنکھ کی اور سے اور ہے

دکہائے جو پیری طلسمات کچھ — سُنے پھر نہ یہ کان ہی بات کچھ
یقیں ہے جو پیری سے گہات ہے — زباں ہی نہ ثابت سے بات پر
قرینہ سے ہوتا ہے ظاہر یہی — نہ قابو رہے دست و پا پر کبھی
جو پیری سے اعضا ہی برہم ہوگے — تو پھر دشمنِ جاں یہ ہم ہوگے
نہ پیری نے رکھا کسی کام کا — رہا ہی تو ایک آدمی نام کا
بگاڑے جو پیری ہو اجسم کی — تیرے فضل سے ہو دوا جسم کی
خدایا جو تو دستگیری کرے — ضعیفی کرے کچھ نہ پیری کرے
خدایا جو تو مہربانی کرے — تو پیری کو مثلِ جوانی کرے
ہر ایک عضو اپنی اطاعت کرے — یہ بندہ تیرا تیری طاعت کرے
جو پیری نہ اپنی رعایت کرے — تو بندہ کی خالق حمایت کرے
خدایا نہ وہ وقت آئے مجھے — تیری یاد پیری بھلائے مجھے
ضعیفی نے تن کو کیا ناتواں — گناہوں کا سر پر ہے بارِ گراں
نفسِ دنی دشمنِ جاں ہے — مددگار شیطاں کا شیطان ہے
کوئی عضو قابو میں اپنا نہیں — یہ دل ہی تو پہلو میں اپنا نہیں
دکہاتا ہے ابلیس راہِ گناہ — ہر اک عضو ہے یاں گواہِ گناہ
نہ ہوا ایک تو بھی جو حامی یہاں — تو سو دشمنوں میں ٹھکانا کہاں
تیرے در پہ سائل ہوا اے کریم — گنہگار میں تو غفور الرحیم

رفیقِ دل و جاں ہیں افعالِ بد
مرے ساتھ آئے ہیں اعمالِ بد

کیا ہے گناہوں نے جنت سے دور
نہیں ہوں مگر تیری رحمت سے دور

گنہ تو ہیں خلقت سے بڑھکر کہیں
پہ رحمت سے تیری زیادہ نہیں

جہنم میں ڈالے عدالت تیری
اگر عفو کر دے تو رحمت تیری

نہیں کچھ گناہوں سے چارہ مجھے
کریمی کا ہے اک سہارا مجھے

سحابِ کرم سے ہوں بھولا ہوا
گناہوں کو بخشش پہ بھولا ہوا

ق

نہ وہ کام کرنا کہ روزِ حساب
کہے دیکھکر خلق مجھپر عذاب

ہوا کیا گنا سے شقی و لئیم
نہیں عفو کرتا غفور الرحیم

نہ کرنا گناہ و خطا پر نظر
تجھے چاہیئے وہاں عطا پر نظر

سر و چشم و دہن دست و پا
دل و جان و بینی و آب غذا

سبھی تو نے بخشے یہاں بے حساب
اسیطور دینا جناں بے حساب

ترے در پہ آیا ہے یہ روسیاہ
کرم کی تجھے چاہیئے اب نگاہ

یہ کیا ہے سیاہی اگر دور ہو
ترے در پہ ظلمات بھی نور ہو

کریمی سے روئے سیہ پاک کر
گناہوں کی منہ سے الگ خاک کر

جہاں سے اگر پاک ہو کر اٹھوں
تو محشر میں بھی پاک ہو کر اٹھوں

خدایا تری پاک درگاہ ہے
گدا تیرے در پہ شہنشاہ ہے

یہ رتبہ یہ درگاہ پاؤں کہاں
گدا ہوں ترے در کا جاؤں کہاں

ترے در پہ آکر خدائے کریم
نہ دیکھوں جہاں سخی و لئیم

نہ ہو کام بندوں کے در سے مجھے
ملے رزق رازق کے گھر سے مجھے

عطا آپ کر خیر کی راہ سے
نہ دلوا کسی غیر کی راہ سے

نہ ہو بار بندوں کے دربار میں
تعلق رہے تیری سرکار میں

زمانہ کے قصوں سے بے غم رہوں
تری یاد میں شاد و خرّم رہوں

نہ ہو غم کبھی کچھہ تری یاد میں
بہلاؤں بھی کچھہ تری یاد میں

نہ بھولوں کبھی تجھکو پہچان کر
نہ جانوں کسیکو تجھے جان کر

جہانمیں جہانتک کہ جائے نظر
سوا تیرے کچھہ بھی نہ آئے نظر

کسی چیز پر ہو نہ میرا خیال
رہے تیرے بندہ کو تیرا خیال

کسی پر نہ میں جان کھو کر مروں
جو تیرا ہوں تیرا ہی ہو کر مروں

کسیکی نہ دل میں محبت رہے
رہے دلمیں تو تیری الفت رہے

رگِ جانمیں تیرا ہی اخبار ہو
اُسیکا یہ تارِ نفس تار ہو

ترا ذکر ہووے دل و جانمیں
زبانپر وہی ہو وہی کان میں

نہ کوئی ہوس دلمیں باقی رہے
تری یاد بس دلمیں باقی رہے

تری یاد یوں جان کے ساتھ ہو
کہ تو جیسے انسان کے ساتھ ہو

الگ یوں نہ دل سے ہو عشق خدا
نہ گرمی ہو آتش سے جیسے جدا

نہ دنیا میں کچھہ فکر دنیا رہے
رہے بھی تو یاں فکر عقبےٰ رہے

مرض ہو نہ غم ہو نہ اِفلاس ہو
سبھی رنج ہوں دُور تو پاس ہو

نہ غم ہو کوئی جب تلک دم رہے
رہے بھی تو شبیرؑ کا غم رہے

محبت رہے دلکو حسنینؑ سے
ترا نام لوں رات دن چین سے

نہ غافل ہوں دُنیا میں اہل و عیال
رہے ہر گھڑی اونکو تیرا خیال

جو فرزند ہے نیک کردار ہو
وہ عالم ہو عامل ہو دیندار ہو

جو ہادی ہے ہادی ہو حسبِ مراد
عطا عمر کر سو برس سے زیاد

اُسے کوئی غم ہو نہ محتاج ہو
ترا فضل سر کے لیئے تاج ہو

مرے جسقدر ہیں حبیب و قریب
سبھی کو محبت ہو تیری نصیب

گری سر پہ سقفِ مکانِ بلند
جو سجدہ میں تھا کچھہ نہ پہنچا گزند

نہ کڑیوں سے بالوں میں آیا خلل
یہ اسکا بدل ہو جو آئے محل

گُلِ رحمتِ حق دبائے مجھے
جو سجدہ میں ہوں موت آئے مجھے

گزر جائے عمرِ رواں خیر سے
مرا خاتمہ ہو یہاں خیر سے

الٰہی مری مثنوی ہو تمام
توجہ کریں اس پہ خاص و عوام

سخن صاف ہو پاک تحریر ہو
ہر اک بات میں میری تاثیر ہو

دلوں سے نہ یہ مثنوی دور ہو
اثر ہو زمانہ میں مشہور ہو

الٰہی نبیؐ و وصیؑ کے لیئے
شہنشاہ آلِ نبیؐ کے لیئے

بر آئیں مطالب چھوٹے بڑے
دُعا پر اجابت کا سایہ پڑے

اِلتماس مصنف

یہ ہے عرض اہل سخن کے حضور — نہیں بات کرنیکا مجھکو شعور

ہمیشہ سے قصبہ ہے میرا وطن — لطافت ہو پھر کیا میان سخن

رہا ایک مدت سے قصبات میں — فصاحت بلاغت ہو کس بات میں

نہ گھر لکھنؤ ہے نہ دلّی وطن — زباں میری جیسی ہے ویسا سخن

نہیں مجھہ میں کوئی کمال و ہنر — خدا کی عنایت پہ ہے یاں نظر

بھرے ہیں زبان و دہن عیب سے — مگر ہے سخن میں مدد غیب سے

جتانا ہے علم و ہنر کب مجھے — فقط اپنے مطلب سے مطلب مجھے

سراپا میں جو کچھ تصرف کیا — تو وہ بھی بیاں بے تکلف کیا

بیاں صاف ہے صاف تحریر ہے — سراپا ہے کیا ایک تصویر ہے

کہیں شاعرانہ تصرف نہیں — بناوٹ نہیں کچھ تکلف نہیں

یہ بھی اک طلسمات کی بات ہے — کہ ہے شعر اور بات کی بات ہے

ہوئی نغمۂ روح تقریر یہہ — جو سن لے نہ بھولے مزا میر یہہ

اگر عیب ہے مثنوی میں کہیں — مجھے فکر اس بات کی کچھ نہیں

کہاں کوئی دنیا میں بے عیب ہے — جو بے عیب ہے عالم الغیب ہے

جہانمیں تو صد ایک کی ایک ہے — جہاں بد ہے حاضر وہیں نیک ہے

بہر اُخشک و تر سے یہ گلزار ہے | جہاں ہے گلِ تر وہیں خار ہے
الگ کوڑیوں سے نہیں ہیں گہر | جہاں کوڑیاں ہیں وہیں ہیں گہر
جدا حُسن سے قبح ہرگز نہیں | جہاں ہے ہنر عیب بھی ہے وہیں
کہاں خار و خس سے الگ باغ ہے | صفائی پہ بھی چاند کی داغ ہے
نہ کانٹوں سے صحنِ چمن پاک ہو | تو کیونکر یہ بحرِ سخن پاک ہو
مری عرض خرد و کلاں سے یہ ہے | ہر اک شاعر و نکتہ داں سے یہ ہے
نگاہِ سخنداں ادہر نیک ہو | جو بدبھی سخن ہو نظر نیک ہو
نہ دیکھیں سخنداں وطن کیطرف | نگاہِ کرم ہو سخن کی طرف
شگفتہ ہوئی ہے زمینِ سخن | بنی مثنوی آج رشکِ چمن
دیا آبِ بحرِ سخن سے اسے | کیا سبز بڑہکر چمن سے اسے
مضامیں ہیں اسمیں سراسر نئے | گلستاں نیا ہے گلِ تر نئے
پُرانی تو ہے بحر گوہر نئے ؛ | نئے موتیوں میں ہیں جوہر نئے
مری مثنوی کا جدا ڈہنگ ہے | نئی آب ہے اور نیا رنگ ہے
کریں خاص حُسنِ سخن پر نظر | محبت سے ہو اس چمن پر نظر
نہ کانٹے چنیں یار گلچیں بنیں | اگر نیک بیں ہیں نہ بد بیں بنیں
نگاہیں ہوں پہولوں پہ بس آنکھ سے | نہ دیکھیں کہیں خار و خس آنکھ سے
خیالوں میں ہو گفتگو کی طرح | نہ ایسا کریں عیب جو کی طرح

کہ دیکھیں نہ شکل گہر جوہری — کریں کوڑیوں پر نظر جوہری

ہنر کو نہ دیکھیں اگر غور سے — نہو عیب پر بہی نظر غور سے

نظر مثنوی پر ہو الطاف سے — ادھر کو کریں آنکھہ انصاف سے

جو دیکھیں محبت سے اہلِ کمال — نگاہِ کرم سے ہوں کانٹے نہال

ہنر گوں سے اسکے سوا کیا کہیں — جو دیکھیں برا ہی تو اچھا کہیں

نکرنا مرے عیب کو آشکار — کہ اچھّوں کا ہے عیب پوشی شعار

سخن صاف اپنے دہن سے ہوا — کہاں صبر اہلِ وطن سے ہوا

وطن کی ہے سادات نازک خیال — ہر اک صاحبِ علم اہلِ کمال

سماعت کا یارا کسے پہر رہا — غرض ایک صاحب نے مجہہ سے کہا

رہے گفتگو آج اس بات میں — کہ ہے شہر کو فخر کس بات میں

بتاؤ وہ قصبات میں جو نہیں — کہ شاعر نہیں مرثیہ گو نہیں

نہو عالمِ دیں تو ایسا کہو — جو جاہل سبہی ہوں تو ویسا کہو

الگ بات ہے ہر جگہہ دہر کی — زباں ایک سی ہی نہ دو شہر کی

نہیں پاتیے دو شہر کا بہی بیاں — کہیں ایک ہی شہر میں دو زباں

کہاں ہیں برابر صغار و کبار — ہنرمند سو بے ہنر سو ہزار

جہاں ہیں زمانہ میں اہلِ کمال — وہیں کی ہے زیبا نہیں بول چال

نہوں شہر میں جب برابر بہی — تو قصبوں میں یکساں ہوں کیونکر بہی

خبر پیرِ دہقاں کی ہے یا نہیں ۔ کہ شہر و نمیں شاعر تہا ایسا کہیں

جو شہر و نمیں ہیں شاعرِ خوش بیاں ۔ زمانہ کے جلتے ہیں اہلِ زباں

جو ملکِ فصاحت کے سیاح ہیں ۔ وہ سب پیرِ دہقاں کے مداح ہیں

اُسی سے فصاحت کا ایجاد ہے ۔ فنِ شاعری میں وہ اُستاد ہے

بہت سے ہیں ایسے ہی قصبا تمیں ۔ بڑھے شہر والوں سے ہر باتمیں

کہیں فخر ہے شہر پر گاؤں کو ۔ فضیلت کہیں دہوپ پر چہاؤنکو

کسیکو نہیں فخر ہر بات پر ۔ نہیں منحصر شہر و قصبات پر

فضیلت ہے اللہ کے ہاتھ میں ۔ جسے چاہے بخشے وہ ہر بات میں

کہا خیر قصبونکو جو کچھ کہا ۔ وطن کا ادب ہی نہ دلمیں رہا

کرے وصف یہ تو نہ طاقت ہوئی ۔ کہا وہ کہ جسے مذمت ہوئی

نہ دیکہا وطن کیطرف غور سے ۔ کہا فخر میں کیوں نہ اسطور سے

ہمیں ہے رسولِ زمن سے شرف ۔ وطن کو نبی کے وطن سے شرف

وہ قصبہ کہ ہو شہر کو بھی حسد ۔ مدینہ سے چلکا نہ ہے ہمعدد

سند کون لیتا ہے ہر ایک سے ۔ کہ نسبت ہے یاں نیک کو نیک سے

جو ہے نیک رغبت ہوئی نیک سے ۔ نہیں بد جو نسبت ہوئی نیک سے

ہوا یہ جو قصبہ تو پھر کیا ہوا ۔ بُرا مل کے اچھے سے اچھا ہوا

جو ہے نام یاں آل کے نام پر ۔ تو ظاہر ہے یہ خاص و عام پر

کہ اچھوں کے ہے نام سے یہ مراد
خدا مہرباں ہو بروزِ معاد

کرے لاکھہ کو ہی سپید و سیاہ
کہ آنکھونکے اندر ہے دونونکو راہ

تصور خلایق کا کب ایک ہے
گماں بدکا بد نیک کا نیک ہے

یہ سنکر کہا مینے اِسطور سے
نہیں میرا مطلب کسی اور سے

کہ ہو گا نوکو شہر پر ہی شرف
مگر دیکھتا ہوں میں اپنی طرف

نہیں ہجو شہرات و قصبات کی
لیاقت نہیں ہے مجھے بات کی

بنے لاکھہ خاتم نگیں کا شرف
مکاں سے نہیں کچھ مکیں کا شرف

لیا نام قصبونکا شاست مری
مجھی پر ہے ورنہ ملاست مری

ہمیں شہر و قصبات سب ایک ہیں
بُرے سب ہیں ہم ہیں سبھی نیک ہیں

سببِ تصنیف

مخمس مسدس رُباعی غزل
بہت کچھ لکھا جو محل بے محل

بڑہی اور خواہش دل و جان کی
ہوی فکر ترتیب دیوان کی

یہ چاہا غزل ہو ہر اک طور کی
اِسی فکر میں جب بہت غور کی

ہوئی سامنے پہر تو شکل اجل
خرد نے کہا مجھسے یا کر محل

نہ سمجھے ہوئی عمر ناحق تلف
نظر موت کی ہے ہماری طرف

قضا کو ہے ہر دم تمہارا خیال
تمہارا تبھی نیر اشارہ خیال

بتوں پر ہے دل لگائے ہوئے ۔ وہ بت بھی جو اپنے بنائے ہوئے

بتوں کی کہیں آج ہستی نہیں ۔ کوئی انسے آباد بستی نہیں

نہ پتھر وہ بت ہیں نہ انسان ہیں ۔ نہ حوریں نہ قوم پری جان ہیں

کسی کی نہیں چشم تر میں جگہ ۔ نہ دلمیں جگہ ہے نہ گھر میں جگہ

مرقعے بھی تصویر سے صاف ہیں ۔ کہاں ہیں وہ جنکے یہ اوصاف ہیں

ہوئے کس پہ عاشق بتادو ہمیں ۔ کہیں تو بتوں کا پتا دو ہمیں

بتاؤ تو بت کس جگہ پر رہے ۔ یہ سب شعر کس کی ثنا میں کہے

ہوئے عشق تو ہندو بت سنگ ہے ۔ فدا تم ہو کس شکل و رنگ پر

بتوں کو خیالوں میں دیکر قرار ۔ ثنا خوان ہے آپ لیل و نہار

کیے وصف انکی خدا کے خلاف ۔ ہوئی حشر کو کب خطا یہ معاف

جو یہ بات سنکر نہ چپکے رہو ۔ تسلی کو میرے فقط یہ کہو

بنا کر بتوں کو وسیلہ کیا ۔ فقط شعر کہنے کو حیلہ کیا

ہوئی شعر پر اس غرض سے نگاہ ۔ سبھی شعر سنکر کریں واہ واہ

تو یہ بات بھی عقل سے دور ہے ۔ کہاں یہ زمانہ کا دستور ہے

بتاؤ تو ایسا ہے کوئی یہاں ۔ کرے جسکی تعریف سارا جہاں

یہ ممکن ہے سب یار اچھا کہیں ۔ برا اسکو کہیں چار اچھا کہیں

اگر شہر میں دو ہیں اہل کمال ۔ نہیں ایک پر ایک سب کا خیال

جسے زید پڑھے یہاں اعتقاد / اُسے عمرو پڑھے کہاں اعتقاد
جسے عمرو کا فخر منظور ہے / تو وہ زید کے وصف سے دور ہے
جہاں کوئی جسکا طرفدار ہے / اُسی کے سخن کا مددگار ہے
جہاں ہے کوئی آج جسکی طرف / اُسکو وہ دیتا ہے سب پر شرف
صلائے سخن تو رہا طاق میں / جو وصفِ زبانی ہے آفاق میں
نہیں منحصر خاص اور عام پر / وہ شاعر کے مُنہ پر ہے یا نام پر
نہیں کوئی مائل سخن کیطرف / ہر اک دیکھتا ہے دہن کیطرف
نظر ہے کسے خوبئ شعر پر / سخن کی ہے تعریف مُنہ دیکھکر
اِدہر اور اودہر سب طرفدار ہیں / جو منصف ہیں اُنمیں تو دو چار ہیں
اگر اور مطلب ہے اِسکے سوا / کہ ہو شعر کہنے سے یہہ مدّعا
جہانمیں نشانی ہماری رہے / رہے نام اور یادگاری رہے
تو یہ بھی عبث ہے خیالِ گماں / ہمیشہ رہے کِسکا نام و نشاں
ترقی پہ ہر دم ہے کارِ فنا / فنا ایک دن ہے یہہ دارِ فنا
نہ جب کوئی محفل سے باقی رہے / تو پھر کسطرح یادِ ساقی رہے
کیا فرض تم میں ہوئے سب کمال / ہر اک علم و فن میں بنے بےمثال
ہوئے بخت یاور سکندر ہوئے / بڑے مالکِ ہفت کشور ہوئے
مثالِ تہمتن دلاور ہوئے / ہر اک جنگ میں نامآور ہوئے

بسر شاعری میں ہی کی حیات
بنے مثل فردوسی نیک ذات

بنے پھر ارسطو کہ لقماں بنے
کیئے علم حاصل ہمہ داں بنے

بہت تمنے لوٹی بہارِ جہاں
رہے مدتوں شہر یارِ جہاں

ہوئے سرخرو تم کہ رسوا ہوئے
بتاؤ تو آخر کو پھر کیا ہوئے

سبھی کچھ بنے خلق میں نام کو
ہوئے خاک دنیا میں انجام کو

ابھی تم تہمتن ابھی شاہ ہو
کہ آخر کو خاکِ سرِ راہ ہو

اگر موت آکر دبائے تمہیں
تمہاری نہ حکمت بچائے تمہیں

قضا کے نہ آگے چلے زور کچھہ
سنے کون لشکر کرے شور کچھہ

کمال و ہنر کچھہ نہ چارہ کرے
زر و زور و لشکر کنارہ کرے

رہے راتدن ہر گزرگاہ میں
بہت خاک چھانی ہے ہر راہ میں

کسی دن نہ تمیز یہہ آہ کی
گدا کی ہے یہ خاک یا شاہ کی

یہیں تم ارسطو سکندر رہیں
ملے خاک میں جب تو کچھہ بھی نہیں

کیئے لاکھہ حکمت سے کارِ جہاں
موئے پر ہوئے یادگارِ جہاں

نہ ہستی ہی یہہ جب تمہاری ہی
تمہیں کیا اگر یادگاری رہے

کرے یاد گو خلق ساری تمہیں
جلائی گی کب یادگاری تمہیں

موئے تم تو زندہ رہا نام یہہ
بتاؤ تو آئیگا کس کام یہہ

گئے تم اندھیرے میں یہہ تن رہا
تمہیں کیا اگر نام روشن رہا

لیا نام گو خاص اَور عام نے
سہارا دیا کیا تمہیں نام نے

لحد میں نہ بخشیگا آرام یہہ
قیامت میں آئیگا کب کام یہہ

وہاں کام چلتا ھے کب جال سے
بنے کام وہاں نیک اعمال سے

نہ جب زندگی میں بچائے کوئی
تو مرنے پہ کب کام آئے کوئی

رہائی ھے دامِ لحد سے کسے
خبر خلق کے نیک و بد سے کسے

جو وصفِ سخن ہو تو خُرّم نہیں
مذمت بھی ہووے تو کچھ غم نہیں

جبھی آہ کانوں میں تہ خاک کی
سُنو تم زمیں کی نہ افلاک کی

ہوئے کان جب دور آواز سے
غزل کوئی گایا کرے ساز سے

پڑے دیدۂ دوربیں خاک پر
انہیں کیا جو ہوں شعر افلاک پر

بھرے خاک سے جب زبان و دہن
بلا سے ہو لذت میانِ سخن

ثناخواں ہو موسیٰ کہ فرعون ہو
جو تم ہی نہیں شاد پھر کون ہو

جو یہ بات ہو یاد اَور نام سے
رہیں قبر میں عیش و آرام سے

یہاں نام اَور یادگاری رھے
طبیعت وہاں خوش تمہاری رھے

وہاں شعر کہنے سے دونا عذاب
رھے اس نشانی سے مٹی خراب

چلے جب نہ کوئی ترے ساتھ ہو
اگر ہونکوئی ترے ساتھ ہو

تبھو نکو جہاں میں ثنا و صفت
جو سمجھو تو ھے دفترِ معصیت

سمجھکر جو کچھ دل نے تمیز کی
رہی پھر نہ خواہش کسی چیز کی

اوٹھی دل سے دارِ فنا کی ہوس ‌ ‌ بڑھی دلمیں ملکِ بقا کی ہوس
لگی اوڑھنے تو دل و جان کو ‌ ‌ کیا چاک نفرت سے دیوان کو
یہ سوجھی نہ کچھ اور اب کیجئے ‌ ‌ تلافیِ مافات سب کیجئے ∴
لکھے پھر تو کچھ مرثیے اور سلام ‌ ‌ کیئے مینے تضمین اچھے کلام
اودھر جب ذرا طبع مائل ہوئی ‌ ‌ تو پھر اور کچھ خواہش دل ہوئی
یہ چاہا بیاں وہ مضامیں کریں ‌ ‌ سنیں قدرداں جنکو تحسیں کریں
نہ رونے رلانیکا تھا کچھ خیال ‌ ‌ جتانے لگے شعر میں ہم کمال
ہوئی اپنی تعریف پر جب نظر ‌ ‌ خرد نے کہا پھر کہ اے بیخبر
خدا نے دیا ہے اگر کچھ وقوف ‌ ‌ یہاں نیک و بد میں ہی کر کچھ وقوف
لکھا مرثیہ ایک پایا ثواب ‌ ‌ مگر جھوٹ کہنے میں ہیں سو عذاب
جو باندھا نبیؐ و علیؑ پر دروغ ‌ ‌ ہوا جھوٹھ کو حشر میں کب فروغ
لکھا جائے مضموں جو کوئی خلاف ‌ ‌ ہوئی پھر تو فکرِ نکوئی خلاف
یہ سمجھو ہوئے پھر فضیحت بڑے ‌ ‌ قیامت میں لینے کے دینے پڑے
رہے جھوٹھ کہنے سے حالت تباہ ‌ ‌ یہیں ہے یہ تحسین ہے واہ واہ
جو آخر کو سوچا مآلِ کلام ∴ ‌ ‌ کیا مرثیہ کو ادب سے سلام
دعائیں ہیں پھر یہ لیل و نہار ‌ ‌ کہ توفیق دے میرے پروردگار
لکھوں داستاں کوئی ایسی شتاب ‌ ‌ کہ جسکے ہو لکھنے سے حاصل ثواب

دعائیں رہیں لب پہ شام و سحر | ہوا پر نہ مدت تلک کچھ اثر
برادر جو ہیں ایک سید علی | جوانی میں ہیں نیک سید علی
رہِ دیں کی ہر وقت تائید ہے | تخلص زمانہ میں خورشید ہے
نکوئی سے ہر دم سروکار ہے | وہ عابد ہے زاہد ہے دیندار ہے
وطن سے مجھے اسطرح پر لکھا | میاں زندگی کا بھروسہ ہے کیا
نہیں وقت کوئی برائے قضا | خدا جانے کسوقت آئے قضا
ہے دلکی دلمیں تو کب ہے مزا | کریں طوف کعبہ کا جب ہے مزا
ابھی سے ہو دلمیں خیالِ سفر | کرے نیک خالق مآلِ سفر
نہ کعبہ کے جانیمیں تاخیر ہو | بہت جلد چلنے کی تدبیر ہو
جو سید علی نے یہہ تحریر کی | مرے دلپہ لکھنے نے تاثیر کی
کسوقت کی شاد ہو کر دعا | کسوقت کی دلسے رو کر دعا
رہا جب یہی حال شام و سحر | کہا رو کے اے خالقِ بحر و بر
جو ہووے حرم کی زیارت مجھے | نہو حاجیونمیں حقارت مجھے
نہ محروم رکھ اپنے در سے مجھے | یہ حاصل ہو پہلے سفر سے مجھے
لکھوں کوئی قصہ برائے ثواب | نہیں سیر مطلب سوائے ثواب
خدایا طفیلِ شہِ کائنات | جو لکھوں وہ ہو جائے خطِ نجات
وہ مضموں نہ قصہ میں ہوویں بند | جواں جنکو سن سنکے مجنوں بنیں

نہ ایسی ہی دلسے کہانی کہیں
جسے سُنکے اہلِ دول سُور ہیں

کوئی شعر ایسا نہ تصنیف ہو
جو عشقِ مجازی کی تعریف ہو

سخن وہ نہ تاثیر حاصل کرے
نگہ پر جو خلقت کو مائل کرے

نہ ہو ذکر کوئی سوائے خدا
زباں پر ہو ہر دم ثنائے خدا

چلے توسنِ کلک تو راہ سے
نہ رستہ میں غافل ہو اللہ سے

جھکیں ہمت خدائے جہاں کیطرف
جُھکے یہہ بیانِ بتاں کیطرف

زبانِ قلم ہو بیانِ بُتاں
ثنائے خدا ہو زبانِ بُتاں

اگر بُت خدا کی نہ طاعت کرے
تو خامہ اُسکی مذمّت کرے

جو بہکا کوئی جادۂ خیر سے
خدا کے سوا عشق ہے غیر سے

قلم پھر کسیکی نہ پروا کرے
مذمت کرے اسکو رُسوا کرے

نہ ہو جز خدا کے کسیکی ثنا
کرے اور کچھہ بھی تو ذکرِ فنا

ہر اک ڈھنگ پر ہو خیالِ سخن
فنا پر ہو آخر مآلِ سخن

کسیکی نہ الفت کی ترغیب ہو
خدا کی محبّت کی ترغیب ہو

جو کعبہ سے آکر بیاں پر رہوں
کوئی جھوٹھہ کب حرف منہ سے کہوں

کسیکی کروں کب ثنا و صفت
لکھوں حمد یا نعت یا منقبت

خدا نے مری عرض منظور کی
سجھائی کہانی مجھے دور کی

ہوئی طبع فیضِ دعا سے قوی
لکھی تھوڑے روزونمیں یہ مثنوی

فقیروں سے تحسین کا طالب نہیں — صلہ شہ سے لوں وہ تو غالب نہیں

نہ فردوسی و ناسخ و میر ہوں — کروں فخر اُستاد ہوں پیر ہوں

نہیں یاد طرزِ انیس و دبیر — سُنیں جمع ہو کر صغیر و کبیر

سخن میں نہ خوبی نہ مجھہ میں کمال — کریگا کوئی اسطرف کیا خیال

خلافِ زمانہ ہے سارا بیاں — سُنیگا کوئی کیا ہمارا بیاں

زباں پر جو آئیگا ذکرِ خدا — بتوں کو نہ بھائیگا ذکرِ خدا

فنا کا بیاں جب کریگا فقیر — کرینگے ادہر کان کیونکر امیر

سُنائی اگر داستانِ اجل — جواں کب سُنینگے بیانِ اجل

جو ہیں بادۂ حُسن خوبی پہ مست — کہاتے ہیں عاشق جو شہوت پرست

ہوئی جب مذمت بیاں عشق کی — سنیں ہجو مجھہ سے کہاں عشق کی

ضعیفی و پیری کے مارے ہوئے — جو دنیائی دوں سے کنارے ہوئے

کہاں دردو بلغم سے مُہلت انہیں — یہ قصے سُنیں کب ہے فرصت انہیں

ہوا لاکھہ میں کوئی مردِ خدا — اگر وہ سُنے بات ہے یہہ جُدا

کہے نیک کوئی مجھے بد کہے — کرے کچھ مذمت کہ چپکا رہے

مجھے ہے بیانِ فنا سے غرض — کسیکی نہیں کچھہ ثنا سے غرض

نہ خلعت سے مطلب نہ انعام سے — غرض کچھہ نہیں شہرت و نام سے

خدا سے ہے امید فردوس کی — وہی اجر دے جسنے توفیق دی

ہتونکا نہیں کچھ ہنر سے بیاں | سراپا کیئے اس نظر سے بیاں
کہ معشوق یہاں ایسے ایسے ہوئے | جفا کار بت کیسے کیسے موئے
صفائی میں تھے گوہرِ آبدار | چھپے مثلِ قطرہ میانِ غبار
بنے حسن سے آفتابِ جہاں | ہوئے مثلِ ذرہ لحد میں نہاں
جیئے جب تلک قابلِ دید تھے | موئے جب نہ ذرے تھے نہ خورشید تھے
ملے خاک میں خال و خط کیطرح | مٹے صاف حرفِ غلط کیطرح
سمائے نہ مہ رو بہی افلاک میں | ملے آخرش دامنِ خاک میں
بیانِ محبت سے ہے یہہ غرض | کہ سمجھیں تعشق کو انساں مرض
لکھی اس لیئے عشق کی داستاں | کہ عبرت کریں سنکے اہلِ جہاں
جھکے یہاں نہ انساں بتونکی کیطرف | نہ سمجھے کوئی عشق کا کچھ شرف
بتوں سے نہ یاں کوئی الفت کرے | خدائے جہاں کی محبت کرے
کسی نے کسی پر جو یاں دل دیا | بڑا فخر اسکا جہاں نے کیا
نہ جانا کہ جو عشق مشہور ہے | یہ اک خواہشِ نفس کا زور ہے
ہوائے جوانی کا یہہ شور ہے | فقط نانِ گندم کا اک دور ہے
نہ بھولے کوئی بت کی تقریر پر | نہ ہو خاک مٹی کی تصویر پر
نہ مجنوں بنے اور نہ فرہاد ہو | الگ ہو تعلق سے آزاد ہو
جو کیفیتِ محفلِ حور ہے | جو افسانۂ منزلِ حور ہے

سنا اسکو دل سے لکھا غور سے — کیا نثر کو نظم ہر طور سے

لکھا وہ جو شاعر کا معمول ہے — کہیں مختصر ہے کہیں طول ہے

ہر اک بات ہے اپنی منزل پہ ختم — یہ قصے ہیں کل پانچ محفل پہ ختم

جو سب مثنوی دیکھ جائے کوئی — مطالب کو طالب سے پائے کوئی

یہ ہے عرض ستار و غفار سے — جو ہووے خطا اس گنہگار سے

کہ ہو اصل سے دور شاخ سخن — بنا پر نہو ٹھیک کاخ سخن

ترقی ہو نقل و حکایات میں — کہیں جھوٹ شامل ہو سچ بات میں

کوئی بات ہو مثنوی میں خلاف — تو توبہ مری ہو تو کرنا معاف

آغاز داستان شہزادی والا شان کہ جو حسن و خوبی میں جمع تہی اپنی نام سے نزدیک و دور مشہور تہی

خدایا تجھی سے مجھے کام ہے — تو ہی مالک ساقی و جام ہے

تو ہے صانع جان و دل الخدا — تو ہے خالق آب و گل الخدا

جو تیرا کرم ہو ہر اک شے ملے — ملے جام ساقی ملے مے ملے

مجھے چاہیئے اب شراب طہور — ملے تیری رحمت سے آب طہور

پلا وہ رہے نشۂ محشر تلک — اسی نشہ میں جاؤں کوثر تلک

نہ پیر مغاں اپنا ساقی بنے — امام زماں اپنا ساقی بنے

یدِ قدرتِ کبریا ہے دراز
مدد ہو میانِ نشیب و فراز

پکاروں تجھے اُونچ اور نیچ میں
وسیلہ ہو ساقی فقط بیچ میں

جو مُردہ بنے دل جلائے مجھے
وہ لے جام تجھ سے پلائے مجھے

جو ساقی سے مانگوں سناؤں تجھے
مددگار بر وقت پاؤں تجھے

سُنا ایک شہزادیِ نیک بخت
لڑکپن میں تھی مالکِ تاج و تخت

سراسر بدن آئینہ نور کا
تنِ صاف میں عکس ہے حور کا

جو وہ خوبیِ حُسن سے حور ہے
اُسی نام سے سب میں مشہور ہے

سوارِ سرِ کشتیِ نوحؑ ہے
تنِ حُسن خوبی کی اِک روح ہے

جہاں پر ہے ظاہر نشانِ وطن
کہ جنت سے بہتر ہے شانِ وطن

وطن کی جو ہو دید کا اشتیاق
نہیں عکس سے دور شہرِ بلاق

جو تاتار سے آئے دیکھے مکاں
کہ ہے ہند و تاتار کے درمیاں

ہوئی چھہ برس کی جو تقدیر سے
لگی پڑھنے مکتب میں تدبیر سے

بڑھی اور بھی کچھہ جو ماہِ منیر
عقیلہ نفیسہ ہوئیں دو شیر

رہیں تینوں مدت تلک ہم سبق
بہت سی کتابوں کے اُلٹے ورق

پڑھا علم کچھہ آدمیت ہوئی
ہر اک کام میں نیک نیت ہوئی

برابر ہی تینوں کی تحصیل تھی
عقیلہ کو دونوں پہ تفضیل تھی

ملی کچھہ تو ذہن و ذکا سے مدد
ہوئی بڑھ کے بختِ رسا سے مدد

فصاحت بلاغت تھی ہر باتمیں ... خدا نے دیا تھا اثر بات میں
عقیلہ تو نعمائے عقبےٰ پہ غش ... نفیسہ تماشائے دنیا پہ غش
مگر جو مّرت سے آگاہ تھی ... خیالوں میں دونوں کی اک راہ تھی
یہ سمجھے نہ کچھ انسے پردہ رہا ... عقیلہ نفیسہ سے اکدن کہا
سمجھتی ہو نوکر کو ہے چیز کیا ... یہ ہے گوش و چشم و لب و دست و پا
جو آقا کے بدلے سخن سن لیا ... تو پھر کان کا کام اُسنے دیا
جو آقا کے بدلے کہیں کی نگاہ ... پھرتا ہے پھر آنکھہ وہ خیرخواہ
جو آقا کے کہنے سے کی گفتگو ... تو لب کی جگہ پر ہے وہ نیکخو
جو آقا کے بدلے لیا یا دیا ... تو سب ہاتھہ کا کام اُسنے کیا
جو دیکھا کسی شے کو جا کر کہیں ... تو پھر پائے آقا سے وہ کم نہیں
جو آقا سے نوکر کو یہہ راہ ہے ... ضرر ایک دونو نکا واللہ ہے
یہ نسبت ہے پھر ملازم غلام ... تمہارا ہے نوکر سے بڑہکر مقام
عقیلہ خیال اپنا عیارہ تہا ... نفیسہ مرا نفس امّارہ تھا
مددگار وقتِ ضرورت رہے ... کہ ہمدرد اعضا کی صورت رہے
نہ دنیا ہی میں کچھ حمایت کرو ... ملے جس سے عقبےٰ ہدایت کرو
جو ہو فعل حکمِ خدا کے خلاف ... کرو منع مجکو کہو صاف صاف
نہ ہو فیض سے علم کے بدخیال ... رہے ہر گھڑی دل پہ فکرِ مآل

اگر دل ہو مایل کسی کام پر | رہے پہر نظر اُسکے انجام پر
کرو عمر کی قدر پہچان کر | نہ ضایع کرو مفت مین جانکر
یہی تو ہیں واللہ محنت کے دن | گزر جائیں یوہین نہ طاعت کے دن
عبادت کرو گر میانِ شباب | نہیں اِس عبادت کا پہر کچہ حساب
عبادت سبہی ہے تمہاری قبول | جوانی کی طاعت ہے ساری قبول
کسی سے نہ یاں دل لگاؤ کبہی | بُرے راستہ پر نجاؤ کبہی
جو ہو نیک ستہ مجہے ساتہ لو | نچہوڑو مرا ہاتہہ میں ہاتہہ لو
عقیلہ نے سنکر کیا یہہ بیاں | تجہے اجر بخشے خدائے جہاں
ہمارے دل و جانسے کب ور ہو | ہمیں روح ہو اور کو حور ہو
برابر ہمیں دہوپ ور چہاؤں ہے | ہر اک ہم میں بے دِل ہے بے پاؤں ہے
قدم پر تمہارے مرے ہاتہہ ہیں | کہ جیتے ہیں جبتک ترے ساتہہ ہیں
بلاؤں ابہی روئے پُر نور کی | کہی بات تمنے بہت دور کی
مرے دلمیں تہا جو کہا آپنے | جو کہنا تہا مجکو کہا آپ نے
لعابِ دہن ہین بہی مغموم لوں | یہ دل چاہتا ہے کہ مُنہ چوم لوں
جب آپسمیں یہ ہو چکی قال و قیل | نکالی عبادت کی سب نے سبیل
لگایا نہ دلکو کسی بات پر | نمازیں لگیں پڑہنے اوقات پر
ہنسی بہی نکرنا کسی اور سے | جو آپسمیں ہنسنا تو اِک طور سے

نفیسہ تو باطن میں تھی کب درست — مگر اپنا ظاہر کیا سب درست
ہوئی ایکدن شاہزادی اُداس — نفیسہ نے کی اسطرح التماس
گلہ ہے کسے آج افلاک کا — کرم سب طرح ہے خدا پاک کا
تمہیں کونسا علم حاصل نہیں — کرو شکر عالم ہو جاہل نہیں
ازل سے ملا ملک تاج و سریر — لٹانیکو موجود گنجِ کثیر
عبادت سے ہے عشق اس چاہ پر — صنم ہے خدا پاک کی راہ پر
جہاں میں کوئی آج دشمن نہیں — نہیں ملک میں دزد و رہزن نہیں
نہ دیکھو گی حاسد بھی دشمن کبھی کو — جو سمجھو گی دشمن تو ابلیس کو
خدا نے دیا ہے وہ حسن و جمال — فدا ہیں صدقے ہیں اہلِ کمال
نگاہوں میں کب صورتِ غیر ہے — ادہر اور اودہر کلمۂ خیر ہے
قدم سے مکاں آج گلزار ہے — جو گل ہے چمن میں تو بے خار ہے
کسی نے نہ دیکھا ہو رخسار کو — بجا ہے جو تڑپے وہ دیدار کو
جسے روز جلوے ہیں رخسار کے — نہ دیدے رہے وہ بھی دیدار کے
خواصوں کی اب ہے یہی آرزو — کہ دیکھا کریں راتدن آپ کو
کوئی غیر صورت پہ عاشق نہیں — چنبیلی کہیں غش ہے چنپا کہیں
جو سنبل ہے غش زلفِ خمدار پر — تو نرگس فدا چشمِ بیمار پر
دہن کے ہیں مدّاح غنچہ دہاں — زباں پر ہے سوسن کے وصفِ زباں

کہاں کوئی الفت سے آزاد ہے | فدا سرو سے قد پہ شمشاد ہے
دو عارض پہ ہے نسترن کی نظر | بس اک پھول پر ہے چمن کی نظر
کسی کی نظر چشم تر کی طرف | کوئی دیکھتی ہے نظر کیطرف
کہو باغ میں کونسا گل نہیں | تمہاری خوشی سے ہی بلبل نہیں
بنے عیش کے آج ساماں سبھی | سبھی تم پہ شیدا ہیں قرباں سبھی
الم کا نشاں آج مفقود ہے | خوشی جاں نثار یہاں موجود ہے
ملی آج سب بن و دیتا تمہیں | بتاؤ ہوس اور ہے کیا تمہیں
ابھی لاؤں جس چیز کا ہے خیال | بتاؤ تو کس چیز کا ہے خیال
یہ ظاہر ہے تم رات سے ہو اداس | بتاؤ تو کس بات سے ہو اداس
کہو بات جو کچھ کہوں رات کو | چھپاؤ نہ مجھ سے کسی بات کو
جو دل گوشہ قصر سے تنگ ہو | اسی بات سے رنگ بے رنگ ہو
لب بام پر کر ہوا کھائیے | ذرا سیر سے دل کو بہلائیے
شگفتہ طبیعت ہو گلفام کی | برنگ صبا ہے ہوا شام کی
گلستاں ہی موجود زیر محل | تر و تازہ گلزار ہے آجکل
اٹھو سیر کر لو ذرا باغ کی | کھلاتی ہی گل کو ہوا باغ کی
مر بیچاں یہ ٹھنڈی ہوا ہے ابھی | تمہارے مرض کی دوا ہے ابھی
گھڑی ہیں یہ ساعت میسر کہاں | کہاں پھر ہوا اور گل تر پھر کہاں

بدلتا ہے ساعت میں رنگ جہاں ۔ چمن کی ہوا ہے جواب پھر کہاں
نظر پھر گھڑی یہاں اجل پر رہے ۔ نہ یہ آج کی سیر کل پر رہے
ٹھہرنے کا حاصل محل ہے کسے ۔ جو ہے آج یہ چین کل ہے کسے
ہمیشہ ہے کسکو جہاں میں قرار ۔ جو گل چار دن ہے تو دم بھر بہار
اگر دم ہوا کا ہے جھونکا کوئی ۔ جوانی صبا کا ہے جھونکا کوئی
کوئی دم کی خاطر ہے یہ آب و تاب ۔ کہلو صورتِ گل میانِ شباب
اگرچہ جان دم بھر ہے انسان کی ۔ حفاظت مگر فرض ہے جان کی
گزر گو ہوا چار دن کے لیئے ۔ نہ دم بھر بھی کیا شاد ہو کر جیئے
کسی اور صورت سے آرام ہو ۔ تو موجود وہ بھی لبِ بام ہو
بندہی ہے ہوا اس سے انسان کی ۔ خوشامد تو کچھ چاہیئے جان کی
جو پردہ کا بھی تمکو ہے کچھ خیال ۔ پھرائے ادھر آنکھہ کس کی مجال
نگاہوں سے ہیں دور دستِ ہوس ۔ بڑھائی ادھر کون دستِ ہوس
کسی پر نہیں آپکا جب خیال ۔ کرے مس جو دامن کسیکی مجال
کوئی سامنے بھی سبب سے چلے ۔ صبا بھی جو آئے ادب سے چلے
کرے مس نہ بحکم رخسار کو ۔ نہ چھیڑے کبھی زلفِ خمدار کو
نہیں ایک صورت پہ خلقت تمام ۔ بشر دو طرح کے ہیں خاص عوام
نظر خاص کرتے نہیں بام پر ۔ توجہ ہوئی بی کی کب عام پر

صنم جب کسیکی نہ پروا کرے — خوشی سے کوئی شکل دیکھا کرے

کسی پر نہو جب تمہاری نگاہ — کرے شوق سے خلق ساری نگاہ

تمہیں لاکھ دیکھے ہنر سے کوئی — نہ کھینچے گا تارِ نظر سے کوئی +

تمہارا تو ظاہر ہے شرم و حجاب — نہ دیکھو جو نیزہ پہ ہو آفتاب

کہاں دیکھنا چاند کا ہے گناہ — کبھی آپ کرتے ہیں اسیر نگاہ

جو ہے آنکھ دریا دلی سے فراخ — جو چاہو تو پانی بہے شاخ شاخ

جو تم نشۂ حسن سے چور ہو + — شراب جوانی سے مخمور ہو

کرے لاکھ نشہ اثر آنکھہ میں — نہ بے اشک بہی مے اگر آنکھہ میں

جو پہر طالب گوہر اشک ہو — جو آنسو گرے آنکھہ سے رشک ہو

یہ ممکن ہے قطرہ بہی اے نیکنام — نظر سے گراؤ سمجھکر حرام

جو خنجر کسی پر پہرے آنکھہ سے — یہ ممکن ہے قطرہ گرے آنکھہ سے

کہاں دلکو آئے نکھہ ٹھنڈا کرے — نہ بسمل کو یہ آنکھہ ٹھنڈا کرے

اگر آنکھہ پر ہو یہی اشتباہ — کہ شاید کرے یہ کسی پر نگاہ

اگر دید ہی اسکو منظور ہو — تو وہ زہد اور علم سے دور ہو

سنا **شاہزادی** نے جب یہ سخن — پکاری **نفیسہ** کو غنچہ دہن

نہیں آج کو راستی پر مزاج — کریں کونسی زندگی پر علاج

نہیں یہ کہ دو روز میں دم نہیں — خدا جانے کس وقت میں ہم نہیں

بگولے سے خاکِ بدن کم نہیں
گرہ ہے ہوا کی کوئی دم نہیں

بندھی ساتھہ دم کی ہوا خاک کی
گرہ جب کھلی قدر کیا خاک کی

یہاں لگ رہا ہے یہی سلسلہ
اگر آج ٹھہرا کوئی کل چلا

اُٹھائے عبث کیوں طبیعت کے ناز
کریں کونسے دم پہ ناز و نیاز

گزریاں بہ رنگِ گلِ تر ہوا
مگر پھر بھی کانٹو نیہ بستر ہوا

جو بے خار پھولوں کی ڈالی نہیں
خلش سے مرا دل بھی خالی نہیں

جوانی میں پیری کا ہے انتظار
خزاں پر نظر ہے میانِ بہار

بڑھاپا کسے شکر کا ہے مقام
جوانی بھی اپنی جو ہووے تمام

خزاں ساتھ دم کے ہے جائیں جہاں
پھریں پھول سے جی کو لیکر کہاں

اگر دو گھڑی دلکو لیکر پھرے
خدا جانے کس محل پر گرے

قضا ہر جگہہ ہے جہاں جائیے
کہاں بیٹھیے اور کہاں جائیے

بنے آہ بحرِ فنا میں حباب
کوئی دم کی خاطر ہے یہ آب و تاب

ملا گھر تو آبِ رواں پر مجھے
ٹھہرنا ملے کس مکاں پر مجھے

کہو کہاں میں کیونکر ہوا اج کی
گلے میں پڑی ہے رسن موج کی

کسے شوق ہو پستی و اوج کا
الم کو نج کا ہے تو غم موج کا

جو ٹھہرے تو چلنے سے رغبت ہوئی
چلے جب ٹھہرنے کی حسرت ہوئی

قضا کے مقابل دوا کیا کرے
جو دم بھی رُکے پھر ہوا کیا کرے

کہا پھر عقیلہ سے اے گلبدن
سنے ہیں نفیسہ کے تو نے سخن

ڈری کچھ نفیسہ رخِ زرد سے
کہیں اتنی باتیں فقط درد سے

نفیسہ بھی نے لسے ہوا خواہ ہے
طبیعت پہ میری تمہیں راہ ہے

اسی عمر تھوڑی میں اے ہوشمند
زمانہ کے دیکھے ہیں پست و بلند

یہ باتیں ہی سنکر نہ چپکی رہو
مناسب کوئی بات تم بھی کہو

جو سچی نفیسہ ہے تقریر میں
برائی نہیں اسکی تدبیر میں

ہوس پھر کسے یاں نہیں سیر کی
حرم کی چلو راہ یاد دیر کی

بیانِ عقیلہ

خدا نے ہے ساقی دکھایا تجھے
بڑی آرزوں سے پایا تجھے

کہاں آبِ طاہر سیہ و کہاں
عجب کیا ہے تیرا کرم ہو جہاں

پلا پاک ہاتھوں سے اطہر شراب
پیوں مثلِ سلمانؓ و بوذرؓ شراب

ملے مے جو مقدادؓ و عمارؓ کو
وہی مے پلا اس گنہگار کو

نظر تیری علم خداداد پر
بیاں میرا ہے تیری امداد پر

عقیلہ نے کی عرض یہ گھات سے
تسلی ہے بی بی تری ذات سے

جو ہے آج بی بی تمہارا خیال
یہی ہر گھڑی ہے ہمارا خیال

تمہاری تو عادت سے کرخوف ہے
نفیسہ کی صحبت سے اب خوف ہے

کوئی آپ سے مجھکو پیارا نہیں
بگڑنا تمہارا گوارا نہیں +

یہ سب دولت و علم و زہد و جمال
ہمیں دیکھکر یہ ہوئے خیال

زمانہ میں جو لوگ مشہور ہیں
انہیں چار چیزوں سے مغرور ہیں

میسر ہیں نخوت کے ساماں تمہیں
بگاڑے تکبر نہ ایجاں تمہیں

تکبر تمہارا تو مشہور ہے
بتوں سے الگ نخوتِ حور ہے

خدا کو ہی زیبا ہے ما و منی
کہ ہے ذات اُسکی قدیم و غنی

تکبر نہ دنیا میں پیاری کرے
جو ہو خاک سے خاک ری کرے

تکبر جسے مال پر آج ہے
یہ سمجھو کہ کل کو ہی محتاج ہے

جسے علم پر اپنے نخوت ہوئی
اُسے بات کہنے میں ذلت ہوئی

اگر آج طاعت پہ مغرور ہے
تو قربِ الٰہی سے کل دور ہے

جو ہے آج خوبی سے افلاک پر
گریگا وہ ذلت سے کل خاک پر

کرے بھی تکبر تو کس چیز پر
کسیکا نہ قابو ہو جس چیز پر

پڑا آہ پالا جو افلاس سے
گئے دولت و ملک سب پاس سے

کسی مہ جبیں نے جو افسوں کیا
تو با تو نمیں عالم کو مجنوں کیا

جو دم بھر کو شیطاں سے صحبت ہوئی
ہمیشہ کو طاعت سے نفرت ہوئی

بگاڑے مرض آنکھہ اور ناک کو
نہ دیکھے کوئی صورتِ پاک کو

دم و جسم کا کیا بھلا اعتبار
ہوا خاک پر ہے ہوا میں غبار

کہ آخر کو ہے جانِ تن میں فراق
کہاں تک ہوا خاک کا اتفاق

نہی ایک دم پر بنائے حیات
تو پھر کس ہوا پر ہوائے حیات

گھڑی میں کرے کوچ دم میں کرے
تو دنیا میں پھر کس ہوا پر مرے

یہ دنیا ہی اک عالمِ خواب ہے
جو دم ہے بدم نیں دمِ خواب ہے

نہیں ہستیِ خلق کا اور حال
اسی عالمِ خواب کا ہے خیال

یہ حسن و جوانی ہے شانِ خیال
جما کوئی نقشہ میانِ خیال

اپہی غش ہو دنیا کے اسباب سے
ملیگا نہ کچھ جب اٹھے خواب سے

جو آنکھیں کھلیں پھر کہو خواب تہا
یہ دنیا نہ تھی نقش بر آب تہا

کہو زندگانی نے پھل کیا دیا
دیا دم نے دم دل نے دھوکا دیا

گدائی سے شاہی سے ہر راہ سے
گزر ہر طرح ہو گزرگاہ سے

قدم کے نہ پاؤں کے یہ ہاتھ ہے
سفر جان کا سانس کے ساتھ ہے

جو دنیا میں آئے کہے ہم چلے
تو پھر خاک ٹھہرے جہاں دم چلے

ہوائی لبِ بام سیرِ چمن ہو
تکلف کی باتیں ہیں اے گلبدن

جو دامن ہلا کر بھی آرام ہو
تو پھر کیا ہوائے لبِ بام ہو

بنا جسطرح سے گزر کر لیا
نہ ہو شہر جنگل میں گھر کر لیا

کوئی بات ہے چار دن کا مقام
نہ ہو گھر تو زیرِ شجر ہو قیام

جو ہے خشک روٹی نہ قلیہ سہی
پلاؤ نہ ہو دال دلیہ سہی

گزر ہر طریقہ سے اوقات ہو
نہو دال دلیہ نباتات ہو

چلے جیتی گھوڑا ہو پیدل سہی
دوشالہ نہو سر پہ کمّل سہی

نہو پاس کمّل کا ہی جب لباس
تو پہر لیف خرما کہ رخت پلاس

جو تکیہ نہو ہاتہہ پر سر سہی
بچھونا نہو خاک بستر سہی

نہو مال کس چیز کا مول ہو
نہ تاجِ مرصّع ہو کچکول ہو

نہیں ہے جو کچکول پہر کیا گناہ
تو پہر موئے سر سر بسر ہے کلاہ

جہانمیں ہی ہر خشک و تر کا بدل
نہیں ہے تو عمرِ بشر کا بدل

نہ باتوں ہی میں عمر برباد ہو
جو ہو آئیں اللہ کی یاد ہو

جہاں ایکدم کی برابر نہیں
کرے مول جسکا یہ گوہر نہیں

نہ دنیا میں کی قدر جس جان کی
موئے پر کرو قدر اس جان کی

جو سمجھو کردکچہہ ہیں نیک ہے
وہاں قدر کی یا نہ کی ایک ہے

نہیں مفت ڈیرہ فلک کے تلے
نہ آئے تھے یوں ہی نہ یوں ہی چلے

کوئی یاں نہیں کارخانہ عبث
نہ آنا عبث تہا نہ جانا عبث

یہ دنیا ہے اک مزرعۂ آخرت
اُٹھاتے ہیں دانا یہاں منفعت

خدا کو عبادت کی پروا نہیں
ہمیں کچہہ سوا اسکے زیبا نہیں

ہمیں رزق دے وہ عبادت کریں
کریں فائدہ اپنا طاعت کریں

کیا وعدۂ رزق اللہ نے
بہروسہ دیا ہے شہنشاہ نے

تردد ہے دنیا میں کس چیز کا ۔ کہ اللہ ضامن ہے جس چیز کا
جو کچھہ کام ذمّہ ہمارے ہوئے ۔ اُسی سے دل و جاں کنارے ہوئے
ہوا ہے یہہ منظور اللہ کو ۔ چلے خلق سب شرع کی راہ کو
اگر کوئی ماہر ہوا اس راہ سے ۔ کرم اسکا ظاہر ہوا اس راہ سے
جو اللہ کی کوئی طاعت کرے ۔ سبب سے مسبّب بھی رحمت کرے
بہت ہے جو تھوڑا بھی جینا ہوا ۔ عبادت کو حاصل قرینہ ہوا
نہ اس تھوڑے جینے کی خاطر مرے ۔ کہ آیا ہے جس کام کو وہ کرے
مگر کس کو فکرِ عبادت رہی ۔ رہی بھی تو طاعت سے نفرت رہی
جو کچھہ پھر تلافیِ غفلت ہوئی ۔ تو رہنے کی دنیا میں حسرت ہوئی
ہمیشہ زمانہ کا ماتم کیا ۔ نہ مرنے کا اپنے ذرا غم کیا
ہوئی عمر باتوں میں ناحق تلف ۔ نہ دیکھا کبھی مُڑ کے دیں کیطرف
عبادت کو ہستی ہے انسان کی ۔ نہ کی قدر افسوس اس جان کی
ہر اک سانس یوں ہی بدنسے گئی ۔ صبا مفت میں اس چمن سے گئی
گئے ہاتھہ سے گوہر بے بہا ۔ خبر یہ نہیں کیا گیا کیا رہا
کھلے کب گلِ آخرت سانس سے ۔ اٹھائی نہ کچھہ منفعت سانس سے
رہے شاد دم اور آتے رہے ۔ نہ سمجھے کہ مُفت جاتے رہے
نہیں آپکے رنج سے کچھہ ملال ۔ نقیصہ نہیں اور ہے وہ خیال

الگ رنج سے نسلِ آدمؑ نہیں — جو انساں نہیں ہے اُسے غم نہیں

مُیسّر ہے دنیا میں راحت کسے — نبیؐ صاف کہتے ہیں دوزخ اسے

جو دنیا میں دیندار خرّم ہیں — تو پھر کیوں سے قیدخانہ کہیں

جو دنیا میں گھر بہی ملا رنج کا — جہنم میں کسکو گلہ رنج کا

یہ دنیا ہے آہ و فغاں کی جگہ — جگہ رنج کی امتحاں کی جگہ

مصیبت میں دُکھ میں غم و فکر میں — رہے دل خدا پاک کے ذکر میں

کرم ہو گناہو نپہ یا قہر ہو — جو مرہم ہو زخمو نپہ یا زہر ہو

جو ہو سختی و جبر ہر حال میں — کرے شکر اور صبر ہر حال میں

یہ دنیا جہنم ہے اے دادرس — جہنم میں رہنے کی کسکو ہوس

گلہ کیا جو دنیا میں تہوڑا جیے — جنہوں نے جہنم کو چہوڑا جیے

ہے یاں تو لوٹی بہارِ بہشت — کرے اس جہنم میں کارِ بہشت

مرے سو برس میں گھڑی میں مرے — جو دم بہر جیے یاد اوسکی کرے

نظر آئے بحرِ جہاں کی طرح — رواں سب ہیں آبِ رواں کی طرح

کریں کس طرح سے گلہ سانس کا — جتاتا ہے یہ سلسلہ سانس کا

نہ کہا ؤ زیادہ چمن میں ہوا — بہر ہی ہے تمہارے بدن میں ہوا

جو دم ہے نکلنے کو موجود ہے — ہوا یہ بہی چلنے کو موجود ہے

عبادت سے باندہو ہوا جسم کی — بگڑتی ہے دیکھو ہوا جسم کی

جو تھے دم بدم نیم وہ جانے لگی ۔ کوئی سانس تو اب ٹھکانے لگے

خدا پاک کا ہر گھڑی دم بھرو ۔ ہر اک سانس میں فکر اُسکا کرو

ہوئے جو گل کی طرح سے قیام ۔ نہیں شاہزادی یہ غم کا مقام

رہے یاں نہ اللہ کو بھول کر ۔ الگ جلد کانٹو نسے ہو پہول کر

جو آئے یہاں آپ گریاں ہوئے ۔ مگر اور سب لوگ خنداں ہوئے

چلو جب یہ تو حقتعالے کرے ۔ ہنسے آپ مخلوق نالہ کرے

نہ یاں سے گرانبار ہو کر چلو ۔ چلو جب سُبکسار ہو کر چلو

الگ آہ جب ہو بدن جان سے ۔ سُبک تن سے ہو جان تن جان سے

یہ ہلکے چلو موت کے ہاتھ میں ۔ بدن بھی اُٹھے جان کے ساتھ ہی

لحد کیطرف آپ ہوں جب رواں ۔ کہیں دیکھکر سب خورد و کلاں

جو صاف تھے بے کدورت چلے ۔ رہے پھول سے بُو کی صورت چلے

سبک تھے نہ پاؤں اجل کا چلا ۔ جنازہ صبا سے بھی ہلکا چلا

نہیں طول کچھ ماجرائے حیات ۔ ہنسی پھول کی انتہائے حیات

صبا کی ہی پیچھے ہے بادِ خزاں ۔ ہنسی پر ہے گل کی فسادِ خزاں

رہا چُپ نہ پیر و جواں نے لیا ۔ ہنسا گل تو بادِ خزاں نے لیا

کرو ترک خوفِ قضا سے ہنسی ۔ نہوا اس چمن میں صبا سے ہنسی

عبث تمکو کانٹو نسے وسواس ہے ۔ کہ اچھوں کے ہر دم بُرا پاس ہے

مکدّر سینہ خط سے رُخسار ہے — قُرہ مردمِ چشم کو خار ہے

رہے میل لباس کو خاک سے — نہو صاف گل خار و خاشاک سے

صدف کے ہے پہلو میں جا بجا گہُر — جو باہر ہو سینہ چھیدائے گہُر

یہ سب گلشنِ دہر ہے خارزار — اگر ایک گل ہے تو کانٹے ہزار

جگہہ سے ہو اگر ہلائے اوسے — تو کانٹا ہی چہاتی لگائے اوسے

صنم سے نہیں دو دستِ ہوس — یہ جا نو قدم پر ہے دستِ ہوس

رہے گل نہ بے آڑ کانٹا رہے — الگ پہول سے جہاڑ کانٹا رہے

رہو تم گلو تمہیں نہ اب جہاڑ میں — چھپو پردۂ شرع کی آڑ میں

جو عمرِ رواں ہے مثالِ حباب — تو پھر موج سے کیا ملالِ حباب

سہارا یہ تھوڑا ملا موج کا — کہ چلنے کو گہوڑا ملا موج کا

نہ بنے بُلبُلے آب یا گل بنے — جو دنیا سے بگڑے تو بالکل بنے

کہوں کیا **نفیسہ** بہت دور ہے — اسے اور کچھہ شکل منظور ہے

جو کہتی ہے ہر دم تمہیں سیر کو — دکھائی گی حیلہ سے مُنہ غیر کو

نفیسہ کی ہو بات کیونکر قبول — خلافِ خدا ہے خلافِ رسولؐ

یہ ہے صاف حکمِ خدائے کریم — رہیں عورتیں سب گہر میں مقیم

نہ کہیں سرو کار کچھہ سیر سے — بچائیں نظر مردمِ غیر سے

نہ آنکہیں ملائیں کسی غیر سے — بچیں شر سے گہر میں ہیں خیر سے

جو نامحرموں پر نگاہیں کریں
جہنم میں سب اپنی راہیں کریں

یہ ارشاد حکمت سے خالی نہیں
تو پردہ بھی غیرت سے خالی نہیں

رہے منہ پہ ہر دم نقابِ سیاہ
لگے تا نہ چہرہ کو بد کی نگاہ

دکھائے جو منہ شاخ پر گل کبھی
کبھی گرد گلچیں ہو بلبل کبھی

بچائیں کبھی شاخ پر چھوڑ کر
رہیں چین سے ہر طرح توڑ کر

اماں جب نہیں پھول کو شاخ پہ
تمہیں چھوڑتا ہے کوئی کاخ پہ

بچا جو گلِ تر رہا آڑ میں
ہلا جب جگہ سے پھنسا جھاڑ میں

کوئی چیز پردہ ہے فانوس کا
نمونہ ہے گھر کا کہ ملبوس کا

نہ ہو گر کبھی شمع فانوس میں
پتنگے سمائیں نہ ملبوس میں

جو دیکھیں نہ پھر خوف بالکل کریں
جلیں آپ یا شمع کو گل کریں

نہ جب وے روشن پہ ہو و نقاب
رہے پھر پتنگوں کو کس کا حجاب

نہ چھوڑیں اُسے ڈہنگ پر جو ہیں
جو لیں شمع کو بھی تو آغوش میں

نمائش کو باہر بھی ہوویں اگر
تو الماس و گوہر چھپائیں جگر

نہ دلکی نہ کچھ دل لگی کی خطا
یہ ساری ہے بے پردگی کی خطا

ادہر اور اودہر ہے خطا آنکھ کی
خرابی نگاہوں کی یا آنکھ کی

اگر آپ معشوق پردہ کرے
نہ دیکھے کسیکو نہ کوئی مرے

رہیں منہ تبو کے بھی زیرِ نقاب
کہ ذاتِ خدا ہے میانِ حجاب

اگر کوئی طالب ہو دیدار کا
زباں پر رہے حرف انکار کا

اگر کوئی رویت کا دعوے کرے
صنم ہی دمِ لن ترانی بھرے

جگہ ہو نہ دلمیں برائے غرور
مگر لن ترانی ہو جائے غرور

رہے ماہ جبتک میانِ محاق
سبھی کو رہے دید کا اشتیاق

کرے ماہ جب آسماں پر طلوع
خلایق ہو پھر دیکھنے کو رجوع

تمہارا جُدا مہر سے حال ہے
نہ یہ مُنہ ہے اسکا نہ یہ گال ہے

فقط اسپہ عاشق ہے کبکِ دری
فدا تم پہ انساں ہیں غش ہے پری

تمہارا کرے سامنا رو نہیں
یہ آنکھیں نہیں ہیں یہ ابرو نہیں

رہے اسطرح آپ زیرِ نقاب
کہ ہو جسطرح ابر میں آفتاب

نہ دیکھا کسی نے رُخِ گلعذار
جہاں شہرتِ حُسن سے ہے نثار

بدن گرچہ دیکھا نہیں حور کا
دلوں پر تو ہے پرتوہ نور کا

نہاں سب سے جلوہ ہے رخسار کا
زمانہ ہے مشتاق دیدار کا

جواں آجکل شہر و بازار کے
عبث تو نہیں گرد دیوار کے

یہی چاہتے ہیں صغیر و کبیر
کہ ہووے بلندی پہ بدرِ منیر

چڑھے سیر کو آپ جب بام پر
قیامت ہوئی خاص اور عام پر

جنہیں عشق پردہ میں ہے حور سے
پھرائیں نہ مُنہ روئے پر نور سے

ہوا بام سے آپ کہا کر پھرے
نہ گھر کوئی مشتاق جا کر پھرے

مکاں سے ہوا الفت نہ گلزار سے ‏— محبت رہے کوئے دلدار سے

جو آیا ہی جنت کے اندر کوئی ‏— نکلتا ہے پھر واں سے باہر کوئی

نہ گھر میں ہیں اور نہ باہر رہیں ‏— محبت کے بیمار در پر رہیں

جئیں دیکھکر حسن رخسار کا ‏— دوا ایک شربت ہو دیدار کا

جو پھر منہ دکھایا خدا سے پھرے ‏— چھپایا تو راہ وفا سے پھرے

رہے روئے زیبا میانِ نقاب ‏— جو باطن میں عصمت تو ظاہر حجاب

جو پردہ اٹھا روئے پُر نور سے ‏— بچے کون شیطان کے زور سے

ہوا حسن پھر دام ابلیس کا ‏— بنے حسن سے کام ابلیس کا

تھو عام پر بھی تمہاری نگاہ ‏— کریں خاص ہی گو نہ پیاری نگاہ

اسی بات پر ہے ہماری نظر ‏— رکے گی نہ تمسے تمہاری نظر

یقیں ہے کہ دیکھو تہیں خاص کو ‏— پڑھو سورۂ حمد اخلاص کو

عجب کیا نکل جائے دل ہاتھ سے ‏— بلاؤ اُسے پاس سو گھات سے

عقیلہ نے جب کی نصیحت تمام ‏— کیا پھر یہ حور النسا نے کلام

عقیلہ کدھر ہے گماں آپکا ‏— کیا ہے فقط امتحاں آپ کا

عقیلہ جو مرنے کو آئے یہاں ‏— ہماری نظر سیر پر پھر کہاں

یہ دنیا ہے واللہ مہماں سرا ‏— سفر میں ہے ہر روز اپنا لقا

نہ دیکھو قیام و مکاں کیطرف ‏— کرو غور عمر رواں کیطرف

ہمارے بھی سر پر ہے سارا سفر — سفر عمر کا ہے ہمارا سفر
جو تارِ نفس ہو گئے تار ہوں — قضا سے نہ کیونکر خبردار ہوں
رہے منتظر وہ بیدم موت کا — کہ ہے ساتھ دم کے قدم موت کا
گھٹے دم قدم جب بڑھے موت کے — تو ہم گھات پر اب چڑھے موت کے
مناسب یہی ہے نہ سُستی کریں — کھڑا ہے سفر سر پہ چستی کریں
چلا چل یہی ہے تو گوشہ کریں — سفر میں ہیں تیار توشہ کریں
کسے ہے ہوائے چمن کا خیال — ہمیں ہے تمہارے سخن کا خیال
نصیحت دل و جان سے منظور کی — ہوائے چمن کی ہوس دور کی
محل میں ہی رہنا گوارا کیا — لبِ بام سے بھی کنارہ کیا
کیا جسطرح صاف تم نے بیاں — کہے اور کوئی یہ طاقت کہاں
مری سب کنیز و خواص غلام — بڑھاتی ہیں تعریف میں دل مدام
بناتی ہیں باتیں یہ ہر ترکیب سے — ادب سے خوشامد سے تہذیب سے
جو آداب سے بات ہر دم کہیں — مرا عیب منہ پر نہ ہمدم کہیں
رہے دور میری نظر عیب سے — تو کیونکر مجھے ہو خبر عیب سے
سنا ہے ہزاروں سے میں نے یہاں — خوشامد سے بگڑے ہیں شاہِ زماں
چھپایا مشیروں نے ہر عیب کو — جتایا بدی سے ہنر عیب کو
جو دانا ہیں گھٹتے ہیں تعریف سے — مگر اور بڑھتے ہیں توصیف سے

کسے اُنسے امید ہے خیر کی — سُنئے اپنی نیکی بدی غیر کی

جو ناراض ہوں کلمہ صاف سے — اُنہیں کیا تعلق ہے انصاف سے

کنیزوں سے شاہزادی کا متنفر ہونا اور نفیسہ کا دو ثقلین بیان کر کے سمجھانا

جو ساقی ہو مولائے خُمِّ غدیر — لبوں تک ہو صہبائے خُمِّ غدیر

یہ ہو نشۂ اُلفتِ بو تراب — لگا ہو نہیں ہو پیچ دیرِ خراب

محبت سے حیدر کی ہو وہ سبیل — لبوں تک ٹپرے کوثر و سلسبیل

جو سچ بات کہنے پہ ماریں مجھے — تو مرقد پہ حیدر پکاریں مجھے

جو سوئیں تہِ خاک ہم صبر سے — اُٹھائیں مسیحِ زماں قبر سے

عقیلہ نے جب صاف تقریر کی — دلِ شاہزادی پہ تاثیر کی

فنا کا سُنا ذکر وحشت ہوئی — کنیزوں کی صحبت سے دہشت ہوئی

ہوا یہہ خواصوں سے دلمیں خیال — کہیں مجھکو دھوکہ نہ دیں بدخصال

نہ گمراہ لائیں بُری راہ پر — گرائیں اوڑا کر مجھے چاہ پر

لگایا جو دہیّہ صفا ہوگئی — بہانہ کیا کچھہ خفا ہوگئی

سبہی سے الگ وہ رہنے لگی — بُرا اور بھلا سب کو کہنے لگی

ڈری پھر نفیسہ کہ یہہ کیا ہوا — کہیں شاہزادی کو سودا ہوا

ہمیں بھی کہیں یہ نہ رسوا کرے
بناوٹ سے بگڑے نہ پروا کرے

کہا آپ مالک ہیں جیسا کریں
یہ کہتی ہے لونڈی نہ ایسا کریں

غلام و کنیزک سے مت ہوں جدا
انہیں میں ہیں مردانِ راہِ خدا

کسیکو بھی سمجھے نہ انساں حقیر
خدا کے ہیں بندے صغیر و کبیر

کنیزوں کی بی بی تمہیں کیا خبر
انہیں سے ہو خوش خالقِ بحر و بر

کنارہ نہوں لونڈیوں سے حضور
ادب سے ہی رہتے ہیں یہ ور دور

طریقہ سے اپنے یہ بڑھتے نہیں
قدم جب لگے سر پہ چڑھتے نہیں

جو تم ہو یہی یہ بھی انسان ہیں
یہ خدمت کو شل بنی جان ہیں

اشارہ پہ بجلی سے آتے ہیں یہہ
ہوا کیطرح لوٹ جاتے ہیں یہہ

نہ مایل کبھی عیش و آرام پر
نظر تو ہے خدمت پہ دل کام پر

دلونکو ہیں اپنے سنبھالے ہوئے
جوانی پہ ہیں خاک ڈالے ہوئے

نہیں کچھ کنیزونکا ابتک بگاڑ
بتاؤ کسی سے ہوئی چھیڑ چھاڑ

کبھی غیر کو منہ دکھایا کہیں
گلی میں کسیکو پھرایا کہیں

جو انکو آنکھوں سے تاڑا کہیں
بسا گھر کسیکا اوجاڑا کہیں

بنی عشق میں کس جوان کے کنیز
سوا آپکے کسکو سمجھا عزیز

کوئی تمنے دیکھا برا کام بھی
کہ یوں ہیں ہی غصہ بھی الزام بھی

محل سے سزا و جزا چاہیے
نہ پہلے خطا سے سزا چاہیے

یہ ہیں گر کنیزوں سے ناراض ہیں — مجھے بخشدیں آپ فیاض ہیں
نہیں تو یہ خدمت سے آزاد ہوں — کبھی گھر غلاموں کے آباد ہوں
جو پوچھو رعایت کی قابل ہیں یہ — کرم کی عنایت کی قابل ہیں یہ
چھوڑا کر نصیبوں نے ماں باپ سے — ملایا ہے تقدیر نے آپ سے
تمہیں ان کی ماں ہو تمہیں باپ ہو — مربی سبھی کی جگہ آپ ہو
نہ بی بی اگر مہربانی کریں — بسر کسطرح زندگانی کریں
غلام و کنیزک پہ شفقت کرو — جو بندی ہو بندوں سے الفت کرو
جو بندے کا بندو نپہ ہو اختیار — خدا کا کرے شکر وہ بار بار
خدائے دو عالم سے ہر دم ڈرے — وہ چاہے تو بی بی کو لونڈی کرے
غلام و کنیزک کو سمجھو عزیز — کہ آخر ہو تم بھی کسیکی کنیز
یہ لرزہ میں ہیں تھامنا ہے ضرور — کہ آقا کا کل سامنا ہے ضرور
نہیں ہے یہ لفظِ غلام و کنیز — کسیکی نہ محشر میں ہو کچھ تمیز
نہ اس جا ہو حسب و نسب پر نگاہ — خدا کی برابر ہے سب پر نگاہ
غلاموں نپہ آقا کو سبقت نہ ہو — کنیزوں نپہ بی بی کو عزت نہ ہو
خدا کو ہے یکساں گدا بادشاہ — وہاں ایک کچکول تاج و کلاہ
حسینوں کی صورت پہ کب ہو نظر — نہیں واں ہے انصاف منہ دیکھکر
ہوا کیا جو دنیا میں بی بی بنے — فرا کیا جو دو دن کو بگڑے بنے

نہ ڈھونڈو دُنیا میں بی بی نجو — کرو وہ کہ عقبےٰ میں بی بی نجو

کنیزو نسے سیکھو طریق ادب — تمہاری ہدایت کا ہیں یہ سبب

مناسب یہی ہے انہیں دیکھکر — اِطاعت پہ آقا کی رکھو نظر

کنیزیں جو بی بی کی خدمت کریں — تو آقا کی بی بی اِطاعت کریں

اِطاعت پہ آقا کی جب دل رہے — نہ لونڈی سے آقا بھی غافل رہے

جو لونڈی ہوئی تم نہ پروا کرے — کہیں آپ جو کچھہ وہ آقا کرے

چلو اپنے آقا کے احکام پر — نہ دو جان دنیا کے تم نام پر

رہو جب تلک یاں نکوئی کرو — محبت میں آقا کے بی بی مرو

جو آقا پہ تم جانفشانی کرو — تو لونڈی کی بھی قدردانی کرو

کہوں آپسے بات یہہ راہ کی — اِطاعت ہے مولا کی اللہ کی

اِطاعت سے آقا کی لونڈی بنو — قیامت میں جنت میں بی بی بنو

نہ سمجھو کہ سب لونڈیاں یک ہیں — جو کچھہ انہیں بد ہیں تو کچھہ نیک ہیں

خیال تو نہیں رکھتی ہیں انصاف یہہ — جو موقع ہو کہتی ہیں یہہ صاف یہہ

جو چاہیں انہیں آپ آسدم کہیں — کریں عیب جب آپ چپکے رہیں

خلیفہ ہوئے تھے ابوبکر جب — ہزاروں تھے موجود عالی نسب

نہ بولا کوئی کچھہ خطا ہو معاف — کہا ایک لونڈی نے بس صاف صاف

مناقی ہوں اُسکی حکایت تمہیں — کہ ہو لونڈیو نکی رعایت تمہیں

نقل ایک عورت فروہ نامی کی کہ یہ مومنہ پارسا دیندار صاحبِ ایمان تھی

فریقیں میں نقل مشہور ہے | بہت سی کتابوں میں مسطور ہے
کروں وصفِ فروہ وفادار کے | کہ تھی یہ قبیلہ میں انصار کے
یہ عورت تھی دیوانِ خوبی میں فرد | ہوئی الفتِ شاہِ مرداں سے مرد
رہی اہلِ بیتِ نبیؐ پر فدا | فدا فاطمہؑ پہ وصیؑ پر فدا
خدیجہ کی خدمت میں تھی سرفراز | درِ مصطفےٰ پر تھا روئے نیاز
رسولِ خدا کی جو رحلت ہوئی | ابوبکر کو پھر خلافت ہوئی
صحابہ میں دیکھا جو کچھ اختلاف | تو لوگوں سے کہنے لگی صاف صاف
دلوں سے کرو بیعتِ مرتضےٰ | یہی وارثِ مسندِ مصطفےٰ
نبیؐ کیطرف سے یہ مختار ہیں | یہ حاکم ہیں مولا ہے سردار ہے
سنی جب خلیفہ نے یہ گفتگو | ہٹاتی ہے بیعت سے مخلوق کو
بلایا اُسے جلد پاکر پتا | جو آئی کہا جاریہ سچ بتا
تو کہتی ہے کیا خاص اور عام میں | نکر تفرقہ اہلِ اسلام میں
جو میری خلافت میں ہو گفتگو | جو کہنا ہے کہہ سامنے دوبدو
تو بولی سنو صاف صاحب کلام | خدا کیطرف سے نہیں تم امام

بنیؐ و علیؑ نے نہ اللہ نے
خلیفہ کیا دو ہواخواہ نے

بنایا ہے سردار دوچار نے
طمع سے مدد کی ہے ہر یار نے

نہ دلمیں سمجھتے ہیں ظالم تمہیں
نہ کہتے ہیں کچھ مُنہ پہ عالم تمہیں

خبر ہو جو یارو نکو انجام کی
تمہیں دیں نہ تکلیف اِسکام کی

جو انصاف حضرت گوارا کریں
خلافت سے پہلے کنارہ کریں

خلافت پہ جسکی ہے نصِّ جلی
نہیں اور کوئی سوائے علیؑ

جہانمیں ہو علمِ لدُنّی جسے
علیؑ کے سوا ہے یہ منصب کسے

علیؑ کو ہے جنّ و بشر کی خبر
زمانہ کے ہے خیر و شر کی خبر

کیا بت کو سجدہ نہ جسنے یہاں
جو پوچھو وہی ہے امامِ جہاں

پکارا خلیفہ خبر کیا تجھے ؛
مرے حال پر ہے نظر کیا تجھے

رعیّت کی مجھپر رعایت ہوئی
خدائے جہاں کی عنایت ہوئی

پکاری کہ صاحبؓ ایسا کہو
کہ جیسے خلیفہ ہو ویسا کہو

بنایا رفیقوں نے حاکم تمہیں
کیا ہے شفیقوں نے حاکم تمہیں

جو نائب ہو پیغمبرؐ پاک کے
بتاؤ ہیں کیا نام افلاک کے

ابوبکرؓ بولے بہت سوچ کر
جہانمیں کسے غیب کی ہے خبر

نہ جانوں کہوں بات ہے عیب کی
خدائے جہاں کو خبر غیب کی ؛

پکاری ادب سے زنِ پارسا
کرے کیا یہہ لونڈی ادب کے سوا

نہیں فرق مرد و نہ عورات کو ... وگرنہ بتائی ہر اک بات کو

خلیفہ نے بڑہکر سخن یہہ کیا ... جو کہنا ہے کہہ دشمن کبریا

وہ بولی جو چاہو کرو گفتگو ... علیؑ کا عدو ہے خدا کا عدو

کہا نام بھی اب سناؤں تمہیں ... علیؑ سے تو سیکھا بتاؤں تمہیں

جو کچھہ ذکر شاہِ زماں کا کیا ... بیاں نام ہر آسماں کا کیا

جو افلاک کے نام ظاہر کیئے ... کہا پھر بتاؤ خدا کے لیئے

عبادت فرشتوں کی کسطور ہے ... یہی ہے عبادت کہ کچھہ اور ہے

خلیفہ نے سنکر تامل کیا ... بیاں حال فروہ نے بالکل کیا

جو حاضر تھے مجلس میں حیراں ہوئے ... فصاحت پہ فروہ کی قرباں ہوئے

خلیفہ پکارے کہ اے نیک نام ... تجھے کیا ہے حقِ علیؑ میں کلام

کہا حاکمِ دیں ہے مولا علیؑ ... نبیؐ کا وصی ہے خدا کا ولی

نہ حقِ علیؑ میں ہے جائے کلام ... خدا و نبیؐ نے کیا ہے امام

وہ قبلہ ہے کعبہ ہے ایمان ہے ... دو عالم کی نفسِ نبی جان ہے

خلیفہ نے فروہ کا سُنکر کلام ... کہا اُسنے موجود تہا اک غلام

جو فروہ یہاں سے اُٹھا کر اُسے ... کرو قتل جنگل میں جا کر اُسے

اِسے قتل کرکے ادہر آئیو ... لب گور پہنچے تو گھر آئیو

دکھایا جو جلاد نے زور کو ... چلی فروہ پاؤں سے پھر گور کو

نہ تاثیر کی آہ و فریاد نے
کیا قتل فروہ کو جلاد نے

ہوئی جب خبر قوم انصار کو
تو گھیرا خلیفہ کے دربار کو

خلیفہ محل میں نظر بند تھے
کھلے تھے دہن سب کے دربند تھے

بشر کے لیے روک تھی ٹوک تھی
زبانوں کی خاطر نہ کچھ روک تھی

خلیفہ خفا بات سنکر ہوئے
ہوئے خوش تو صلوات سنکر ہوئے

جو آئے تھے در پر نہ کچھ سود تھا
کیا بابِ عدالت تو مسدود تھا

مدینے سے کچھ دور تھے مرتضےٰ
وطن میں نہ تھے نائبِ مصطفےٰ

جو رہتے تھے اُٹل فرا میں جناب
زراعت میں مصروف تھے بوترابؑ

مدینہ میں داخل جو حیدرؑ ہوئے
سنا حال فروہ کا مضطر ہوئے

گئے قبر پر جب مسیحِ زماں
تو دیکھا کہ ہیں چار طائر وہاں

سپید و سیہ ہر پر و بال ہے
مگر چونچ ہر ایک کی لال ہے

دو لب بند دانوں سے منقار کے
وہ دانے بھی جنت کے انار کے

پھرے گرد طائر ثنا خواں ہوئے
ہمائے ہدایت پہ قرباں ہوئے

جو کہنے لگے کچھ امامِ زمن
کیئے تر اُنہیں کی زبانیں سخن

اوڑے بات سنکر فلک کیطرف
دعا میں ہوئے محو شاہِ نجف

سبھی کچھ خدا سے دعا میں کہا
جو چاہا حضورِ خدا میں کہا

ندا دی یہ ہاتف نے اک شور سے
اٹھائے تو جبکو علیؑ گور سے



اُٹھے وہ ابھی تیری قربان پر — ترا حکم جاری ہے بے جان پر
یہ سنکر پکارے علیؑ گور پر — کہ اے مومنہ صادقہ آ ادہر
وہ سنکر نکل آئی یوں قبر سے — کہ جیسے ہو آمد مہ ابر سے
نہاں چادرِ سبز میں منہ تمام — کہا السّلام علیک اے امام
عدو چاہتے تھے یہی سب مدام — بجھائیں تری نور کو یا امام
بجھانے کا سب نے ارادہ کیا — تو روشن خدا نے زیادہ کیا
اُسے گھر میں لائی شہِ بحر و بر — ہوا اسکا چرچا ادہر اور ادہر
خلیفہ نے سلمانؓ سے پوچھا وہیں — کہا پھر کہ یہ کچھ تعجب نہیں
کریں گر دعا صاحبِ ذوالفقار — تو زندہ ہوں سب اُمتیں یکبار
علیؑ نے نصیحت کی اِصرار سے — کیا عقد فروہ کا دینار سے
ہوئی اُس سے پیدا غرض دو پسر — ہوئی عمر حُبِّ علیؑ میں بسر
گیا خلد کو جب نبیؐ کا حبیب — تو زندہ رہی چھ مہینے غریب
سنا تمنے لونڈی کا قصّہ تمام — سنو اب کنیزک سے حالِ غلام
خیال تمہیں بی بی ہوا خواہ کے — جو ایسے ہیں بندہ ہیں اللہ کے

ذکرِ غلامِ عالی مقام بندۂ خاصِ ربُّ الانام

ہوئی غیب سے جب بشارت مجھے — تو ایک یاد آئی روایت مجھے

نہ مکّہ میں بارش ہوئی ایکسال
خلایق ہوئی قحط سے پائمال

رہی جان باقی نہ کچھہ جان میں
گئے لوگ مکّہ کے میدان میں

دُعا کی خلائق نے شام و سحر
درختِ اجابت نہ لایا ثمر

نہ دو چار آفت کے مارے پہرے
مکانونکو مایوس سارے پہرے

کئی روز کے بعد خورد و کلاں
گئے پہر بھی میدان کے درمیاں

دعائیں تو کین خاص اور عام نے
مگر ایک مردِ سیہ فام نے

نکلکر جماعت سے باصد نیاز
ادا کی دب سے دو رکعت نماز

وہ عبدِ خدا پڑہ چکا جب نماز
کیا پہر تو دستِ دُعا کو دراز

فراغت دعا سے بھی جب پا چکا
تو دیندار سجدہ کی خاطر جھکا

خدائے جہاں سے سُخن یہہ کیا
قسم تیری عزت کی اے کبریا

نہ برسے گا مینہہ جبتک افلاک سے
نہ اُٹھے گا سر بسترِ خاک سے

سر پاک یاں پر سرِ خاک تہا
اودہر ابر چہپر سرِ پاک تہا

ادہر جب خدا سے گزارش ہوئی
اودہر لب ہلے اور بارش ہوئی

اُٹہایا سر پاک پہر خاک سے
ہوئی حمد جاری لبِ پاک سے

جو سیراب مینہہ سے زمانہ ہوا
جوان سوئے مکّہ روانہ ہوا

بیاں ہے یہ راوی کا احباب سے
برابر چلا میں بھی آداب سے

مکین جسجگہہ پر تہا بردہ فروش
گیا اُسجگہہ پر یہہ حلقہ بگوش

وہیں چھوڑ کر اُس جوانکو غرض
پھرا ہیں بھی نے سکا تکو غرض

ہوا دوسرا روز جب آشکار
چلا لیکے درہم میانِ کنار

جہاں نے کہ لی تھی محل کی جگہ
گیا آج پھر وہ ہی کل کی جگہ

جواں کی محبت کا تھا ایک جوش
پکارا یہہ جا کر کہ بردہ فروش

غلام ایک بندہ کو مطلوب ہے
اُسے لا ئیو سب میں جو خوب ہے

غلامونکو جو بیچتا تھا مدام
کیئے سا ٹھہ موجود اُسنے غلام

نہ تھا اُن غلامونمیں وہ نیکذات
کہ جسکی ہو خدمت سے میری نجات

کہا کوئی ہے اور بھی اب غلام
کہا یہہ ہی ہمثیل ہیں سب غلام

مگر اک غلامِ سیہ فام ہے
وہ شوخی و سستی سے بدنام ہے

کسی سے ملاقات کرتا نہیں
بشر سے کبھی بات کرتا نہیں

کہا مینے اسکو بھی لے آیئے
ذرا شکل مجھکو بھی دکھلایئے

وہ لے آیا مردِ سیہ فام کو
مشرف کیا خاص نے عام کو

کہا مینے قیمت بھی بتلایئے
لیا مول کتنے کو فرمایئے

پکارا لیا سات دینار کو
مگر پھر بھی مہنگا خریدار کو

دیا مول مختار کے ہات میں
خریدا لیا بات کی بات میں

پکارا خریدا مجھے کس لیئے
بُری چیز کے مفت درہم دیئے

کوئی میرا دنیا میں شائق نہیں
یہ بندہ تو خدمت کے لائق نہیں

یہ کی عرض بیٹے کہ اے نیک خو — نہیں تم سے خدمت کی کچھ آرزو

مجھی کو تمنا ہے خدمت کروں — محبت کروں تم سے اُلفت کروں

کہا میری خدمت یہ ہے کس لیے — بتاؤ محبت یہ بھی کس لیے

جو دیکھا تھا میں نے دوبارہ کہا — جو گزرا تھا احوال سارا کہا

زبانی مری حال سُنکر شتاب — کہا مجھکو آزاد کیجے جناب

یہ ارشاد جب اُسنے مجھکو کیا — کہا میں نے آزاد تجھ کو کیا

یہ سنتے ہی پھر بات کے آہ کی — ادا حمد کی اپنے اللہ کی

وُضو کر کے اُسنے پڑھی پھر نماز — خدا سے کہا رو کے ای کارساز

تجھے جب سے جانا گنہگار نے — کسیکو نہ مانا گنہگار نے

خلایق کی خدمت سے باہر ہُوا — نہ تیری طاعت سے باہر ہُوا

سبھی تجھپہ روشن ہے اے ذوالجلال — یہی میرا درگاہ میں تھا سُوال

کوئی حال سے میرے ناہر نہو — مرا حال خلقت پہ ظاہر نہو

کیا حال اَب تو نے اِفشا مرا — بس اَب تیری ہاتھوں ہے یہ دم مرا

قضا آئے اِسوقت میری طرف — روانہ ہو بندہ یہ تیری طرف

یہ کہنا ہی اُسکا اثر کر گیا — رہا لب پہ حرفِ دُعا مر گیا

دیا صاف پانی سے غُسل بدن — دیا پر نہ غفلت سے اچھا کفن

غرض میں نے بیعت کی پڑھکر نماز — کیا دفن اُسکو بصد اِمتیاز

جو پہر رات نے منہ پہ ڈالی نقاب
نظر خواب میں آئی دو ماہتاب

نہیں دونوں مثلِ گُل و بُو الگ
دل و جاں الگ ہے نہ پہلو الگ

تو ہمیں عجب پیرہن ہیں سفید
جو رُخ چاند سے ہیں بدن ہیں سفید

نہ آگاہ پہلے کیا نام سے
نظر کی نہ اعزاز و اکرام سے

کہا اسطرح مجھکو اکراہ سے
نہ کی شرم مجھہ سے نہ اللہ سے

کہا مینے بتلاؤ اسمِ جلیل
کہا میں محمد ہوں اور یہ خلیلؑ

کیا عرض مینے رسولِ انام
کرے شرم تمسے نہ کیونکر غلام

ہر اک وقت اے بادشاہِ انام
درود آپ پر بھیجتا ہوں مدام

پیمبر کا ارشاد پھر یہہ ہوا
کہ اک دوستانِ خدا سے سوا

نہ تونے کفن اسکو اچھا دیا
خیال اپنے دلمیں نہ اتنا کیا

نہ جانا کہ جنت میں ہوگا عقیل
رفیقِ محمد رفیقِ خلیلؑ

نہ فخرِ حسب اور نسب خوب ہے
اُسیکا ہو بندہ تو خوب ہے

یہی بندۂ خاص انسان یہی
یہی اہلِ دیں اہلِ ایماں یہی

نفیسہ مخاطب ہوئی راہ سے
کہا اسطرح دخترِ شاہ سے

سُنا بندگانِ خدا کا بیاں
ہوئی آپ پر سب حقیقت عیاں

کہا شاہزادی نے اے سیمبر
بیاں آپکا راست ہے سر بسر

لکھے تمنے قصّے سُنے خلق نے
رضا میں تمہارے چُنے خلق نے

اسی بات کا سلسلہ ہے شروع — دل و جاں خدا کیطرف ہو رجوع
مرا دل کہیں اور مائل نہ ہو — جو رہزن ہو رستہ میں حائل نہ ہو
کنیزوں کا ابتک نہیں کچھ قصور — جواں ہیں یہ شاید کریں پھر فتور
کنیزیں ہیں پاس آٹھوں پہر — سنبھلنا ہے اپنا نہیں کچھ خطر
مناسب ہے ہوں پاس لیل و نہار — ضعیفہ بھی دو چار طاعت گذار
جو اچھی رہیں پاس شام و سحر — کریں ہم عبادت انہیں دیکھکر
کہا پھر نفیسہ نے رشکِ قمر — کسیکے نہ ظاہر یہ کرنا نظر
نہ ہو جبتلک امتحاں شخص کا — کریں کچھ نہ منہ سے بیاں شخص کا
سنا تمنے موسیٰ نبی کا بیاں — کئے منتخب آپنے کچھ جواں
بظاہر نبیؑ سے موافق بھی — ہوئے امتحاں پر منافق بھی
دلوں سے ہے آگاہ ربِّ جہاں — کسیکی کسیکو خبر ہے کہاں
جوانی میں جو نیک ہو نیک ہے — ضعیفی میں تو نیک ہر ایک ہے
جو دنیا میں ہے کوئی صالح جواں — زیادہ ہے خوش اُس سے ربِ جہاں
جوانی و پیری پہ کیا منحصر ہے — جدا حال سب کا ہے ہر وقت پر
نہ اُس پارسا کیطرح مہ جبیں — ضعیفہ سے دھوکا نہ کھاؤ کہیں
ضعیفہ کا لب پر جو آیا بیاں — کروں آپ سے حال اُسکا عیاں

نقلِ پیرزالِ بدخصال

لکھا ہے کہ اِک دن خلیفہ عمرؓ — گئے گھر سے مسجد میں وقتِ سحر

یہ دیکھا کوئی سو رہا ہے وہاں — بدن صاف چادر کے اندر نہاں

کئی بار آواز دی زور سے — جو مُردہ ہوا وہ اُٹھے کہاں شور سے

دوستانہ پکڑ کر ہلایا اوسے — نہ چونکا بہت سا جگایا اُسے

جو کچھ سخت پایا تو توڑا اوسے — نہ ویسی ہی مسجد میں چھوڑا اوسے

خلیفہ نے مسجد میں کھینچا شتاب — کیا اُسکا مسجد میں مُردہ خراب

جو غصہ میں چادر کو کھینچا ادہر — تو پھر یہہ خلیفہ کو آیا نظر

جواں ایک ڈاڑھی منڈائی ہوئے — حِنا دست و پا کو لگائے ہوئے

لباس عورتوں کا سجائے ہوئے — پڑا ہے وہاں سر کٹائے ہوئے

عمرؓ دیکھکر اُسکو حیراں ہوئے — کُھلا کچھہ نہ مطلب پریشاں ہوئے

یہی دلمیں ہر وقت سونچا کیا — کہ ہے کون قاتل گنہہ کیا کیا

مُوا کیوں پڑا کِس نے پالا اِسے — سبب کیا جو مسجد میں ڈالا اسے

عمرؓ کو نہ ظاہر ہوا جب سبب — کیا پھر وصیِّ نبیؐ کو طلب

جو آئے بیاں حال سارا کیا — جو پوچھا سبب یہہ اشارہ کیا

کرو دفن پوچھو نہ فی الحال کچھہ — جو ہوں نو مہینے کُھلے حال کچھہ

خلیفہ تھا اِس بات سے بے قرار — کیا نو مہینے تلک انتظار

ہوئے نو مہینے تو وقتِ سحر — پسر ایک مسجد میں آیا نظر

قرینہ سے پائی علامات یہہ کہ پیدا ہوا آج کی رات یہہ
وہیں جستجو رہنما کی ہوئی غرض یاد مشکل کشا کی ہوئی
جو مسجد میں آئے امیر عرب دکھایا پسر کو تو پوچھا سبب
علیؑ نے کہا اب نہ تشویش کر سبھی حال کھلجائیگا اے عمر
کرو دایہ کے اب حوالہ اسے پلائی اسے دودہ پالے اسے
وہ دایہ مگر قوم انصار ہو ملے ماہیا نہ جو اقرار ہو
کی تعمیل جو کچھ ہدایت ہوئی ہدایت کی پوری رعایت ہوئی
محرم میں پیدا ہوا وہ پسر شب عید جب ہوگئی جلوہ گر
علیؑ نے کیا دایہ کو پھر طلب کہا صبح پہناؤ پوشاک سب
چلو عید گہہ میں سجا کر اسے ملے کوئی عورت جو آکر اسے
پسر کو کرے پیار جب چاہ سے پکڑ لائیو اسکو پھر راہ سے
کہا حکم جو ہے مجھے یاد ہے کہ یہ وہ ہی لونڈی جو ارشاد ہے
ہوئی صبح کپڑے پہنا کر اسے چلی لیکے دایہ بنا کر اوسے
ہوا عین بازار میں جب گزر تو پیچھے سے آواز آئی ٹھہر
مڑی دیکھنے کو تو گھبرا گئی کوئی برقہ پہنے ہوئے آگئی
جو دایہ سے آ اسنے پسر کو لیا کیا پیار پہلے تو پھر رو دیا
وہیں دایہ نے ہاتھ پکڑا شتاب کہا آؤ مسجد میں ہیں بوتراب

بلاتے ہیں تجھکو امیرِ عرب
وہیں پاس بیٹھے ہیں اصحاب سب

ہوا زرد چہرہ کیا یہہ سخن
گئی واں تو رسوا ہوئی پیرزن

مقابل نہ غیرت کے مارے ہوئی
دیا دایہ کو کچھہ کنارے ہوئی

ڈری دایہ پھر پاس جاتی ہوئی
گئی حلم سے خوف کہاتی ہوئی

علیؑ نے کہا دایہ کو دیکھکر
ہوئی تیری آخر طمع پر نظر

کہا خیر اسوقت بخشا قصور
نہ برپا کبھی کرنا پھر یہ فتور

جو دن عیدِ اضحیٰ کا آیا قریب
پڑا فکر میں مصطفیٰ کا حبیب

درم دایہ کو کچھہ بلا کر دیئے
کہا ہے یہہ زر پیرہن کے لیئے

اسے زر کی پوشاک بنوائیو
اسے عید گہہ میں بہی لیجائیو

جواب بہی اسے چھوڑ کر آئیگی
سمجھنا یہ دلمیں کہ پچتائیگی

سنا حلم لی راہ گھر بار کی
گئی گہر میں پوشاک تیار کی

گئی دایہ گہر سے گزرگاہ میں
ملی عید کے دن اوسی راہ میں

غرض دایہ نے جب ملاقات کی
وہیں ہاتھہ پکڑا نہ کچھہ بات کی

خوشامد سے حاضر ہوئی ہال سے
نہ دایہ نے چھوڑا کسی حال سے

جو مسجد میں تہے اشرف الاوصیا
اسے سامنے مرتضیٰ کی کیا

حضورِ علیؑ تہا گروہِ کثیر
ہوا پہر یہہ عورت کو حلم امیر

بیاں میں کروں کچھہ تری داستاں
کہ کرتی ہے تو آپ سے بیاں

وہ بولی کہ اے سرورِ نامور
مرا حال روشن ہے سب آپ پر

کنیزک کرے عرض حضار سے
کہ عورت ہوں میں قومِ انصار سے

محلہ میں انصار کے ہے مکاں
مکیں کیا مکاں کی فقط پاسباں

کہیں اور میرا ٹھکانا نہیں
اکیلی ہوں کوئی یگانہ نہیں

کبھی گھر میں تنہا جو گھبرا گئی
تو ڈیوڑھی پہ دم کے لئے آگئی

جو ڈیوڑھی پہ بیٹھی تھی یہ بدخصال
یہ دیکھا کہ آتی ہے اک پیرزال

اٹھاتی ہے پاؤں عصا ٹیک کے
کہ ہے ہاتھ میں سبحۂ سلک گہر

جبیں پر عبادت کا گٹہ سیاہ
زباں پر ہے ہر وقت ذکرِ الٰہ

مری پاس آئی تو رونے لگی
رخِ صاف اشکوں سے دھونے لگی

کہا پھر یہ میں نے کہو سچ بوا
سبب کیا ہے روتی ہو کیوں کیا ہوا

وہ بولی اگر پوچھتے ہو سبب
تو صدقہ ہوا در سنو حال سب

مری ان دنوں ایک دختر موئی
موئی وہ تو کیا گویا یادر موئی

تمہارے ہی قد پر مری جان تھی
یہی حسن و صورت یہی شان تھی

کسی عضو میں فرق مو بھر نہیں
دکھاتی تمہیں پر وہ دختر نہیں

ملی آج وہ ڈھونڈتی تھی جسے
تمہارے سوا دیکھا ہے کسے

یہ دل چاہتا ہے کہ ٹھہروں نہیں
جو آگے چلوں پاؤں اٹھتے نہیں

جو فرماؤ بی بی قدم پر مروں
یہیں عمر کے سانس سے پور کروں

بجے دیکھکر جانِ مادر تمہیں
تو سمجھے وہ مجھی اپنی دختر تمہیں

اکیلی ہو عورت یہاں چاہیئے
جواں ہو کوئی پاسباں چاہیئے

نہ دربان ہو اور رہیہ در پر رہے
بلا آپ کی میرے سر پر رہے

کہا بیٹے سمجھو جو دختر مجھے
تو اس سے ہے کیا اور بہتر مجھے

مجھے ایسے شخصوں کی صحبت کہاں
رہو پاس تم میری قسمت کہاں

یہ کہکر ضعیفہ کے چومے قدم
رکھا سر پہ اسنے بھی دست کرم

بڑی ایک توقیر سے انجیاب
اسی گھر میں لائی یہ خانہ خراب

جو پہنچی مکاں میں لیا گھر جدا
مصلا بچھایا کیا گھر جدا

سبو پاس رکھی وضو کے لیئے
یہ ساماں کیئے آبرو کے لیئے

ضعیفہ عبادت میں مشغول تھی
کنیزک یہ خدمت میں مشغول تھی

جو کھانا پکا کر کیا روبرو
تو لونڈی سے کی اسطرح گفتگو

جو دو وقت کھاؤں یہ طاقت کہاں
حسابِ قیامت ہے بارِ گراں

دنوں کو تو رکھتی ہوں روزے مدام
ہمیشہ سے کھاتی ہوں شب کو طعام

ہوئی شام لونڈی نے شربت دیا
ضعیفہ نے اِفطارِ روزہ کیا

تکلف سے تیار کھانے کیئے
ضعیفہ نے دو چار لقمہ لیئے

کہا کچھ تو آپ کھایئے انجیاب
کہا مجھکو ہے یاد روزِ حساب

ہمیشہ پکانا اسیطور سے
او سے روز کھا اسیطور سے

یہ کہنے لگی ایک دِن پیرزن — جو چھوٹی ہے دُختر تمہاری بہن

کئی روز سے اُسکو دیکھا نہیں — کہو دیکھکر جلد آؤں یہیں

کہا مینے بہتر ہے جاؤ ابھی — ابھی جاؤ تم دیکھہ آؤ ابھی

ضعیفہ یہ کہنے لگی سُنو چکر — ٹھہرنا ہے باہر مجھے رات بھر

کہ جانا ہے اک بیاہ میں بھی کہیں — جو چھوڑوں اکیلی نہ بیبا نہیں

تمہاری بہن ہے جو دُختر مری — کہ ھو عابدہ وُہ برابر مری

جو مرضی تمہاری ہو لاؤں اُسے — نہ تنہا رہو چھوڑ جاؤں اُسے

یہ ہے شرط پہلی جو منظور ہو — کہ ہمسایہ بھی سایہ سے دور ہو

اکیلی ھی دو نور ہو رات کو — نہ عورت بھی آئے ملاقات کو

کہا خیر ایسا ہی ہوگا ہُوا — کہا تمنے پہلے ہی اچھا ہُوا

رضا مند ہوں تیری تدبیر سے — کہ ہوگی ملاقات ہمشیر سے

یہ سُنکر گئی اور آئی شتاب — کسی پردہ والی کو لائی شتاب

بٹھا کر کہا ساتھہ آؤ ابھی — کہ جاتی ہوں کُنڈی لگاؤ ابھی

گئی ساتھہ پھر بند دَر کو کیا — روانہ اِدہر سے اُدہر کو روانہ کیا

بہت تو بناوٹ سے خاموش تھی — کہ تھی رات گھر میں بھی روپوش تھی

یہ جانا کہ دَو روز کی ھو دُولہن — حیا کے سبب شرمگیں ھو بہن

ہنسی میں کہا دُور کردو حجاب — یہ کہا جو منہ سے اُٹھائی نقاب

شرابی کوئی مرد بدحال ہے ۔ حنا سے ہر اک دست و پا لال ہے

یہ چاہا کہ اک چیخ ماروں ابھی ۔ محلّہ میں سب کو پکاروں ابھی

اسیمیں جو پھر سو اوڑایا خیال ۔ جہاں کی طرف سے یہ آیا خیال

اگر غل مچاؤں نہ پروا کرے ۔ کرے مجھکو بدنام رسوا کرے

یہ دیکھا کہیں بھاگنے کا محل ۔ تو نیّت میں فاسق کی آیا خلل

بڑھا اسطرف دست بالا کیا ۔ سیہ رو نے منہ اپنا کالا کیا

اُٹھا نشّہ میں ست و پا مار کر ۔ چلا دو قدم جب گرا ہار کر

فلک نے بتایا وہ پہلو مجھے ۔ کمر میں نظر آیا چاقو مجھے

وہیں پھر نکالی کمر سے چھری ۔ چلی پھر تو گردن میں سر سے چھری

بلا کیطرح جلد ٹالا اوسے ۔ کیا ذبح مسجد میں ڈالا اوسے

یہ سمجھی خلیفہ کا ہے انتظام ۔ جو چاہے کرے اسکے حق میں امام

اُسیدم جواں سے ہوئی بارور ۔ ہوا بعد نو ماہ کے یہہ پسر

جو ڈالا پسر کو پدر کی جگہہ ۔ یہ مطلب کہ پالیں پسر کی جگہہ

کہا پھر کہ اے سرور نیک ذات ۔ یہ قصّہ ہے لونڈی کا یہ واردات

مخاطب ہوے شاہ سب کیطرف ۔ یہ کہنے لگے بادشاہ نجف

جو وعدہ کیا تھا علیؑ نے کبھی ۔ تو ظاہر ہوا خلق پر وہ ابھی

خلیفہ یہ بولے خدا ہے گواہ ۔ کہ ہے یاد حکم رسول الٰہ

یہ کہتے تھے اکثر رسالت مآب — کہ ہم علم کے شہر در بوترابؑ
کریں حکم اس مسئلہ میں حضور — کہ ہے بیگنہ کون کسکا قصور
ہوا پھر یہہ حکمِ امامِ زماں — گیا آپ عورت کے گھر میں جواں
کیا جبر سے مرد نے جب حرام — تو عورت پہ اُسکا نہیں انتقام
علیؑ نے جو عورت کو رخصت کیا — وہ لڑکا اُسی پارسا کو دیا
کہا اسکو کہیو تو آرام سے — کرو یاد مظلوم کے نام سے
ضعیفہ کو لاؤ اگر ڈھونڈ کر — تو جاری ہو حدِ زنا بیسر
پڑھی گھر میں عورت نے جا کر نماز — دُعا کی خدا سے کہ اے کارساز
جہاں ہو ضعیفہ ملا دے مجھے — ابھی اسکی صورت دکھا دے مجھے
دُعا کی مکاں سے ہوئی پھر رواں — ضعیفہ ملی راہ میں ناگہاں
جو پکڑا نہ چھوڑا خطاوار کو — وہ مسجد میں لائی گنہگار کو
اُسے دیکھکر اشرف الاوصیا — یہہ بولے کہ اے دشمنِ کبریا
نہ جانا کمالِ علیؑ ولی — کہ علم محمدؐ سے ہے علمِ علیؑ
بتا دے ابھی راستی سے مجھے — یہہ عورت پکڑ کر جو لائی تجھے
کہ اسکے مکاں پر بھی ہی کبھی — کسی مرد کو ساتھ لائی کبھی
وہ بولی کہ دیکھو میرا ابن جناب — بُرے کام کرنیکے یہہ دن جناب
نہیں جانتی کچھہ بھی نام و نشاں — کہ یہہ کون ہے کس طرف ہے مکاں

کہا جب ضعیفہ نے یہ بے خطر
کہا آپ نے تو ہے سچّی اگر

نہیں دور قبرِ رسولِ اُمم
تو کہا قبر پر ہاتھہ رکھکر قسم

یہ عورت کہ تو دیکھتی ہے جسے
یہہ کہہ میں نہیں جانتی ہوں اُسے

یہ عورت جو کچھہ کہہ رہی ابھی
یہ بت کہہ نہ مجھسے ہوا ہے کبھی

نہ کی روضۂ مصطفےٰ پر نظر
ضعیفہ نے کہا ئی قسم قبر پر

جو جوٹھی قسم کھائی گمراہ نے
کیا مُنہ سیہ اُسکا اللہ نے

جو مُنہ آئینہ میں دکھایا اُسے
سیہ وُہ ڈری خوف آیا اوسے

جماعت نے اللہ اکبر کہا
ضعیفہ نے کلمہ پڑھہ کر کہا

کریگی خطا اب نہ یہ رُوسیاہ
مری لاکہہ توبہ ہے شیرِ الٰہ

علیؑ نے کہا خالقِ بحر و بر
دلوں میں ہے جو کچھہ تجھے ہے خبر

ضعیفہ کا ہووے جو سچّا سخن
کہ توبہ میں ثابت ہے یہ پیرزن

ضعیفہ کا روئے سیہ صاف کر
جو پھر بھی کرے جرم انصاف کر

ہوئی اوسکی توبہ نہ منظور کچھہ
نہ مُنہ سے سیاہی ہوئی دور کچھہ

یہ کہنے لگے ضیغمِ ذوالجلال
یہ کیسی تھی توبہ تری بدخصال

علیؑ نے کہا کھود کر ایک غار
کریں اس ضعیفہ کو سنگسار

یہانتک کہ مرجائے یہ پیرزال
کہ باعث ہوئی قتل کا بدخصال

زنا سے جو نطفہ نے پایا قرار
ہوئی اُسکا باعث یہی بدشعار

ہر اِک حد کو جاری کیا آپ نے | جو عورت کو لڑکا دیا آپ نے
بلا جب کیا اُسنے کارِ سعید | ہوا جنگِ صفین میں وہ شہید
بیاں ہے ضعیفہ کا اے حورِ بہر | نہیں ایسے شخصوں سے کچھہ دُور بہر
یہ دُنیا سبھی کچھہ ہے جن کے لیئے | جو چاہیں کریں جائز اُنکے لیئے
کوئی دِن ہے شوقِ شراب کیا | کسی روز ہو خوب ہٹی خراب
گدا کی صفت نیک اوصاف سے | مگر شاہ کا وصف انصاف سے
یہ ہے عرض لطف و عطا دیکھکر | کنیزونکو مار و خطا دیکھکر
کسی کی خطا کچھہ نہیں ہے حضور | عدالت سے کچھہ تو بتائیں قصور
یہی سب ہیں موجود خاص و عوام | کنیزوں نے کسکو بنایا غلام
کوئی اِنمیں گل ہے تو گلشن کوئی | کوئی یاسمن ہے تو سوسن کوئی
یہ گل ہیں جہاں بلبلیں واں ہزار | چھپائی ہوئے ہیں سب اپنی بہار
دلونکو ہیں اپنے سنبھالی ہوئے | جوانی پہ ہیں خاک ڈالے ہوئے
تمہاری تو صحبت کا ہے یہ اثر | کہ ہر دم ہے سب کو فنا پر نظر
جو اِس پر بھی ناراض ہوویں حضور | کہیں کیا مقدر کا ہے پھر قصور
یہ اچھا نہ رسوای تہمت کرو | ہٹا دل کنیزونکو رخصت کرو
کہا شاہزادی نے سنکر سخن | سمجھہ کر کہو بات منہ سے بہن
سخن پر مرے کب تجھے غور ہے | ارنی یہ نہیں بات کچھہ اور ہے

خدا کا نہیں خوف ہر ایک کو — اگر ہے تو ہے سو میں کسی نیک کو

اگر نیک ڈرتا ہے اللہ سے — تو ڈرتا ہے بد غُصّۂ شاہ سے

یہ غصّہ نہیں کچھہ خطا دیکھکر — جو بھولی ہیں لطف و عطا دیکھکر

تو پردہ سے ہے کچھہ سُجھانا نہیں — مناسب ہے آنکھیں دکھانا نہیں

گنہ کوئی لُطف و عطا پر نہ ہو — جو ہووے کرم بھی خطا پر نہو

نہیں کچھہ کنیز و نکا ابتک قصُور — خطا سے بھی پہلے ہے توبہ ضرور

خدا کی ہے شانِ کریمی جُدا — جو توبہ کرے کوئی بخشے خُدا

کیا جب گنہ پارسائی کہاں — جو پھر داغ کہا یا صفائی کہاں

کہیں پارسا ہے یہ انصاف کب — جو دھبہ لگا پھر رہیں صاف کب

زنا کے ارادہ سے ہر دم ڈرے — خیالِ گنہ سے بھی توبہ کرے

بُرے کام کا کوئی حیلہ نہو — گناہونکا توبہ وسیلہ نہو

ارادہ سے بھی اب اٹھائیں نہیں — بگڑنے سے پہلے بنائیں نہیں

نفیسہ یہہ بولی کہ ای گلعذار — جو ہو جمعہ توبہ کریں لاکھہ بار

کہا جمعہ میں چار دن ہیں ابھی — قضا سے اماں ایکدم کی نہیں

اجل تو ہے ہر وقت سر پر کھڑی — کرو جلد توبہ یہی ہے گھڑی

سُناؤں گدا کی تمہیں داستاں — کہ ملتی ہے توبہ کی مہلت کہاں

بیان دو مشتاق مبتلائے دردِ فراق یعنی اوّل ذکرِ گدائے جہان گرد دوسرے اُوسکی کرمین کر دختر قزاق

نہ یوں ہی ہے ساقی خیالِ شراب — گدا کے ہے خاطر سوالِ شراب

ملے ساغرِ مے بھی بھیک سے — محل پر جو موزوں ہو وہ بھیک ہے

ہمیں مے کہانی سُنیں دور کی — ہمیں کان ہون یاسے حور کی

اِسے دیکھہ سکتے نہ تھے دور سے — یہ قسمت کہ باتیں سُنیں حور سے

سُنیں حور سے جب بیانِ گدا — زباں حور کی ہو زبانِ گدا

کوئی شخص دیوانہ و بے قرار — زمانہ میں پھرتا تھا لیل و نہار

کہیں سے تو آیا کہیں چلدیا — لگا دل تو ٹھہرا نہیں چلدیا

کسی سے نہ اُسکو محبّت رہی — رہی بھی تو رونیکے الفت رہی

جنوں نے پھرایا اُسے دہر میں — نہ دو روز ٹھہرا کسی شہر میں

لگی بھوکھہ مانگا اِدہر اور اُدہر — جو کچھہ ملگیا کھالیا بیٹھہ کر

دورنگی سے قسمت کی مجبور تھا — ہر اک در پہ آسکا یہہ دستور تھا

ملی بھیک خاموش ہو کر پھرا — نہ پایا اگر کچھہ تو رو کر پھرا

نہ رونے پہ خاموش ہتا گدا — سکا نسے جو پھرتا یہہ کہتا گدا

کہ اے نفس کیا خاک جی کر لیا — فراخون اپنا ہی پی کر لیا

کہانتک بچائیگا جی موت سے کہ اکروز جائیگا جی موت سے

نہ تیری برائی کا ہے یہہ ثمر دلا بیوفائی کا ہے یہہ ثمر

گہڑی بہر نہ جیتا جو ہوتا وقوف ارے بے وفا تیری جینے پہ تف

بس اب جان کہونے سے کیا فائدہ بہلا ایسے رونے سے کیا فائدہ

نہ وہاں چاہیئے تہا کنارہ تجہے تری بے وفائی نے مارا مجہے

پہرے دربدر گرچہ چہٹے ساتہہ سے ملا کب گیا وقت جب ہاتہہ سے

گدا کا بہی دربدر طور تہا کہ تہا لب پہ نالہ نہ کچہہ اور تہا

رہا بس گدا جب اسیطور سے تو لوگوں نے دیکہا اُسے غور سے

کئی روز تک جب یہ نقشہ رہا تو آپس میں دو چار نے یہہ کہا

ملا کچہہ تو خاموش ہنا اسے ولے کچہہ نہ کچہہ منہ سے کہنا اسے

گدا کا یہاں جسطرح حال ہے فقیروں کا کب اِسطرح حال ہے

فقیروں کے لب پر ہے ہر دم ثنا کوئی دے نہ دے ہر جگہہ صحّو دعا

گدا کا جدا سب سے انداز ہے کرو غور اسمیں کوئی راز ہے

کرو ایسی تدبیر کچہہ سوچ کر گدا کی حقیقت سے ہو کچہہ خبر

کہا ایک نے بس یہی ڈہنگ ہو نہ کہنے سے یہ حال کے تنگ ہو

گدا کی گدائی چہوڑاؤ ابھی ہمارے مکاں پر بٹہاؤ ابھی

گدائی کو گہر گہر نہ جایا کرے جو موجود ہو گہر میں کہایا کرے

کوئی بات ایسی نہ پہلے کہو ۔ طبیعت گدا کی جو بہلے کہو
مددگار نے جب برابر کہا ۔ کہا سب نے ملکر کہ بہتر کہا
ہوئی مشورے سے جب تقدیر سے ۔ گدا کو بھی لے آئے تدبیر سے
کہا اسطرح پھر کہ اے دردمند ۔ خدا کے لیئے بات کر یہہ پسند
مکاں ہے یہ موجود پھر قیام ۔ رہو رات دن آپ اسمیں مدام
گدائی کو گھر گھر نہ جایا کرو ۔ میسر ہو جو کچھہ وہ کھایا کرو
گدا نے یہ سنکر یہی کچھہ کہا ۔ خدا کا دیا واسطہ جب ہا
سمجھکر کہا اِسکو انکار ہے ۔ فقط بیٹھ رہنے سے یاں کار ہے
غذائیں تھی موجود شام و سحر ۔ وہی کھالیا جو ملا وقت پر
لگا رہنے ہر دم مکاں میں گدا ۔ غنی ہو گیا پھر جہاں میں گدا
گدا کا جو گھر میں ٹھکانا ہوا ۔ تو پھر دوستوں کو بہانہ ہوا
لگے رہنے ہر دم گدا کے قریب ۔ سنایا کیئے روز قصے عجیب
جو کرتے کبھی یار کچھہ گفتگو ۔ گدا سے بھی کہتے کہ ای نیکخو
پھرا ہے زمانہ میں شام و سحر ۔ نگاہوں سے دیکھے ہیں خشک و تر
جو دیکھا ہو تمنے سناؤ ہمیں ۔ کوئی بات اچھی بتاؤ ہمیں
گدا نے کہا سب سے ہوں بیخبر ۔ نہیں ہے مجھے اپنے تن پر نظر
جو ہے جسم بھولا ہوا ہوں اسے ۔ جہاں کے بھلا یاد قصے کسے

نہیں یاد یہہ بہی جہاں ہم چلے | کہ آئے کہانسے کہاں ہم چلے
جسے اپنا سودا ہی ہر دم رہے | کسی کی کہانی وہ کیونکر کہے
گدا راز اپنا چہپایا کیا | بہانہ سے باتیں بنایا کیا
ملا دِن کو موقع و یا رات کو | نہ چہوڑا رفیقوں نے پر باتکو
ہوا تنگ ہر بات سے جب گدا | رفیقوں سے کہنے لگا تب گدا
مرے آہ مخلوق کیوں گرد ہے | ہمیشہ اسی بات کا ورد ہے
ستاتی ہیں کسواسطے سب ہمیں | بتائیں تو کچہہ اپنا مطلب ہمیں
کہا ہمنشینوں نے سن اے غریب (مسافر) | حقیقت ہے تیری عجیب و غریب (نادر)
ہنسی کا نہیں آہ لب پہ نشاں | ہمیشہ زباں پر ہے آہ و فغاں
گدا کیا زمانہ میں ہوتا نہیں | مگر اسطرح کوئی روتا نہیں
سنا یہ گدا نے تو اک آہ کی | وہیں آہ نے چرخ پر راہ کی
کہا حال ظاہر ہے دِن رات کا | کریں ذکر ہم کون سی بات کا
گئے دارِ فانی سے مادر پدر | کریں حشر اسکا کہو تم اگر
گئے دفن بہائی بزیرِ زمیں | بہلا شاد کیا خاک ہوویں حزیں
لحد میں ہوا ایک ہمدم نہاں | کہو اسکے ماتم میں ہوں شادماں
ہوا دوست اِک جان کہو کر الگ | کریں محفلِ جشن ہوکر الگ
بدن صورتِ کاہ ہے سو کہہ کر | تو اس پر بہی ہے دشمنوں کی نظر

دہن اسپہ کھولے ہوئی سب جدا ۔ درندے جدا مار و عقرب جدا

خوشی کا بھی دنیا میں ہے کچھ محل ۔ مرض سو بدعملیں ہیں سر پر اجل

نہیں تمکو معلوم کیا ہیہ کلام ۔ کہ اک شخص آیا حضور امام

نہ واقف تہا افلاک کی گہات سے ۔ ہنسی تھی لبونپر کسی بات سے

پڑی اسپہ جب ہنما کی نظر ۔ کہا آپنے اسطرح سوچکر

بتا یہہ ہمیں جلد اے نیکذات ۔ بلاہائے دنیا سے پائی نجات

جہاں میں تجھے ہو چکا اختیار ۔ کہ جیتے ہے تو آج خوش بار بار

کہ چھوٹا کہیں موت کے جبر سے ۔ اماں پا چکا ضغطۂ قبر سے

سخن ہو چکا کچھ نکیرین سے ۔ کہیں سو چکا قبر میں چین سے

کہیں ہو چکا تجھپہ روز حساب ۔ صراطِ قیامت سے گزرا شتاب

کہیں تونے دوزخ سے پائی اماں ۔ گزر ہے ترا اب میان جناں

کہا اسنے اے سرور نیکذات ۔ کہیں یہ بھی ابتک نہ پائی نجات

کہا آپنے یہہ کہو بیشتر ۔ کہ پھر یہہ ہنسی کونسی بات پر

بڑی آہ جب گہاٹیاں راہ میں ۔ تو بیجا نہیں خلق کی چاہ میں

سنا جب کلام شہ بحر و بر ۔ ہنسا پھر نہ وہ خلق میں عمر بھر

گدا نے کیا جب یہ رو کر کلام ۔ جو تھے پاس رونے لگے وہ تمام

نہ پھر کچھ کسی آشنا نے کہا ۔ ہوئے سب تو ساکت گدا نے کہا

چلا اب یہاں پر ٹھہرتا نہیں — مگر تمکو ناراض کرتا نہیں
سناتا ہوں اب میں تمہیں واردات — نہیں دل لگی کی جگہہ کائنات
یہاں کی خوشی والم خواب ہے — ہر اک رنگ دنیا کا بے آب ہے
گدا نے حقیقت کہی سر بسر — کہ ایسا نہ تہا یہ گدا پیشتر
مرے پاس ہی تہی فوجِ کثیر — غنی تہا متاعِ جہاں سے فقیر
ہماری دلیری وہیں توقیر تہی — گدا کا ہر اک ملک جاگیر تہی
مرے زور کا شور تہا جا بجا — کہ تہا رہزنوں میں گدا رہنما
ہزاروں مرے صف شکن تہے غلام — زمانہ میں سب راہزن تہے غلام
کوئی پاس تہا مجہہ سے یا دور تہا — نہ دے کوئی چیز یہ مقدور تہا
کہیں سے مرے پاس پہنچی خبر — کہ اک قافلہ ہے میانِ سفر
ہزاروں ہیں ہمراہ اسپ و شتر — ہوا اسکا راہِ نجف میں گزر
لئے میں نے ہمراہ کل سو سوار — اوڑا اسطرف کو برنگِ غبار
گیا قافلہ وہ میانِ نجف — پہرا یوں ہی مایوس گہر کیطرف
ملا ایک رستہ میں ہمکو سوار — کہ آنکھوں میں کچہہ نیند کا ہی خمار
غرض تیرہ چودہ برس کا جواں — جوانی کا منہ پر نہ نام و نشاں
نہیں مونچہہ ڈارہی کہیں اتبلک — مسیں بہی تو بہیگی نہیں تہیں تلک
ادہر اور اودہر جب پہرائی نظر — ہوئے سارے بسمل اسے دیکہکر

کہے اسلئے خالِ رخسار پر نہ منہ کو لگے چشمِ بد کی نظر

مرے ساتھہ میں جسقدر تہے رفیق وہ دریائے الفت میں تہے سب غریق

مری اُس پہ پڑی جو آئی نگاہ سبہوں نے اُدہر سے پہرائی نگاہ

کہا عجز سے مینے رشکِ قمر کہو کسپہ باندھی ہے تیغ و سپر

تری پاس قدرت سے ہتیار ہیں جو باندھی ہیں ہتیار بیکار ہیں

تمہاری بہویں تیغ سے کم نہیں کمندوں سے کم زلفِ پرخم نہیں

لڑائی کو ساماں ہیں تقدیر سے نہیں کم ہے قد نیزہ و تیر سے

یہ سنتی ہی کہنے لگا جوش میں کہ مجنوں ہو آؤ ذرا ہوش میں

غضب سے وہ پیاسا لہو کا ہوا بنا آگ شعلہ بہبوکا ہوا

بہت جلد مہمیز گھوڑا کیا غرض ہر طرح تیز گھوڑا کیا

گیا پہر تو وہ اک طرف سے گیا جواں صاف ہر ایک صف سے گیا

گدا کا غرض ڈہنگ بے طور تہا نہ سمجہا کہ نقشہ وہاں اور تہا

مگر کوئی الفت میں جو آ رہے انہیں نیک و بد کی خبر کیا رہے

کہا جوش میں رہزنوں کو کہ ہاں کرو اسکا پیچہا یہہ جائے جہاں

بس آگے ہی گھوڑوں کے دہر لو اسے بنے جس طرح قید کر لو اسے

وہ بولا کہ بہاگو تمہیں قید سے نہیں خوف صیاد کو صید سے

ہوئی گرد الٹا کا مجھے جانکر نہ جانا ابھی تک بھی پہچان کر

صفوں میں گہر اجب رُو کا مجھے ۔ جماعت کے اندر نہ ٹوکا مجھے
کوئی رُوک سکتا تھی اسد مجھے ۔ سمجھلو زمانہ میں رُستم مجھے
جو تڑپہا تو سب یار خنداں ہوئے ۔ مگر پہر دلوئیں پشیماں ہوئے
کہا میں نے یارُوں سی کیا دیر ہے ۔ یہ لڑکا سے دیکھو نہیں شیر ہے
اُٹھے زین سی آپ یہہ سطوریہ ۔ کہ لیں شاخ سی پہول جسطوریہ
لگاؤں نشانہ نہ تدبیر سے ۔ ڈراؤ اِسے تیر و شمشیر سے
جو مارا کوئی تیر اُب جانکر ۔ تو مجھکو کیا قتل پہچان کر
سواروں نکو میں نے اِشارہ کیا ۔ تو اُسنے سمجھہ کر کنارہ کیا
کہا آشتی کیا جو لڑنا ہُوا ۔ بناوٹ ہے کیا جب بگڑنا ہوا
سواروں نے یہہ ڈہنگ پہر دیکھکر ۔ کئی تیر مارے ادہر سے اُدہر
اُٹھا کر طرحدار شمشیر کو ۔ اداسے لگا کاٹنے تیر کو
بچانے لگا خشم کو چال سے ۔ پکڑنے لگا تیر رُومال سے
یہ دیکھا تو مجھہ کو بھی حیرت ہوئی ۔ اُدہر کو نہ بڑہنے کی جرأت ہوئی
مجھی کو نہ لڑنے کا یارا ہُوا ۔ کہ اُسکا تہا پہلی ہی مارا ہوا
کہا دوستوں نے قیامت ہوئی ۔ دلیرو تمہیں تمکو ندامت ہوئی
تمہیں کچھہ بھی یہہ مال بھاتا نہیں ۔ یہ تیر کوئی تیر کہاتا نہیں
جو پہر تیر ملکر لگے مارنے ۔ بچایا ہر اِک وار دلدار نے

ہنر اُسکو ایسا خُدا نے دیا | بدن تک نہ اک تیر آنے دیا
کماں میں رہی پھر نہ ترکش رہا | جُھکا نیکو سر یہہ ہی سرکش رہا
کسیکا رہا یار کو کب خطر | لگانے لگا تیر وہ بھی ادہر
نہ تمئیز کی کچھہ بد و نیک میں | نکالا کیا تیر اک ایک میں
بہت یار اپنے نشانہ ہوئے | رہے کچھہ جو باقی روانہ ہوئے
رہا بھی تو مردہ پڑا رہ گیا | گئے سب تو میں ہی کہڑا رہگیا
نہ بہاگا طرحدار کو چھوڑ کر | پڑا پاؤں میں ہاتھہ کو جوڑ کر
کہا چھوڑ دے اب خدا کے لیئے | نبیؐ کے لیئے مرتضیٰؑ کے لیئے
وہیں ہاتھہ سے اپنی رکھہ دی کمان | کنایہ سے ہنسکر کہا ایجوان
دکہاتا تہا منظور کوڑا تجھے | خدا کے لیئے ہمنے چھوڑا تجھے
مگر خوف سے میرے تو ڈر گیا | اُٹھاتا کہاں ہاتھہ میں مر گیا
کہا مینے رو کر کہ اے ماہرو | کے زندگی کی ہے یاں آرزو
ہرا تونے ہر یار ٹکرے کیا | جو میں ایک تسمو میں جیا کیا جیا
اماں تم سے مانگی ہے اس راہ سے | کہ دیکھوں تمہیں اتنا دن چاہ سے
اگر دید تجھکو نہ منظور ہو | تو کر ذبح مجھہ بھی ہوش و رہو
مجھے ساتھیو نکا کہاں ساتھہ پہر | لگا دا دہر کو بھی اک ہاتھہ پہر
اگر یوں ہی چھوڑ یگا بسمل مجھے | تو کیا زندگانی سے حاصل مجھے

سخن یہہ طرحدار کو بہا گیا / مری باتپر کچھہ ترس آ گیا
کہا پاس رکہنا گوارہ نہیں / مگر تیری باتوںسے چارہ نہیں
اگر دیکھنے پر ہے تجھکو نظر / رہا کر مرے ساتھہ شام و سحر
جو گھوڑا تھا اچھا ہر اک چن لیا / ہوا پیچھے وہ مجھکو آگے کیا
حوالے کئے میرے گھوڑے کئی / چلے کچھہ نظر آئی بستی نئی
نظر آئی مجھکو عمارت عجیب / وہی تھا حقیقت میں قصرِ حبیب
نظر آیا پیشِ مکاں ایک پیر / کہا یار کو یہہ کہ ماہِ منیر
یہ ہی کون جو ساتھہ آیا یہاں / اسے کس لئے ساتھہ لایا یہاں
طرحدار نے عرض کی اے پدر / کیئے قتل میں نے بہت سے بشر
اسے قتل کرنا نہ دشوار تھا / یہ خود زندگانی سے بیزار تھا
جو پایا بہت دل کا تھوڑا اسے / خدا کے لئے ہمنے چھوڑا اسے
نہ ڈہونڈا ہے جوڑی کی خاطر اسے / لیا ساتھہ گھوڑے کی خاطر اسے
دلیروں میں یہہ تھا بڑا نیکنام / شجاعت سے میری ہوئے ہے غلام
یہ سنتے ہی بولا نہ پہر پیر کچھہ / نہ غصہ کیا کچھہ نہ تقریر کچھہ
گدا نے تردد یہہ دلمیں کیا / کہ کیوں نام جوڑے کا اسنے لیا
یہ سمجھا عبث یہہ نہ تقریر ہے / یہ لڑکا نہیں دختر پیر ہے
زیادہ ہوئی پہر تو غیرت مجھے / خوشی تہی کبھی گاہ حیرت مجھے

تعشقِ صنم کا اثر کر گیا — جو پہلے تھا بسمل تو اب مر گیا

گیا ایکدن پیر گھر سے کہیں — محل میں اکیلی رہی مہ جبیں

مجھے تھا طرحدار کا انتظار — نظر تھی درِ یار پر بار بار

وہ آیا مرے پاس اک ناز سے — مگر رنج ظاہر تھا انداز سے

عیاں صورتِ فکر رخسار سے — رواں اشک چشمِ طرحدار سے

مری پاس بیٹھی عجب طور سے — کوئی بات سوجھی مگر غور سے

گدا نے کہا حال کیوں غیر ہے — کوئی شر تو ظاہر نہیں خیر ہے

پکاری کہ اعمال پر ہے نظر — زمانہ کے کچھ حال پر ہے نظر

ہزاروں جوان جسنے بیجان کیے — کہاں خیر دُنیا میں اسکے لئے

جو کی میں نے اپنے ستم پر نظر — ہوا خوف دلمیں اسے دیکھکر

غرض ظلم سے میری جو جو ہوئے — مری خواب میں وہ وہ سب ہوئے

کیا ہے جو دل نے کسیکا برا — یہ سمجھو ہوا بس اسیکا برا

نہ جانو مری بات کو تم ہنسی — یہ جانو کہ میں ہی بلا میں پھنسی

برادر پدر کا نہیں کچھ الم — کئے ہیں انہونے ہزاروں ستم

عیاں مجھپہ ہے ماجرائی ستم — ملیگی ہمیں پر سزائے ستم

نظر ہے زمانہ کے اب رنگ پر — رہا کون یاں ایک ہی ڈھنگ پر

سنا تھا حقِ عدالت یہی — رہیگی ہماری نہ حالت یہی

زیادہ مجھے ہے تمہارا خیال ہوئی واسطے میرے تم پائمال
مری ہر گھڑی ہے اسی پر نظر نہووے یہاں اب کسی پر نظر
پچھوڑوں تمہیں یاں اسیطور سے کروں شاد تمکو کسیطور سے
رعایت تمہاری تو منظور ہے مگر دل زمانہ سے مجبور ہے
ہمیں آہ ہے جستجوئے وصال یہ ظالم ہے ہر دم عدوئے وصال
سوا ہجر کے اور پیارا نہیں ملیں دو یہ ہرگز گوارا نہیں
گزر ہے کہاں کوئے دلدار میں کبھی کوہ پر ہے کبھی غار میں
کوئی قیس ہے یاں کہ فرہاد ہے ہر اک اسکے ہاتہونسے برباد ہے
یہ رکھتا ہی ہر دم یونہیں گشت میں ہوا کوہ پر خاک یا دشت میں
کسے آہ رکھتا ہی آرام سے یہ جلتا ہی راحت کے بھی نام سے
جو معشوق عاشق کی ہو کچھ حیات نہیں جیتے جی ہجر سے پھر نجات
یہ باتیں ہیں ساری کہاں پر وصال کہ مرنا ہے پیارے یہاں پر وصال
گدا نے سنا اسطرح جب سخن زیادہ ہوا دلپہ رنج و محن
فصیح زباں تہا نہ چپکا رہا تسلّی کو معشوق کی یہہ کہا
مری جاں کدہر ہی تمہارا خیال ہوا ہے تو تم ہی سارا خیال
ہزاروں ہیں دنیا میں صاحب نصیب ہوا ہے جنہیں یاں وصال حبیب
صنم نے کہا کوئی ہوگا کہیں مگر ایسے ہم آپ دونو نہیں

عیاں آج کی رات ہے یہ بات
کہ کل اور باقی ہے روز حیات

بہ مجھے خواب صورت دکھاتی نہیں
یہ ہے خوف اب نیند آتی نہیں

ذرا دیکھو گردش دور تم
چلو اب یہاں سے کہیں اور تم

یہ دم جب تلک ہے ترے ساتھ ہے
تمہارا بھی دامن مرا ہاتھ ہے

کریں ترک دنیا کو ہمت کریں
کسی جا پہ جا کر عبادت کریں

گدا نے کہا سن کے اے ماہرو
تمہاری بھی معقول یہہ گفتگو

مگر ایک تو دختر پیر ہے
جہاں میں عیاں تیری شمشیر ہے

رُکا ہاتھ تو سے نہ پیاری ترا
ہزاروں پہ بھی باپ بھاری ترا

زیادہ کہیں اور کیا آپ سے
اماں کسطرح ہو ترے باپ سے

صنم نے کہا یہہ نہیں بات کچھ
قضا ہے کہیں پیر کے ہاتھ کچھ

بچائے جسے خالق بحر و بر
اُسے مار سکتا ہے کوئی بشر

جو ایسے ارادہ پہ آئے قضا
تو ہم شوق سے ہوں فدائے قضا

یہ کہکر سواری کے گھوڑے لیے
زر و لعل و گوہر کے توڑے لیے

کہیں کسطرح یہہ کدہر ہم چلے
بتایا قضا نے جدہر ہم چلے

دو فرسنگ پہنچے پری و گدا
سُم اسپ کی جو سنی اک ندا

کہا نازنیں نے کہ بھی کچھ خبر
وہ آتا ہے بابا مرا اسپ پر

خبر دو کہاں ہے اب اس بات سے تو
کہ بابا تمہارا ہے کس بات پہ

پری نے کہا ہیں یہ ایسے قدم | اُسی کے ہوں گہوڑے کے جیسے قدم
کہا پہر خبردار آئی قضا | ہمارے لیئے اسکو لائی قضا
یہ کہتے ہی گہوڑے سے اُتری شتاب | حوالے کیا پہر اپنا عقاب
کہا اب نہ کچہہ بات فرمائیو | اسیطور گہوڑے کو لے جائیو
کہا مُنہ سے اتنا غضب کر گئی | کہ گہوڑے سے شاخِ شجر پر گئی
گدا سے کہا پہر کہ اے بیقرار | جو آگے بڑہو کیجیو انتظار
لیئے دو ہی تیر و کماں ہاتہہ میں | کہ شاخوں میں چہپکر لگی گہات میں
بڑہا ایک فرسنگ آگے گدا | سُمِ اسپ کی کچہہ نہ آئی صدا
گدا نے نہ آگے قدم پہر دہرا | جو کہٹکا مٹا کچہہ تو ٹہیرا ذرا
برادر کا اسکے کروں کیا بیاں | ادہر کو برنگِ صبا تہا رواں
کہاں دیکہتا تہا ادہر اور ادہر | نظر تہی نشانِ سُمِ اسپ پر
وہ چلنے میں گو حد سے باہر ہوا | نہ کچہہ تیر کی زد سے باہر ہوا
نہ کچہہ بہی ہوا رحم ہمشیر سے | گرایا برادر کو اک تیر سے
گدا ابہی نہ موقع سے کچہہ دور تہا | یہ سب دیکہکر حال مسرور تہا
ہٹا پیچہے دیکہا رخِ یار کو | خوشی سے کیا پیش رہوار کو
چڑہایا تو گہوڑے پہ اس ناز سے | بڑہے دونو رستہ پہ انداز سے
چلے تہے زیادہ نہ دونو سوار | سنی پہر صدائے سُمِ راہوار

کہا سن کے آواز ٹھہیرو ذرا کہ آتا ہے بھائی مرا دوسرا
یہ سنکر صنم نے وہی ڈھب کیا جو پہلے کیا تھا وہی اب کیا
الگ ہوگیا اسپ سے دلربا حوالہ کیا میرے پھر باد پا
چڑھی وہ پکڑتے ہی شاخِ شجر اُوڑا لیکے گھوڑے کو مثلِ شرر
جو آیا نظر بھائی ہمشیر کو تو چھوڑا کماں سے وہیں تیر کو
جو گوشہ سے گوشہ ذرا ملگیا تو پہلے سے جھٹ دوسرا ملگیا
مقدر سے یہ بہی تو شانہ ہوا نہ ٹھہیرا عدم کو روانہ ہوا
غرض لاش کو جھاڑ میں ڈالکر بڑہے آگے سر سے بلا ٹالکر
نہ پہنچے تھے منزل تلک ہم غریب بلا ایک کھانے کو پہونچی قریب
کہا ماہرو نے خبردار ہو پدر میرا آیا ہے ہوشیار ہو
ہوئی اسگھڑی وہ تو دونو ہلاک ہمارا کریگا جگر چاک چاک
تن وجانکو اب نہیں ہو اماں میں سہراب یہ رستم داستاں
کریگا تو کیا اُسنے اے نیکذات بتاتی ہوں تجکو مگر ایک بات
سرِ راہ ہے وہ جو قبرِ کہن چھپاتی ہوں اپنا اسمیں بدن
جما جلد مٹی کو اس طور پر پڑا اپنی لحد ہووے جسطور پر
حفاظت سے خالی نہ مدفن رہے نظر کے لیئے ایک روزن رہے
پری نے گزر قبر میں جب کیا گدا کو ہوا حکم جو سب کیا

چھپا قبر میں جب تنِ مہ لقا — بہت جلد گھوڑے کو لیکر اڑا

کہاں دیکھتا تھا کہیں مہر و ماہ — سُمِ اسپ پر بھی ہر اک دم نگاہ

لحد کو ادھر پٹھہ دیکر چلا — نہ پھر قبر سے جان لیکر چلا

اُٹھی قبر سے جلد رشکِ قمر — لگایا وہیں تیر اک پشت پر

لگا پُشت پر تیر اس زور سے — کہ رُستم نے کی آفریں گور سے

گرا پھر تو رہوار سے خاک پر — ہُوا ٹکڑے تلوار سے خاک پر

صدا دی گدا کو کہ اے دلفگار — بہت جلد لا اس طرف راہوار

اِشارہ کو اسکے گدا پا گیا — فقط حکم کی دیر تھی آگیا

غرض باہرو کو گرا کر سوار — ہُوا اپنے گھوڑے پہ آکر سوار

روانہ ہوئی جب وہ رشکِ قمر — لگی دل سے کہنے گیا اب خطر

یہ کہتے ہی دِلدار رونے لگا — لگا پٹنے جان کھونے لگا

کہا میں نے پہلے ہُوئی شادماں — سبب کیا ہے رونے کا اے ہیریجاں

لگا کہنے غصہ سے اے بے خبر — کیئے قتل میں نے برادر پدر

تو کیا محفلِ جشن برپا کروں — انہیں میں نہ رُوؤں تو پھر کیا کروں

اِسی بات پر آج کر لے تمیز — نہ تھا ان سی دنیا میں کوئی عزیز

سجا تھا انہیں قتل کرنا مرا — مناسب تھا دنیا میں مرنا مرا

ہُوئی جب وہ دشمن مری جان کی — کیا قتل میں نے انہیں جان کے

پدر دخت کے ہاتھ سے جب مرے
کہو کوئی امید کس سے کرے

برادر پدر میرے لیل و نہار
جو کھیلا کئے آدمی کا شکار

اُنہیں بھی تو ملتی کہیں سے سزا
دلائی خدا نے ہمیں سے سزا

گراتا ہی غیر ونکو جو تیر سے
وہ کٹتا ہے خود اپنی شمشیر سے

کریگا کسی پر اگر ایک وار
تو یاں وار ہونگے اُسپر ہزار

زیادہ تھے انکے خطا و گناہ
مرے ہاتھ سے جو ہوئے ہیں تباہ

ہوئے مجھ سے ظلم و ستم جو یہاں
مجھے بھی اماں موت سے اب کہاں

مجھے بھی ہے اپنے ستم سے ہراس
نہیں اب تلک میرے قایم حواس

کئے ظلم مینے جو مخلوق پر
مجھے سر بسر آرہے ہیں نظر

جو ظالم ہو اوس سے کنارہ کرو
ہماری جدائی گوارا کرو

یہی ہے نصیحت تمہارے لیئے
پڑو مت بلا میں ہمارے لیئے

یہی آرزو ہے نہ یوہیں مروں
کہ بستی میں پہنچوں تو توبہ کروں

چلے راہ میں جان کھوتے ہوئے
گئے ایک منزل پہ روتے ہوئے

پکارا یہ منزل پہ مجھ سے صنم
کہ آگے تو بڑھتے نہیں اب قدم

گدا نے کہا پیار سے ای حبیب
وہاں پر چلو شہر ہے جو قریب

کہا یار نے مجھ سے با صد فغاں
ٹھہرنے کو جی چاہتا ہے یہاں

ملے موت سے ہمکو فرصت اگر
تو بستی میں پہونچینگے وقت سحر

جو دلسے ہو سو فوت غم باپ کا — تو مقصود حاصل ہو پھر آپکا

یہی ہے جہاں میں ہماری مراد — کریں آپ سے عقد ہم شاد شاد

ہوا یہہ جو منہ سے صنم کے عیاں — خوشی کا کروں اپنی کیونکر بیاں

ہوا مست ایسا سخن سے گدا — کہ باہر ہوا پیرہن سے گدا

زیادہ مجھے شادماں دیکھکر — لگی اسطرح کہنے رشک قمر

جو ہو شاد دنیا میں عاقل نہیں — زیادہ کوئی تم سے غافل نہیں

خوشی کا یہاں کونسا ہے محل — بہت دور ہے آج کے دن سے کل

کہ شاید یہہ بیمار اچھا نہو — خدا جانے کل مجھکو ہو یا نہو

کوئی بات ہمسے نہ پل کی کہو — کہو آج کی تم نہ کل کی کہو

گدا نے سُنے پاس کے جب سخن — گیا بہول دو بات میں سب سخن

گیا روز باتوں میں یوہیں گزر — کیا پہر تو بستر بزیر شجر

ہوئی شب تو بولی نہ غافل رہو — کہ پہرا یہاں کون دیگا کہو

کہا میں نے آرام میں آپ ہوں — فدا آپ پر میرے ماں باپ ہوں

کرو خواب کیا فکر کا ہے مقام — تمہاری کریگا حفاظت غلام

سُلا کر غرض یار کو پیشتر — لگا گشت کرنے ادہر اور ادہر

گدا گرد پہر کر ہوا باغ باغ — نظر آئے روشن مجھے دو چراغ

کہا دل سے رستم ہوا گیو ہو — کوئی ہو غرض جن ہو یا دیو ہو

کہاں ڈال سکتا ہے سایہ کوئی / سمجھ لونگا گر پاس آیا کوئی
اُٹھانے نہ پایا تھا تیر و کماں / کہ اتنے میں کھولی ہوئی وہ دہاں
قدم تک مرے یار کے آ گیا / بڑھا کچھہ تو پھر پاؤنکو کھا گیا
کھلی آنکھہ اتنے میں دلدار کی / کہا اے خبر یار اَب یار کی
نظر آیا وہ ہی جو ہمنے کہا / مجھے کھانے آیا ہے یہ اژدہا
بچانا ہو میرا جو مدِ نظر / اِسے دُم کی جانب سے تو قتل کر
ہوا اِسطرح مجھکو خوف و خطر / پڑا تھا میرا نہ شمشیر پر
یہ دیکھا تو دِلدار نے یہہ کہا / نہ تونے کیا کچھہ بھی چُپکا رہا
مجھے دے بہت جلد شمشیر کو / ذرا دیکھہ لی میری تدبیر کو
جو ہو تیغ چھاتی پہ تدبیر سے / کٹے حلق اژدر کا شمشیر سے
نہ میں سانس بھی لے سکا خوف سے / نہ تلوار بھی دے سکا خوف سے
کہا یار نے کیا تمہاری خطا / گُناہوں کی اپنی ہے ساری خطا
مِری حال کو دیکھکر غور سے / حذر کیجیو ظلم اور جور سے
یہ دَم ہے بھروسہ کسیکا نہیں / زمانہ میں کوئی کسیکا نہیں
یہ کہکر زباں اُسکی تُتلا گئی / شکم تک سے اژدہا کھا گئی
بیابانیں ویسے ہی بس چھوڑکر / چلا آیا بستی میں مُنہ موڑکر
گدا نے یہاں تک کہی داستاں / یہ کہکر ہوا سوئے صحرا رواں

کہی آپ یہہ داستاں حور نے | کیا اسطرح سے بیاں حور نے
نہیں جھوٹ کہنے کا مجھکو مرض | یہی ہے مری اس بیاں سے غرض
جو ہو کام اچھا نہ وقفہ کرے | جو کرنا ہو کل آج توبہ کرے
ہوئی اس بیاں سے سبھی بیقرار | کنیزیں بھی تائب ہوئیں لکیبار
بندھا دخترِ راہزن کا خیال | خزاں میں ہے اجڑی چمن کا خیال
اثر ہو گیا کچھہ دلِ زار پر | کہی لعن دنیائے غدّار پر
بیانِ گدا سے ہوئی اشکبار | گرے آنکھہ سے گوہرِ آبدار

شاہزادی کا طریقۂ محبت و یادِ خدا کو دریافت فرمانا عقیلہ کا اہلِ دنیا کی غفلت و ملک و مال کی برائی عیال و اطفال کی بیوفائی تن پروری کی مذمت چند نقلوں میں بیاں کر کے سمجھانا

نصیبوں سے غمخوار ساقی ہوا | سبب یہہ بھی اک اتفاقی ہوا
خدا کے کرم پر ہے یہہ اعتقاد | ملے ساغر آب حسبِ مراد
نہ ہو نقل میں بات کوئی فضول | سخن ترکِ دنیا کا ہووے قبول
سخن صاف ہو مکر کی جڑ نہ ہو | بہکنے کو مجذوب کی بڑ نہ ہو

زمانہ نے معتقد بات کا ‌ ‌ سخن پر گماں ہو کرامات کا

عقیلہ سے کہنے لگی حور یہ ‌ ‌ مرے دلکو ہے آج منظور یہ

جہاں کی ہوا و ہوس دور ہو ‌ ‌ ریاضِ عبادت ہوا ور حور ہو

رہو گی ہمیشہ نہیں اوج پر ‌ ‌ کہ دریائے فانی ہے اک موج پر

نہیں ہم کسی روز سیلاب میں ‌ ‌ کنارہ یہ دریا کے ہیں خواب میں

کہ جائے یوہیں جان ایسا نہو ‌ ‌ گنا ہوں سے ساماں ایسا نہو

بسر ہو عبث زندگانی مری ‌ ‌ گدا کا ہو قصہ کہانی مری

کوئی بات ایسی کہو راہ کی ‌ ‌ محبت بڑھے جس سے اللہ کی

کھلے سلسلہ اور عبرت بڑھے ‌ ‌ خدائے جہاں کی محبت بڑھے

کسیکی نہ دلمیں محبت رہے ‌ ‌ تماشائی دنیا سے نفرت رہے

بڑھے ہر گھڑی روز حیرت مجھے ‌ ‌ کہ آئی بگانوں سے غیرت مجھے

عقیلہ نے سنکر کیا یہ بیاں ‌ ‌ تجھے شاد رکھے خدائے جہاں

بڑی کی عنایت ہوا خواہ پر ‌ ‌ خدا یوہیں رکھے تمہیں راہ پر

جواں کوئی رستہ سے چلتا نہیں ‌ ‌ جو گرتا بھی ہے یہ سنبھلتا نہیں

جوانی میں عیش و طرب ہے پسند ‌ ‌ نصیحت جوانونکو کب ہے پسند

جوانونکو کب ہے اجل کی خبر ‌ ‌ کہاں آج رکھتے ہیں کل کی خبر



خدا جلد لایا تمہیں راہ پر ‌ ‌ جوانی میں بابا تمہیں راہ پر

سنیں آج جب آپ انصاف سے ... کہیں ہم نہ کیوں سینہ صاف سے

ملا ہے محل آج فریاد کا ؛ ... یہی وقت ہے داد بیداد کا

کہا پھر عقیلہ نے اک طور سے ... سنو عرض بی بی مری غور سے

یہی عرض لونڈی کی ہے صاف صاف ... جو ترکِ ادب ہو خطا ہو معاف

خدا پاک کا عشق آسان نہیں ... کرو غور دانا ہو نادان نہیں

خدا کی محبت کہیں کھیل ہے ... یہ لڑکوں کا پیاری نہیں کھیل ہے

اگر کوئی مرنے سے پہلے مرے ... خدا پاک کی پھر محبت کرے

کرے دور سب کچھہ خدا سے ملے ... آسیکا ہو جب کچھہ خدا سے ملے

ہمیشہ ہیں آنکھیں ادھر اور ادھر ... گھڑی میں ہے سو پر ہماری نظر

کرے کب کسی سے کنارہ خیال ... رہے سو جگہہ پر ہمارا خیال

تصور کہیں چشم تر ہے کہیں ... کہیں رخ کہیں دل نظر ہے کہیں

خیال و دل و چشم یکسو نہیں ... کریں منہ خدا کیطرف رو نہیں

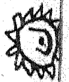
ہو جب تعشق ہمیں غیر کا ... بڑہا شر گہٹا سلسلہ خیر کا

خدا تک کہاں پھر رسائی ہوئی ... دوئی تو ہے دلمیں سمائی ہوئی

سمجھنے کی ہے بات مشکل نہیں ... کہیں ایک سینہ میں دو دل نہیں

کہیں ایک رخ پر دہان دو نہوں ... کہیں ایک منہ میں زبان دو نہوں

جدا ایک سے ایک گو رنگ ہو ... قرینہ یہ ہو ایک جو رنگ ہو



یہ ممکن نہیں ہی اگر فرد ہو ۔ وہی ایکدم سرخ ہو تو زرد ہو

کروں دل کے دو دل ہی چھاتی نہیں ۔ دو رنگی محبت میں بھاتی نہیں

صنم کی جسے اب محبت ہوئی ۔ خدا کی اُسے کب محبت ہوئی

بنے ہیں جو ابلیس کے کاب و گرگ ۔ وہ سمجھیں گے آدم کو کیونکر بزرگ

جسے آج فرعون سی چاہ ہے ۔ اُسے کوہِ موسیٰ میں کب راہ ہے

کوئی بولہب کا اگر یار ہو ۔ محمد کا کیونکر مددگار ہو

محبت جسے کفر و اصنام کی ۔ اُسے کیا خبر دین و اسلام کی

جھکا ہے جو دیرِ صنم کیطرف ۔ کہاں آنکھ اُسکی حرم کیطرف

ہوئی جسکی دنیا کے اوپر نگاہ ۔ کہاں اُسکی عقبیٰ کے اوپر نگاہ

ہوا جو شریکِ یزیدِ پلید ۔ ہوا کب رفیقِ حسینِ شہید

اگر حاکمِ شام کا دم بھرے ۔ شہِ کربلا کا کہاں غم کرے

نگاہ و رخ و چشم و وہم و خیال ۔ جو ہوں ایکدم دو طرف یہ محال

چلے ایک پاؤں نہ دو راہ پر ۔ رہی ایک کب تہہ دو چاہ پر

بشر لاکھ ساعت میں صنعت کرے ۔ نہ یہ ایک دل دو کی الفت کرے

کسی چیز کی جب نہ الفت کرے ۔ تو اللہ کی پھر محبت کرے

کسیکو خدا سے نہ پیارا کرے ۔ بہی خشک تر سے کنارہ کرے

نہ ایا کبھی مرد و زن سی ہوا ۔ ہوا بھی تو اک تن سے ہوا

زمین و زن و مال و جان و پسر
انہیں پانچ چیزوں پہ عشق ہیں بشر

خدا کی محبت کا جب دم بھرے
کہ ان سب کو خالق پہ صدقہ کرے

کسی اور نے اس طرح کب کیا
کیا بھی تو شبیرؑ نے سب کیا

سمجھکر اُسے ایک طاعت کرے
عبادت سے عشق و محبت کرے

خدا کی نہ طاعت سے آزاد ہو
بجا لائے جو کچھ کہ ارشاد ہو

ہدایت یہہ ہے سبکو غفار کی
محبت کرو آل اطہار کی

نہ پروا کرے دولت و مال کی
دل و جاں سے الفت کرے آل کی

کہا شاہزادی نے اے ماہرو
بجا ہے یہ سب آپ کی گفتگو

حقیقت ہے سب پر عیاں آل کی
محبت نہیں کسکو یاں آل کی

محبت سے ان کی الگ کون ہے
جو ہے کوئی ایسا وہ فرعون ہے

کہا پھر عقیلہ نے اے خوش نژاد
محبت سے ہے آپ کی کیا مراد

جو صدقہ کرو جان وہ دل نہیں
کرو اب جو خدمت یہ ممکن نہیں

کہو گر کہ فرزندِ احمدؐ ہیں یہہ
تو ذی رتبہ آلِ محمدؐ ہیں یہہ

نہ اسکا کسیکو بھی انکار ہے
جو کافر ہیں انکو بھی اقرار ہے

مسلماں ہی افضل نہ سمجھا انہیں
کہ کافر بھی کہتا ہے اچھا انہیں

زبانی نہ الفت کا اظہار ہو
نہ یوں ہی محبت کا اقرار ہو

اطاعت کی خاطر ہو حکم رسولؐ
کرو آل کے حکم سارے قبول

عمل اُن پہ ہر ایک ساعت کرو
محبت یہی ہے اطاعت کرو

چلا جو کوئی آل کی راہ سے
ملا وہ محمد سے اللہ سے

نہ منزل پہ پہونچیں کسی راہ سے
خدا کو ملیں سب اسی راہ سے

جو کوئی شہ کربلا سے ملا
حسنؑ سے ملا مرتضٰی سے ملا

علیؑ سے ملا مصطفٰیؐ سے ملا
ملا جو نبیؐ سے خدا سے ملا

ملے لوگ دنیائے غدّار سے
الگ ہو گئے آلِ اطہار سے

یہ دھوکے کی ٹٹی ہے دنیا نہیں
یہاں اچھے سامان اصلا نہیں

یہ دنیا بھی ہے اک متاعِ غرور
کرو اس سے نفرت رہو دور دور

رسولِ خدا جس پہ لعنت کرے
جو دانا ہو کب اس سے رغبت کرے

کرے کوئی دنیا سے کیا اتفاق
رسولِ خدا نے اسے دی طلاق

زمین و زن و زر پہ جو غش رہے
وہی آلِ احمدؐ سے سرکش رہے

زمین و زن و زر کے مارے ہوئے
رہِ دیں سے اکثر کنارے ہوئے

ہوا یاں جو تن پرورں کا خیال
رہا کب خیالِ حرام و حلال

جو سامانِ اولاد پر کی نگاہ
ہوئے ایک دن وہ سپید و سیاہ

زمانہ کی چیزوں سے نفرت کرو
سنو حال لوگوں کا عبرت کرو

ہٹا دل جو دنیا کی ہر چیز سے
تو عقبیٰ کو جانو گے تمیز سے

بتوں سے اگر آپ نفرت کریں
تو جی سے خدا کی محبت کریں

موے واسطے جنکے اہل جہاں — سنو بیوفائی کا اُنکے بیاں

اسیواسطے ہے یہ سب داستاں — حقیقت ہو دُنیا کی تجہپر عیاں

بشر کا ہوا حال معلوم یہہ — ہوا آرزو سے جو محروم یہہ

بجز رب کرے جو کسیکو پیار — تو وہ ہی کرے اُسسے آخر کنار

مذمت اہل سلطنت

پلادے اگر ساقیا کچہہ شراب — کروں ایک ظالم کی مٹی خراب

نہ ایسی ہی چھوڑوں خراباتمیں — کہ پہنچاؤں دوزخ تلک بات میں

ہمیں چین ہوئے اوسے درد ہو — جلے وہ جہنم ہیں دل سرد ہو

جہنم میں ہووے ستمگر کباب — مجہے اجر سو لاکہہ تجہکو ثواب

یہ ہے دشمن حق عدو آل کا — حقیقت میں شیطاں کا ھو بالکا

کرے جسکو رب جہاں بادشاہ — رہے اُسکی حکم خدا پر نگاہ

شراب حکومت سے بالائی تخت — سنبہلتا ہے سو میں کوئی نیکبخت

کرے کون رحم و کرم تخت پہ — سماتے ہیں دلمیں ستم تخت پہ

کہاں تخت پر صاحب درد ہو — اگر ہو تو فرعون و شداد ہو

کہاں تخت پر کام اچھا کرے — کرے جب خدائی کا دعوی کرے

جو انساں ہو غول بیاباں بنے — بنے دیو جن بہوت شیطاں بنے

جفا کار مکار غدار ہو — شرابی ہو زانی ہو خونخوار ہو

درندہ بنے ہو بہو تخت پر — پئے نیک و بد کا ہو تخت پر

ہوئی شاہ کو جب ہوائے شکار — تو پھر آدمی ہی بجائے شکار

جو ظلم و ستم سے بھی فرصت ہوئی — بتوں سے وہیں گرم صحبت ہوئی

کسیکا نہ درد و مصیبت سنے — سنے بھی تو نیکوں کی غیبت سنے

خوشی سے جہاں کی مذمت سنے — بڑے شوق سے اپنی مدحت سنے

اگر کچھ بتوں سے فراغت ہوئی — نہ پھر گرم بزم عدالت ہوئی

کبھی گنجفہ گاہ شطرنج ہے — جو چوسر ہے اسمیں شش و پنج ہے

بلا ملک و دولت تمہیں تخت سے — مجھے خوف ہی تاج اور تخت سے

تجھے کوئی دیکھے دعا یہ کرے — رہے خیر سے تو خدا یہ کرے

یہی دل یہی چشم و نیت رہے — تجھے تخت پر آدمیت رہے

سر تخت بیٹھو عدالت کرو — زمیں پر رہو جب عبادت کرو

نہ اتنا ہی کہکر کنارا کرو — بیاں حال ظالم کا سارا کرو

سنیں حال جب آپ عبرت کریں — کہ تخت و حکومت سے نفرت کریں

ہوئی ذبح زینب حسین شہید — ہوا شاد دلمیں نہایت یزید لعین

ہوا خوش تباہی سے سادات کی — قساوت بڑھی اور بدذات کی

گناہوں سے دل ہو گیا سب سیاہ — کرے روز کیونکر نہ بڑھکر گناہ

پھرا جب ستمگار اللہ سے — تو پھیرا اسے ظلم نے راہ سے

زنا، سود و اغلام جایز کیے | بُرے جتنے تھے کام جایز کیے
ڈرا کچھہ نہ خالق سی خانہ خراب | دیا عہد میں اپنے حکم شراب
بنے آہ پیرِ مغاں جب یزید | کریں مے پرستی نہ کیونکر مُرید
بنا شامیوں کا جو ظالم امام | برابر ہوئے پھر حلال و حرام
کرے جب یہہ باتیں خلیفہ ضلال | ہوئی پھر تو دنیائی جیفہ حلال
نکالا یہ سب سے عجائب نکاح | کیا عقد بھائی بہن کا مُباح
نہ چھوڑا کوئی کام بے پیر سے | کیا عقد بھائی کا ہمشیر سے
پھری پھر نظر کچھ جو مقہور کی | تباہی مدینہ کی منظور کی
ستمگر کی ہر دم یہی تھی نگاہ | کہ اہلِ مدینہ کو کیجے تباہ
روانہ کیا جب گروہِ کثیر | مدینہ میں پہنچی جو فوجِ شریر
زن و مرد پر ظلم بے حد کیا | کیا قتل لوٹا مقیّد کیا
زیادہ یہ خلقت کو صدمہ دیا | زنا فوج نے عورتوں سی کیا
کیا کچھہ نہ پاسِ رسولِ انام | کہ گھر اُمِّ سلمہ کا لوٹا تمام
فرشتے جہاں آئیں آداب سے | بھرا وہ مکاں لید و پیشاب سے
نبیؐ کی جو مسجد میں بدعت ہوئی | کئی دن تلک کب جماعت ہوئی
ہوئی پھر نہ واں تین دن تک نماز | جھکایا کسی نے نہ فرقِ نیاز
رہا تین دن تک غرض قتلِ عام | مدینہ کو لوٹا کیے اہلِ شام

قلم کو نہیں آہ تاب و تواں — کرے ظلم جو شامیوں کے بیاں
یہہ شہرِ بنی کی ستی داستاں — سنو خانۂ کبریا کا بیاں
گئی پھر جو مکّہ میں فوجِ یزید لعین — دکھائے زمانہ کو اوجِ یزید لعین
جو تہا کعبہ پاک رشکِ بہشت — وہاں پر گرائے بہت سنگ و خشت
ہوا آہ کعبہ پہ ظلم و ستم — گئے ٹوٹ بالکل ستونِ حرم
تسلّی ہوئی فوج کی جب ذرا — جو صحنِ حرم پتھروں سے بھرا
جلایا لباسِ حرم بھی تمام — لباس حرم سے پکایا طعام
گئی رہ نہ کعبہ رہا بے لباس — رہے اہلِ مکہ میانِ ہراس
ستم جب یہ حکمِ لعیں سے ہوا — اسی دن یزیدِ لعیں بھی موا
پڑا جلد اللہ کے قہر میں — موا شام کے وہ کسی شہر میں
رہا آہ تختِ خلافت کہاں — رہا لشکر و ملک و دولت کہاں
سوارونکا کب ساتھہ دستہ لیا — اکیلے جہنّم کا رستہ لیا
جہنّم میں سفیاں کا پوتا گیا — جوانی میں پیری کو روتا گیا
ہوا خواہ جتنے تھے سب ساتھہ ہیں — جو تھے ساتھہ دنیا میں اب ساتھہ ہیں
جو لشکر ہے حکمِ خلافت نہیں — جہنم میں گھر کی حکومت نہیں
جفا کار تھوڑے دنوں تک جیا — ستم اس زمانہ میں کیا کیا کیا
نہ دیکھی تھی منزل کڑی موت کی — کہ آخر ہتھی اک دن گھڑی موت کی

ہزاروں ہی سرکش زمیں پر رہے
زمیں پر مُوئے غش زمیں پر رہے

کسی نے کیا دل سے کارِ زمیں
الگ کر دیئے خارزارِ زمیں

کوئی عیش میں عمر کاٹا کیا
صفائی زمیں دور کاٹا کیا

بنایا زمیں کو ہر اک راہ سے
کیئے کھیت سرسبز بستو چاہ سے

کسی نے زمیں دل سے آباد کی
اسمیں فقط عُمر برباد کی

کسی نے زمیں پر چمن کر دیا
بیاباں کو رشکِ ختن کر دیا

کسی نے زمیں پر رواں نہر کی
کسی شہ نے ڈالی بنا شہر کی

کسی نے زمیں پر بنائے مکاں
دکھائے تماشائے قصرِ جناں

کسی نے زمیں پر فدا زر کیا
کسی نے تصدّق تن و سر کیا

کسی نے فرشتوں کو حیراں کیا
زمیں پر فدا دین و ایماں کیا

ہوئی سبز گلشن زمیں آنکھ میں
سمایا نہ ماہِ مُبیں آنکھ میں

اسی سے حسینوں کے شیدا ہوئے
کہ خاکِ زمیں سے یہ پیدا ہوئے

زمیں سے نہ تھا اور بہتر اُنہیں
بُتِ چیں زمیں میں کے تھے بہتر اُنہیں

نہ کی آہ دنیا میں دیں کی ہوس
دمِ مرگ تک تھی زمیں کی ہوس

زمیں پر نظر آئی جب سبز کشت
تو جانا یہی ہے بہارِ بہشت

نظر میں زمیں کے ہیں نہر و چمن
چمن خلد ہے نہر نہرِ لبن

وہ آبِ بقا ہے جو یاں آب ہے
نہ کم حوضِ کوثر سے تالاب ہے

خلا و تپی سے کنارہ کیا
زمیں سے نہ کچھہ اَور پیار کیا

سمائی نہ افسوس پیاری ہمیں
جو رکہتے کلیجہ میں ساری زمیں

نہ کی جنگ دُنیا میں دیں کے لیئے
لڑے آہ باہم زمیں کے لیئے

خدا پر مُوئے اَور نہ دیں پر موئے
زمیں کی تہے عاشق زمیں پر موئے

زمیں پر بنائے مکانِ خوبتر
مکانمیں لگائے چمن سرسبز

زمیں پر کیا دخل سَو راہ سے
کیا نہر سے سبز یا چاہ سے

مگر یہہ زمیں آہ کس کی ہوئی
اُسی کو لیا مُنہ میں جسکی ہوئی

زمیں کو سبھی اپنا کرتے رہے
زمیں پر دل وجاں سے مرتے رہے

زمیں نے نہ چھوڑا یہاں ایک کو
لیا آج بد کو تو کل نیک کو

زمیں سے نہ بس ساتھہ کچھہ لیگئے
زمیں کو ہی خاکِ بدن دیگئے

زمیں سے نہ ٹکرا قدم بھر لیا
زمیں نے ہی اپنا شکم بھر لیا

نہ صحنِ مکان و چمن میں رہا
بدن بھی زمیں کے دہن میں رہا

بس اب ساتھہ اُنکے نہیں ہے زمیں
یہیں ملک ہے اور یہیں ہے زمیں

خدا کو خبر ہے کہاں چھپ گئے
چھپے پہلو وہ پھر نشاں چھپ گئے

زمیں نے نہ اُنکے بتائے نشاں
بدن کیطرح سب چھپائے نشاں

بتائے نہ قصر و چمن کی طرح
نشاں بھی چھپائے بدن کیطرح

ہمیشہ سے چرخِ جفا کار ہیہ
ہے نام و نشاں سے ہی بیزار ہیہ

مٹاتا ہی پاتا ہے جسکا نشاں — یہاں نام کسکا ہی کسکا نشاں
تہِ خاک قیصر ہے فغفور ہے — اسی میں ہی جو شخص مشہور ہے
کہیں ہی سکندر سلیماں کہیں — کہیں زال و رستم ہی لقماں کہیں
پہ جیسا لا کہہ اہلِ شاں کے نشاں — دلا ڈھونڈتا ہی کہاں کی نشاں
یہ ہی نقل اک گوہرِ بے بہا — کسی نی یہ عبد الملک سے کہا
کہ مجھکو ہوا ہے عجب اتفاق — کروں تجھپہ ظاہر یہ ہی اشتیاق
جو کوفہ میں دار الامارت ہے یہہ — کہ جسکی طرف اب اشارت ہے یہ
اسی میں تہا موجود ابنِ زیاد — ستم سی تہا خوشنود ابنِ زیاد
اسی گہر میں ظالم کے پیشِ نظر — سرِ شہرِ دین تہا اک ڈہال پر
تفاوت بیائیں نہیں ہی ذرا — یہیں پر نظر آیا یہہ ماجرا
سرِ ابنِ مرجانہ اک طشت پر — نظر میں تہا مختار کے سر بسر
پہری جب گہڑی پہر ہوا جہاں — تو دیکہا ہے مختار کا سر یہاں
لبِ فرشِ مصعب کے ہی سامنے — طلسمِ جہاں سب کے ہی سامنے
بس آگے یہ مصعب کی ہی گفتگو — کہ سر اسکا دیکہا ترے روبرو
سنا جب یہ عبد الملک نے بیاں — کہا خوف سے یہ کہ ربِّ جہاں
نہ سر پانچواں یاں دکہائے تجھے — نظر پہچلی صورت نہ آئے تجھے
نہ پہر کچھ خیالِ عمارت کیا — کہ مسمار دار الامارت کیا

سبھی اہلِ دنیا کی یہہ چال ہے
مگر اہلِ دیں کا جدا حال ہے

ہمیشہ کوئی چیز قایم نہیں
جہاں ایک صورت پہ دایم نہیں

ہزاروں ملک مالکِ تخت و تاج
ہزاروں طرحدار نازک مزاج

ہزاروں بہادرِ صف شکن
ہزاروں جوان زینتِ انجمن

ہزاروں ہنرمند صاحب کمال
ہوئے گردشِ چرخ سے پائمال

رہے وہ نہ انکے نشاں گھر رہے
فقط ٹھوکروں کے لیئے سر رہے

نہیں یہہ کہ بگڑے مکاں کیطرح
مٹے نام سب کے نشاں کیطرح

ذکرِ بے وفائی عوراتِ بدذات

جو ساقی زیارت تھی مشکل تری
ملی ہے نصیبوں سے محفل تری

پھرانا نہ محروم در سے مجھے
ملے جام پہلے سفر سے مجھے

نہ ہم نشہ میں کچھہ برائی کریں
بتونکی بیاں بیوفائی کریں

چڑھے ہیں یہ مدحت سے افلاک پر
گرائیں مذمت سے اب خاک پر

زمانہ سنے ہجو نفرت کرے
نہ کوئی بتوں کی محبت کرے

کریں کام الٹا یہہ ہٹ پر مریں
کریں جب بھلے کو برا یہہ کریں

چلیں کب زمانہ میں یہہ راہ سے
اگر چاہ آئے گریں چاہ سے

سلیماں کو چھوڑیں ملیں مور سے
فلک سے زمیں پر گریں زور سے

چلیں راہ بیناے دل توڑ کر
پڑیں غار میں تخت کو چھوڑ کر

نہ لیں پھول کو ہاتھہ میں پیار سے
چبھائیں جگر نشترِ خار سے

نہ ڈالیں نظر بلبلِ باغ پہ
کریں آنکھہ ہر دم رخِ زاغ پہ

نہ ہو خوانِ نعمت کی آنکھو ہوس
بنیں آپ بیت الخلا کی مگس

جسے چاہیں تا زو ادا سے ملیں
جدا شاہ سے ہوں گدا سے ملیں

نہ چھوئیں صنم کو جو سونا بنے
نہ کھیلیں اگر بت کھلونا بنے

نہ جاگیں جو کاکل شبِ قدر ہو
جبیں کو نہ دیکھیں اگر بدر ہو

جو ابرو ہلالِ مہِ عید ہو
وہ ہوں کور آنکھیں جنھیں دید ہو

جو سیدھا ہو قد دار سمجھیں اسے
جو عارض ہو گل خار سمجھیں اسے

کسی عضو کو ہم نہ بہتر کہیں
جو پتہ بھی لب ہو تو پتھر کہیں

جو کعبہ سے آئیں نہ لیں پاؤں کو
قدم پر جو رکھیں ملیں پاؤں کو

جو ہو سنگِ سود بھی مس ہاتھہ سے
نہ لیں آبِ زمزم کو بس ہاتھہ سے

زمانہ میں اک نقل مشہور ہے
سناؤں تجھے اب یہہ منظور ہے

کسی نے برہمن کو بخشا ثمر
کہا اس ثمر کا یہی ہے اثر

جو کھائے کوئی از رہِ اعتقاد
تو ہو عمر اُس کی جہاں میں زیاد

یہہ کا ہیکو پہل میں کرامات تھی
مگر امتحاں کے لیئے بات تھی

برہمن نے پایا ثمر جل دیا
کہا دیوتا نے عجب پہل دیا

کہا اپنی زوجہ سے وصفِ ثمر
کہا نصف کہاتا ہوں تمہیں بیشتر

جو باقی رہی نصف تو کہائیو
نہ دلمیں کوئی اور رشک لائیو

دلونمیں ہیگی نہ کوئی ہوس
جئیں گے جہانمیں ہزاروں برس

یہ سُنکر پکاری زنِ پارسا
بھلا ایسے جینے سے کیا فائدا

نہ ہووے مرض سے اِفاقہ کبھی
کبھی گھر میں کھانا بھی فاقہ کبھی

کبھی تو بھی فاقہ سے رُخسار زرد
غذا سے کیوقت سینہ میں درد

کبھی تو دلونمیں بھی فکرِ معاش
کبھی ہے مرض میں دوا کی تلاش

پھرے مانگتے بھیک بنکر گدا
کرینگے بھلا کیا یہہ جی کر سدا

یہاں پر ہے راجہ بڑا نیکنام
کہ بنتے ہیں جسّے خلایق کی کام

جو راجہ کو ہووے جہانمیں ثبات
تو بھی زیست اُسکی جہاں کی حیات

نہ دلمیں تردُّد کم و بیش کر
یہ راجہ کو تحفہ ابھی پیش کر

وہ دے زر کہ بخشے معافی تجھے
وُہی عمر بھر کو بھی کافی تجھے

برہمن نے جبدم سُنا یہہ سخن
کہا خوب کہتی ہے اے نیک زن

یہ سُنکر برہمن نہ ٹھہرا ذرا
گیا پاس راجہ کے مثلِ صبا

یہ کی عرض راجہ سے اے نامور
مرے ہاتھہ میں ہے عجب اک ثمر

ہُوا سبز یہہ آبِ ظلمات سے
یہ جانو ملا خضر کے ہاتھہ سے

عجب اک ثمر ہے یہہ بندہ نواز
جو کھاوے اسے عمر ہووے دراز

کہاں اس ثمر کے ہو لایق غریب یہ پہل خود بدولت کو ہو نصیب
پناہ خلایق تری ذات ہے جیئے تو ہمیشہ تو اک بات ہے
کہا جب برہمن نے اک راہ سے لیا پہل وہ راجہ نے سو چاہ سے
بڑی اسکو جاگیر دی زر دیا تونگر اسے آن میں کر دیا
ملی جس گہڑی دولت بیحساب گیا پاس رانی کی راجہ شتاب
دل و جاں سے رانی کا مشتاق تہا گہڑی کا اسی ہجر بھی شاق تہا
یہ راجہ کو رانی سے تہا اعتقاد کہ عاشق ہے مجہپر یہ مجہہ سے زیاد
کہا انہی رانی سے حال ثمر سنایا سراسر کمال ثمر
کہا وہ نہ تیر اجل کہائیگا جیئے گا ہمیشہ جو پہل کہائیگا
کہو تو دلو میں چہپائیں اسے ابھی آپ ہم دونو کہائیں اسے
پکاری یہ رانی کہ جان جہاں جیئے تو ہی جبتک ہے شان جہاں
خدا جانے دل اوڑ گیا ہے کہیں مرا آج جی کچہہ ٹہکانے نہیں
مرض کیطرف سے میں مجبور ہوں لہذا اطاعت سے معذور ہوں
یہ سنکر کہا پہل کو رکہو کہیں اسیوقت پر منحصر کچہہ نہیں
خوشی جب تمہاری ہو پہل کہائیو جو دل آج بیکل ہے کل کہائیو
یہ رانی سے کہکر بڑی پیار میں گیا آہ راجہ تو دربار میں
نہ پہر چین رانی کو دم بہر رہا بلا کر وہیں محتسب کو کہا

یہ راجہ تو لونڈی پہ قربان ہے — فدا محتسب پہ مری جان ہے
یہہ راجہ سے تیری لیے پھل لیا — چھلاوا نہی بات میں چھل لیا
سنا وصف پھل کا مزا آگیا — نہ تھے پاس تم دل یہہ گھبرا گیا
تمہیں خاک ہو اشتیاقِ ثمر — مجھی پر ہے ظاہر مذاقِ ثمر
لگی گو کہ اسکو ہوا موت کی — مگر یہہ ثمر ہے دوا موت کی
کہا محتسب نے کہ رشکِ قمر — شکم میں مرے درد ہے اسقدر
نہیں میرے موجود ہوش و حواس — مجھے اپنے مرنے کا ہے اب ہراس
غلام آپ کا آج مجبور ہے — جو زندہ رہا کل نہیں دور ہے
کہا خیر رہنے دو کل کہائیں گے — اگر ہے مقدر میں پھل کہائیں گے
یہیں چھوڑے جاتی ہوں یکھو ثمر — اسے پاس رکھیو مثالِ جگر
گئی آہ رانی بچا کر نگاہ — اور محتسب بھی چھپا کر نگاہ
سنو محتسب کا بیاں غور سے — تعشق تھا اسکو کسی اور سے
یہاں بات کرنا اسے شاق تھا — کہ وہ ایک رنڈی کا مشتاق تھا
گیا آہ رانی سے لیکر ثمر — ہوا شاد رنڈی کو دیکر ثمر
کہا محتسب نے کہ رشکِ قمر — شکم میں مرے درد ہے اسقدر
نہیں چاہتی تو ہی جانے مجھے — بہت پیار کرتی ہو رانی مجھے
مجھے پھل عنایت کیا اسلیے — کہ کہائے ثمر کو ہمیشہ جیے

نہ اب انتظاری دکہاؤ مجھے
یہ پھل آپ کہاؤ کہلاؤ مجھے

پکاری یہہ رنڈی کہ اے خیر خواہ
مبارک ہے تجھکو لونڈی کی چاہ

نہ یہ آپ کہنا کہ کچھہ ناز سے
طبیعت مری آج ناساز ہے

رہا چین دلکو اگر رات بہر
تو پھل کہائینگے دونو وقت سحر

نہ سمجھا کہ رنڈی بہت دور ہے
کہا سادہ پن سے کہ منظور ہے

الگ جب گھڑی ہو گیا کوتوال
ہوا اور رنڈی کے دلمیں خیال

زبانہ سے رنڈی کو عبرت ہوئی
سنا حال رانی کا حیرت ہوئی

نہ پہر گہر میں ٹہری کسی راہ سے
گئی پاس راجہ کے ستو چاہ سے

کھڑی ہو گئی پہر ادب سے الگ
کہا عرض کرنی ہے سب سے الگ

جو راجہ نے رنڈی کو پایا الگ
تو کچھہ سوچکر پہر بلایا الگ

کہا پہر یہہ راجے نے مطلب کہو
جو کہنا ہے تمکو ابھی سب کہو

کہا کیا کرے عرض لونڈی ذلیل
خلاف ادب ہے مری قال و قیل

یہ ناچار کہتی ہے یہہ بدنصیب
مرے پاس پھل ہے عجیب و غریب

کروں عرض کیا اور اے نیکذات
بڑہاتا ہے یہہ پھل جہاں میں حیات

مگر گو کہ یہہ تحفۂ غیب سے
جو بدکار کہائے اسے عیب ہے

جو کہایا اسے عیب پیشہ رہی
جہنم میں گویا ہمیشہ رہی

جیئے کچھہ وہی جو کہ مر کر جیئے
جیئے خاک جو عیب کر کر جیئے

گنہگار اس پہل کی شایق نہیں ‏ یہ نعمت تو لونڈی کی لائق نہیں

بلائی جہاں آپ سے دور ہو ‏ یہ نذرانہ لونڈی کا منظور ہو

نہیں گو ہمیشہ ثباتِ جہاں ‏ تری زندگی ہو حیاتِ جہاں

ہمیشہ رہے تو میانِ جہاں ‏ نہو تجھ سے خالی مکانِ جہاں

ترے فیض سے خلق دلشاد ہو ‏ رعیت خوشی ملک آباد ہو

اماں خلق پائے دعا یہ کرے ‏ جیئے تو ہمیشہ خدا یہ کرے

سنی آہ رنڈی کی جب گفتگو ‏ بہت خوش ہوا راجہ نیک خو

لیا پھر تو لونڈی سے پہل پھولکر ‏ کیا یاد رزّاق کو بھول کر

دیا شال رنڈی کو زیور دیا ‏ دیا ملک جاگیر میں زر دیا

محل میں گیا راجہ نامور ‏ کہا اپنی رانی سے اے سیمبر

ہوئی آج کل دل ترا شاد ہے ‏ ثمر کی بھی کچھ آپکو یاد ہے

جو منظور تھا پہل کھلاؤ ہمیں ‏ کہاں وہ ثمر ہے دکھاؤ ہمیں

پکاری یہ رانی ہوا ہے قصور ‏ وہ لونڈی نے پہل کھا لیا ہے حضور

پکارا یہ راجہ نہ اچھا کیا ‏ کیا خاک گر نوش تنہا کیا

غرض یہ تمہاری ہی ہم تو مریں ‏ کسی اور سے آپ عشرت کریں

وہ پہل آپنے محتسب کو دیا ‏ وہ پہل نذر رنڈی کی اسنے کیا

کیا نفس نے تجھکو خوار و ذلیل ‏ کہ رنڈی تھی تجھ سے تو نکلی بخیل

دغا آہ کی مجھ سے اس وصل پر — تبرا ہے تجھ پر تری اصل پر

کہا دیکھہ لے تو بھی اے بدسیر — کہ رنڈی نے بخشا ہے مجھکو ثمر

کہی بار جب آپ سکو دکھلا لیا — اسی جا پہ راجہ نے پہل کھا لیا

وہیں کر دیا ترک تاج و سریر — ہوا چھوڑ کر راج راجہ فقیر

سنائی ہے رانی کی یہ داستاں — سپاہی کی زوجہ کا ہے اب بیاں

نقل بے وفائی زوجۂ برہمن

عقیلہ یہ بولی بصد انکسار — کہ اے شاہزادی والا تبار

کیا ہے جب عورتوں کا بیاں — لکھی پچھلی پہلے پہل داستاں

اسیوقت ہر بات کا ہے محل — سناتی ہوں گزرا ہے جو آجکل

جو آگاہ اوروں کی ہو چال سے — تو تصدیق ماضی کی ہو حال سے

برہمن چلا کوئی لاہور سے — جو دیکھا اسے چور نے غور سے

یہ سمجھا کہ اسباب میں مال ہے — کہا ہم ہیں مالک یہ جنجال ہے

بنا پھر مسافر چلا ساتھ یہ — یہ مطلب کہ مارے کہیں ہاتھ یہ

یہ ہر چند عیار و مکار تھا — برہمن بھی رستہ میں ہشیار تھا

رہا گھات میں ساتھ یہ گھر تلک — مگر ہاتھ پہنچا نہ تھا زر تلک

برہمن نے در پر کیا کچھ قیام — کہا چور نے ہے یہ رخصت غلام

وہ بولا مرے ساتہہ آئیں جناب
جو کچہہ نوش کرلیں تو جائیں جناب

برہمن مکاں کے جو اندر گیا
تو پہر چور گہر میں برابر گیا

حفاظت سے اسباب کہا تمام
جو بیٹہا تو زوجہ سے مانگا طعام

مگر پہلے زوجہ نے صدقہ دیا
قدم دہوئے شوہر کے پانی پلا

تعجب ہوا چور کو دیکہہ کر
کہا دلمیں ایسی بہی ہیں اب بشر

تکلف سے کہانا دیا چور کو
کہ پہر آئی رخصی کیا چور کو

گیا چور گہر سے تو باہر چہپا
ہوئی شام ڈہوڑہی کے اندر چہپا

گیا تہا نہ ڈہوڑ میں روشن چراغ
کہ ہے دزد و زانی کا دشمن چراغ

تہکا تہا برہمن ادہر سو گیا
ادہر دزد بہی مطمئن ہو گیا

ابہی در کہلا تہا کوئی ناگہاں
جہاں دزد بیٹہا تہا آیا وہاں

مگر چور اسکو نہ آیا نظر
مکانمیں ادہر اور ادہر دیکہکر

برہمن کی عورت کہڑی تہی جہاں
تو اک سنگریزہ کو پہینکا وہاں

اشارہ کو پاکر وہ خانہ خراب
جہاں مرد بیٹہا تہا آئی شتاب

کہا آج آیا ہے شوہر مرا
بسا ایک مدت میں اب گہر مرا

زیادہ نہ لوگونمیں بدنام کر
کہیں اور تو آج آرام کر

اسے کل زیادہ پلا کر شراب
پیونگی ترے پاس آکر شراب

کہا یار نے یوں نہ لے یار کر
کہ شوہر کو اپنے ابہی مار کر

تسلّی سے آکر ملاقات کر
کرے قول پورا تو کچھہ بات کر

اگر قتل کرنیسے انکار ہے
نہ پھر آپسے کچھہ سروکار ہے

زیادہ نہیں آپسے پھر کلام
کروں عشق کو تیرے جھک کر سلام

یہ سُنتے ہی کہنے لگی نابکار
کروں تجھہ پہ قرباں شوہر ہزار

جو راضی ہے اسمیں یہہ اقرار کر
تو واقف ہوں دم میں اُسے مار کر

کہا یار نے ہاں رضامند ہوں
یہ خدمت کریں آپ خورسند ہوں

یہ کہکر گئی وہ میانِ مکاں
ہوا خوف سے مرد گھر کو رواں

کہا دلمیں اب غار تیار کر
اُسی میں دبا دے اُسے مار کر

گئے کھودنے غار کو بدشعار
تو پھر چور رونے لگا زار زار

یہ سوچا بچانے کی کچھہ راہ کر
جگاکر برہمن کو آگاہ کر

اسے پھر رہی تاب طاقت کہاں
گیا تھا برہمن کا بستر جہاں

جگایا اُسے چور نے خواب سے
جو اُٹھا تو بولا یہہ آداب سے

مسافر نہ تھا چور تھا یہہ غریب
رہا مال سے آپکے بے نصیب

سرِ شام ڈھوسی میں آکر چھپا
کہ حاصل کروں گوہرِ مدّعا

غرض تھی مجھے آپکے مال سے
کہ لوں مال شب کو کسی چال سے

نہیں ہوا ودھر عیش و عشرت نصیب
ادھر ہو مجھے مال و دولت نصیب

ڈرا تیری عورت کی ہیں چال سے
کنارہ ہوا اسلیئے مال سے

کیا اُسنے اقرار یہہ یار سے | کہ مارے تجھے آج تلوار سے
سُنا جب برہمن نے یہہ ماجرا | کیا پہلے کچھہ چور سے مشورا
اُسے پہر چہپر کھٹ کی نیچے کیا | دوپٹہ کے دامن کو مُنہ پر لیا
اُسیوقت عورت وہاں آگئی | جو لی ہاتھ میں تیغ گھبرا گئی
سنبہل کر جو چاہا کرے وار کو | لیا چہین شوہر نے تلوار کو
کیا دو اُسے ایک تلوار میں | چہپایا بدن کو اُسی غار میں
اُسیوقت حاکم نے پاکر خبر | برہمن کی لی جلد آکر خبر
لیا ہاتہہ سے چہین تلوار کو | کیا قید دم میں خطاوار کو
برہمن نے جب کچھہ اشارہ کیا | بیاں چور نے حال سارا کیا
جو حاکم نے کچھہ اور دیکھا حساب | برہمن کو شفقت سے چھوڑا شتاب
کروں ذکر رنڈیکا اب آپ سے | جو دیکھا ھی کہتی ہوں سب آپ سے

حکایت ایک رنڈی کی کہ جسنے ایک یار کو چھوڑا اور دوسرے سے سلسلہ جوڑا

حکایت سناتی ہوں اک یار سے | سُنا ھی جو کچھہ مینے اخبار سے
سُنا ھی یہی اک جوانِ حسین | ہوا ایک رنڈی پہ عاشق کہیں
موافق تہا ہر کار تقدیر سے | لیا عقد میں اُسکو تدبیر سے

رہی چار دن بھی نہ اک طور پر — کہ رنڈی وہ عاشق ہوئی اور پر
خیال محبّت زیادہ ہوا — نکلنے کا گھر سے ارادہ ہوا
یہی سوچ کرتی رہی ہر گھڑی — کہ شوہر کو ہے مجھ سے اُلفت بڑی
مجھے یار لیکر جہاں جائیگا — ہر اک ڈہب سے یہہ بھی وہاں جائیگا
بچیگا نہ پھر کوئی تدبیر سے — خبر لیگا دونو کی شمشیر سے
چلیں جیتے جی ہی کہ مر کر چلیں — تسلّی ہی شوہر کی کر کر چلیں
مرض تھا نہ رنڈی کو تقدیر سے — ہوئی آپ بیمار تدبیر سے
پکاری یہ شوہر کو ای دل حزیں — نہیں زندگی کا مجھے اب یقیں
ترقی پہ ہر دم ہی میرا مرض — رفاقت میں دو چار دن ہیں غرض
فقط دلمیں باقی ہی یہہ آرزو — بنے قبر پختہ مرے رُوبرو
جو ہو سنگ مرمر سے لوح مزار — تو روزن ہوں تعویذ میں تین چار
اوسی کے ذریعہ سی شام و سحر — کرے قطرۂ آب رحمت گزر
کفن اور لحد جب کہ تیار ہو — اُسیدم تسلّی بیمار ہو
کہا جب یہ رنڈی نے رو کر سخن — ہوا جلد تیّار قبر و کفن
جو ملنے کا پایا محل یار سے — کہا جلد کچھہ کا نہیں پیار سے
دوا اک سر شام وہ سونگھکر — ہوئی آہ بیہوش مثل قمر
اثر آہ اپنا دوا کر گئی ؛ — کہا سب نے رو کر قضا کر گئی

نہ آئی طرحدار جب ہوش میں / لگا رونے شوہر بھی اک جوش میں
دیا جلد خلقت نے غسل و کفن / اُٹھا کر چھپایا لحد میں بدن
جو دفن و کفن سے فراغت ہوئی / روانہ سوئے شہر خلقت ہوئی
محبت تھی رنڈی کو جس مرد سے / سرِ قبر پہونچا عجب درد سے
اُکھاڑا وہ تعویذ اک زور سے / نکالا طرحدار کو گور سے
سُنگھائی دوا ہوش کی جس گھڑی / کھلی آنکھہ رنڈی کی جب ہنس پڑی
وہیں قبر کو خاک سے بھر دیا / اُسی طور تعویذ کو کر دیا
لیا ساتھہ اُس فتنۂ دہر کو / گیا یار رنڈی کا اک شہر کو
کیا گھر میں شوہر نے ماتم بپا / رہی مدتوں لب پہ آہ و بکا
کئی ماہ کے بعد پھر نیک خو / ہوا گھر سے باہر کسی کام کو
مقدر پھرا کر اُسے دہر میں / غرض لیگیا پھر اُسی شہر میں
ہوا ایک کوچہ میں ناگہہ گزر / پڑی آہ رنڈی پہ اُس کی نظر
وہ باتیں کیا کی کسی اَور سے / یہ حیرت سے دیکھا کیا غور سے
غرض اپنی زوجہ کو پہچانکر / الگ ہو گیا اُس گھڑی جانکر
کیا جمع مخلوق کو پیشتر / کہا حال زوجہ کا سب سر بسر
نہ چھوڑا اُنہیں شہر و بازار میں / غرض لیگیا اونکو دربار میں
کہا حاکمِ وقت سے حال سب / کئے عرض عورت کے افعال سب

جو زوجہ نے شوہر کی تائید کی | تو پھر یار نے بھی نہ تردید کی
جو حاکم نے پوچھا سزا کے لیئے | کہا اسنے چھوڑا خدا کے لیئے
یہی تھا فقط مجھ کو مدِنظر | عیاں مکر رنڈی کا ہو آپ پر
کہا اسنے پھر ساتھ لیجایئے | کہا اس نے ایسا نہ فرمایئے
کہاں مجھکو رنڈی کی اب چاہ ہے | خدا کا ہوں میں میرا اللہ ہے
زنِ بیوفا سے جو عبرت ہوئی | اُسے ساری خلقت سے نفرت ہوئی
عزیزوں سے اپنے کنارا کیا | بیابانمیں رہ کر گزارا کیا
لکھی ایک رنڈی کی یہ داستاں | کروں اور کا آپ سے اب بیاں

نقل ایک رنڈی کی کہ جسنے یار کی ڈاڑھی جلائی دوسرے یار کی نصیحت سنکر ندامت اُٹھائی

کوئی شخص رنڈی پہ شیدا ہوا | تو رنڈی کو بھی عشق پیدا ہوا
محبت کو دونو طرف راہ تھی | کہیں لب پہ نالہ کہیں آہ تھی
لبوں پر تھی دونو کے آہ و فغاں | کوئی نیم بسمل کوئی نیم جاں
محبّت کا دونو طرف ہے خیال | یہاں اور وہاں آرزوئے وصال
شب و روز حیراں کیا عشق نے | مہینوں پریشاں کیا عشق نے
ملاقات کا رات دن اشتیاق | دلوں سے نہیں دور دردِ فراق

رفیقوں نے باہم ملایا اُنہیں مُوا چاہتی تھی جلایا اُنہیں

پڑھا عقد رنڈی سے پھر مرد کا مقدّر سے چارہ ہُوا درد کا

برابر ملے لب بانیں ملیں ؛ ملے دل ملے جسم و جانیں ملیں

رہی رات دن گرمیِ بزمِ وصال زیادہ تھا ہر دم دلونکا خیال

نہ دلکو تھی تسکینِ ملاقات سے زبانکو نہ آرام تھا بات سے

یہی تھا عزیزونکا ہر دم خیال ہُوا پہلے گر ایک کا انتقال

چلے ایک جب دوسرا ساتھ ہو نہ مر کر جدا ہاتھ سے ہاتھ ہو

رہا مدّتوں عیش پھر یہ ہُوا کہ رنڈی سے پہلے ہی شوہر مُوا

مُوا پیشتر جب جوانِ غریب تو رنڈی کی حالت ہوئی پھر عجیب

نصیحت سے کون عورات کی کہ رنڈی کو طاقت نہیں بات کی

کہا سب نے مانا نہ دلدار نے سبہالا جنازہ کو غمخوار نے ؛

وہ روتی ہوئی پہر لحد تک گئی لحد کیا کہ دنیا کی حد تک گئی

سرِ خاک جگر میں آکر گری نہ اٹھی جو مرقد پہ جاکر گری

ہُوا تھا نہ دفن و کفن سے فراغ کہ رنڈی نے دوا پہر جلایا چراغ

اٹھایا اُسے خلق نے زور سے کیا غش نہ رنڈی اٹھی گور سے

گئے لوگ رنڈی ڈری خوف سے اوڑھی کسطرف ایک ہی خوف سے

جو نزدیک تھا قبر کے اک مکان تو پہانسی کیسکو دیا تھا دہاں

اوتاریں نہ مصلوب کو دار سے
مقرر تھا پہرا بھی سرکار سے

کھڑا تھا جو پہرہ پہ کوئی جواں
نظر آئی رنڈی اسے ناگہاں

لحد پر چراغِ شب افروز تھا
مگر حسنِ رنڈی کا جاں سوز تھا

جواں فی وہاں سہوا اسے دیکھکر
کہا آکے رنڈی سے رشکِ قمر

پڑو خاک پر تم یہ اندھیر ہے
یہ مٹی نہ اکسیر کا ڈھیر ہے

ابھی سے نہ گھر تم بناؤ یہیں
قضا تمکو لائی تو آؤ یہیں

کسی کے کوئی ساتھ جاتا نہیں
یہاں بی طلب کوئی آتا نہیں

اسے تو اسی بات کی تھی تلاش
کہ ملجائے شب کو کوئی بدمعاش

نصیحت سنی بند تالہ کیا
اسی قبر پر منہ کو کالا کیا

چڑھا تھا جو محبوب کی گھات پہ
برادر تھے مصلوب کے گھات پہ

سپاہی کی بدلے وہ تھو گشت میں
اتارا اسے لیگئے دشت میں

اسے دفن جاکر کہیں کردیا
یہاں جسم زیرِ زمیں کردیا

سپاہی کا پہرہ تھا قایم جہاں
تو رنڈی کو لیکر وہ آیا وہاں

نہ سولی پہ مردہ وہ آیا نظر
پریشاں ہوا حال کو دیکھکر

پکاری یہ رنڈی کہ دلکو سنبھال
مری یار کو قبر سے تو نکال

تو مجرم کے بدلے چڑھا دار پہ
کہ لہل آئے نخل ثمر دار پہ

یہ کہکر نہ رنڈی رہی صبر سے
کہ باہر کیا یار کو قبر سے

سپاہی نے چہرہ پہ جب کی نظر | تو کی آہ اک شکل کو دیکھکر

کہا پھر یہ رنڈی نے کیوں غم کیا | رقیب سیہ رو کا ماتم کیا

پکارا یہی رنج سے مہ لقا | کہ ڈاڑھی سے اسکی وہ بدرنش تھا

کہا پھر یہہ رنڈی نے اک لاگ سے | یہ ڈاڑھی جلادی تھی آگ سے

کیا کام رنڈی کے اصرار پہ | کہ ڈاڑھی جلائی کیا دار پہ

ہوا تہا جو رنڈی کا یار یہہ | ہُوا پہر مرض میں گرفتار یہہ

مرض میں ہوا مر جب بے قرار | تو رنڈی بھی رونے لگی زار زار

کہا یار نے ہے نصیحت مری | زیادہ نہ کرنا فضیحت مری

یہ صورت بچانا مری آگ سے | نہ ڈاڑھی جلانا مری آگ سے

سُنے عورتوں کے بیاں آپ نے | یہ دیکھے تھے قصے کہاں آپ نے

سُنو مالداروں کا جب حال تم | کہ اُنکو بھی سمجھو نہ کچھ مال تم

حال اُن لوگوں کا کہ جنہوں نے دل و جان دین و ایمان کھو کر مالِ حرام جمع کیا نہ آپ کھایا نہ کھلایا نہ ساتھ لیا جنہوں نے سُوئے پر پایا زنا میں لُٹایا

نہیں گو کہ فرصت تجھے ہنوز سے | ذرا دیکھ لے ساقیا غور سے

نہ یاں چاہیئے ساغرِ زرنگار — پلا بھر کے چلو مجھے بار بار
نہ رِندونکی باتیں نہ مستونکا ذکر — فقط لب پہ ہو زہر پستونکا ذکر
یہی محنتِ خوش بیانی سے ملے — گلا خشک ہووے تو پانی ملے
کروں اب جو ہمت کہاں فکر ہے — حمایت پہ تیری فقط ذکر ہے
سیانِ سفر تھے جنابِ مسیحؑ — کوئی شخص تھا ہمرکابِ مسیحؑ
نہ وہ عیش و راحت سے مسرور تھا — مسیحا کی خدمت میں مسرور تھا
کئی کوس رستہ جو طے کر لیا — لبِ نہر پھر سانس دم بھر لیا
کیا آپنے اِس نظر سے قیام — کریں بیٹھ کر نوش آب و طعام
تصدق پیمبر کے افعال پر — تھیں روٹیاں تین جو واں پر
جو دو روٹیوں کے دو حصے کیے — رہی ایک روٹی سحر کے لیے
پیمبر نے جب نوش کھانا کیا — گئے نہر پر آپ پانی پیا
جہاں سے گئے پھر جو آئے وہیں — تو دیکھا کہ وہ ایک روٹی نہیں
کہا ہمنشیں سے کہ اے مہرباں — مری روٹی کا مجھکو دو تم نشاں
کہو صاف ہم سے خطر کچھ نہیں — کہا اُسنے مجھکو خبر کچھ نہیں
چلے پھر جو آگے رسولِ زمن — نظر راہ میں تین آئے ہرن
نبی نے کیا ایک کو جب طلب — ہرن آیا خدمت میں با صد ادب
کیا ذبح پہلے ہرن کو وہیں — لیا کچھ تو چھوڑا بدن کو وہیں

مسیحا نے اسکے لگائی کباب تو پھر ساتھ دونوں کھائی کباب

کیا پھر ہرن کیطرف یہ خطاب کہ حکم خدا سی ہو زندہ شتاب

دعا کی مسیحا نے اللہ سے ہوا زندہ آہو چلا راہ سے

یہ ظاہر ہوا جبکہ ایسی معجزا مسیحا نے اس شخص سی یہ کہا

کہ ای شخص بہرِ خدای جہاں ہرن کو کیا جسنے زندہ یہاں

اسی کی قسم ہی تجھے سچ بتا کہ تھی کسنے روٹی ذرا دی بتا

یہ بولا نہ کچھ پھر گئے نہر پر کیا آب پر معجزہ سی گزر

پکاری یہ اس شخص سی شاہِ دیں کہ ای شخص بہرِ خدای زمیں

وہ روٹی اٹھائی ہی کس شخص نے کہا کیا خبر لی ہی جس شخص نے

وہاں سے بڑھے جب رہِ دوسرا بیاباں میں پہنچے تو بیٹھے ذرا

نبی نے اکٹھا کیا خاک کو یہی حکم اس دم دیا خاک کو

ابھی قدرتِ خالقِ پاک سے طلا جلد ہو پارہ خاک سے

ہوا پارہ خاک دم میں طلا کیے تین حصے اسے اِک بلا

مگر ایک حصہ لیا آپ نے رہا اک نہ اسکو دیا آپنے

کہا ایک حصہ ہی اسکا یہاں کہ جسنے اٹھائی ہی روٹی وہاں

یہ بولا کہ مجھہ سی ہوا ہے قصور وہ میں نے اٹھائی ہی روٹی حضور

مسیحا نے اسکا کیا امتحاں اسے تینوں حصے دی پھر وہاں

غرض اس سیہ کار کو چھوڑ کر | گئے وہاں سے پیغمبر نامور
رہا بھی بیابانمیں تنہا جہاں | تو پھر اور دو شخص آئے وہاں
کیا مشورہ مار ڈالیں اسے | یہ ھی سانپ دولت پہ پالیں اسے
اسے بھی ندامت ہوئی پھر بڑی | کہا تین حصہ کرو اسگھڑی
پسند آئی یہہ بات ہر ایک کو | کیا پھر رواں اسلیئے ایک کو
کہ قریہ میں جاکر کھانا کرے | بہت جلد تیار کھانا کرے
جولی ایک نے راہ پھر شہر کی | تو تجویز کھانے میں کی زہر کی
اُنہوں نے بھی سوچا کہ ٹالو اسے | جو آئے تو پھر مار ڈالو اسے
غرض زہر آلودہ کھانا کیا | بیابانکا ظالم نے رستہ لیا
اُدھر ایک نے پیش کھانا کیا | ادھر دو نے ٹکڑے اسے کر دیا
جو دونوں نے پھر نوش کھانا کیا | گئے جی سے عقبیٰ کا رستہ لیا
بیابانمیں وہ مال و زر سب رہا | تو پھر آئے وہاں رہبر دوسرا
کہا حال سب نبی اصحاب سے | بیاں کی حکایت وہ اصحاب سے
کہا مینے لکھا ہوا دیکھہ کر | یہ کہتی ہی اب اک ہوا دیکھہ کر
ہوا ہوگا قصہ یہہ پہلے کہیں | مگر ہمنے آنکھونسے دیکھا نہیں
کوئی شخص درہم چھپا کر چلا | فقیرانہ صورت بنا کر چلا
کہیں سے کئی راہزن آگئے | ٹٹولا بدن مال کو پا گئے

ہوئے پہلے آپسمیں اقرار کچھ · بڑھی پھر تو حصّو نمیں تکرار کچھ
گلے دولت و زر کے پڑ کر موئے · وہ چاروں بھی آپسمیں لڑ کر موئے
کسیکو بھی حبّہ نہ دیکر گیا · امانت سبھی مال لیکر گیا
دیا مال مالک کو ایمان سے · ادا کی امانت دل و جان سے
کہا اتنا لعنت ہے اس مال پر · ہوئے راہزن چار جس مال پر
نہ ٹھہرا گھڑی بھر قریبِ امیر · کہیں چلدیا وہانسے بنکر فقیر
کسیکی تو لیتا ہے زر جان کو · کسیکے یہہ کھوتا ہے ایمان کو
کروں عرض بی بی سنو غور سے · یہ لیتا ہے ایمان کس طور سے

نقلِ دیگر

کوئی صاحبِ علم بہرِ معاش · جو کرنے لگے نوکری کی تلاش
کیا ایک حاکم نے امیدوار · کہ آخر ہوا ایک دن روزگار
مقرر ہوا ماہیانہ قلیل · ترقّی کی بھی کچھہ نکالی سبیل
یہہ کہتے تھے احباب سے باربار · کہ ہمنے کیا اسلیئے روزگار
گزارہ کے لایق اگر ہو معاش · کروں مال و زر کی نہیں پھر تلاش
جو ساماں ہے ترکِ دنیا کروں · عبادت کروں فکرِ عقبےٰ کروں
نہ کفّار کی پھر اطاعت کروں · ملے بھی جو تھوڑا قناعت کروں

موافق ہوا جسکے ہی روزگار
ترقی ہی ہونے لگی باربار

سکا نمیں ادہر اور ادہر مال ہے
کہیں گہر میں قائم کہیں شال ہے

خوشامد کو موجود دو چار ہیں
جو اغیار تہے آجکل یار ہیں

ہٹاتا نہیں اب کوئی بات کو
خوشامد سے کہتے ہیں دن رات انکو

کسے اب خیالِ خدا و رسولؐ
کہ پابندیِ دیں کو سمجھا فضول

جو آزادیِ دیں کے ہوں مجتہد
تو پھر رند و بدکار سو معتقد

ہوا علم کچھہ پاس کچھہ زر ہوا
تو پھر ہیضۂ عقل بڑھکر ہوا

ہوئی فکر کچھہ ڈھنگ ڈالے جدا
کوئی اپنا مذہب نکالے جدا

یہ مطلب جنہیں گردِ خلقت رہے
مریں جب ہے نام شہرت رہے

مقلد ہر اک دِہ میں سو سو ہوں
رہے ذکر ہر چند ابلیس ہوں

بدونکو ہے اُس استہ کا خیال
نہو جسمیں قیدِ حرام و حلال

ہوئے گرد پھر دشمنِ دیں ہزار
جو شیطاں بنے پھر شیاطیں ہزار

نبیؐ سے جدا اپنا رستہ کیا
الگ دفترِ دیں سے بستہ کیا

کہا اہلِ دیں نے اُسے اے جناب
نہیں آپکو یاد روزِ حساب

ہوا گو کہ دنیا کا تمکو شعور
یہ دیں میں کیا کِس لئے یہہ فتور

ترے گرد گو اہلِ دنیا ہوئے
کہو تم سوا خاک کے کیا ہوئے

یہ بحرِ فنا صبح کی اوس ہے
ہوئے غرق اسمیں تو افسوس ہے

روان بحرِ فانی کی ہو موج پر — ہوئے آپ فرعون کس اوج پر

یہاں پر تو کچھ اور ہی جوش ہے — کسے بات سننے کا اب ہوش ہے

وہ دے یار کی بات پر دل کہاں — کروں اور اک بوالہوس کا بیاں

نقل ایک عورت کی

کوئی تھا برہمن تونگر کہیں — مکاں تھا کہیں اسکا نوکر کہیں

زمانہ میں ہر چند خوشحال تھا — دکانیں تھیں جاگیر تھی مال تھا

نہ تقدیر سے ہاتھ آیا پسر — کسیکے پسر کو بنایا پسر

جواں جب ہوا گھر حوالہ کیا — جو کم ظرف تھا ہم پیالہ کیا

ہر اک چیز جب آگئی ہاتھ میں — برہمن سے بگڑا کسی بات میں

قدم اپنا چوکھٹ کے اندر رکھا — برہمن کو جوتی سا باہر کیا

نکل کر مکاں کے نہ اندر گیا — مکاں کیا وطن سے بھی باہر گیا

کسی جا پہ جا کر کیا روزگار — تو پانے لگا ماہیانہ ہزار

ہوا شاد آزاد پھر قید پر — کیا عقد لڑکے کی امید پر

امیروں سے لیتا تھا رشوت مدام — مکانیں کیا جمع مال حرام

یہ مطلب اکٹھا اگر مال ہو — پسر ہو کہ زوجہ ہو خوشحال ہو

نہ پوری ہوئی آرزوئے پسر — گیا یوں ہی دیکھی نہ روئے پسر

سنا یا ہے عورت کا یہہ مختصر — کہ ہودیوئی کو بھی جس سے خطر
نہ منہ تہا نہ کچہہ آنکھہ اور ناک تھی — نہ عورت بھی اک تودہ خاک تھی
ہوئے مرد اسکو پرے دیکھکر — وہ صورت کہ رنگی دریہ دیکھکر
اُسے دیکھکر روز بہاگے جوان — جو پیچہے بھی وہ اور آگے جوان
کسی نے نہ رنڈی کی جیب جاہ کی — مقرر جوانوں کی تنخواہ کی
جوانوں پہ کرنی لگی زر نثار — لٹانے لگی مال لیل و نہار
جو چاہا ہر اک بوالہوس لیگیا — اگر پانچ مانگے تو دس لیگیا
دیا مال مائل ہوئے سب جوان — جو آگے تھے پیچہے ہوئے اب جوان
جوان جان دیتے ہیں جہاؤں پہ — جو سر پر چڑھے تھے پڑے پاؤں پر
کوئی صحن میں گہر کے اندر کوئی — کوئی شخص ڈیوڑہی پہ باہر کوئی
جوان پاس تیج ہیں آٹھوں پہر — وہ آیا بلایا جسے دیکھہ کر
جماعت بھی اک ہاتھہ باندھی کھڑی — اطاعت میں مصروف تھی ہر گھڑی
نہ کوئی بندہا زلف کے بال سے — بندھے مالزادی کی سب مال سے
ملا مال جب مالزادی ہوئی — ٹرھی رنڈیوں کی بڑی دادی ہوئی
ملا ہے جو عورت کو مال حرام — اُسی سے ہوا پھر خیال حرام

نقل راجہ عاشق مال و فرزند بدل اعمال

یہیں ایک راجہ ہوا تھا ابھی — ہماری نظر میں ہوا ہے ابھی

سناؤں جفاکار کا حال کچھ
اکھٹا کیا ظلم سے مال کچھ

خوشامد سے دھوکہ سے تدبیر سے
لیا ملک سے مال جاگیر سے

رہا جبتلک خلق میں تھا امیر
نکالا قضا نے بنا کر فقیر

خزانہ کا مالک ہوا اک پسر
لگا خرچ کرنے ادھر اور ادھر

اڑانے لگا مال کو بے حساب
ہوئی گرم بزم شراب کباب

غرض روز سنتا ہے بین و ستار
جو رقاص سو ہیں تو مطرب ہزار

حسینوں سے ہی ہر گھڑی اختلاط
فقط رنڈیوں سے ہی عیش و نشاط

نہیں بولتی ہی کوئی بے سبب
کوئی با ادب ہے کوئی بے ادب

کیا مال جب خرچ گمراہ نے
ادب سے کہا اک ہوا خواہ نے

تمہیں باپ دادا کا ہی کچھ خیال
اکھٹا کیا کس مشقت سے مال

لیا جان دیکر جسے باپ نے
اڑایا اسے مفت میں آپ نے

وہ بولا نہیں فکر کا کچھ مقام
زنا میں ہی جاتا ہے مال حرام

اسے روک سکتا ہوں کس راہ سے
یہ جاتا ہے آتا ہے جس راہ سے

بلا میں پھنسایا مجھے مال نے
برا دن دکھایا مجھے مال نے

خبر کیا تجھے مال کے حال سے
جنم لیا ہوں اس مال سے

ہوا ہے نہ مجھ سے ہی کار گناہ
پدر کے بھی سر پر ہے بار گناہ

جو وہ جمع کرتے نہ مال حرام
مجھے بھی نہ ہوتا خیال حرام

دیا اُسنے الزام سب باپ کو | سُناتا ہوں کچھہ اَور بھی آپ کو

نقل

کہ تھا ایک افغاں میانِ سپاہ | اُسے لوٹ پر تھی ہمیشہ نگاہ
وُہ کہتا ہے دیکھا ہوا ماجرا | سُنیں غور سے آپ اسکو ذرا
لڑائی پہ تھی فوج اپنی تمام | نہ تھا ایک منزل پہ اسکو قیام
ہوا سامنے جو نشاں وُہ لیا | لیا آج یہہ وہ مکاں کل لیا
لڑائی میں اک وز زخمی ہوا | یقیں تھا یہہ سب کو کہ دم میں مُوا
نہ طِب سے نہ حکمت سے اچّھا ہوا | بھرا زخم قدرت سے اچھا ہوا
نہ تیر و تبر سے نہ شمشیر سے | پھٹا ایک دن زخم تقدیر سے
کیا جمع افغاں نے احباب کو | بیاں سب سے کرنے لگا خواب کو
کیا اِسطرح پہلے رُو کر کلام | کہ گھر میںنے سیّد کا لوٹا تمام
ملا اور اسباب سب بے شمار | روپے ہاتھہ آئے مرے چھہ ہزار
غرض میںنے جس روز لوٹا مکاں | تو بولا کوئی خواب کے درمیاں
کرو اپنے دلمیں خطر لوٹ کا | کہ دو پہیر اسباب و زر لوٹ کا
ہوا خواب میں حکم اکثر یہی | کہ لوٹا ہُوا مال دو پہیر ابھی
رہا چار دن تک یہی بس سوال | کیا خواب کا کچھہ نہ میںنے خیال

کہا پانچویں دن مجھے خواب میں — تیری جان ہے مال و اسباب میں

اگر دیر کی تونے اب بھی پلید — لگیگا تجھے آج زخم شدید

ہوئی صبح کچھ تھا نہ مجھہ کو ملال — یہ سمجھا کہ ہے بات خواب و خیال

اُسی دم عدو کے مقابل ہوا — لگا زخم مرنے کے قابل ہوا

اُسی کی خرابی سے پہنچا یہہ حال — ہوا خواب کا کچھہ نہ مجھکو خیال

نہ مینے کسی بات پر دل دیا — خدا نے مرا زخم اچھا کیا

نظر آئے پھر خواب میں وہ جناب — کہا مان کہنا نہ ہو تو خراب

کھلی جس گھڑی آنکھہ وقت سحر — نہ تھا خواب کا مجھکو خوف و خطر

پھٹا جس گھڑی زخم حیراں ہوا — یہ سمجھا قضا کا یہہ ساماں ہوا

کہا سب نے مجھکو تو بد بخت ہے — ترا دل تو حارث سے بھی سخت ہے

سُنے کب کہو لاکھہ بدکار کو — اشارہ ہی کافی ہے دیندار کو

کہا سب نے سن کر اسے دور دور — نہ دکھلائے منہ تیرا رب غفور

سنا حال خلقت میں حیرت ہوئی — اُسے سب نے جھڑکا تو غیرت ہوئی

لیا مال و اسباب لوٹا ہوا — کہ چھوڑا نہ ثابت نہ ٹوٹا ہوا

لہو تھا رواں جسم سے بار بار — چلا جلد ڈولی پہ ہو کر سوار

حوالہ جو اسباب سارا کیا — تو سید کو بھی یہہ اشارہ کیا

مجھے خواب میں جب ہدایت ہوئی — اُسی کی سبب یہہ رعایت ہوئی

یہہ درہم تمہاری مکانسے لیئے | تو لایا وہیں میں جہاں سے لیئے
اشارہ ہوا خواب میں جب مجھے | تو فرمادیا یہہ بھی مطلب مجھے
نہیں مال سیّد کا درہم تمام | ملا ہیں مالِ حلال و حرام
یہہ سنتے ہی سیّد نے پھر رو دیا | کہا یہہ طمع نے مجھے کھو دیا
رہی آہ رشوت سے نفرت مجھے | نہ تھی مال و زر کی محبّت مجھے
مقدّر سے میں مُفتیِ شہر تھا | مجھے پانی پینا کہیں زہر تھا
سخن تھا یہہ زوجہ کا لیل و نہار | رہیگا ہمیشہ نہ یہ روزگار
تمہیں چاہیئے کچھ ہمارا خیال | کرو مال و زر جمع بہرِ عیال
کہا میری زوجہ نے جب بار بار | لیئے میں نے رشوت درم دو ہزار
لیا جس سے رشوت میں مالِ حرام | گیا موت سے اُسکا قصّہ تمام
نہ وارث رہا باقی میانِ جہاں | یہ زر دیجیئے آہ کسکو یہاں
فقیروں کو بخشے درم دو ہزار | دُعا کی خدا سے کہ پروردگار
مری عفو جرم و خطا کیجیو | ثواب اسکا اسکو عطا کیجیو
دیا مال و اسباب اطفال کو | کیا غور دُنیا کے سب حال کو
نہ زن پر نظر کی نہ اطفال پر | نہ گھر پر نظر کی نہ پھر مال پر
اُٹھا دل زمانہ کے سامان سے | گیا کربلا کو دل و جان سے

نقل ایک حافظ کی

سناؤں تمہیں ایک دن کا بیاں

جو اسمیں باتیں ہوئیں دور سے

گئی ہیں بہی غرفہ میں اک طور سے

نظر کی جو مینے ادہر اور ادہر

اُسے پوچھتے ہیں صغار و کبار

جو انکو بتا نہیں انکار ہے

ہوئے گرد سب تنگ ہو کر کہا

بس اک آہ کہینچی عجب راہ سے

کیا آخر سخن یہ جواں نے کلام

رہا پھر نہ بستر پہ آرام میں

ملی مجھکو ہمسائیاں دو وہاں

اُنہیں گھر میں رکھکر گیا آب پہ

نہا کر غرض جلد تالاب میں

نمازِ سحر باجماعت ہوئی جو

نگہہ کی جو مینے ادہر اور ادہر

جو پوچھا کہا سب نے بیمار ہے

جو دیکھا تو سمجھا کہ کچھہ درد ہے

بہت لوگ بیٹھے تھے زیرِ مکاں

لڑا کوئی سمجھی بھی شور سے

سنا کی سخن خلق کے غور سے

جواں ایک مرد و نہیں آیا نظر

کہ کیوں اُنگلیاں ہیں تری دی غدر

مگر دمبدم سب کو اِصرار ہے

خوشی سے کہا کس نے رو کر کہا

اثر ہو گیا سب پہ اک آہ سے

مجھے ایک شب میں ہوا اِحتلام

گیا غُسل کرنے کو حمّام میں

پھر اٹھکے بے غُسل سوئے مکاں

بدن کو کیا صاف تالاب پر

جھکا جاکے سجدہ کو محراب میں

جماعت سے جبدم فراغت ہوئی

تو مُلّائے مسجد نہ آیا نظر

ابھی اپنی منزل کو تیار ہے

کہ جاری ہیں اِسہال منہ زرد ہے

کیا چار دن تک دوا و علاج ‌ نہ آیا مگر راستی پر مزاج ٭
تو جانا اسی شخص کا مال ہے ‌ اسی کے سبب سے برا حال ہے
نہ ہیضہ نہ اسہال کا درد ہے ‌ اسی تو فقط مال کا درد ہے
مجھے ہو چکا ہر طرح جب یقیں ‌ ڈرا پھر نہ مر جائے ملا کہیں
کہی کان میں بات اس ڈھنگ سے ‌ یہ ہوتا ہے ظاہر ترے رنگ سے
تلف مال تیرا ہوا ہے کہیں ‌ اسی سے ذرا چین تجھکو نہیں
مفصل اگر حال ظاہر کرے ‌ نہ پھر مال کے رنج میں تو مرے
اکٹھا کروں مال ہر طور سے ‌ کہ دوں اور دلاؤں تجھے اور سے
یہہ سنتے ہی ملا نہ چپکا رہا ‌ بس اک آہ کی اسطرح سے کہا
نہیں مال اس سے گیا بیش و کم ‌ کہ ہمیانیاں دو ہیں دو سو درم
دیا جب یہہ ملا نے مجھکو نشاں ‌ تو جانا کہ ہے واقعی یہہ بیاں
یہہ سوچا درم سب جو آگے دھرے ‌ نہ مارے خوشی کے یہہ ملا مرے
غرض اپنے دلمیں شش و پنج کر ‌ کہا مینے ملا سے مت رنج کر
جو کچھہ مجھکو دینا ہے دوں آجکل ‌ کہ اوروں سے بھی مال لوں آجکل
یہ سنکر اسے آگیا کچھہ قرار ‌ دیے مینے درہم نہ سب ایکبار
دیا اک کبھی گاہ جوڑا دیا ‌ غرض مال سب تھوڑا تھوڑا دیا
مگر جس گھڑی مال سب دے دیا ‌ تو پھر حال بھی اسنے ظاہر کیا

کئی سال کے بعد ملا غریب
مرض سے ہلاکت کو پہنچا قریب

اسے زندگی سے ہوئی یاس پھر
خوشی سے بلایا مجھے پاس پھر

یہ آہستہ کہنے لگا کان میں
نہ طاقت رہی اب دل و جان میں

مری پاس جو کچھ ہے اب مال و زر
تجھے بھی خبر یا مجھے ہے خبر

حوالہ مرے مال سارا کیا
یہ آہستہ مجھکو اشارہ کیا

کسیکے حوالہ نہ زر کیجئے
لحد میں مری پاس دہر دیجئے

کہا مینے اجی یار ایسا نہ کر
لحد میں بھی اب جمع پیسہ کر

نہ دنیا میں آیا تری کام یہ
لحد میں تو کیا دیگا آرام یہ

خدا کے لیئے یار آ راہ پر
دیا جسنے اسکی لٹا راہ پر

پکارا کہ سن تُنے حقیقت مری
یہی عمر بھر کی ہے محنت مری

الگ اس سے رہتا نہیں دل مرا
لٹانے کو کہتا نہیں دل مرا

عمل اسپہ تم غور سے کیجیو
کہا مینے جس طور سے کیجیو

غرض دوسری روز ملا موا
جو غسل و کفن تھا سبھی کچھ ہوا

اسے جب لحد میں لٹا کر دہرا
تو زر سات تہہ مینے چھپا کر دہرا

سنو جس برس میں یہ ملا موا
اسی سال میں قحط بھاری ہوا

ہوا حال فاقوں سے میرا تباہ
نہ آیا نظر کچھ سفید و سیاہ

گئی جبکہ ہی رات آدھی گذر
تو پہنچا خوشی سے سر قبر پر

نہ دی راہ دلمیں ذرا صبر کو ۔۔۔ کیا کھود کر صاف سب قبر کو

لحد کی صفائی سی پایا فراغ ۔۔۔ کیا مینے روشن لحد میں چراغ

سنو درہمونکا ہے یہہ ماجرا ۔۔۔ جنہیں دیکھکر میں نہایت ڈرا

ملے کب مری تھی جہاں گور میں ۔۔۔ نظر آئی چھپیاں تن گور میں

ہوا میری دلمیں جو خوف خدا ۔۔۔ یہ چاہا کروں تن سی درہم جدا

لگاؤں نہ اپنی کسی کام پر ۔۔۔ ابھی دوں خدا پاک کے نام پر

پڑا ہاتھ درہم پہ تن جلگیا ۔۔۔ جلیں انگلیاں کیا بدن جل گیا

ہوئی یہہ حرارت کہ غش آگیا ۔۔۔ مری انگلیونکو درم کہا گیا

جو دیکھا یہہ ملا یہ مینے عذاب ۔۔۔ بھری مینے مٹی لحد میں شتاب

کیا تہا جو درہم کو مس انگلیان ۔۔۔ ہوئیں انگلیاں اسلیئے داغدار

ہوا ختم یاں اہل زر کا بیاں ۔۔۔ لکھوں تن پرستونکی اب داستاں

ذکر تن پرستونکا کہ جنہوں نے بدنکی آرائش دل و جان کی آسایش میں زندگانی کے دن برباد کیئے کسینے ارم بنایا کسینے ہزار شہر آباد کیئے نہ شہر و نمیں جگھ نہ ارم میں جانا ملا آخر گور میں ٹھکانا ملا

رہا ساقیا انس اس جان سے ۔۔۔ نہ دیں سے غرض تھی نہ ایمان سے

یہاں جبتلک آہ ہستی رہی
رہی بھی تو پھر تن پرستی رہی

جو کی غور ہمنے یہہ سمجھے وہیں
دل و جان دونو بھی اپنی نہیں

اگر ہو عبادت میں مشغول یہہ
تو گو خار ہو تب بھی ہے پھول یہہ

جنہیں ہے رعایت دل و جان کی
وہ کب بات سنتے ہیں ایمان کی

اشارہ سے اُٹھتے ہیں ہر آن یہ
تصدق ہیں حکمِ دل و جان پہ

جو مجھہ سے ذرا ہو وفائی سنیں
دل و جان کی کب وہ ہائی سنیں

مذمت کروں کیوں نہ انسان کی
حقیقت نہ سمجھو دل و جان کی

سبھی کام دُنیا کے اِنسے لیئے
نہ کچھہ کام عقبے کے اِن سے لیئے

خلایق ہوئی اور ہی کام کو
نہ پیدا ہوئی عیش و آرام کو

خدا کی گھڑی بھر نہ طاعت ہوئی
دل و جان کی ہر دم اطاعت ہوئی

نبی و خدا سے تو سرکش رہے
ہمیشہ دل و جان پہ غش رہے

اسی میں کٹی عمرِ انسان کی
کبھی دل کی خاطر کبھی جان کی

کسی روز ہر دم تہ نکا سند کا
کسی روز دن بھر ہوئی شکار کا

ادھر دولت و زر کی آمد بڑھی
اُدھر جان و دل کی خوشامد بڑھی

نئے روز کپڑے ہیں کھانے نئے
نئے شب کو بیت عیش خانے نئے

نئی روز شادی نئے ناچ و راگ
دولہن کے لیئے روز عطرِ سہاگ

نئی چاندنی چادرِ گل نئی
نیا جام ساقی نیا مُل نئی

سکاں مشک نافوں سے مشک ختن ۔۔۔ بنا صحن پھولوں سے صحن چمن

دل و جاں کی خاطر یہ ساماں ہوئے ۔۔۔ ہوئی ملک آباد ویراں ہوئے

اسی کی خوشی پہ یہ ساماں کئے ۔۔۔ ہزاروں ہی دیندار بیجاں کئے

اسی میں سے خوش جو پایا کبھی ۔۔۔ تو لوٹا کبھی گھر جلایا کبھی

خوشامد سے چوکے نہ ہم جور سے ۔۔۔ کیا خوش دل و جاں کو ہر طور سے

جو یہہ طائر جاں سے امید کی ۔۔۔ اڑی شکل یہہ دیکھ کر زید کی

کہا جان نے یہہ گوارہ کیا ۔۔۔ بدن سے ہی یہہ لے کنارہ کیا

تا آل سخن سے یہہ ہے مدعا ۔۔۔ کہ دنیا میں تھا ایک فرماں روا

نہ کچھ آرزو تھی سوائے پسر ۔۔۔ رہی لب پہ ہر دم دعائے پسر

مقدر سے اک زوجۂ شہریار ۔۔۔ بڑھاپے میں شہ سے ہوئی باردار

خوشی کا کریں شاہ کی کیا بیاں ۔۔۔ نہایت تھا خوشنود شاہ جہاں

ہوا جب کہ وقت تولد قریب ۔۔۔ گئی جاں ہوا دیکھنا کب نصیب

ہوئی ایک کو ملک کی جب ہوس ۔۔۔ لڑا اپنے دشمن سے نو دس برس

لڑا بد توں اپنی تدبیر سے ۔۔۔ عدو پر ہوئی فتح تقدیر سے

ادھر فوج کشور کے اندر ہوئی ۔۔۔ ادھر جسم سے جان باہر ہوئی

عیاں حال سب ہے پر شداد کا ۔۔۔ بیاں سب کے لب پر ہے شداد کا

ارم کی ہوس میں بنایا ارم ۔۔۔ کئی سو برس میں بنایا ارم

عمارت ارم میں تھی ہر طور کی ۔ حقیقت سنو گردشِ دَور کی
جو آمادہ سیر کا وہ ہوا ۔ تو ملکِ عدم کا مسافر ہوا
کہاں بس میانِ ارم دم گیا ۔ رہے ذرّے باہر قدم دم گیا
جہنم میں باغِ ارم سے گیا ۔ گیا بھی تو بس ایکدم سے گیا
کہاں ساتھ باغِ ارم لیگیا ۔ جہنم میں داغِ ارم لے گیا
نہ کچھ ملک و دولت نے یارا کیا ۔ قضا نے بدن پارہ پارہ کیا
اسی کے لیے کام سارا کیا ۔ مگر جان نے بھی کنارہ کیا
نہ کچھ رحم تن پر کیا جان نے ۔ کہاں آکے دھوکہ دیا جان نے
یہ الزام کچھ جان کے اوپر نہیں ۔ کہ حکمِ خدا سے وہ باہر نہیں
جو پیدا ہوا حق سے قصر عجیب ۔ تو کافر کو کیوں دیکھنا ہو نصیب
جو راضی کرے اپنے اللہ کو ۔ تو اللہ پوری کرے آرزو
جو بندہ خدائی کا دعوی کرے ۔ تو کیونکر نہ وہ حسرتوں سے مرے
اٹھاتی ہیں ہم ناز جس جان کے ۔ کھلے آپ پر رنگ اس جان کے
زن و مرد کا حال جانو ڈرو ۔ نہ تم بیوفائی پہ ان کی مرو

حضرت داؤدؑ کا کوہ پر پاس حضرت خرقیلؑ کے جانا اور اونکا ایک لوح دکھانا

جو گھر تھا پہاڑ و بنہ خزقیلؑ کا   گزر تھا پہاڑ و بنہ خزقیلؑ کا

ہوئی ہیکلی غنچۂ شہر سے   کنارہ کیا گلشن دہر سے

کسی روز داؤدؑ عالی مقام   ملے آپ سے جب کیا احترام

جو کرلی ملاقات داؤدؑ نے   کہی پھر یہی بات داؤدؑ نے

کہ اے خاصۂ خالقِ ذوالجلال   کبھی تمکو دنیا کا آیا خیال

کہا ہاں جو دنیا کا آیا خیال   تو اک لوح نے سب مٹایا خیال

اگر دیکھنی کی تجھے چاہ ہو   دکھاؤں تجھے سیر ہمراہ ہو

چلے جب کنارہ ہوئے شیر و گرگ   گئے جوف میں کوہ کی دو بزرگ

نظر آئی واں ایک لوحِ مزار   لکھا تھا جو اسمیں پڑھا بار بار

لکھا تھا کہ تھا بادشاہِ کلاں   مقدر سے زیر نگیں تھا جہاں

بہت تابعِ حکم تھے تاجدار   نظر میں رہی رات دن شہریار

مصیبت الگ تھی مرض دور تھا   سدا بادۂ عیش سے چور تھا

کیئے عیش دنیا میں لیل و نہار   کوئی غم نہ دیکھا کبھی ایکبار

بہت دلبر و نکو بغل میں لیا   کیا عقد جب باکرہ سے کیا

زنانِ حسین تھیں محل میں ہزار   رہی دلربا اک بغل میں ہزار

کسی رنج و غم سے نہ کچھ کام تھا   خوشی تھی زمانہ میں آرام تھا

کیئے شہر آباد میں نے ہزار   بلا پر ٹھکانہ ہیانِ مزار

سبھی زیر تھے خسروانِ جہاں — مقابل اجل ہو گئی ناگہاں

گرایا سبھی سلسلہ توڑ کر — پڑا ہوں پہاڑونمیں سب چھوڑ کر

جو آنکھوں سے دیکھا فقط خواب تھا — فسانہ تھا جھوٹا غلط خواب تھا

اگر عمر دنیا کی پائے کوئی — نہ دھوکہ میں دنیا کے آئے کوئی

جو اُن تن پرستونکا یہہ حال ہے — جو عاشق ہو دنیا کا پامال ہے

بیاں تن پرستونکی روداد کی — سناؤں حقیقت بھی اولاد کی

ذکر اُن دنیاداروں کا کہ جنہوں نے اولاد کے لیئے دین و ایمان برباد کیا خدا کو بھلایا اہل عالم کو ستایا بیگانوں سے برائی کی اولاد نے بھی اُنسے بیوفائی کی

یہ ہے ساقیا وقت امداد کا — کروں نشہ میں ذکر اولاد کا

کہوں کیوں نہ اسکو بنائے فساد — نہ فتنہ سے ہو کچھہ سوائے فساد

بھلے ہوں مقدر جو انسان کے — نہ لختِ جگر ہوں عدو جان کے

خیالِ ترقیِ اولاد ہو — نہ اتنا کہ ایماں بھی برباد ہو

ملا تھا جنہیں آہ گھر آنکھہ میں — تو کھٹکے وہ نورِ نظر آنکھہ میں

نظر ہو اگر میری فریاد پر — نہ برباد ایماں ہو اولاد پر

تونگر کوئی ہو کہ شاہِ زمیں
عدو اُنکا بیٹوں سے بڑھکر نہیں

جو ہو باپ کے ہاتھہ میں ملک و مال
تو ہے باپ کی زندگانی وبال

یہی چاہتے ہیں قضا یہ کرے
جنیں اُسکے گھر ہی باپ جلد مرے

جو تقسیم زر باپ نے کر دیا
تو پھر بھی خوشی سے نہ دم بھر جیا

پدر کیطرف سے رعایت ہوئی
رعایت سے بڑھکر شکایت ہوئی

زبان پر جو ہے اسکے گھر کی گفتگو
ہوئی ہیں یہ باتیں مرے روبرو

اسی شہر میں ایک صاحب بزرگ
کہ صورت میں انساں ہیں سیرت میں گرگ

انہیں کچھہ نہیں ہے خیالِ معاد
سمجھتے ہیں اپنا ہی حقِ عباد

سمجھتے ہیں غارِ زمیں کو سریر
بگاڑے عزیز و یتیم و فقیر

نہ ایماں کے عاشق نہ دیں پر فدا
فدا باغ پر یا زمیں پر فدا

دغا سے خوشامد سے یا جور سے
زمیں کو لیا چھین ہر طور سے

کیا زندگانی میں یہ انتظام
زمیں اپنے بیٹوں کو بخشیں تمام

جو تھے پاس تقسیم سب کر دیے
زمیں باغ ایواں برابر دیے

جو مجھہ سے تونگر کے بیٹے ملے
کیے باپ کے جان و دل سے گلے

کیا ایک نے پہلے مجھہ سے بیاں
کہ چھوٹے کو اچھے دیے دو مکاں

یہ چھوٹا پکارا سنا آپ نے
بڑے کو زمیں خوب دی باپ نے

ہمارے لیے دین و ایماں دیئے
زمین و مکاں پر نہ یکساں دیئے

جو خلق خدا سے برائی کرے
تو بیٹوں سے کیونکر بھلائی کرے

کہا جو انہیں پھر یہ ہو کر خفا
پدر کی ہے طینت میں ظلم و جفا

برابر ہو کیونکر ہمارا حساب
کہ رکھتے ہیں عادت دعا کی جناب

سنی بیٹے بیٹوں کی جب گفتگو
تو جانا پدر کے ہیں دل سے عدو

نقل بیٹوں کی جنہوں نے باپکو زہر دیا کمبخت اور وہ پھر بھی جیا

کیا باپ پر قہر فرزند نے
پدر کو دیا زہر فرزند نے

کھلا جب گھڑی حال حاکم پہ سب
طلب کر کے بیٹوں کو پوچھا سبب

پسر نے کہا کیا کہیں آپ کو
دیا زہر زر کے لیئے باپکو

غرض یہ خطا تین باری ہوئی
پدر کی مقدر سے یاری ہوئی

ہوئی ہم قریب لحد رنج سے
ٹلی پر نہ یہ اژدہا گنج سے

زمانہ کے ہم بھی اٹھاتی مزے
جو یہ مار ٹلتا اوڑاتے مزے

سر راہ بیٹھا تھا کوئی جواں
نظر آیا اوسکو پسر ناگہاں

ہوا باپ بیٹے کو خوش دیکھکر
کہا یار سے اپنے دیکھو ادہر

شجر ہے بیابان میں اک جناب
دعا اسکے سایہ میں ہے مستجاب

پسر کے لیئے مینے زیر شجر
دعا کی تو پیدا ہوا یہ پسر

پسر نے سنا جب کلام پدر
تو لڑکو نسے کہنے لگا یوں پسر

مجھے کاش ملتا نشانِ شجر / تو کرتا ابھی امتحانِ شجر

جہاں کی پدر نے پسر کی دعا / تو کرتا قضائے پدر کی دعا

جو ہرتا دعا سے ہماری پدر / تو قبضہ میں ہوتا سبھی مال و زر

دو نقلیں ہیں ایسی ہی بس مختصر / سنیں آپ رغبت سے جانِ پدر

نقل دیگر

سنا ہے کوئی شخص تھا مالدار / محبت تھی دولت سے لیل و نہار

اکٹھا کیا مال ہر راہ سے / بلا جسطرح سے لیا چاہ سے

تونگر کے نورِ نظر چار تھے / غرض وارثِ مال و زر چار تھے

سناتے تھے ہر دم پدر کو پسر / کہ تقسیم کر دیجئے مال و زر

کسی روز برہم انہیں دیکھکر / تونگر کے دل میں ہوا کچھ خطر

یہ سوچا نہ یہ مار ڈالیں مجھے / بلا کسطرح سر سے ٹالیں مجھے

درم پاس موجود تھے دس ہزار / دیئے بانٹ سب رکھ لیے بس ہزار

لیئے جو درم کب جتا کر لیئے / نگاہوں سے سب کی بچا کر لیئے

پدر نے کیا مال دیکر الگ / پسر بھی ہوئے زر کو لیکر الگ

پسر لے چکے مال جب باپ سے / بلاتے تھے کب آ کے اب باپ سے

بس اب باپ کی لی خبر کون ہے / سمجھتے نہیں اب پدر کون ہے

پسر تو کہیں ہیں پدر ہی کہیں | مرض میں کوئی پوچھتا اب نہیں
کسی نے سوجھایا اگر طور سے | کہ خدمت کرو باپ کی غور سے
تو کہتا ہے ہر ایک چپ کے رہو | ہمیں ہے نہ خدمت کی خاطر کہو
سدا جس پہ مرتے تھے وہ بے خبر | جسے پیار کرتے تھے وہ بے خبر
پدر کا تو ہر ایک پہ پیار تھا | سوا پرورش کے نہ کچھ کار تھا
کسے پیار کا آج اقرار ہے | بہانہ ہے خدمت سے انکار ہے
پدر نے یہ نقشہ غرض دیکھکر | ملامت کیا دلکو آٹھوں پہر
کہا پھر یہہ دلکو کہ اے روسیاہ | کیا دین و ایماں کہاں پر تباہ
لیا دیکھ بیٹونکو تونے لعین | یہ دنیا ہی ہیں آج تیری نہیں
مکانمیں غرض جلد لایا پلنگ | جہاں دفن زر تھا بچھایا پلنگ
ہوا پھر مکاں سے نہ باہر کبھی | کسیکو بلایا نہ اندر کبھی
تقاضائے حاجت کبھی گر ہوا | مکانکو دیا قفل باہر ہوا
پدر کا جو یہہ حال آیا نظر | تو بیٹوں نے دلمیں کہا سوچکر
پدر کے جو پھر نکا یہہ حال ہے | تو بے شبہ اس گھر میں کچھ مال ہے
سمجھکر ہوئے گرد سب باپ کے | اٹھانے لگے ناز اب باپ کے
پدر نے بلایا الگ ایک کو | وہ زر سب دکھایا الگ ایک کو
کہا یہہ نہ کرنا خبر اور سے | مرو نہیں تو لو مال ہر طور سے

غرض دوسرے کو بلا کر کہا ۔ یہی مال اپنا دکھا کر کہا

کسیکو نہ دینا مرے مال کو ۔ مروں جب تو لینا مرے مال کو

وہ زر تیسرے کو بھی دکھلا دیا ۔ جو سمجھایا اوروں کو سمجھا دیا

تو چوتھے پہ بھی مال ظاہر کیا ۔ کہا کچھ جو اوروں سے وہ کہدیا

چھپا کر کہا ایک سے ایک کو ۔ تو پردہ رہا ایک سے ایک کو

کرم پر جو دیکھی نظر باپ کی ۔ لگے کرنے خدمت پسر باپ کی

نہ وہ زر پدر نے دکھا کر دیا ۔ خدا کے لیئے سب چھپا کر دیا

لٹا کر سبھو صاف سب کر دیئے ۔ جگہہ درہموں کی خذف بھر دیئے

قضا سے موا جس گھڑی وہ پدر ۔ لگے دیکھنے زر کو چاروں پسر

پڑے جس گھڑی سنگریزے نظر ۔ پشیماں ہوئے پھر تو چاروں پسر

کوئی یاں نہ بیٹوں کی خاطر دھرے ۔ نہ ایمان و دیں ان پہ صدقہ کرے

تنبیہ و ہدایت شاہزادی حور کو شاہ صاحبان شعور کو

عقیلہ نے کی یاں تلک گفتگو ۔ کہا پھر کہ شہزادی ماہرو

سنایا جو نقل و حکایات کو ۔ جتایا ہے بی بی پہ ہر بات کو

برا ہے جتانا بری بات کا ۔ نہ تھا کچھ محل ان حکایات کا

یہ مطلب کہ بی بی خبردار ہوں ۔ بھی اہل دنیا سے بیزار ہوں

جو سوچیں گے پہلے سر انجام کو ‏ نہ ہرگز کرینگے بُرے کام کو

یہ قصّے فسانے تھے ہر قسم کے ‏ نمونے تھے دانے تھے ہر قسم کے

سبھی اہلِ دُنیا کا یہ ڈھنگ ہے ‏ کروڑ نمیں سو کا جدا رنگ ہے

نہو جنمیں اللہ کا کچھ خیال ‏ تو وُہ سلطنت بھی ہے آخر وبال

خدا سے صنم کو جو پیارا کرے ‏ صنم بھی اسی سے کنارہ کرے

خدا کے لئے جو لُٹاتا نہیں ‏ تو کچھہ مال سے ہاتھہ آتا نہیں

خدا کی نہو یاد جس جان سے ‏ وہ ہے خاک کہتے ہیں ایمان سے

خدا سے اگر بے وفائی کرے ‏ وفا اُس سے بیٹیا نہ بھائی کرے

جو قصّوں سے دُنیا کی یکسو ہوئے ‏ تو بی بی خدا کیطرف تو ہوئے

ہر اِک بات سے ہے یہی مدّعا ‏ کسی سے نہو عشق اُسکے سوا

خدا کی ہے ہر چند اُلفت محال ‏ وُہی عشق ہے ہو جو اُسکا خیال

خدا فرض جنکی محبت کرے ‏ تو واجب ہے اُنسے بھی اُلفت کرے

بنے عاشقِ عاشقانِ خدا ‏ رہے اُلفتِ دُوستانِ خدا

قریبوں سے ہو دُور گر ہو تمیز ‏ خدا کے ہے پیارونکو سبھے عزیز

محبت وُہی ہے اطاعت کرے ‏ یہی عشق عشقِ عبادت کرے

جو ہو عاشقِ مصطفیٰ و علیؑ ‏ اُسے دین و دُنیا میں سمجھو ولی

مگر دوستیِ نبیؐ و وصیؑ ‏ اُسی بھی نکچھہ سہل سمجھو اجی

جو ثابت قدم امتحاں پر رہے	وہی دوست ہے بات پر مر رہے
شرف دوستی کا کروں کچھ بیاں	فضیلت ہوئی جب ہوا امتحاں

نقل ایک پارسا کی جسنے محبّت نبیؐ و علیؑ میں اپنے آپکو آگ میں ڈالا اور خدا نے بہ طفیل محبّت تنور سے سالم نکالا

پلا جام ساقی خدا کے لیئے	نبیؐ کے لیئے مرتضےٰؑ کے لیئے
شراب تولّا ئے مولا ملے	جو افضل ہو وہی جام او لے ملے
ملے ایک ساغر وہ ہوں آج مست	کہیں لوگ بھی ہیں مست الست
پلا دے محبّت سے جام شراب	کہ ذرّہ بھی دیکھے رخ آفتاب
مرے نشّہ سے آگ سب گرد ہو	جہنّم بھی آگے مرے سرد ہو
لکھا ہے مدینہ میں تھا ایک مرد	پلا نیک عورت کو بھی نیک مرد
جو تھی نیک عورت کنیز رسولؐ	محبّ نبیؐ و علیؑ و بتولؑ
کوئی کام کرتی نہ تھی بیشتر	زیارتکو آتی تھی وقت سحر
رخ مصطفٰےؐ اور علیؑ و بتولؑ	اگر دیکھتی پھر نہ رہتی ملول
کہا زوج نے حال یہ دیکھکر	کہاں روز جاتی ہے وقت سحر
کہا روز جاتی ہوں دربار میں	گزر ہے پیمبرؐ کی سرکار میں
نبیؐ و علیؑ کو سدا دیکھکر	کوئی کام کرتی ہوں وقت سحر

زیارت کو جاتی ہوں گھر بار سے   مری زندگانی ہے دیدار سے
کہا خیر یہہ راہ ہے خیر کی   پڑیگی جو تیری نظر غیر کی
تو باہر ہوی عقد اور مہر سے   جو شیریں ہے پھر تلخ ہے زہر سے
کہا کوی دیکھے اگر غور سے   تو ہوگا یہ ساماں اسیطور سے
چلی جب یہہ دیدار کی چاہ میں   ملا اک یہودی اِسے راہ میں
کہا عزم بی بی کہاں کا کیا   بتاو ارادہ جہاں کا کیا
یہودی نے پوچھا یہ جب راہ میں   کہا حال عورت نے سب راہ میں
کہلا حال بولا یہی بد خصال   اگر دوستی میں ہے تجھکو کمال
اُسی دوستی کی قسم ہے تجھے   ذرا اپنا چہرہ دکھا دے مجھے
یہ کی عرض عورت نے غفار سے   تو واقف ہے نیت سے اِقرار سے
یہودی قسم دے چکا ہے ابھی   کروں ترک اُسکو نہ ہو یہ کبھی
رخ صاف سے پھر اُٹھای نقاب   قسم کے سبب ہو گئی بے حجاب
ذرا دیکھیے قدرتِ کردگار   جو چہرہ پہ ڈالی نظر ایکبار
نہ عورت کسیطور آئی نظر   اُسے شکل کہیہ اوپرسے آئی نظر
بُری شکل دیکھی بُرا مُتہ کیا   ہٹا دل تو گھر کیطرف چلدیا
ہوا پھر جو دولتسرا میں گزر   بزرگوں سے کوئی نہ آیا نظر
ندیکھا نبیؐ و علیؑ کا جمال   زیادہ اِسی بات کا تھا ملال

کیا گھر میں جا کے تھی روشن تنور ۔ گل شمع یہ تھی تو گلشن تنور
کیا گرم جب آب تنّور پر ۔ ہوئی آب کچھہ روئی پُر نور پر
دُہلاتی تھی بچّونکا سر یہہ ادہر ۔ کہ باہر سے شوہر بھی آیا نظر
اُسے دیکھکر مُنہ چھپایا شتاب ۔ جو پوچھا سبب بتایا شتاب
کہا عقد سے تیرے باہر ہوئی ۔ طبیعت وہیں آگ سنکر ہوئی
وہیں پھر غضبناک ہو کر کہا ۔ یہ عورت سے بیباک ہو کر کہا
جو ہے دوستدارِ نبیؐ و علیؑ ۔ بنی جان نثارِ نبیؐ و علیؑ
اُنہیں کی تجھے دوستی کی قسم ۔ محبّت سے تنّور میں رکھہ قدم
یہ سُنکر اُٹھی وہ بصد امتیاز ۔ وضو کر پڑھی جان و دلسے نماز
اُٹھی بادۂ عشق سے جھوم کر ۔ چلی اپنے بچّونکا مُنہ چوم کر
گئی متصل جب یہ تنّور کے ۔ تو اطفال اس غیرت حور کے
پکڑ کر دوپٹہ کو رونے لگے ۔ گری پاؤں پر جان کھونے لگے
چھوڑایا دوپٹہ کو اطفال سے ۔ بڑھی آگے اپنی اُسی چال سے
لیا نام اللہ کا جب چلی ۔ گری آگ میں جب کہا یا علیؑ
زمیں کی گئی آہ گردوں تلک ۔ دُھواں بن گیا اک ستونِ فلک
دُھویں کا تو جانا وہ افلاک پر ۔ وہ اطفال کا لوٹنا خاک پر
دلونپر ہوا ایک صدمہ نیا ۔ پدر سے نہ لڑکوں کے دیکھا گیا

پدر نے لیا ساتھ اطفال کو گیا پھر نبیؐ سے کہا حال کو

نبیؐ نے سنا جب یہ قصہ تمام ہوئے آبدیدہ جو خیر الانام

تو اصحاب سارے ہوئے اشکبار سنا جسنے قصہ ہوا بیقرار

چلے واں سے پھر بادشاہِ عرب گئے آپکے ساتھ اصحاب سب

نبیؐ کو یہ آیا نظر دور سے دھواں آسماں تک ہے تنور سے

گئے جب مکاں میں یہی کی دعا بچانا اسے آگ سے اے خدا

یہ کلمہ رسولِ مبیں نے کہا تو آئے ہیں روح الامیں نے کہا

ترے دوستونکو کہاں آنچ ہے جہاں تیرے دشمن وہاں آنچ ہے

بلالو زنِ پارسا کو جناب کہ ہوتی ہے خدمت میں حاضر شتاب

یہ کہنے لگے مرتضےٰؑ سے نبیؐ پکارو زنِ پارسا کو ابھی

وصیِ نبیؐ نے جو آواز دی صدا آئی لبیک لبیک کی

زباں پر تھا وصفِ علیؑ بار بار نکل آئی تنور سے بیقرار

ہوئی پھر نبیؐ و وصیؑ پر فدا پھری گرد دونو کے وہ پارسا

کہا آپنے کچھ بیاں حال کر یہ کہنے لگی اے شہِ نامور

رہی سامنے جبتلک نار تھی گئی اسمیں لونڈی تو گلزار تھی

نظر آیا وہ شخص تنور میں زیادہ کہیں بدر سے نور میں

نہ چھوڑا مجھے اسجگہہ غار میں وہی لیگئے ایک گلزار میں

گئیں باغ میں جب کنیزیں نزار — زیارت کو آئیں بصد افتخار
بڑی میری تعظیم و توقیر کی — خوشی سے یہہ آپسمیں تقریر کی
یہ ہے عاشق اہل بیت نبیؐ — محب جناب نبیؐ و وصیؑ
یہہ لونڈی تو حوروں سے تہی ہم سخن — ندا آئی مجہہ کو میان چمن
وہی پہر نظر آئے گلزار میں — مجہے کھینچ لائی ہیں دربار میں
کہا اسکو پہچانتی ہے یہاں — کہا پارسا نے ادب سے کہ ہاں
علیؑ ہیں وہ مشکل کشائے جہاں — امیر عرب رہنمائے جہاں
نبیؐ بات سنکر یہہ خوشدل ہوئے — کہ اتنے میں جبریل نازل ہوئے
نبیؐ سے یہہ کہتے تہے روح الامیں — یہودی نے عورت کو دیکہا نہیں
جو قایم یہ راہ وفا میں رہی — تو صورت بہی حفظ خدا میں رہی
رہا دور دونوں سے درد فراق — نہ عورت پہ واقع ہوئی ہے طلاق
زن و مرد سنکر ثنا خواں ہوئے — ملے ماں سے بچے تو شاداں ہوئے
گئے وہاں سے دولتسرا کو نبیؐ — ہنسے دوست سنکر جلے مدعی
بیان عقیلہ تہا یہہ ہو بہو — بس آگے نفیسہ کی ہے گفتگو

بیان نفیسہ اُن شخصوں کے بیان میں کہ جنہوں نے رضائے خدا کے لیئے ملک دنیا سے ہاتھ اُٹہایا بتوں سے مُنہ پہرایا

مال ہاتھہ سے دیا جان فدا کی اُولاد کا غم نہ کیا

فسانے کئی ساقیا یاد ہیں
سنے گر کوئی قابلِ داد ہیں

نہیں سنتے ابھی کچھہ ابھی کچھہ کہیں
لبِ خشک تر ہوں ابھی کچھہ کہیں

نظر جام پر ہے قدم راہ پر
مسافر ہیں بیٹھے ہیں ہم راہ پر

اُدہر جام ہے التجا ہے اِدہر
اُدہر دیر خوفِ قضا ہے اِدہر

گیا دن بہروسہ کسے رات کا
یہی وقت ہے ساقیا بات کا

بہلا کِسکو امید یاں شام کی
کہوں کچھہ تو امید پُر جام کی

جو دیکھا رُخِ حور کو غور سے
نفیسہ نے جانا یہہ ہر طور سے

عقیلہ کی باتیں اثر کر گئیں
تو بی بی الگ لونڈیاں ڈر گئیں

عقیلہ نے اپنے کیا ڈہنگ سے
نہیں شاہزادی مرے رنگ سے

نہ یہ دُور خدمت سے اپنی کرے
پرے نہ سنے پر یونہی ہو تم پرے

نہ رکھو قدم ہر گہڑی چاہ پر
چلو شاہزادی کی تم راہ پر

وہ باتیں کرو یہ رضامند ہو
ہر اک بات سے اپنی خورسند ہو

اگر یاد اسکے رہے بات یہہ
جو بگڑے بنا کر سکے بات یہہ

کہ اہلِ جہاں کی یہی چال ہے
جو ہی حال سب کا مرا حال ہے

جو دلمیں یہ سوچی کہا حور سے
یہی عرض لونڈی کی پر دور سے

بُروں کی **عقیلہ** نے باتیں کہیں ۔ بُرے بھی زمانہ میں سارے نہیں
جہاں کے سبھی لوگ یکساں نہیں ۔ کہیں نیک انساں ہیں ہیں کہیں
سبھی کب زمانہ میں بدکار ہیں ۔ جہاں میں بُرے سو بھلے چار ہیں
عقیلہ نے جو کچھہ کہا ایجناب ۔ مری پاس ہر بات کا ھے جواب
سُنا ہے یزیدِ لعیں کا بیاں ۔ کہوں اُسکے بیٹے کی اب داستاں
پسر ھے الگ باپ کی راہ سے ۔ نہ رکھی غرض حشمت و جاہ سے

ذکر مُعاویہ رحمتہ ابن یزید لعنۃ

نہیں یہ اِدہر اور اُدہر سے سُنا ۔ بہت سی کتابوں سے مضموں چُنا
معاویہ رحمتہ ابنِ یزیدِ پلید ۔ ازل سے غلامِ حسینؑ شہید
پدر کی جگہہ جب خلیفہ ہُوا ۔ تو مثلِ پدر کب خلیفہ ہُوا
خلیفہ تو چالیس دن تک رہا ۔ خلافت میں اپنی اُسے ننگ تہا
خدا کی طرف سے ہدایت ہُوئی ۔ تو حکمِ نبیؐ کی رعایت ہوئی
یہ جانا خلافت ہے امرِ عظیم ۔ نہیں منصب ہر شقی و لئیم
نہیں یہ کسی اجنبی کے لئے ۔ یہ منصب ہے آلِ نبیؐ کے لیئے
ہُوا جُمعہ ممبر کے اوپر چڑہا ۔ بڑی اک فصاحت سے خطبہ پڑہا
خُدا پاک کی جب ثنا کر چکا ۔ تو وصفِ پیمبرؐ کی جانب کہا

جو بیعت نبیؐ سے فراغت ہوئی — دل و جان کی اور حالت ہوئی

ستم باپ دادا کا ظاہر ہوا — حقیقت سے دنیا کی ماہر ہوا

کہا پھر کہ اے قوم آگاہ ہو — نہ ٹیڑھے چلو اور نہ گمراہ ہو

خلافت کے قابل جہاں سب نہیں — ہر اک آدمی کا یہ منصب نہیں

مرا دادا ناحق بلا میں پڑا — خلافت کی خاطر علیؑ سے لڑا

فضیلت میں سب سے تھے اولیٰ علیؑ — خلافت کے لائق تھے مولیٰ علیؑ

پدر کی جگہ اپنے میرا پدر — جو بیٹھا بڑی چاہ سے تخت پر

خلافت کی اسکو لیاقت نہ تھی — کہ حقِ پدر بھی خلافت نہ تھی

لڑا آلِ احمدؐ سے اس بات پر — کہ بیعت کریں سب یہ مرتا تھا پر

مٹایا محمدؐ کی تصویر کو — کیا قتل بے جرم شبیرؑ کو

ہوئی جب خلافت کے اوپر نگاہ — جبھی تو کیا گھر نبیؐ کا تباہ

ستم کیا کیا اس عمر میں کر گیا — پھر آخر کو ظالم جواں مر گیا

ہمیشہ کو سر پر لیا اک عذاب — کیا مفت میں عاقبت کو خراب

خلافت کے مارے غضب میں پڑا — نہ چھوڑا گنہ اُسنے چھوٹا بڑا

ہوئی عہد میں اسکے جائز شراب — کیا ہو مدینہ کو اسنے خراب

مدینہ کو لوٹا نہ آیا قرار — کیا کعبۂ پاک کو سنگسار

نہیں اس خلافت سے مطلب مرا — نہ میں اسکے لائق نہ منصب مرا

مرے سامنے سلطنت کچھ نہیں — یہ دَو روز کی منزلت کچھ نہیں
عدالت سے اپنی بتاؤں اُسے — پہنچتا ہے حقِ خلافت جسے
وُہ سجّاد ہے جانشینِ حسینؑ — جو ہے عابد و زاہدِ مشرقین
اُسیکو خلافت سزاوار ہے — کہ وُہ اُسکے لائق ہے حقدار ہے
جو سجادۂ دین پہ سجّاد ہو — بَر ہے دین دُنیا بھی آباد ہو
مگر جانتا ہوں کہ جانِ رسُولؐ — کریگا نہ امرِ خلافت قبول
مری ہر مسلماں سے ہے التجا — نہ سمجھے مجھے کوئی فرمانروا
نہیں کوئی عقبیٰ سے پیارا مجھے — مناسب ہے سب سے کنارا مجھے
مسلماں جو غمگیں ہے یا شاد ہے — ہر اِک میری بیعت سے آزاد ہے
یہ کہتے ہی منبر سے اُترا شتاب — غرض اپنی منزل میں پہنچا شتاب
خوشی سے نہ گھر میں بھی آکر رہا — عبادت کے گوشہ میں جا کر رہا
محل سے جو حجرے کے اندر گیا — نہ حجرے سے نِکلا وہیں مر گیا
جنہیں کچھ تعلّق ہے انصاف سے — نہوں خوش خوشامد و اوصاف سے
جو کچھ عیب دیکھیں تو چپکے رہیں — بُرا باپ دادا کو اپنے کہیں
کسی کی نہ دل میں حمایت کریں — کریں بھی تو حق کی رعایت کریں
جو پوچھو تو بے عیب تنہا ہیں یہی — وہی آدمی ہیں بشر ہیں وہی
کوئی شخص کرتا ہے یہ بھی بیاں — کہ اُترا جو منبر سے وہ نوجواں

وہیں باپ دادا پہ بہی طعن کی ۔ یزید و پدر اسکے پر لعن کی
سنا ہی یہہ بی بی نے جیسا بیان ۔ یہ بندی کرے اور ایسا بیان

ذکر پسر ہارون رشید

خلیفہ جو ہارون تہا بغداد کا ۔ کروں ذکر کچھہ اسکی اولاد کا
دلوں پر تہا سب کے غبار غرور ۔ شراب حکومت سے تھے چور چور
پسر مست غفلت سے ہر ایک تہا ۔ مگر ایک دو چار میں نیک تہا
نہ تہی دولت و ملک سے کچھہ خبر ۔ فقیری پہ تہی سلطنت میں نظر
کیا سر الگ تاج کی چہاؤں سے ۔ علیحدہ کیا تخت کو پاؤں سے
بتوں کو نظر سے گرائے ہوئے ۔ حسینوں سے آنکھیں پھرائے ہوئے
ہر اک کام دنیا کا چھوڑے ہوئے ۔ ہر اک راہ سے باگ موڑے ہوئے
کیا ترک دنیا کا سب کاروبار ۔ رہا حق کی طاعت میں لیل و نہار
امیروں سے دم بہر نہ تھا اختلاط ۔ فقیروں سے تہا رات دن ارتباط
نہ مسند نہ تکیہ نہ رخت حریر ۔ گزی کا لوکٹرہ تہا فرش حصیر
محبت نہ تہی تخت اور تاج سے ۔ نہ خوش باج سے تہا نہ تاراج سے
فقیری سے ہر دم سروکار تہا ۔ پدر کے طریقہ سے بیزار تہا
سدا تہا فقیروں میں اسکا گزر ۔ وہ حسرت سے کرتا تہا اُن پر نظر

جو جاتا کسی قبر پر دلفگار
تو روتا وہیں بیٹھکر زار زار

کسی دن وہ شہزادہ حق شناس
فقیرانہ پہنے ہوئے سب لباس

جو پہنچا خلیفہ کے دربار میں
تو چرچا ہوا سارے حضّار میں

کہ یہ وضع لڑکے کی اچھی نہیں
نہ رہتے ہیں یوں شاہزادے کہیں

فقیر و نمیں رہتا ہے یہ نیک خو
بلا دی ہے سب خاک میں آبرو

کہا، شاہزادی کی جو شان ہیں
وہ پہنچا خلیفہ کے سب کان میں

پسر کو بلا کر وہیں روبرو
نہایت محبت سے کی گفتگو

خلیفہ کے الطاف کو دیکھکر
کہا اس پسر نے کہ سن اے پدر

کہ دنیا کو دیکھا بہت غور سے
اٹھائی ہے لذت ہر اک طور سے

سمائی نظر میں نہ کچھہ کائنات
زمانہ کی ہر چیز ہے بے ثبات

نہ کر غور کچھہ میرے افعال پر
مجھے چھوڑ دے بس اسی حال پر

اٹھائی ہے دنیا کی لذّت سدا
مزا کچھہ تو عقبیٰ کا دیکھوں ذرا

رہے گی سدا نعمت آخرت
کہ ہے دائما لذت آخرت

نہیں آنکھہ دار فنا کیطرف
نگاہیں ہیں ملک بقا کیطرف

نچھوڑا خلیفہ نے فرزند کو
کہا یہہ وزیر خردمند کو

یہ لڑکا ہی آخر کرے کوئی کام
حکومت لکھو مصر کی اسکے نام

پسر نے کہا - بازرہ قہر سے
نہیں بھاگ جاونگا اس شہر سے

پدر نے یہہ سُنکر کہا اَے پسر ۔ جو ایسا کرے کیا ہو حالِ پدر

یہ کی عرض بیٹے نے اے تاجور ۔ جو بہاگا یہہ فرزند کیا ہے خطر

تسلّی کو بیٹے ترے اَور ہیں ۔ نہیں ہیں برادر مرے اور ہیں

خدا سے جُدا ہو جو تیرا پسر ۔ خدا کا نہیں ہے بدل اے پدر

خدا اَور ہے دہیان جسکا کرو ۔ اُسے بہول کر ذکر کس کا کروں

جو ہارون سے اُسنے کنارا کیا ۔ تو بصرہ میں جاکر گزارہ کیا

وطن سے نہ کچھہ ساتھہ ساماں لیا ۔ سبہی چہوڑ کر ایک قرآں لیا

نہ لیتا تہا کچھہ غلبہ و قہر سے ۔ شکم بہرتا مزدوری شہر سے

زیادہ لیا اور نہ کچھہ کم لیا ۔ کیا کام جب ایک درہم لیا

کفایت ہے چھہ روز کہانا اُسے ۔ تو پہر اور کہانیکو لانا اُسے

جو شنبہ کے دن کام کرتا غریب ۔ تو چھہ روز آرام کرتا غریب

جو بصرہ میں تہے عامرِ نیکنام ۔ ہے اُنکا بیاں اس طرح کا کلام

مری گہر کی دیوار تہی اک خراب ۔ کہ اُسکے لیئے تہا مجھے اضطراب

ہوئی مجھکو مزدور کی جستجو ۔ گیا گہر سے باہر پہر اکو بکو

ملا ایک مجھکو جوانِ حسین ۔ شرافت ہے اُسکی تہی روشن جبیں

تلاوت میں قرآں کی مشغول تہا ۔ عبادت میں یزداں کی مشغول تہا

جو فارغ ہوا عرض کی میں وہاں ۔ کوئی کام کرتے ہو تم اے جواں

وہ بولا بتاؤ کسی کام کو
کہ پیدا ہوا ہوں اسی کام کو

بتاؤ تو کیا کام کا طور ہے
کہا کار گل ہے نہ کچھہ اور ہے

سنا یہہ تو کہنے لگا وہ پسر
کروں آپکا کام اک شرط پر

فقط ایک درہم تو اجرت ملے
نمازوں کے موقع پہ مہلت ملے

غرض مان کر شرط لایا اسے
بتانا تھا جو کچھہ بتایا اسے

جو پھر کام دیکھا سر شام کو
کیا اسنے دہ چند اسکام کو

کیا کام دس شخص کا ایک نے
مگر مزد دو کا لیا ایک نے

جو دینے دو درہم دیے اسکو اور
تو کہنے لگا یہ نہیں میرا طور

گیا دوسرے دن بلانے اسے
دیا صبر ایسا خدا نے اسے

لگا کہنے مجھہ سے کہ اے دوستدار
جو کرتا ہوں شنبہ کے دن کاروبار

تو چھہ روز کھاتا ہوں آرام سے
تعلق ہے شنبہ کے دن کام سے

کیا کام اس روز پر منحصر
گیا روز شنبہ کو پیش پسر

یہ دیکھا کسی سے نہیں گفتگو
تلاوت میں قرآں کی ہے نیکخو

کیا پہلے دست ادب سے سلام
پئے مصلحت پھر کیا کچھہ قیام

تلاوت سے فارغ ہوا جب پسر
کہا میں نے مطلب مگر مختصر

مرے ساتھہ پھر ہو لیا شوق سے
اسیطور سب کچھہ کیا شوق سے

سر شام کی کام پر جب نظر
تو ظاہر ہوا یہ مجھے دیکھہ کر

حمایت فرشتوں نے لاریب کی
پسر کے لئے تھی مدد غیب کی

گیا تیسرے دن جو دستور سے
ملا ایں محل پہ نہ مزدور سے

جو پوچھا کسی سے یہ پایا جواب
خرابہ میں ہے تین دن سے خراب

دیا مزد کچھ ساتھ رہبر لیا
چلا پیچھے آگے اسے دھر لیا

محل پر جو پہونچا یہ آیا نظر
پڑا ہے خرابہ کے اندر پسیر

اکیلا بیاباں میں خاموش ہے
پسر جاں بلب ہے نہ کچھ ہوش ہے

جو کی بیٹے تسلیم کچھ جان کر
رہا وہ بھی چپ نہ پہچان کر

بڑی دیر کے بعد جانا اب مجھے
کہا ہے وصیت برادر تجھے

مرا وقت نزدیک ہے اے جواں
کہ جب جان تن سے ہو میری رواں

یہ کہنا کہ اے خالق بحر و بر
موا ہے خرابہ میں جو یہ پسیر

جو بھاگا یہ دنیائے جانکاہ سے
تعلق کیا تیری درگاہ سے

اسے اپنی رحمت سے مت دور کر
گنہ بخش بندہ ونہیں منظور کر

جو پھر دفن کرنا مجھے خاک میں
محبت سے دھرنا مجھے خاک میں

یہ انگشتری ہے یہ قرآن ہے
یہی دین و دنیا کا سامان ہے

یہ ہاروں کو دینا نشانی مری
تو پھر عرض کرنا زبانی مری

حوالہ جو کی ہے امانت تجھے
پسر نے یہ دی ہے امانت تجھے

جو دیکھا ترا کام اس شخص نے
دیا ہے یہ پیغام اس شخص نے

مناسب نہیں ہے جو ایسا کرو
نہ ایسی ہی غفلت کے اندر مرو

جسے آپ پہنتے تھے تاج و سریر
کھلے سر یونہیں چل دیا وہ فقیر

وصیت یہ کرکے روانہ ہوا
غرض وہ قضا کا نشانہ ہوا

قریبوں سے پہلے ہی وہ دور تھا
مکاں سے الگ اپنے مزدور تھا

قضا نے نہ کچھ کام کرنے دیا
جہاں میں نہ دم بھر ٹھہرنے دیا

مکاں سے نکالا اُسے موت نے
بیاباں میں ڈالا اُسے موت نے

سرہانے خضرؑ ہے نہ الیاس ہے
کیا جسنے پیدا وہی پاس ہے

ہزاروں ہی دنیا میں ویسے مرے
مرے بھی جہاں میں تو ایسے مرے

نہ کہنا کہ پہلے ہوئی یہ بشر
بیاں کیا ہے انکا ہوئی یہ بسر

کہو آج کی بات آئی یقیں
کہ دی ہاتھ سے کس نے گز بھر زمیں

نہ عرصہ ہوا کچھ نہ مدت ہوئی
کہ دو سال گزری یہ نوبت ہوئی

ہٹایا جو دل باج و تاراج سے
نہ راجہ نے رکھی غرض راج سے

نقل ایک راجہ کی کہ جسنے ملک و دولت سے منہ موڑا

پھر راجہ رئیسوں میں ممتاز تھا
غرض ہمسروں میں سرفراز تھا

کسی سے نہ کم تھا کسی بات میں
خزانے تھے قابو میں زر ہات میں

ہوئی پہلے سیر کتب پر نظر
تو کی پیچھے دنیا میں سب پر نظر

شجر اور ثمر میں نہ پائی ثبات / کسی خشک و تر میں نہ پائی ثبات
جو دیکھا کہ دنیا کا یہہ ڈھنگ ہے / تو جانا کہ ہر رنگ بیرنگ ہے
ہٹا دل ہر اک دین و آئین سے / محبت نبیؐ کے ہوئی دین سے
اٹھایا دل و جاں کو اصنام سے / تعلق کیا دین و اسلام سے
کنارہ کیا مال و زر چھوڑ کر / گیا پہلے کعبہ کو گھر چھوڑ کر
درِ کعبہ سے کربلا کو گیا / ٹہرا واں سے دار البقا کو گیا
رکھے جو کہ ملکِ بقا پر نظر / کرے خاک دارِ فنا پر نظر
نہ سر وہ جھکائے شہنشاہ سے / کروں نقل اک غیرتِ ماہ سے

نقلِ دیگر

ہوا سدِ یاجوج سے جب فراغ / سکندر وطن کو پھرا باغ باغ
وہاں آپ پہنچا بصد امتیاز / جہاں پیر اک پڑھ رہا تھا نماز
ٹھہر کر کوئی دم کیا انتظار / جو فارغ ہوا یہ کہا ایکبار
مری فوج و ساماں کو دیکھکر / کیا آپنے کچھہ نہ دلمیں خطر
کہا خوف کرتا میں کس راہ سے / مناجات کرتا تھا اس شاہ سے
جو ہے آپ سے اسکے برادر بڑا / بڑا ملک اسکا ہے لشکر بڑا
وہاں آپ کی کچھہ حقیقت نہیں / ترے ملک و لشکر کو نسبت نہیں

دکھاتا ہے تو زور کیا اسکندری | بڑی اسکی قوت ہے طاقت بڑی

اگر دیکھتا ہیں تمہیں جاہ سے | نہ حاجت کو پاتا کسی راہ سے

پکارا یہ اسکندر نامور | رضامند ہوتے ہو اس بات پر

رکھیں گر قدم آپ اس ملک پر | تو شادی ہوں ہم آپ ہی ملک پر

مری ملک میں آپ ہوں گر شریک | تو ہو انتظام جہاں ٹھیک ٹھیک

ہر اک امر میں ہو مدد آپ سے | کہ پوچھوں ہر اک نیک و بد آپ سے

یہ پوچھا جو اس نے ہوئی نیک فال | توہے چار خصلت کا تجھ سے سوال

نہ وہ چار چیزیں اگر دور ہوں | تو ہم تیری خدمت سے مسرور ہوں

وہ صحت کہ جسمیں مرض کچھ نہ ہو | جئیں اور قضا سے غرض کچھ نہ ہو

جوانی میں پیری نہ ہو آشکار | ہر اک بات انمیں ہو اپنے اختیار

سکندر پکارا کہ اے ہوشیار | کوئی اسپہ قادر نہیں زینہار

کہا یاں اسی سے مناجات ہے | کہ قبضہ میں جسکے ہر اک بات ہے

اسی کے ہے تو سایۂ لطف میں | یہ ہے آبرو سایۂ لطف میں

سنی پیر زاہد کی یہہ گفتگو | گئے واں سے اسکندر نیکخو

جسے ہے یہاں آخرت کا خیال | اسے کب ہو پھر سلطنت کا خیال

جو ہو عشق اللہ کی ذات سے | تو کیا ہو خبر دوسری بات سے

نقل زاہد صحرا نشین

کسی زاہدِ پاک کا ھے بیاں
بنایا تہا جنگل میں اُسنے مکاں

کوئی دشت میں راہ کو بہولکر
مکاں جب یہ دیکہا تو آیا ادہر

یہ دیکہا کہ ہیں بندہ و نو کو اڑ
عبادت کی خاطر یہ کی ایک آڑ

کہا زاہدا رحم للہ کر
جو بہولا ہوں رستہ کو آگاہ کر

سُنی اُسنے آواز ذرکہولکر
کہا وُہ ھے رستہ چلا جا اُدہر

مسافر نے رستہ کا پایا پتا
کہا۔ مجہکو نام و نشاں بہی بتا

کہا،، نام مت پوچہہ گمنام کا
بہلا نام سے ھے تجہے کام کیا

نشاں دیدیا ہے تجہے راہ کا
مجہے ذکر کرنے دے اللہ کا

زیادہ نہ دے طول اَب باتکو
نہ کہو مفت اَب میرے اوقات کو

عبث بات کرنیسے بیزار تہا
سوائے عبادت نہ کچہہ کار تہا

بتانا یہاں نام کا تہا محال
سُنو ایک صاحب کی تم قیل و قال

کہیں جمع مجلس میں تہے لوگ عام
یہہ کرنے لگے ایک صاحب کلام

کہ اہلِ یورپ کے اوپر نظر
کہ دنیا میں کیں صنعتیں کسقدر

نہیں غور اونکو کسی بات پہ
ہمیشہ نظر ھے اسی بات پہ

کوئی چیز دنیا میں ایجاد ہو
جو ایجاد ہو قابلِ داد ہو

یہ کیا بات ہے اہلِ اسلام میں
لگاتے نہیں دل کسی کام میں

نہ کرتے ہیں دنیا میں ایجاد کچہہ
نہیں چہوڑتے قابلِ یاد کچہہ

کہا ایک نے اہلِ اسلام سے | لگائیں وہ دِل کون سے کام سے
جو دنیا کی سمجھیں نہ بنیاد کچھ | کریں کس بھروسہ پہ ایجاد کچھ
مکاں اور بھی اہلِ اسلام کا | جو دنیا میں گھر بھی سو ہی نام کا
نہ دنیا کی صنعت پہ آئے ہیں یہ | وہیں کے لئے کام کرتے ہیں یہ
جنہیں خاص دنیا سے ہی کام کچھ | وہ صنعت دکھائیں کریں نام کچھ
تہیں اہلِ دنیا کو دیں سے غرض | نہ دنیا کا بھی اہلِ دیں کو مرض
وہ جانے کا دین کی نہ ماتم کریں | یہ دنیا کے جانے کا کیوں غم کریں
جو عقبیٰ پہ دیندار کا ہاتھ ہے | تو دنیا ہی پھر پاؤنکے ساتھ ہے
مقرر جو ہے رزق تقدیر سے | وہ بڑھتا نہیں اپنی تدبیر سے
کیا پھر نہ صاحب نے جوش و خروش | جو تھی بات سچّی ہوئے وہ خموش
کہیں گے جنہیں یاں ہے تمیز کچھ | حقیقت میں دنیا نہیں چیز کچھ
نہ خالی ہیں قصّے یہ تاثیر سے | یہ بھی خوف بی بی کی تقریر سے
جو فرماؤ سب کچھ گوارا کیا | مگر بت سے کِس نے کنارا کیا
کہوں یہ کہ ایسے بہت مرد ہیں | جو الفت میں اللہ کی فرد ہیں
جو دیکھیں تو ہونگے کہیں دیکھکر | اُنہیں بت بھی پیارے جھکیں دیکھکر
اُنہیں تم نے دیکھا کہاں غور سے | سنیں آپ انکا بیاں غور سے

قصہ اُن شخصوں کا کہ اپنے آپ کو بچایا کبھی

مرد نے عورت کو اور کبھی عورت نے مرد کو رستہ بتایا

جو ساقی ملے مے کروں وہ بیاں ۔ مرقع ہو بزم صنم کا عیاں

کوئی سرد مہووے کوئی گرم ہو ۔ کہیں بیحیائی کہیں شرم ہو

کہیں نشہ میں اسطرح دوں نشاں ۔ لپٹتے ہیں بت بھاگتے ہیں جواں

دکھاؤں کبھی پیار پیارے صنم ۔ جواں گرد ہیں اور کنارے صنم

خبر ساقیا وقت پر لیجیے ۔ شروع بیاں ہے نظر کیجیے

نظر تھی کتابو نپہ شام و سحر ۔ ورق تھے ہزاروں ہی پیش نظر

روایت یہ دیکھی میان کتاب ۔ جواں ایک تھا غیرت آفتاب

نہ راغب سوئے بوستان جہاں ۔ چمن میں تھا آزاد سرو رواں

نہ کھویا عبث اپنی اوقات کو ۔ کیا ترک دنیا کی لذات کو

جگر میں نہ حرص و ہوا کی جگہہ ۔ دل پاک خوف خدا کی جگہہ

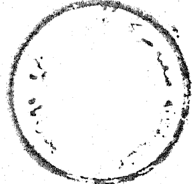
فقیرانہ دنیا میں آزاد تھا ۔ ریاض قناعت میں شمشاد تھا

یہ تھی خیمہ چشم کی واردات ۔ توکل کی چوبیں قناعت قنات

فقط ٹوکری وہ بناتا عزیز ۔ اسی راہ سے رزق پاتا عزیز

مگر ٹوکری بھی وہ نازک مزاج ۔ بناتا تھا بہر گل احتیاج

نہ کچھ عیش و عشرت کا دلمیں خیال ۔ گل خوبی حسن کا تھا نہال



طبیعت نہایت ہی آزاد تھی ۔ وہ صورت میں سیرت خداداد تھی
کبھی روز یہ عاشق کبریا ۔ کہیں ٹوکری بیچنے چلدیا
پھرایا فلک نے ادھر اور ادھر ۔ ہوا ایک کوچہ میں اسکا گزر
زن ماہ لقا ملگئی راہ میں ۔ ہوئی غرق دیندار کی چاہ میں
بری راہ پر اسکو لایا خیال ۔ گیا دل بناوٹ کا آیا خیال
کبھی منہ دکھانیکو الٹی نقاب ۔ کبھی شرم کھاکر کیا کچھ حجاب
دوپٹہ کو اولٹا کبھی دوش پر ۔ اداسے کہا ہاتھ آغوش پر
کبھی سادہ پن سے دکھایا شکم ۔ کبھی مسکراکر چھپایا شکم
کبھی سر پہ سودای سر چڑھی ۔ ہٹی پیچھے اور گاہ آگے بڑھی
بڑھی کچھ تو پھر دیکھنے کو پھری ۔ جو ٹھہرا نہ دل ٹوکری پر گری
جوان پر دل وجان سے مایل ہوئی ۔ جو کرتی تھی بسمل وہ گھایل ہوئی
پکاری کہ ہم بھی خریدار ہیں ۔ یہ چیزیں بھی مجھکو درکار ہیں
ہوا خواہش نفس سے کچھ جنوں ۔ کیا دل سے منظور فعل زبوں
بہانہ سے سودے کے گھر لیگئی ۔ بغل میں مثال جگر لیگئی
مقفل در خانہ اول کیا ۔ ستمگر نے زندان کو مقفل کیا
ادھر وہ ہوا بندیاں لب کھلے ۔ جو کھلنے کے قابل تھے وہ سب کھلے
خوشی اسطرح دل کے اندر ہوئی ۔ گئی پھول جامہ سے باہر ہوئی

ہوئی پھر نقاب معطر الگ ۔ دوپٹہ الگ سر سے چادر الگ

رخ و چشم سے جلد پردہ اٹھا ۔ ہوا آئینہ صاف گرد اٹھا

الگ آہ کرتی کی محرم الگ ۔ ہوئی جسم نازک سے سب غم الگ

صفائی بدن کی یہ کی سامنے ۔ الگ کینچلی ڈالدی سانپ نے

مقدر سے تھا پر جلا آئینہ ۔ جواں کو نہ رخ سے ملا آئینہ

جواں نے نہ اوپر اٹھائی نگاہ ۔ نہ آئینہ رو سے ملائی نگاہ

زن نازنیں کو کہاں ہوش تھا ۔ کہ دیگ محبت کا اک جوش تھا

کیا پھر تو دست ہوس کو دراز ۔ لگی کرنے ظاہر وہ ناز و نیاز

کبھی بھوں چڑھائی اتاری کبھی ۔ کبھی نخرا اور خاکساری کبھی

کہا بیچ سے شاد ہو کر کہا ۔ ہنسی سے کہا، گاہ رو کر کہا

ہنسی تھی کبھی آہ و زاری کبھی ۔ کبھی صبر کچھ بیقراری کبھی

اشارے کئی شوخیانے کئے ۔ جو شیطاں نے افسوں تباہی کئے

یہ دیندار تھا عاشق کبریا ۔ اثر جادوئے حسن نے کب کیا

طمع دی بہت دولت جاہ کی ۔ نہ اسنے کسی چیز کی چاہ کی

چلا دل نہ مطلق کسی چال پر ۔ نظر کی نہ صورت پہ نہ مال پر

جو انکو بھی ہر گھڑی تھا خیال ۔ نکلنا بھی دام صنم سے محال

چلا جب نہ کچھ کام انکار سے ۔ کہا، سو چکر ماہ رخسار سے

ہوا تھی تقاضائی حاجت مجھے ۔ کوئی دم کی ہووے اجازت مجھے
سمجھا کہ دم بھر میں آیا ہیں ۔ جدا اصل سے کب ہو سایہ کہیں
یہ سمجھی کہ جاتا ہے بھاگ اب کہاں ۔ کہیں جائے - پر دل ہے اسکا یہاں
کہا شاد ہو کر ابھی جائیے ۔ مگر جلد تشریف لے آئیے
پری سے جو انکو اجازت ملی ۔ بہانہ سے جانیکی رخصت ملی
گیا گوشۂ باغچہ کی طرف ۔ یہ چاہا کرے جان اپنی تلف
غرض یاد اس دم کیا موت کو ۔ گنہ پر مقدم کیا موت کو
گناہ خدا کب گوارا کیا ۔ بجز مرگ کے کچھ نہ چارا کیا
چڑھا اسطرف جلد دیوار پر ۔ گرا اس طرف دشت پر خار پر
کیا مرگ خوف خدا سے پسند ۔ کرم سے خدا کے نہ پہنچا گزند
خدا کی طرف سے عنایت ہوئی ۔ جو بھاگا صنم سے حمایت ہوئی
فریب بت بیوفا سے بچا ۔ پری رو کی جور و جفا سے بچا
نہ اس روز کچھ قوت حاصل ہوا ۔ خوشی سے مگر گھر میں داخل ہوا
کہا اپنی زوجہ سے اے نازنین ۔ نہ گھبراؤ مالک ہے رب زمین
نہ فاقہ کے صدمات سے تم ڈرو ۔ بہت جلد مطبخ کو روشن کرو
جلے آگ مطبخ میں شام و سحر ۔ نہ فاقہ کی ہووے کسیکو خبر
کہا یہ قریبوں سے رخصت ہوا ۔ پیا آب محو عبادت ہوا

غذا کی جگہہ لب پہ شکر و ثنا
زباں پہ فقط حمد کی کامزا

محلہ کی عورت کوئی ناگہاں
غرض آگ لینے کو آئی وہاں

جھکی آگ کو جب میانِ تنور
کہا اہلِ خانہ سے اُس ذی شعور

الگ آپ بیٹھے ہو کیوں بے خبر
کئی روٹیاں جل گئی ہیں ادہر

وہ آئی تو دیکھی یہ شانِ تنور
کئی روٹیاں ہیں میانِ تنور

ہوا غیب سے جب یہ کارِ عظیم
کیا پھر تو شکرِ خدائے کریم

سخن یہ زنِ پارسا نے کیا
یہ ساماں سب اتقا نے کیا

شہا خوفِ باری سے سب کچھ ہوا
یہ پرہیزگاری سے سب کچھ ہوا

قضیہ یہ بات کہکر شتاب
کیا شاہزادی سے پھر یہ خطاب

کہیں مرد یوں آپ چاہیں جسے
جواں مرد کہتے ہیں بی بی اسے

اگر ہو مری بات پر غور اب
تو ویسا ہی قصہ کہوں اور اب

قصہ زاہد و عورت زناکا

سرائیل میں تھی زن مہ لقا
جلاتی تھی آتش سے دلکو سوا

پڑے وہ ہی جب حسن کی آگ میں
جلیں کیوں نہ مشتاق بھی آگ میں

جنہیں خانۂ یار میں بار تھا
جہنم انہیں خانۂ یار تھا

نظر میں کبھی زلف ابرو کبھی
کبھی سانپ کھاتی تھی بچھو کبھی

وہ بت بھی جوانوں سے مشغول تھا — جھکا بلبلوں پر عجب پھول تھا

نہ تھی حسن و خوبی پہ کچھ احتیاط — جوانوں سے رکھتی تھی عیش و نشاط

وہ بت بھی کوئی رہبرِ ناز تھا — بلندی پہ جیسے سہرِ ناز تھا

کوئی دو برس میں سائی کرے — یہ ساعت میں حاجت روائی کرے

سہر ہیلیو نمیں تھے جتنے جواں — کسینے نہ عورت سے پائی اماں

موافق تھی ساعت میں پل میں جدا — غرض ڈھنگ تھا ہر محل میں جدا

کبھی ہم بغل اور کناری کبھی — کبھی کچھ تغافل اشارے کبھی

کہیں عشق اور پاکبازی کہیں — کہیں وصل اور کارسازی کہیں

کسی سے تھا انکار وعدہ کہیں — گھڑ بیچ ہاں تھی تو دم میں نہیں

عدو دین کی دشمن تھی ایمان کی — خرابی دلوں کی بلا جان کی ❊

وہ قاتل ہی جب لکو بسمل کرے — لگائے جو تو زخم خوشدل کرے

مرن آپ جس پر وہ جلا دے — جسے حیند ڈھونڈھے وہ حیتا دھے

اوڑائے جسے بے پروں کے اوڑے — یہاں ہوش بازیگروں کے اوڑے

کہ جیسا صنم کا ہے حسن و جمال — تو ویسے ہے زاہد کا زہد و کمال

یہ کہتے تھے ہر چند ہر روز شب — ہوئے جمع اک وزدِ دل سوز سب

یہ آپس میں بولے اسے دیکھکر — جسے روز ہم تم ہیں سے دیکھکر

جو زاہد پہ بت کی عیاں چال ہو — ہماری طرح وہ بھی پامال ہو

کیا جاں نثاروں نے جب یہ سخن
تو کہنے لگی فخر سے گلبدن

قسم ہے یہہ کہتی ہوں للکار کر
کہ جاؤں گی گھر میں اسی مار کر

جہاں تھی وہاں سے نہ گھر پر گئی
ہوئی رات زاہد کے در پر گئی

جو دیکھا در مدعا بند ہے
غلط نیت وصل و پیوند ہے

پری رو نے زاہد سے کی چھیڑ چھاڑ
یہ دی در پہ دستک کہ کھولو کواڑ

اٹھایوں نہ زاہد کہ ہے زور کچھہ
یہ بولی کہ بندی ہے مجبور کچھہ

جوانوں نے روکا اسے راہ میں
اماں چاہتی ہے یہہ درگاہ میں

محل خرابی کی ہے یہہ بنا
کیا چاہتے ہیں جواں اب زنا

ہوئی بات سنکر جگر میں جگہہ
تو دی جلد عابد نے گھر میں جگہہ

نگاہوں سے عابد کو تاڑا وہیں
بناوٹ سے تن کو بگاڑا وہیں

دوپٹہ سے سارا بدن ڈھانپ کے
گری پاس عابد کے کچھہ کانپ کے

اشارہ سے کہتی رہی بار بار
رہو مجھ سے غافل نہ اے ہوشیار

جوانوں نے جب سے لتاڑا مجھے
جبھی سے چڑھا خوب جاڑا مجھے

دبائے بدن کوئی محرم نہیں
چلی جان افسوس ہمدم نہیں

پھرا دو جو دست شفا جسم پر
رہی پھر نہ لرزہ ذرا جسم پر

ہوا جب نہ زاہد کو کچھہ بھی خیال
تو سوجھی کہ چلئے کوئی اور چال

کہا ہائے گرمی نے مارا مجھے
دم سرد ہے اک شرارہ مجھے

قضا چھوڑتی ہی بھلا کب مجھے | جو جاڑا گیا تب پڑھی اب مجھے
کبھی ہاتھہ رکھا رگ نبض پر | کبھی سر کو دھنتی تھی اٹھہ بیٹھکر
کبھی کچھہ تسلّی سی مضطر کبھی | کبھی ہاتھہ ہاتھی پہ دل پر کبھی
ہلاتی تھی چہرہ پہ آنچل کبھی | کبھی چین سے دل تہا بیکل کبھی
ہوئی تنگ وہ جب دل تنگ سے | تو رونے لگی اور ہی ڈھنگ سے
ہوا کے لیئے پھر یہ پھرتی ہوئی | جدا تن سی شلوار و کرتی ہوئی
ڈوپٹہ تو پہلے ہی سی دور تھا | اُسے ڈھنگ کچھہ اور منظور تھا
نکل آیا مہ پردۂ ابر سے | تو زاہد ہی کس طرح صبر سے
تن نازنین سی ہوا دل گداز | کیا ہاتھہ بیساختہ جب دراز
اُسیوقت خوف خدا آگیا | قیامت کی آتش سی گھبرا گیا
اُسی گھر میں تہی آگ دشمن کہیں | تو بکرے ہوی ہاتھہ پہنچا وہیں
نہ کچھہ خوف جان و بدن کا کیا | خطر خالق ذو المنن کا کیا
کہا پھر تو عورت نے اے نیکخو | تو کہتا ہی کیوں آگ پر ہاتھہ کو
کہا اُسنے اس سی ہوئی ہے خطا | تو اس ہاتھہ کی بس یہی ہے سزا
ہوئی جب وہ آگاہ اس راز سی | پکاری جو انکو آواز سے
کہ دیکھو تماشا ابھی رات کو | جلاتا ہی زاہد ہر اک ہاتھہ کو
وہ داخل ودہر ہاتھہ ملکر ہوئے | ادہر ہاتھہ بھی خاک جلکر ہوئے

جنہیں یاد ہے آج روز قیام / زباں کب وہ کرتے ہیں انکی نیکنام

نہ کہنا پرانی حکایات ہیں / جہاں میں تو باتیں یہ دہرات ہیں

نقل ایک نواب کی

اسی عہد میں ایک نواب تھا / حکومت پہ بھی نیک نواب تھا

غرض ماہرو یوں میں خورشید تھا / جوان حسین قابل دید تھا

کسی وزرا تھا جو دربار سے / سوار ہیں نکلا وہ بازار سے

لب بام تھی دختر جوہری / پری زاد کیا خود وہ تھی اک پری

لگی عشق کی چوٹ اسکو یہاں / تو ہو بہو کہا اور پیاس اسکو وہاں

جو نواب کا ایک مختار تھا / اسے اسکے دربار میں لا رہا

رہے ہوش قایم نہ دلدار کے / گئی رات کو پاس مختار کے

یہی باندھ کر تھا تقریر کی / نہ دولت کی خواہاں نہ جاگیر کی

صفائی ہے سب سے لڑائی نہیں / جنا سے بھی اب ہاتھا پائی نہیں

کسی کی زباں پر شکایت نہیں / رعیت میں ہے شوق رعایت نہیں

مرض ایک بیمار کے ساتھ ہے / دوائی مرض آپکے ہاتھ ہے

کہو حال جب ہاں کریں آپ کچھ / بچے جان جب تم بھریں آپ کچھ

وہ مختار بولا کہ جان جہاں / کہیں عشق ہے آپ زرد نہاں

بتاؤ جو لائق مرے کام ہو — خدا کی عنایت سے انجام ہو

کہا عرض کرتی ہوں آداب سے — محبت ہے لونڈی کو نواب سے

ستاتا ہے ہر روز دردِ فراق — مجھے ہے ملاقات کا اشتیاق

یہ سنکر کہا خیر گھر سے گئے — گئے ملک سے مال و زر سے گئے

نہیں غم جو ہوں دور دربار سے — پہ پھرتے نہیں نپے اقرار سے

کہا خیر مانا تری بات کو — ملاقات ٹھہریگی کل رات کو

ادھر رات کو سب کھلے در رہیں — ادھر منتظر دیدۂ تر رہیں

یہ سنکر قدم پر گری چاہ سے — ہوئی شاد گھر کو پھری چاہ سے

نہ شب کو کیا خواب مختار نے — کیا دور اسباب مختار نے

کیا جب الگ مال و اسباب کو — تو دنیں سنایا یہہ نواب کو

کہ مینے سنی ہے عجب ایک بات — کسی گھر میں زانی گھسیں آج رات

وہ بولا زناکار کیا چیز ہیں — جو ظاہر میں ہیں دیدہ چیز ہیں

مکاں سے بہت جلد آگاہ ہو — جو ہو رات تم میرے ہمراہ ہو

ہوئی رات عورت کے گھر پر گئے — جو ڈھوری سحر گزرے تو در پر گئے

پکارا یہہ مختار دیکھو حضور — جہاں شمع روشن ہے واں ہے فتور

لڑی کا ہے اس محل پر گماں — کہ ہے ایک عورت کئی ہیں جواں

یہ سنکر تو نواب گھر میں گھسے — تو مختار ڈھوڑی کے در میں گھسے

کنیزک نے اسکو تو باہر کیا
شتابی سے پھر بند وہ در کیا

یہاں تو وہ نواب نادر گئے
وہاں گھر سے مختار باہر گئے

جو دیکھا محل میں عجب تنگ ہے
نہ زانی کوئی ہے نہ کچھ جنگ ہے

کوئی دوست ہے اور نہ دشمن کہیں
اکیلا صنم ہے برہمن نہیں

گزر ہے محل میں طرحدار کا
یہہ جوبن یہ ہے حسن رخسار کا

گل شمع بھی سامنے زرد ہے
رخ صاف سے آئینہ گرد ہے

جو سومن نہ پائے صنم پر جھکا
تو سومن کے بت بھی قدم پر جھکا

جو نواب سمجھا کہ یہہ حال ہے
تو نواب پارسائی بھی پامال ہے

جو ڈیوڑھی کی جانب پھرائی نظر
نہ مختار کی شکل آئی نظر

کہا ہائے مارا ہمیں یار نے
کنوئیں میں گرایا مددگار نے

صنم سے کہا خوف کی رات ہے
مجھے کیوں بلایا ہے کیا بات ہے

پکاری یہ عورت کہ سن ایجوان
مری عشق کا مختصر ہے بیان

سواری میں جسروز دیکھا تجھے
اسی روز سے ہے محبت مجھے

ہوئی آنکھہ جب سے میان نظر
جبھی سے ہوئی اور شان نظر

محل میں بلایا ہے تدبیر سے
یہ امید رکھتی ہوں تقدیر سے

کہ ہو آپ کی شکل کا اک پسر
رہوں شاد ہر دم اسی دیکھکر

پکارا یہہ نواب نے نیک خو
عجب آرزو ہے عجب گفتگو

جہاں میں ہے نام و نشاں پر نظر / نہیں آہ رنگِ جہاں پر نظر

کسی روز ہے دیدۂ روسیاہ / چھپینگے زمیں میں میانِ نگاہ

ہوئی آپ حیران نہیں دیکھکر / ہے خیرہ ہوئی ہیں جنہیں دیکھکر

وہ خورشید رو بھی نہ گھر میں چھپے / تہِ خاک اپنی نظر میں چھپے

حسینوں سے بڑھکر ہزاروں حسین / تہِ خاک سوتے ہیں اے نازنین

وہ گلرو جوانی پہ جب آگئے / جو کھلنے پہ آئے تو مرجھا گئے

جو لڑکے گلِ شمع بالکل ہوئے / سرِ شام روشن ہوئے گل ہوئے

کہیں اپنی کوشش سے اولاد ہے / پسر ہو کہ دختر خدا داد ہے

تمہیں میری قربت سے آیا قرار / شکم میں نہ نطفے نے پایا قرار

جو نطفہ بھی ٹھہرا تو دختر ہوئی / نہ وہ بات پھر بھی میسر ہوئی

جو لڑکا بھی ہووے ہے صورت نہ ہو / کہیں پھر زیادہ کدورت نہ ہو

کیا فرض اسمیں ہر اک ڈھنگ ہو / یہی صورت و قد یہی ناگ ہو

خبر کیا کہ آتے ہی ہووے رواں / جو لڑکا بھی ہووے نہ ہو پھر جواں

اگر وہ نگاہوں سے بھی گم نہ ہو / جیئے وہ اگر کچھ۔ مگر تم نہ ہو

کسی دن رہو تم نہ لڑکا رہے / عذابِ جہنم کا دھڑکا رہے

پھلے وہ جو نخلِ عمل نیک ہو / نہالِ بدی کا نہ پھل نیک ہو

زنا سے رہیگی نہ قایم بنا / رہی ہے تو سر پر عذابِ زنا

نہیں کام کرتے ہیں وہ ہوشیار — کہ جس کام میں ہوں بکھیڑے ہزار
یہ کہتے ہی پستاں کو مُنہ میں لیا — کہا تمکو بیٹیا خدا نے دیا
مقدر سے پالا ہوا ہے پسر — ملیگا نہ ایسا بھی نورِ نظر ؎
خبر ہے کہ کیسا پسر اور ہو — جو چاہو نہ ایسا پسر اور ہو
جو دیکھا یہہ نقشہ پریشاں ہوئی — ندامت ہوئی کچھہ پشیماں ہوئی
جوانِ حسیں جب محل سے گیا ؎ — تو گویا کہ لڑکا بغل سے گیا
پری زاد سے ہاتھہ دُھو کر گیا — جو تھا پاک اَب صاف ہو کر گیا
ہزاروں جہاں میں ہیں یوں تو جواں — جواں مرد ہوتے ہیں ایسے کہاں
قفیسہ کی عرض جانتا ہیں — گزارش یہ بندی کی بیجا نہیں
کہیں یہہ فرماؤ سُنکر یہیں — کہ ہوں مرد ایسے یہ عورت نہیں
جو عورات پہلی تھیں اَنو نیکخو — کروں آج اونکی اگر گفتگو
یقیں ہے کہ فرماؤ سُنکر وہیں — کہ پہلے ہوئے ہوں مگر اب نہیں
سناؤں ابھی آجکل کا بیاں — یہہ ہے آپکے عہد کی داستاں

قصّہ ایک زنِ پارسا کا جو سب کو چھوڑ کر محوِ عبادت ہوئی

سُنا ہے کسی جا پہ دخترِ امیر — ہوئی حُسن و خوبی میں بدرِ منیر
ابھی سن و سس کی نہ تھی گلعذار — زمانہ ہوا عقد کا خواستگار

یہی ذکر کرتے تھے چھوٹے بڑے — خدا جانے کس کا نصیبہ لڑے
یہی باپ کو فکر تھی صبح و شام — کہ ہے حُسن یہہ باعث اہتمام
غرض بات یہہ چکر دُور کی — جدائی پری رُو سے منظور کی
زیادہ نہ جوش محبت کیا — شروع جوانی میں رخصت کیا
مددگار جس کا مقدر ہوا — وُہی اُس پری رُو کا شوہر ہُوا
کوئی خاک دنیا میں پائی مذاق — کہ ہمیں تو تھے وصل دم میں فراق
بُرے وقت میں عقد اُسکا ہُوا — کہ دو روز کے بعد شوہر مُوا
جنھیں تھا کبھی اُس پری رو کا خیال — اُنھیں پھر ہوئی جستجوئے وصال
وُہی سب تمنائے دیدار میں — لگے پھرنے پھر کوچہ و بازار میں
جو انکو جو عشق غالب ہُوا — ہر اک شخص دلبر کا طالب ہوا
گئی وہ کسی کے نہ گھر پر کبھی — نہ دیکھا اُسے بام و در پر کبھی
ہوا دیکھنا جب صنم کا محال — کیا عقد ثانی کا سب نے خیال
ہوئی جب وہ آگاہ پیغام سے — کہا ،، یوں ہی ہنسے دو آرام سے
یہاں اور حصہ ہمارا نہیں — ہمیں عقد ثانی گوارا نہیں
تباہی کا گھر کی ہمیں غم نہیں — کہ اک وزیاں پر بہی دُم نہیں
ہوئی فکر اب عاقبت کی ہمیں — محبت ہے کچھہ آخرت کی ہمیں
ہوئے ہیں جو دنیا میں برباد ہم — تو ہوویں گے عقبیٰ میں آباد ہم

جواں ایک تھا عشق سے پائمال — زیادہ تھا اُسکو صنم کا خیال
محبت سے دل پر نہ قابو رہا — یہی عالمِ دین سے جاکر کہا
مقدر تو اپنا کبھی پر نہیں — کہ وہ سرو قد راستی پر نہیں
جو گمراہ ہوا ایک شکِ قمر — اُسے راہ پر لائیے راہبر
جہاں تک ہو ممکن نصیحت کرو — اگر وہ نمانے فضیحت کرو
تمہیں چاہیئے دھیان اللہ کا — یہ ہے کام اللہ کی راہ کا
زمانہ کو ہو آپ سے اعتقاد — سناؤ اُسے وعظ حسبِ مراد
جو حکمِ خدا سے خبردار ہو — نہ پھر عقدِ ثانی سے انکار ہو
سنا عالمِ دین نے جب یہ کلام — کیا جاکے بیت الصنم میں مقام
کیا اہلِ خانہ کو یہ وعظ و پند — ہوا ہر طرف شور و نالہ بلند
جو پھر عقدِ ثانی میں گفتار کی — تو سب خوبی عقد اظہار کی
کیا پھر زنِ پارسا سے خطاب — کہ ہے عقدِ ثانی میں کارِ ثواب
جہاں اُس سے راضی ہے سب ہے خوش — خدا اُس سے راضی پیمبر ہے خوش
پکاری یہ عورت کہ اے راہبر — کروں عقدِ ثانی میں کس بات پر
قضا نے کوئی دن جو وقفہ کیا — اگر کوئی ستر برس تک جیا
زمانہ میں پھر تین اُسکے جناب — کہ طفلی و پیری و عہدِ شباب
نہیں کوئی گنتی میں طفلی کے سن — تماشے کے اور کھیل کے ہیں یہ دن

جوش ہوں ہیں پھر جوانی کے دن ‏ ‏ یہی ہیں فقط زندگانی کے دن

یہی ہیں حسینوں سے رغبت کے دن ‏ ‏ محبت کے دن ہیں یہ عشرت کے دن

ضعیفی کا جب زور تن پر ہوا ‏ ‏ ہر اک عضو قابو سے باہر ہوا

کبھی سر پہ غشہ کا اک زور ہے ‏ ‏ کبھی ضعف سے تن لبِ گور ہے

رہی پھر قضا کے سوا کون پاس ‏ ‏ کنارہ کریں پہلے ہوش و حواس

کبھی سانس آئی رکا دم کبھی ‏ ‏ اٹھی کبھی منہ میں بلغم کبھی

بدن ایک ہے اور ہزاروں مرض ‏ ‏ نہیں سانس لینے کی مہلت غرض

جو رکھتے تھے شہر و چمن کی خبر ‏ ‏ نہ ہو جانکو پھر بدن کی خبر

عبادت کی خاطر ہے خلق بشر ‏ ‏ وہ طاعت کرے کونسے وقت پر

مری عرض پر غور فرمایئے ‏ ‏ کوئی وقت طاعت کا بتلایئے

مکاں تو ہے عقبیٰ میں آرام کا ‏ ‏ یہ دنیا کا سب عیش ہے نام کا

گھڑی کو ہے جوش محبت یہاں ‏ ‏ کوئی دم کو ہے عیش و عشرت یہاں

کوئی دم میں یہ زندگانی کہاں ‏ ‏ ہر اک وقت عیش جوانی کہاں

جسے کچھ بڑھاپا ہو آشکار ‏ ‏ جوانی بھی ہے چار دن کی بہار

قضا سے کسی وقت مہلت نہیں ‏ ‏ کوئی موت کی آہ ساعت نہیں

کہ پیری ہو طفلی ہو یا ہو شباب ‏ ‏ قضا کا برابر ہے سب سے حساب

بشر کو جو حاصل ہو وقتِ تمیز ‏ ‏ خدا کی عبادت کو سمجھے عزیز

یہ ملک و دولت و بستان و مکاں ۔ نہیں چھوڑ جائینگے اہل جہاں
ملا ہاتھ جب بت کے ہاتھ سے ۔ الگ ہو نگے پیارے سبھی ساتھ سے
بقا و فنا میں جو تمیز ہو ۔ نظر میں دنیا کی اک چیز ہو
عبادت سے ہر دم سروکار ہو ۔ سوا اسکے کوئی نہ بہر کار ہو
بشر ترک عیش جوانی کرے ۔ عبادت میں یہ زندگانی کرے
نہ مطلب ہو یاں کسی کام سے ۔ رہے دھیان اللہ کے نام سے
اسیکا رہے دھیان آٹھوں پہر ۔ کٹے یاد میں اسکی شام و سحر
کروں عرض کیا جانتی ہیں سبھی ۔ نہوں جمع دنیا و عقبیٰ کبھی
جو دنیا کو لے ترک عقبیٰ کرے ۔ جو عقبیٰ کو لے ترک دنیا کرے
مرا عیش و راحت سے دل دور ہے ۔ مجھے ترک دنیا ہی منظور ہے
نہیں میری دنیا کے اوپر نظر ۔ ہمیشہ ہے عقبیٰ کے اوپر نظر
نہیں حال شوہر کا مجھ پر عیاں ۔ کہ دوزخ میں ہے یا میان جناں
کروں اسکی خاطر دعائے نجات ۔ کوئی راہ ڈھونڈوں برائے نجات
جو عالم سے عورت نے تقریر کی ۔ وہ خاموش تھا شکل تصویر کی
کہا سوچکر راہ یہہ خوب ہے ۔ کریں آپ وہ ہی جو مرغوب ہے
کہ عورت کو اس راہ پر چھوڑ کر ۔ گیا عالم دیں بھی منہ موڑ کر

نقل

زن قحبہ اک مشہور تھی ؛ مے حسن و خوبی سی مخمور تھی

تصیبہ ہوا اور بھی اوج پر تولد ہوئی دخت رشک قمر

ہر اک دید میں اسکی مشغول تھا وہ اک گلشن حسن کا پھول تھا

کہا دایہ نے دیکھکر غور سے یہ ہوتا ہے ظاہر ہر اک طور سے

جیا گر یہہ جیتا دلا کھوں شکار بنے گا یہ گھر مسلخ روزگار

جہاں یہ کہاں چین پائے جہاں کہ ہے زیست اسکی قضائے جہاں

کوئی نام رکھے خوشی سے ہزار کہو پر اسے فتنہ روزگار

ہوا آج فتنہ یہاں کل ہوا ابھی سی مگر گھر یہہ مقتل ہوا

پڑے دایہ کے تھی سبھی سی نصیب ہوا جنکو بوسہ بھی سے نصیب

نہ فتنہ ہوئی جبتلک ہوشمیں رہی بیتی دایہ کے آغوش میں

کبھی صحن میں تھی محل میں کبھی کبھی ہاتھہ پر تھی بغل میں کبھی

ہوئی جن دنوں عمر دو سال کی بڑھی مشق فتنہ کو ہر چال کی

ہوئی چاک ہاتھوں سے داماں بھی محل سے پھٹیں گے گریباں کبھی

بلندی پہ جب ور قیامت ہوا وہ بوٹا سا قد بھی قیامت ہوا

جو کچھ روز گزرے یہہ سب نے کہا الٰہی رہے خیر ہا فتنہ بڑھا

جو ماہ جوانی چڑھے خیر ہو جو کچھ اور فتنہ بڑھے خیر ہو

گئے خیر سے نو برس جب گزر لگے ہونے چرچے ادہر اور ادہر

ہوا تھا نہ ماہ جوانی طلوع — کیا خلق نے دیکھنا جو شروع

محبت سے پیر و جواں شہر کے — ہوئے گرد اس فتنۂ دہر کے

عزیزوں کے طعنے بھی سہنے لگے — مگر کوئے دلبر میں رہنے لگے

خریدار اب تک نہ رنڈی ہوئی — گلی سر فروشوں کی منڈی ہوئی

ہوا جس جگہ پر یہ فتنہ عیاں — اسی شہر میں تھا امیر کلاں

پسر ایک کہتا تھا اہل دول — حسینوں میں تھا وقت کے بے بدل

ہوا کوئی فتنہ میں اسکا گزر — تصدق ہوا شکل کو دیکھ کر

برا تھا نہ مشتاق کا طور کچھ — مگر حسن فتنہ کا تھا اور کچھ

رہا کچھ نہ اوج پدر کا خیال — گلی میں ہی ہونے لگا پائمال

نہ آرام گھر میں نہ بازار میں — مگر چین تھا کوئے دلدار میں

اسے عشق جب آہ پیدا ہوا — اسی کے سبب نام شیدا ہوا

کئی دن گلی میں رہا سلسلہ — جو کچھ روز گزرے بڑھا سلسلہ

گلی سے بڑھا ذرہ جانے لگا — محبت کی باتیں سنانے لگا

ملی رفتہ رفتہ جگہ فرش پہ — یہ سمجھے کہ پہنچا قدم عرش پہ

فقط پاس رہنے سے تھی اک حیات — ہر اک بات کو جانتا تھا نبات

اشارہ جو اٹھنے کا پایا اٹھا — اشارہ سے بیٹھا اٹھایا اٹھا

نہ کی گفتگو اشک پی کر اٹھا — کہا تم ہنسی میں تو جی کر اٹھا

کیئے جسنے قربان جان وجگر — بھلا اسکے نزدیک کیا مال وزر
جو تہا مال گہر میں سبھی کچھ دیا — ابھی کچھ دیا اور کبھی کچھ دیا
برابر تھے دونو کے جوبن و سال — تو فتنہ کو بھی ہوگیا کچھ خیال
محبت کا دونو کے تھا اک محل — کہ دونو طرحدار تھے بے بدل
جو پوری ہوئی اسپہ بارہ برس — بڑھی پھر جہانکی زیادہ ہوس
سہر فتنہ چھاتی اٹھانے لگے — جوانونکو آنکھیں دکہانے لگے
بگڑنے میں عاشق کے کیا گفتگو — بتانے لگا آپ کو ماہ رو
کیا ایک دن گلبدن نے سنگار — زیادہ ہوئی پھر چمن کی بہار
وہیں دیکھکر سرخ پوشاک کو — جوانوں کی آنکھوں سے ٹپکا لہو
پڑی آہ فتنہ پہ جسکی نظر — کیئے نذر الفت سے جان وجگر
تماشا دکہا کر یہ حسن کا — چھپرکہٹ پہ اپنے گئی مہ لقا
بہانہ سے شیدا کے کام کے — گیا پاس خلوت میں گلفام کے
لب فرش آدا سے بیٹھکر — بڑی دیر تک کی پری پر نظر
کہا پھر یہ اسے کہ خانہ خراب — کہانتک توجی کر سہیگا عذاب
جو منظور ہے آج مرنا تجھے — تو پھر چاہیئے کس سے ڈرنا تجھے
لگا ہاتہہ زلف گرہ دار کو — خوشی سے پکڑلے سیہ مار کو
بہوؤنسے جگر آج مجروح کر — فدا آج تیغونپہ تو روح کر

دکھاتی ہے نقشہ اجل تیغ کا
یہ کہانیکے لائق ہی پہل تیغ کا

کہیں ڈر جائے نہ تیرِ نظر
کلیجہ کو کر دے ابھی تو سپر

اگر تمکو جینا ہے مدِ نظر
کہ دیکھو جہاں کے ہیں خشک و تر

یہ سب پھول پھل ہیں تمہارے لیئے
گلِ روئے دلبر کی بو سونگھیئے

دلا دانت رکھتے ہیں جیسے بہی
میسر ہے وہ پستہ لب بھی

جہاں جیسے کھوئے ہوئے ہے دہن
یہاں بھی وہ موجود سیبِ ذقن

یہ چھاتی پہ رکھے ہوئے ہیں ثمر
نہیں آج تم شاد ہو توڑ کر

یہ دیکھا بھی جلوہ کسی پھول پر
کہ دو پھل لگے ہیں سی پھول پر

پھتا ہیں پھل پھل سارے یہاں
ملے کچھ اگر ہاتھ مارے یہاں

یہ کہتے ہی شیدا ہوا جوشمیں
رہا بیخودی سے نہ پھر ہوش میں

اُسی بیخودی میں بصد اضطراب
گیا پاس فتنہ کے اُٹھکر شتاب

چھپر کھٹ پہ پہونچا نہ دل رہ سکا
فقط ہاتھ پکڑا نہ کچھ کہہ سکا

وہیں تھر عجب تھرتھرانے لگا
ہوا زرد آنسو بہانے لگا

جو فتنہ نے دیکھا یہ عاشق کا حال
قرینہ سے پایا خیالِ وصال

غضب میں بھی بنی یہ ادا دیکھکر
کہا بیحواس کس طرف ہے نظر

یہی ہمسے اقرار تھا اسنے شر پر
کہ ہوتا ہے ذرہ بان سے اب مشتہر

فقط دید سے بڑھ چڑھا یہاں تلک
لب و سن پہنچا بڑھا یاں تلک

کیا تھا نہ کیا یہ ہی مجھ سی سوال
سوا دیکھنے کی نہیں کچھ خیال

کسی کی نہ تھی یوں سمائی پسند
تمہاری سبھی مجھے بات آئی پسند

خوشی سے کہا بیٹے تم مت ڈرو
اگر دیکھنا ہے تو دیکھا کرو

جو آنے کی تمکو اجازت ہوئی
اُسی کی سبب یہ جرأت ہوئی

وہی صحن دہن تھا ہی ہر زباں
تمہاری وہ باتیں ہیں اب شدم کہاں

ندیکھا مرے پاس جب غیر کو
تو کی تمنے جرأت یہ تھی نیک خو

نہ تھا پیشتر پای بوسی کو بار شب
لگے ہونے اب آپ دن کی ہاں

گزر تھا نہ دست حنائی تلک
ترا ہاتھ پہنچا کلائی تلک

ہر اک بات کہنی تو معیوب ہے
یہ گستاخ ہونا ہی کیا خوب ہے

گل حسن کی آج ہے یہ بہار
اگر دست ہمت بڑھاو ہزار

عدو باغ کو لوٹ سکتا نہیں
کوئی پھول پھل ٹوٹ سکتا نہیں

گلستا نمیں پھل پھول کیا کیا نہیں
بڑھانا ادھر ہاتھ اچھا نہیں

کہ ہوں باغباں اپنے گلزار کے
محافظ ہوں نخل ثمر دار کے

یہ کی عرض شیدا نے اے مہ لقا
ہوئی خواہش نفس سے یہ خطا

لب فرش ہر روز بیٹھا کیا
بڑھا اپنی حد سے نہ اچھا کیا

مجھے ایسی جرأت سے کیا کار تھا
یہ شیدا تو اک کفش بردار تھا

نہو پھر کبھی حکم کے برخلاف
خدا کے لیئے یہ خطا ہو معاف

کہا فتنہ دہر نے ایجوان
تمہارا بھی گھر ہے تمہارا مکاں

مگر کوئی یوں تم سے لڑتا نہیں
جو دیکھا کرو کچھ بگڑتا نہیں

ہوس اور دل میں نہ کچھ لائیے
خوشی سے یہاں آئیے جائیے

زیادہ کبھی اس سے جرأت نہو
کہیں یہ محبت عداوت نہو

مقدر کا آگے ہی ہے اختیار
گھٹے یا بڑھے سلسلہ ایکبار

بڑہائے گھٹائے خدائے زمیں
تمہارے مرے ہاتھ کچھ بھی نہیں

کیا عرض شیدا نے اے نازنیں
بجز دید کے آرزو کچھ نہیں

تمنا یہی ہے کہ جبتک مروں
فقط روئے روشن کو دیکھا کروں

جو دیکھے یہ انداز محبوب کے
ہوئے آپ نوکر بہت خوب کے

کیا کام اچھا کہ بدتر کیا
یہی انکو کہنا کہ بہتر کیا

ہر اک وقت فتنہ سے ڈرتا رہا
ادب سے ہر اک کام کرتا رہا

میسر ہے ایسی کہاں زندگی
کہ مرنے کو کہتے ہیں یاں زندگی

محبت میں شیدا ہوا پائمال
آسے پاس نہ کا تھا اک خیال

نہ تھا ماہرو کو کسیکا خیال
ہوا بھی کبھی تو اسیکا خیال

جو شیدا و فتنہ میں الفت ہوئی
اسی سے جوانو نکو حسرت ہوئی

جوانو نکو دل پر نہ قابو رہا
سبھوں نے یہ فتنہ سے اکدن کہا

برابر ہیں یوسف کی سب چاہ میں
جگہہ سب کی ہے دامن ماہ میں

ہماری نظر بھی تمہاری طرف
نہیں دیکھتے تم ہماری طرف

ہماری کہاں آپکو چاہ ہے
اگر ہے تو شیدا اسی اک راہ ہے

ہوئی جبکہ مشتاق گھر کو رواں
کہا نائکہ نے سنو میری جاں

زمانہ میں ہیں آپ مہر منیر
تمہیں دیکھتے ہیں صغیر و کبیر

نظر آپکو صف بصف چاہیئے
تمہیں دیکھنا ہر طرف چاہیئے

یہی ہے مجھے خوف اے مہ لقا
نہ کوئی جوان دے تمہیں بد دعا

جلائے ترے عشق نے سو جگر
کہ ہے دل جلوں کی دعا میں اثر

سنی بات جب فتنہ پرداز نے
کہا رو کے یہ مایۂ ناز نے

نہیں منہ برا یہ برا سن نہیں
بڑی بات کہنے کے یہہ دن نہیں

یہ باتیں نہیں کچھہ کرامات سے
خبردار ہیں کان ہر بات سے

سناتی ہوں قصہ تمہیں پیشتر
نہیں تمکو اس مہ لقا کی خبر

کہ تھی شکل میں صورت آفتاب
قمر کو بھی رہتا تھا اس سے حجاب

جو کچھہ دیکھتی ہو ہماری طرح
یہی اس پری کی تھی ساری طرح

عجب بھول تھا اور عجب تھی بہار
جہاں گرد رہتا تھا لیل و نہار

ہمیں تو ہے یاں ایک کا ہی خیال
اسے تھا نہ واں ایک کا بھی خیال

کسیکی طرف تھی نہ رغبت اسے
فقط تھی خدا کی محبت اسے

جوانی میں یہ حال اسنے کیا
کسیکو بدن بھی نہ چھونے دیا

جہاں کی تھی عارض کے اوپر نظر — نہ تھا گل تلک بلبلوں کا گزر

چھپاتی تھی زلف گرہ گیر کو — دکھاتی نہ تھی دام نخچیر کو

جو کچھہ نائکہ جانتی تھی ہنر — بتاتی رہی اسکو شام و سحر

سناتی رہی وہ یہی ہر گھڑی — برے کام میں ہے قباحت بڑی

نصیحت کرے کوئی مجھکو ہزار — کسی کی سنونگی نہیں زینہار

تو پہلے مرا جسنے دامن چھوا — اسی سے مرا عقد سمجھو ہوا

ذرا نائکہ نے نہ تمیز کی — خیالوں میں یہ بات تجویز کی

اسی کو یہاں لائیے ڈھونڈ کر — کہ ہو دیو صورت میں سیرت میں خر

مزا اسکی ہٹ کا دکھاؤں اسے — اسی کی بغل میں سلاؤں اسے

اسے آزما کر ذرا دیکھہ توں — نچھوڑیگا آسے ہی بہلا دیکھہ توں

وہ مکارہ تیلی تھی اک ڈور کی — کہی بات کچھہ سوچکر دور کی

کیا کارگر اپنی تدبیر کو — وہ لائی بری شکل کے پیر کو

کہا،، اپنی لونڈی سے اے پارسا — یہ بڈھا ہے مدت سے تمپر فدا

تمہیں بھی نہ بوڈھے سے انکار ہو — ہمیں چاہیئے وہ جو زردار ہو

صنوبر نے رو کر کہا اے بوا — برا کام مجھہ سے بھلا کب ہوا

کہا،، نائکہ نے یہی پیر کو — سنو اب زیادہ نہ تقریر کو

پکاری اشارہ سے دیکھو ادھر — سجایا گیا ہے وہ خلوت کو گھر

توقف یہاں اب نہ فرمایئے / بہت جلد خلوت میں لیجایئے
نہ بلبل کے دل پر بہلا داغ ہو / جگہہ پھول کی پہلوے زاغ ہو
سنا پیر نے پہر نہ انکار کو / لیا ہاتہہ میں اُس یار کو
نہ تہا کچھہ طرحدار کا اختیار / یہ دیکھا تو پہر رو دیا ایکبار
ہوا کام جب کچھہ نہ تدبیر سے / صنوبر نے رو کر کہا پیر سے
زیادہ نہ اب تنگ فرمایئے / جہاں چاہئے مجھکو لیجایئے
نہ کی پیر نے کچھہ بہی شرم و حیا / اُسے گوشہ قصر میں لیگیا
ہوئی آہ جب دو زن آڑ میں / کہا سب نے اُلجہا ہے گل جہاڑ میں
بغل میں جو غنچہ دہاں ہوگیا / تو فرحت سے بوڈہا جواں ہوگیا
نہ فریاد اُس کی سنی غور سے / ہوا گرد بڈہا برے طور سے
ہوا مستعد زشت افعال پر / دہرا ہاتہہ چہاتی پہ منہ گال پر
رخ و لب کو چوما کیا پیار سے / بڑہا کچھہ زیادہ نہ تکرار سے
پکاری صنوبر کہ ای پیر مست / ضعیفی میں اتنا نہو تیز دست
زمانہ میں جتنے زبر دست ہیں / قضا کے مقابل میں سب پست ہیں
کسی سے نہ دست قضا دور ہے / موئے پر نہ روز جزا دور ہے
یہاں آپ پہولے ہیں کس زور میں / کہ اک دن پہنچنا بہی ہے گور میں
بلندی سے دیکھو گے پستی وہاں / رہیگی نہ یہ زور و مستی وہاں

نہ کر عشق زلفِ گرہ دار کا — بنا اب لحد میں نہ گھر بار کا

بھنوؤں کو نہ دے چشمِ تر میں جگہ — نہ کر بھوؤں کی جگر میں جگہ

نہ پستہ لبِ تر کو اپنی خرد سمجھ — اسے آگ کا لال تھر سمجھ

نہیں خُرد پستان بڑے ہاتھ میں — سمجھنا یہ ہیں بڑے ہاتھ میں

ستایا ہمیں آہ کیا لاگ میں — سمجھ لو پڑے آج ہی آگ میں

تمہاری نظر ہے کہ ہر اک گھڑی — کہ دیکھو قضا بھی ہے سر پر کھڑی

بھروسہ نہیں کچھ سیانِ شباب — تو پیری میں کیا زندگی کا حساب

ہوا سے تمہیں چاہیے اب خطر — گلِ شمع ہو آپ وقتِ سحر

مُونہ آج پیری میں پاگل ہوئے — نہ تم اب تلک بھی خدا کے ہوئے

یہ ظاہر ہیں ڈاڑھی میں موئے سفید — سیہ مت کرو آج روئے سفید

عیاں چشم پر ہے نشانِ قضا — مقابل میں ہے پہلوانِ قضا

زمیں پر تو گرنے کا اب طور ہے — سنبھلنے کی ساعت کوئی اور ہے

مری بات کو تم نہ سمجھو کڑی — جو سمجھو سمجھنے کی ہے یہ گھڑی

عبادت کی خاطر تو پیدا ہوئے — ہوس کے مگر آپ شیدا ہوئے

ہوئے تم ہوا و ہوس میں خراب — تمہیں کیا نہیں یادِ روزِ حساب

عبادت کی ساعت گئی اب گزر — کرو گے اسے یاد اب مرگ پر

یہاں تک یہ جرأت خدا سے ڈرو — اگر ہو سکے اب بھی توبہ کرو

سنا جب صنوبر کی تقریر کو ادب آگیا خوف سے پیر کو

اُسیوقت خوفِ خدا ہوگیا صنوبر سے جھٹ پٹ جدا ہوگیا

طرحدار کو جب یہ آیا نظر کہ دل پر ہوا پیر کے اک اثر

زیادہ کیا اپنی تقریر کو کہا اسطرح رو کے پھر پیر کو

بتاؤ ہمیں بات اک راہ سے تعلّق رہا ھی کبھی شاہ سے

رہے حاکمِ وقت کے بھی حضور ویا سب سے رہتے ہو تم دُور دُور

خوشی سے کہا پیر نے ای حبیب رہا ہوں سدا حاکموں کے قریب

صنوبر کی عرض ای دستگیر بہت تمنے دیکھے امیر و وزیر

ہوا حکمِ حاکم سے جب صاف صاف کیا ھی کبھی حکم کے بھی خلاف

کہا پیر نے پھر بروے نیاز کہ خدمت پہ ہوں آجتک سرفراز

ہر اک وقت حاکم سے ڈرتا رہا ہوا حکم جو کچھ وہ کرتا رہا

صنوبر نے پھر عرض کی یجناب بتاؤ ہمیں بات یہ بھی شتاب

کہ آقا و خادم کے بہی رُوبرو ہنسی کی کبھی بے ادب سے کی گفتگو

کہا پیر نے ہنسکے ای نازنیں شریفوں سے ہوتا ھی ایسا کہیں

جسے عقل ہو وہ ادب کچھ کرے ہو شرم جسکو وہ سب کچھ کرے

صنوبر پکاری کہ ای بوالہوس ذرا سوچ اپنا بھی کچھ پیش و پس

بہت اسطرح نام کو ہیں شریف بتا تو بری کام کو ہیں شریف

نسب کو نہ کچھہ صورت و مال کو
خدا تیرے دیکھیگا اعمال کو

خدا کو سمجھتے ہو کچھہ یا نہیں
کہو صاف دل سے تو آئے یقیں

یہہ بولا نہ ایسی سناؤ ہمیں
جو بت ہو نہ اسسے پہراؤ ہمیں

خدا کو نہ جانے تو جانے کسے
اسیکو نہ مانے تو مانے کسے

صنوبر نے سنکر وہیں رو دیا
سخن پیر سے اسطرح پہر کیا

کوئی جانتا ہوگا حضرت اوسے
نہیں جانتے خود بدولت اوسے

جسے منع کرتا ہے رب غیور
وہی کام کرتے ہو اسکے حضور

برا کام کرنا دکہانا اسے
بتاؤ تو کیا تمنے جانا اسے

تمہیں ہوگی خورد و کلاں سے حیا
نہیں ہے خدا سے جہاں سے حیا

یہ سنتے ہی بڈہا قدم پر گرا
کہا ہر طرف سے مرا دل پہرا

تمہاری طرف سے ہدایت ہوئی
رعایت ہوئی یہ عنایت ہوئی

جواں گفتگو اسطرح جب کرے
تو غیرت سے کیونکر نہ بڈہا مرے

ہوا خوف آنسو بہانے لگا
عبادت کو جنگل میں جانے لگا

صنوبر نے دامن پکڑ کر شتاب
کہا، اور کہتی ہوں میں بیحجاب

مجھے جستجو تھی اسی راہ کی
کروں بیٹھکر یاد اللہ کی

یہ دل چاہتا تہا نہ یوں ہی مروں
کر آئی ہوں جسکام کو وہ کروں

مگر نائکہ کو نہ تہا یہہ پسند
مطالب کی کرتی رہی وعظ و پند

مری جب عبادت پہ پائی نظر
کہیں سے وہ لائی تمہیں ڈہونڈکر

بڑا مجھہ کو اسبابت کا غم ہوا
کہ تو ظلم سے میرا محرم ہوا

اشارہ کیا نائکہ نے ادہر
ادہر تمنے کہنچا مجھے بےخطر

کہانتک میں سبا تنکا غم کروں
یہ زیبا ہے تمکو ہی محرم کروں

ستم سے اگر آپ محرم ہوئے
خوشی سی تمہارے ہی ہم ہوئے

کیا تمکو اسواسطے بھی قبول
کہ شادی کی خاطر ہی حکم رسول

یہاں سے مجھے ساتہہ لیجایئے
سحر ہو تو پہر عقد فرمایئے

الگ دونو سوتے رہے رات بہر
ہوئے دو تو پہر ساتہہ وقت سحر

کیا نائکہ نے بہت سا فتور
صنوبر کے آگے چلا کچھہ نہ زور

کیا عقد دونو نے پہر نام کو
کیا ترک دنیا کے آرام کو

رہی یک کی ایک کو کب خبر
عبادت میں کٹتی تہی شام و سحر

بہم کون رہتا ہے زیر سما
بہت جلد بوڑہے کی آئی قضا

صنوبر نے وعدہ وفا کر دیا
قضا نے بلاکر جدا کر دیا

وہیں پہر صنوبر قضا کر گئی
عبادت میں اللہ کی مر گئی

صنوبر کا جب ختم قصہ ہوا
کہا فتنہ نے نائکہ سے بوا

کریں ہر طرف آنکھہ کیونکر بہلا
نظر سامنے آرہی ہی قضا

برائی ہوس گرد آفاق ہے
زیادہ یہی سب میں مشتاق ہے

نظر میں کوئی اب سماتا نہیں
قضا کے سوا اور بہاتا نہیں

یہی آپ کہتی ہیں شام و پگاہ
کر اک شخص پر ہے تمہاری نگاہ

تمہارا یہہ کہنا ہے سارا غلط
مجھے اسکا امتحاں ہے فقط

ہمیشہ یہہ ہے وصل کی گھات میں
محبت جتاتا ہے ہر بات میں

محبت بھی اک بات مشہور ہے
جسے عشق کہتے ہیں وہ زور ہے

اسے دیکھنے کا فقط ہے خیال
حقیقت میں یہ بھی غلط ہے خیال

نہ جب ہیاں اپنے خدا کا کیا
تمہونکو جو دیکھا تو پھر کیا کیا

سنیں آپ شیدا کا مجھ سے مآل
رہا مدتوں دیکھنے کا خیال

رہی راتدن یوں ہی ہر دم نظر
کبھی زلف پر گاہ رخسار پر

کیا حج نہ ورد و وظائف کیا
کیا بھی تو طوف طوائف کیا

ہوئی جہانکا کسے نہ خیال
کبھی ہجر جدائی کبھی ہے وصال

مریض محبت نے دلدار کی
تکلف سے پوشاک تیار کی

جو کی عید کو نذر جانباز نے
کنایہ کیا فتنہ پرداز نے

کہا ہنس کے اے عاشق جان نثار
تمہاری جو زوجہ ہے عالی وقار

اگر آج پہنے وہ یہہ پیرہن
بنی آج زینت سے مثل دلہن

مری عرض منظور فرمائیے
اسی کو یہہ پوشاک پہنائیے

یہہ مشتاق کا ہر گھڑی تھا سخن
اسے کیجیے آپ زیب بدن

کنایے تھے ہر چند لیل و نہار — مگر آج بڑھ کر کہا بار بار

نہ تھی یہ خبر آن کی آن میں — ہوا اور پھرتی ہے انسان میں

بگڑتا ہے نقشہ بد و نیک کا — نہیں ایک سا حال یاں ایک کا

کنایہ سے شیدا کو تھا اک ملال — ہوا اور سہا اور دم میں خیال

سنبھالا ذرا جانِ غمناک کو — کیا اپنے نزدیک پوشاک کو

مگر راستی سے کیا یہ سخن — کہ تو راست کہتی ہے غنچہ دہن

اگر چاہتا ہے خدائے جہاں — تو کرتا ہے حق بات دل میں عیاں

کہا تم نے انصاف سے یہ سخن — کہ زوجہ کے لائق ہے یہ پیرہن

حقیقت میں میں نے برا یہ کیا — جو زوجہ کا حق تھا نہیں دیا

سمجھتا تھا ہر دم ہیولا اوسے — جسے یاد کرنا تھا بھولا اسے

جو زوجہ کی جانب سے غفلت ہوئی — تو غفلت سے تیری محبت ہوئی

سمجھتی تھی فتنہ ہنسی کی سخن — لگی کھینچنے ہاتھ سے پیرہن

کہا۔ عاشق زار نے گھات سے — نہ چھونا اسے اب بے ہاتھ سے

نہیں دخل دیتی ہو تمیز کو — کہ چھوتی ہو تم غیر کی چیز کو

بنائی جھٹ بات دلدار نے — بگاڑی مگر عاشق زار نے

نہیں ایک شام و سحر کی ہوا — ادھر کی ہوا ہے ادھر کی ہوا

قدم پر جو عاشق گرا پیار سے — تو دکھتے تھی پاؤں سہ یار سے

کبھی بات کرتے بھی ڈرتا رہا ۔ نگاہوں سے غصہ کی مرتا رہا
کبھی ہٹ نہ تھی اسقدر با تمیز ۔ اشارہ یہ چلتا تھا ہر بات میں
عیاں روز غصہ تھا تقریر سے ۔ کبھی مہربانی تھی تقدیر سے
نہ تھا بیشتر پائے بوسی کو بار ۔ چڑھا سر پہ اب عاشقِ بیقرار
گلے کا اگر گلبدن ہار ہو ۔ تو وہ بھی دلِ صاف پر بار ہو
کیا پہلے جو عاشقِ زار نے ؛ ۔ کیا وہ بھی آج دلدار نے
کبھی منتیں پائے بوسی کبھی ۔ کبھی آشتی چاپلوسی کبھی ؛
کہا،، کیا نہ معشوق نے گھات سے ۔ مگر وہ نہ سمجھا کسی بات سے
نظر آیا مشتاق کا اور حال ۔ ہوا اور معشوق کو بھی خیال
کہا نائکہ سے کہ اے پیرزن ۔ سنے آج شیدا کے تو نے سخن
یہی ہے اگر عشق کا سلسلہ ۔ تو نکلا عبث ہے جہا میں گلہ
کشش نے اگر توڑ ڈالا اسے ۔ کہو سلسلہ یا کہ چھالا اسے
یہی گر محبت کا انجام ہے ۔ مرا عاشقوں پر یہ الزام ہے
وہ کیا شے ہے بھولے ہیں جس چیز پر ۔ لگائے ہوئے دل ہیں کس چیز پر
وہی آج قامت ہے کاکل وہی ۔ وہی سرو سا قد ہے سنبل وہی
چمن کا تو نقشہ ہے بالکل وہی ۔ وہی باغ میں گل ہے بلبل وہی
وہی آنکھ خالِ سویدا وہی ۔ وہی آج فتنہ ہے شیدا وہی



وہی بلبل و گل کا اک طور ہے
چمن میں ہوا اسکے ہی اور ہے

نہ پہلا سا مشتاق کا دل رہا
نہ بسمل رہا وہ نہ قاتل رہا

بشر کی محبت کا ہے یہہ مآل
گھر میں ہے فرقت گھڑی میں وصال

خدا کی ہی الفت کو الفت کہو
کہو عشق اسکو محبت کہو

نہ تہی اسپہ میں جان و دل سے نثار
وہی آپ مرتا تہا لیل و نہار

یہ باتوں سے میری ہوا دل میں تنگ
کہ اتنا کیا مجھکو محفل میں تنگ

مجھے دیکھتا تہا جو آٹھوں پہر
ہوئی آج زوجہ پہ اس کی نظر

مری شکل سے اسکو نفرت ہوئی
ہوئی ہی تو گھر کی محبت ہوئی

جھکا وہ تو اک پارسا کیطرف
کہ جھکتی ہوں میں اب خدا کیطرف

مرا چھوڑ دے آج تو ہی خیال
یہ سب پور و مال اپنا سنبھال

کسی سے نہیں آج الفت مجھے
ہوئی ہے خدا کی محبت مجھے

بہت نائکہ نے کیا شور و شر
نہ مطلق ہوا اسکے دلبر اثر

سنا کچھ نہ پھر نائکہ کا کلام
اوتارا اسیوقت زیور تمام

گزی کا بنا کر فقط پیرہن
خوشی سے کیا اپنے زیب بدن

ہوا بات میں اسکو عشق خدا
وہیں ہو گئی نائکہ سے جدا

وہ کندہ تہے اشعار تعویذ پر
عیاں جسسے تعریف تہی سر بسر

لگی کہنے دل سے کہ اے روسیاہ
زمانہ سے بڑہکر ہیں تیری گناہ

گنہگار دنیا میں تو ایک ہے / برے کام کرکے بھی پھر نیک ہے
خبر کیا نہیں عالم الغیب سے / وہ واقف ہے ہر ایک کے عیب سے
دلوں کی جو رکھتا ہے ہر دم خبر / اسے لوح مرقد پہ کب ہے نظر
یہہ کہکر زیادہ ہوا کچھ ہراس / گئی لیکے تعویذ شیدا کی پاس
نہ عاشق کی جانب اٹھائی نظر / نظر تھی صنم کی کسی اور پر
زمیں کو تو دیکھا کیا یہہ بیاں / یہ تعویذ تھا آجتک حرز جاں
کیے میں نے دنیا میں فسق و فجور / نہیں اسکے لائق ہے لونڈی حضور
مجھے کیا ہر اسنے بھلا فائدہ / لکھا نیک نے بد کو تو کیا فائدہ
نہیں میری خاطر یہہ اچھا لکھا / برے کو جو اچھا لکھا کیا لکھا
وہ پوشاک کی جسنے زیب بدن / اسیکو سزاوار تھا پیرہن
ہمیشہ سے اچھا ہے جنکا شعار / انھی کے یہہ لائق ہے لوح مزار
وہ تعویذ شیدا کو اسنے دیا / وہیں سے بیابانکا رستہ لیا
ہوئی اور ہی شکل دلخواہ کی / محبت ہوئی اسکو اللہ کی
کنارہ کیا اسنے انسان سے / لگی رہنے گوشہ میں اک آن سے
ہوئی اتقا سے جوانی بسر / عبادت میں کی زندگانی بسر
نظر آئے مرنیکے آثار جب / کسی سے کیا اسنے پتھر طلب
بنایا اسے ایک لوح مزار / یہ کندہ کیا شعر باصد وقار

زنِ فاحشہ در تہِ خاک شد　　بجا شد کہ خس کم جہاں پاک شد

رہی وہ نہ اسکا نشاں رہگیا　　یہی شعر ورد زباں رہگیا

جنہوں نے کنارا کیا مال سے　　خبردار اُنکے کروں حال سے

ذکر اُن لوگوں کا جنہوں نے زر و مال کو چھوڑا اور اِتّقا و پرہیزگاری سے منہ نہ موڑا

جو دے جام ساقی تری ہاتھ ہے　　بیانِ زباں جام کی ساتھ ہے

چلے نشّہ میں کلک اُن کی طرف　　جنہیں مال و زر تھا مثالِ خزف

نہ جاتے تھے نفرت سے گلزار کو　　نہ کرتے تھے مَس پھول زردار کو

غرض تھی نہ زر سے نہ زردار سے　　اُنہیں مال کم تھا نہ مُردار سے

اُنہیں کا بیاں ہے زبانِ مری　　مدد کیجیو کچھ بیاں پر مرے

سماعیل کے عہد میں شاہ تھا　　عدالت سے مقبول درگاہ تھا

عیاں اُس سے ہوتے تھے کارِ سعید　　اُسے خلق کہتی تھی عبدُ المجید

اُسی شاہ کے وقت کا ہے بیاں　　کہ تھا ایک دیندار مردِ جواں

زمیں مول لی اُسنے بہرِ مکاں　　لگا اُسکو ہموار کرنے جواں

زمیں کھودتا تھا جواں بار بار　　خزانہ برآمد ہوا بے شمار

نہ پھر مشتری آپ چپکا رہا　　زمیں جس سے لی مول اُس سے کہا

خزانہ بہر حال ہے آپ کا
زمیں میری زر مال ہے آپکا

کہا،، اُسنے بالکل ہیہ گہر آپکا
زمیں آپ کی ہے یہ زر آپکا

تمہاری ہی قسمت سے زر یہہ ملا
مجھے کچھہ نہیں مال و زر کا گلا

ہوئی پہر تو تکرار باہم دگر
نہ تھی گنج پر ایک کی ہی نظر

یہ کہتا تہا مینے زمیں مول لی
خزانہ کے مالک ہو تم اے اخی

خزانہ کہاں مول مینے لیا
زمیں کا فقط مول تمکو دیا

کہا،، اُسنے پہلے ہی جہگڑا چکا
تمہارے زمیں ہاتہہ بیع کر چکا

تمہارا زر و مال ہے سر بسر
نہیں کچھہ بھی مجھے خواہش مال و زر

غرض دونو باہم جہگڑتے ہوئے
گئے شہ کے نزدیک لڑتے ہوئے

بیاں بیع کا اور شکل تکرار کی
کہی شاہ عادل سے اظہار کی

کہا شاہ نے اے وزیر عقیل
بتا۔ رفع تکرار کی کچھہ سبیل

کہا اُسنے دونونکو درست کیجئے
خزانہ ہے سرکار کا لیجئے

سنا اسطرح جب کلام وزیر
کہا پہر یہ غصہ سے سن اے مشیر

دیا تونے اثبات کا وہ جواب
کہ ہو عاقبت جسنے میری خراب

لگا سوچکر کہنے شاہ زمیں
کہ اولاد رکھتے ہو تم یا نہیں

کہا مشتری نے پسر ایک ہے
تسلی کو نور نظر ایک ہے

پکارا یہہ پہر بائع خیر خواہ
مری ایک دختر ہے اے بادشاہ

کہ دونوکو دوں نام سے بہی خبر ۔ جو سلماں ہے دختر تو ہاروں پسر
ہوا شاد سُنکر شہِ نیک خو ۔ گیا اُنکے گہر پر بصد آرزو
نہ پہر شاہ نے کچہہ بہی وقفہ کیا ۔ پسر دخت کا عقد پڑہوا دیا
کیا دخت و فرزند سے یہہ کلام ۔ دیا ہمنے تمکو خزانہ تمام
غرض وہ ہوئی مالکِ مال و زر ۔ جو کچہہ وزرگزرے اسیطور پر
یہہ جب زن نے شوہر سے اپنے کہا ۔ کہ ہے دارِ فانی یہہ مہمانسرا
خزانہ یہہ سب صرف ہوگا ضرور ۔ حساب اسکا مانگے گا ربِّ غفور
ہو جب طلب آخرت کو حساب ۔ نہ تمسے دیا جائیگا کچہہ جواب
ہمیں رزق کی فکر کیا ہے یہاں ۔ کہ روزی رساں ہے خدائے جہاں
رسولِ دو عالم کا ہے یہہ بیاں ۔ جو ہوتا ہے دانہ زمیں سے عیاں
رقم اسپہ ہوتا ہے نامِ بشر ۔ نہیں قطع تحریر اک نام پر
پدر کا بہی ہوتا ہے تحریر نام ۔ خدا کیطرف سے ہے یہہ انتظام
نہ ہرگز وہ دانہ کسیکو ملے ۔ کہ ہے نام جسکا اُسی کو ملے
نہ پہر پاس دانہ کے جائے کوئی ۔ سوا اُسکے ہرگز نہ پائے کوئی
پدر نے کیا جبکہ ہمدم قبول ۔ خزانہ کو کیونکر کریں ہم قبول
پدر جو خزانہ کو لیتا یہاں ۔ پہنچتا ہمیں سب یہہ گنج گراں
ڈرو دمبدم اپنے اللہ سے ۔ کرو عرض جا کر یہی شاہ سے

بچیں حشر میں ہم رعایت کرو ‏ — ‏ خزانہ کسیکو عنایت کرو

کھی بات زوجہ نے جب شور کی ‏ — ‏ خوشی سے وہ شوہر نے منظور کی

زن و مرد دونوں بہت شاد شاد ‏ — ‏ گئے پاس سلطاں کی حسب مراد

یہ کی عرض اے خسرو نیک بخت ‏ — ‏ رہے تا قیامت ترا تاج و تخت

خزانہ یہ دو اور کوئی جناب ‏ — ‏ سبک دوش ہوں تا بروز حساب

زن و مرد کی سن کے تقریر کچھ ‏ — ‏ تو پوچھی وزیروں سے تدبیر کچھ

کہا ایک نے اے شہ نامور ‏ — ‏ کرو پھر وہیں دفن یہ مال و زر

کہا دوسرے نے کہ فرمانروا ‏ — ‏ زمیں میں دبانے سے کیا فائدہ

خزانہ سے کچھ مال و زر لیجئے ‏ — ‏ خدا پاک کی راہ میں دیجئے

رہیں جو فقیروں سے باقی درم ‏ — ‏ لگاؤ کوئی باغ مثل ارم

بھرو باغ میں سب درخت عجیب ‏ — ‏ کہ پھل اسکے کھائیں ہمیشہ غریب

یہ کی بات سلطاں نے بھی پسند ‏ — ‏ ملازم ہوئی باغباں ہوشمند

خزانہ کی خاطر کھلا راستہ ‏ — ‏ لگا ہونے اک باغ آراستہ

جو اک سال گزرا تو فرمانروا ‏ — ‏ لگا پوچھنے حال کچھ باغ کا

لگا اسطرح عرض کرنے وزیر ‏ — ‏ کہ تازہ ہوئی ہیں گل بےنظیر

چمن کا ہر اک نخل ہے سبز و تر ‏ — ‏ خدا چاہے آتا ہے جلدی ثمر

سنا جب سلطاں نے سجدہ کیا ‏ — ‏ لگا عجز سے کہنے اے کبریا

کیا اپنے بندہ پہ احساں بڑا — حسابِ آخرت کا نہ دنیا پڑا

گنہگار خالق سے کیا دے حساب — عطا کیجیو خلد بھی بے حساب

کئی سال کے بعد پھر وہ وزیر — ادب سے کھڑا ہو کے پیشِ سریر

لگا کہنے اے شاہ شکرِ خدا — ہوا باغ کا رنگ سب سے جدا

لگے ہیں درختوں میں میوے عجیب — خوشی دیکھکر ہیں امیر و غریب

عجب ہے یہہ اے صاحبِ تاج و تخت — طلا اور نقرہ کے ہیں سب درخت

تعجب ہے یہہ اور جائے ثمر — جواہر درختوں میں ہیں سر بسر

جواہر کی ہے روشنی اسقدر — کہ ہے رات دن شام وقتِ سحر

زمانہ میں گلشن کی شہرت ہوئی — دل و جاں سے مشتاق خلقت ہوئی

ہوا پھر تو حکمِ شہِ بے نظیر — کریں سیر آ کر صغیر و کبیر

کریں قدرتِ کبریا پر نظر — وہ قادر ہے واللہ ہر چیز پر

غرض باغ میں لوگ داخل ہوئے — ہوائے چمن سے وہ خوشدل ہوئے

خلایق کی ہے آبِ گل میں طمع — ہوئی دیکھکر سب کے دل میں طمع

عجب شوق سے اور عجب گھات سے — جواہر لگے توڑنے ہاتھ سے

حقیقت میں تھے اور شانِ شجر — ہوئے ہاتھ چسپاں میانِ شجر

ہوئی جب شہِ نامور کو خبر — گیا باغ میں خسروِ نامور

ملامت کیا خلق کو ایکبار — ہوا روبقبلہ شہِ نامدار

کیا سر کو عُریاں برائے دُعا ‎— نہ کچھہ دل کو سُوجھی سوائے دُعا
یہہ کی اپنے اللہ سے اِلتجا ‎— کہ کر عفو تقصیر ہے یہہ دُعا
دُعا شاہ کی پھر ہوئی مُستجاب ‎— جُدا ہوگئی ہاتھہ سے سب شتاب
دیا بعد میں شہ نے یہہ حکم عام ‎— کہ میوے درختوں کے کھاؤ تمام
غضب سے خدا پاک کے سب ڈریں ‎— درختوں پہ دل کو نہ مائل کریں
ثمر اُسکے کھاتے تھے ہر دم سبھی ‎— مگر کم نہوتے تھے میوے کبھی
کہو گر گزشتہ پہ صلوٰۃ تم ‎— تو یہ بھی سنو آج کی بات تم

نقلِ دیگر

کوئی شخص ہے حکمراں آجکل ‎— پہ ہے مولوی کے سخُن پر عمل
کوئی عالمِ دیں ہے اُسکا مشیر ‎— حکومت میں اُسکی رئیس و امیر
جو راجہ ہے اُسسے رضامند ہے ‎— زیادہ مگر ایک خورسند ہے
یہہ وہ چاہتا ہے رعایت کرے ‎— ملے کچھہ بہانہ عنایت کرے
ہوا ایک لڑکا بہانہ ہوا ‎— ضیافت ہوئی سب کا کھانا ہوا
جو تھا عالمِ دیں کا اِک دوستدار ‎— دیے اُسنے مبلغ اُسے تینو ہزار
کہا مولوی کے حوالے کرو ‎— ضیافت کا ساماں ہے تم ست درو
نہ یوں ہی مرے پاس لے آئیو ‎— بنے جسطرح مال دے آئیو

گیا عالم دین کے جب روبرو / دھرا مال آگے یہہ کی گفتگو
جو رشوت دلاؤں یہہ عادت نہیں / مٹھائی سے لڑکے کی رشوت نہیں
وہ بولے نہ فرماؤ اسطور تم / مری بات سنکر کرو غور تم
نہوتا تعلق اگر شاہ سے / مجھو پھر بھی دیتے کسی راہ سے
سوا شہر کے اور بھی ہے جہاں / کہیں اور بھیجا ہے گنج گراں
بیاں خیر جانے دو سب شہر کا / کہو مجھ سے قصہ اسی شہر کا
دیے کسکو مبلغ سوای طعام / مجھے لاکھہ بھیجے برائے طعام
یہہ دیکھا ہے بندہ نے اخبار میں / کہ ہیں راشی و مرتشی نار میں
یہہ کی گفتگو جب خجالت ہوی / نہ مختار سے پھر وکالت ہوی
کیا زر نہ مس ہاتھہ سے چوک کر / کنارہ کیا پاؤں سے ٹھوک کر
وہ قصے کہوں لوگ حسرت کریں / سنیں زندگانی سے نفرت کریں

ذکر ان شخصوں کا جو دنیای غدار سے بیزار تھے راہ خدا میں ہر وقت مرنیکو تیار تھے

مدد کو پہنچ ساقی حق پرست / قدم لڑکھڑاتے ہیں ای تیز دست
زباں پر خدا کے ہے پیاروں کا ذکر / بتو نیر ہے ان جان نثاروں کا ذکر
جو جیتے تھے مرنے کی امید پر / موی زندگانی جاوید پر

گئے سر کے بل منزلِ خُلد کو — منوّر کیا محفلِ خُلد کو

منازل کو اُنکے کروں آشکار — سحر کلک ہو ہر قدم پر نثار

لکھا ہے یہہ ہر ایک دیندار نے — ابوذر نے جابر نے عمار نے

کسی روز پیغمبر راہ بر — جو مسجد میں بیٹھے تھے وقتِ سحر

کئی آپکے گرد اصحاب تھے — نصیحت سے خوشنود احباب تھے

بیاں صاف قرآں کی تفسیر تھی — کلامِ الٰہی کی تقریر تھی

کہ اتنے میں نازل ہوے جبرئیل — جو لائے پیامِ خدائے جلیل

یہ کی عرض اے بادشاہِ انام — خدا پہلے کرتا ہے تمکو سلام

یہہ کہتا ہے پھر خالقِ بحر و بر — کہ آمادہ ہے قوم اک جنگ پر

ہوئی جمع لڑنے کو خلقِ کثیر — لڑیگی کسی روز قوم شریر

کرینگے نہ کُفّار اچھا سلوک — لڑائی یہہ ہوگی میانِ تبوک

جو ہو صبح تیّار اصحاب ہوں — مہیّا لڑائی کے اسباب ہوں

سناں راست ہو راست شمشیر ہو — یہہ ہو جلد ساماں نہ کچھہ دیر ہو

یہہ بھاری لڑائی ہے ساماں کر — کہ بھاری نہ ہو ناسبک جان کر

بُری ہیں وہ اتاں کرو احتیاط — نہ ہو کوئی نقصاں کرو احتیاط

ہوئی ہے بہت جمع قومِ پلید — کہ سردار اُس قوم کا ہے مکید

عداوت اُسے ہر مسلماں سے — بغاوت سے اور اہلِ ایماں سے

کرو پیشِ دستی اگر لے حبیب
سنی جب یہ روح الامیں سے خبر
منادی کرو اس طرح دربدر
قرینہ سے ہو جائے سب پہ عیاں
نبیؐ نے غرض اس طرح سے کہا
غرض اہلِ اسلام پاکر خبر
گئے آپ جب منبرِ پاک پر
مدینہ میں رہتی تھی اک پیرزن
میانِ عدم سایۂ مصطفیٰؐ
پسر اک ضعیفہ کا طاعت گزار
جہادِ پیمبرؐ کی پاکر خبر
کہا اے شہِ سروران جہاں
ہمیشہ سے تھی آرزوئے جہاد
جبھی سے ہوں امیدوارِ جہاد
یہی آرزو ہے یہی ہے مراد
پہنچتا ہے یوں ہی کہاں یہ غریب
اشارہ یہ حاصل یہ دولت کروں

اُدھر جب ہوئے بہرِ نصرت تیار
کسی نے کہا آپ نے پیشتر
کہ اصحاب حاضر ہوں وقتِ سحر
کہ ہم تیسرے روز ہونگے رواں
منادی ہوئی جس طرح سے کہا
تو مسجد میں حاضر ہوئے وقت پر
ہوئی سب کو حکمِ خدا سے خبر
یہی تھا ہمیشہ سے اُسکا وطن
یہ ہستی میں ہمسایہ مصطفیٰؐ
یتیم و جوانمرد و پرہیزگار
حضور میں حاضر ہوا وہ یتیم
رہے تجھ سے قائم نشانِ جہاں
سنی جب سے کچھ گفتگوئے جہاد
مجھے بخشیئے افتخارِ جہاد
کہ سر سے کروں قطع راہِ جہاد
قدم سے ہو تیرے یہ دولت نصیب
قدم کے رہوں ساتھ خدمت کروں

یہہ سنکر پکارے شہِ دوجہاں | اجازت تو لی اپنی ماں کی جواں

نہ بحکم اُسکے کوئی بات ہو | اگر دی اجازت مری ساتھہ ہو

جو کی اپنی ماں سے اجازت طلب | تو آئی حضورِ رسولِ عرب

یہی عرض کی اے رسولِ خدا | کہ سینہ سے دلکو کروں جب جدا

ضمانت کریں آپ دلبند کی | دکھائیں مجھے شکل فرزند کی

کہا ہے خدا پاک کے ہاتھہ یہہ | جو چاہے تو آکر کرے بات یہہ

بہروسہ یہ کہتا ہوں اُسکے رسولؐ | ملیگا پھر تجھسے نہو دل ملول

رضامند سنکر ہوئی پیرزن | مگر کچھہ جدائی سے رنج و محن

ہوا اپنی ماں سے جو رخصت جواں | دئی آپنے اسپ و تیغ و سناں

کہا کچھہ سفارش میں اصحاب سے | چلا ساتھہ حضرت کے آداب سے

علی کو کیا اپنا قایم مقام | روانہ ہوئے جلد خیر الانام

گئی فوجِ کفار کے جب قریب | تو ٹہرا وہاں پر خدا کا حبیب

ہے فوج میں اس طرحسے جناب | ستاروں میں ہو جسطرح ماہتاب

حفاظت رہی فوج کی رات بہر | مقابل ہوئی فوج وقتِ سحر

عجب فوج میں آپ کی شان تہی | محمد نہ تہے قلب میں جان تہی

ہوا اسطرح شور و غل فوج میں | کہ دریائے رحمت گہرا موج میں

اُسی بیوہ پارسا کا پسر | لڑائی کو سب سے گیا پیشتر

جواں نے کہا فوجِ گمراہ سے / ڈرو تم پیمبر سے اللہ سے

جو دونو پہ ایمان لاؤ شتاب / نہ عقبیٰ و دنیا میں دیکھو عذاب

خدا و نبی سے جو انکار ہے / تمہارے تو سر ہیں یہہ تلوار ہے

جو کیفر بڑا فوجِ کفار سے / مقابل ہوا آکے دیندار سے

گھڑی دو گھڑی وہ مقابل ہوا / جو آیا نہ جانے کی قابل رہا

سناں اس طرح پشت سے پار کی / سزا پائی کیفر نے کردار کی

پسر نے جو کی کچھ نظر فوج پر / یہہ سمجھا کہ دریا ہے اک موج پر

شجاعت سے لڑکا بڑا فوج پر / یہہ سمجھے چلا بلبلہ موج پر

تہ تیغ کتنے دلاور کیئے / کیئے قتل جب نام آور کیئے

لڑا اس طرح جب جوان سعید / ڈرا اپنے دل میں مکید پلید

لڑے کیوں نہ لڑکے کی ہے یہہ مراد / کہ سر سے ہو طے آج راہِ جہاد

وہ کہتا ہے سر سے گزرنا یہاں / ہمیشہ کو جینا ہے مرنا یہاں

مہم شہادت کو سر سر کرے / حضوری میں مجرا وتر کر کرے

گلِ زندگانی کا سر ہو ثمر / نہالِ جوانی کا سر ہو ثمر

پسر فوج سے منہ پھرائے کہاں / جو مرنے کو آیا تو جائے کہاں

ہزاروں ہی مرتے ہیں یوں آجکل / تو مرنے کو بھی چاہیئے اک محل

مبارک ہو مرگِ جوانی اسے / یہاں موت ہے زندگانی اسے

کسی پر دل و جانِ انساں دے ۔ جو موقع ہو لیسا وہیں جان دے
جو اُٹھکے سے لڑنے کو آیا مکید ۔ دلاور ہوا زخم کھا کر شہید
گرا کانسہ فرق جب خاک پر ۔ تو رکھے قدم اُسنے افلاک پر
ہمیشہ رہی آرزوئے اجل ۔ غرض دیکھ لی آج روئے اجل
گیا فوج میں پھر عدوئے خدا ۔ کئے اپنے ہتیار تن سے جدا
ادہر سے لڑائی کو پہونچے عمر ۔ پکارے مکید لعیں آ ادہر
عدو آیا لشکر سے آواز پر ۔ پکارا کہ کہتے ہو کیا اے عمر
لڑائی سے ہر چند ناچار ہوں ۔ نہ تم پاؤ غلبہ جو بیمار ہوں
ہوا پہلے کچھ گفتگو سے خیال ۔ بڑھے سوچ کر آپ بہر جدال
ہوئی پہلی آپسمیں ردّ و بدل ۔ کیا وار کافر نے پہلے پہل
لگائی جو تلوار اک جوش میں ۔ جو سر کا لیا سر لگی دوش پر
جو چلتے کو پہنے ہوئے تھے عمر ۔ لگا زخم یوں ہی فقط دوش پر
پھرے جنگ سے زخم کھا کر عمر ۔ رسولِ خدا نے جو پائی خبر
پیمبر نے جرّاح کو بھیجکر ۔ کیا چارۂ زخم مدِّ نظر
ادہر مرہمِ زخم کا انتظار ۔ ادہر آئے روح القدس نامدار
پکارے یہ جبریلِ عالی مقام ۔ یہہ ارشاد کرتا ہے ربِّ انام
نہ آئیگا جبتک نبی کا حبیب ۔ نہوگی کبھی تمکو نصرت نصیب

مدینہ میں کیوں چھوڑ آئی اُسے نہ یاں کس لیے ساتھ لائے اوسے

ترے دین کی فتح اُسے راہبر ہوئی ذوالفقارِ علیؑ پر حصر

سنا یہ کہا جلد آؤ اخیؑ وہ بولے کہ حاضر ہوا یا نبیؐ

نبیؐ نے علیؑ کو جو آواز دی جگہہ ذوصد و شصت و سنگ تھی

نبیؐ نے کہا جو وصیؑ نے سنا وصیؑ نے کہا جو نبیؐ نے سنا

پکارے انہیں جسگھڑی مصطفےٰ ریاضِ مدینہ میں تھے مرتضےٰؑ

کیا جلد سلماں سے دلدل طلب مدینہ سے آئے امیرِ عرب

چلے جب کچھہ بیچ میں آوٹ تھے قدم آپکے تار کی چوٹ تھی

گئے بیں ملہ بیتہ سے اِک آن میں نسیمِ گلِ فتح میدان میں

گئے جب محل پر شہِ دوسرا کہا السّلام ای شفیع الورےٰ

کیا اِسطرح مرتضیٰؑ نے کلام نبیؐ نے بھی بخشا جوابِ سلام

کھی پہلے کچھہ مدحتِ مرتضےٰؑ ثنا کی تو کہنے لگے مصطفےٰ

نہ آئے یہاں جبتلک اے اخیؑ ہوئی کچھہ نہ رونق مری فوج کی

پیمبر سے جب ہو چکی قیل و قال گئے آپ میدان میں بہرِ قتال

کہا آپنے اُسے مکیدِ لعین بحقِ خدائے زمان و زمیں

اگر تو نہ ایمان لایا ابھی سمجھنا تہ تیغ آیا ابھی

ترے دیر کی صاف بنیاد ہو ترا شہر اور ملک برباد ہو

پھر سنکر پکارا خطا ہو معاف
پھر مجھہ سے بہادر کے لاف و گزاف

یکیندِ دلاور یلِ صف شکن
کہاں آج سنتا ہو ایسے سخن

تکبر سے سمجھا نہ یہ بد خصال
کہ شیرِ خدا سے بھی وصفِ شغال

نبیؐ نے کیا وصفِ دلدل سوار
کرو میں بھی کچھہ مدحتِ ذوالفقار

کروں اول آخر کا اسکے بیاں
کہ اِن کلمہ پاک ہے دو زباں

جو قبضہ ہے ہا کلمۂ پاک کی
زبانیں ہیں لا کلمۂ پاک کی

علیؑ جسم ہے شاہِ لولاک کا
نشاں لا سے ہے کلمۂ پاک کا

بہاتی ہے دریائے خوں دہار سے
نہ ہوتی ہے کم آب تلوار سے

سروں سے بناتی ہے پل لاکھہ یہ
کہلاتی ہے دو پہل سے گل لاکھہ یہ

ریاضِ قضا میں دو پہل ہیں یہی
تسلیِ جانِ اجل ہیں یہی نہ

ملیدِ ستمگر نے بازور سے
ضرر کیا سلیماں کو ہو مور سے

علیؑ نے سنبھالا جو تلوار کو
یہ طاقت کہ روکے کوئی وار کو

پڑی فرق پر تیغ سر سے جھپی
کمر سے جو گزری نظر سے چھپی نہ

تبا ہا نہ سایہ کو بھی ساتھہ میں
گئی سر سے کوسوں رہی ہاتھہ میں

یہہ جانا سبھی نے کہ زیں تک گئی
نہ سمجھے کہ گاوِ زمیں تک گئی

کم و بیش ٹکڑے نہ ہو بہر کیے
کیے ایک کے دو برابر کیے

ملیدِ لعیں بر سرِ خاک تھا
سنانِ اجل سے جگر چاک تھا

کہا مرحبا کرسی و عرش نے
کیئے وصف پیغمبرؐ پاک نے

نظر آئی جب ضربتِ ذوالفقار
یہہ چلنے میں تیزی تھی تلوار کی

ملیں دُلدُل و تیغ کے ساتھ سے
دباؤ دیا اہلِ اسلام نے

کسیکو کیا قید بیجاں کیا
دل و جاں سے کافر مسلماں ہوئے

چلے فتح پاکر رسالت مآب
ہوا جب سپاہ نبیؐ کا ورود

جو کی فوج میں جستجوئے پسر
کہا پھر پیمبرؐ سے ہوکر ملول

فراقِ پسر سے ہی ہر دم ملال
نہ کہانا نہ سونا نہ آرام کچھہ

نظر کر رہی تھی ادہر اور اُدہر
نظر اُسکو آیا نہ نورِ نظر

نبیؐ نے کہا یہہ زنِ نیک کو
محبت سے چومے قدم فرش نے

ثنا کی فرشتوں نے افلاک نے
تو میداں سے بہاگے سبھی نابکار

جو بہاگا بچی جاں نہ اسوار کی
وہ پاؤں سے چلتا ہے بہہ بہہ بہہ

وہ مارےگئے جو ہوئے سامنے
اماں دی نہ جبتک مسلماں کیا

ہوئی دیر برباد ویراں ہوئے
کہ آخر کو پہونچے مدینہ جناب

ضعیفہ بھی سنکر چلی زود زود
نظر آئی اُسکو نہ روئے پسر

کہاں میرا فرزند ہے یارسولؐ
مجھے رات دن ہے اُسیکا خیال

سوا رنج و غم کے نہیں کام کچھہ
یہہ مطلب نظر آئے روئے پسر

تڑپ کر کہا کیا ہوا وہ پسر
کہ جانا ہے دُنیا سے ہر ایک کو

سوائے خدا کے زمین و زماں
رہیگا نہ ہم میں سے کوئی یہاں

کیا ہے اُسے کافروں نے شہید
گیا سوئے جنّت جوانِ سعید

ضعیفہ نہ ہو اپنے دل میں ملول
خدا نے اُسے کر لیا ہے قبول

سُنی قتل کی جب خبر ایکبار
زمیں پر گری بیوہ دلفگار

گری جب زمیں پر نہ تھی ہوش کچھ
جو کچھ ہوش آیا کہا جوش میں

کہا۔ ہائے اب ہے کہاں وہ پسر
یہ کہکر دوبارہ ہوئی بے خبر

اُٹھی ایک ساعت میں پھر بیقرار
فقط مثلِ دیوانہ کی بار بار

پیمبر کا دامن پکڑ کر وہیں
یہ کہنے لگی ای رسولِ امیں

امانت ملیگی جو سرکار سے
تو چھوٹیگا دامن گنہگار سے

ضعیفہ کو پاکر بہت بیقرار
نبی رُو دئے لشکر ہوا اشکبار

پیمبر کو جب رحم آیا ذرا
یہ کی عرض ای خالقِ دوسرا

طفیل اپنی رحمت کے الطاف کے
طفیل اپنی بخشش کے اوصاف کے

امانت سے مجھہ کو سبکدوش کر
ضعیفہ جو روتی ہے خاموش کر

کہا یہ تو سر کو برہنہ کیا
دُعا کی پیمبر نے سجدہ کیا

ابھی سر نہ سجدہ سے اُٹھا تھا یہاں
تنِ طفل میں جان آئی وہاں

پھر دیکھا اُٹھا یا جو سر ایکبار
سرہانے کھڑا ہے عجب راہوار

پسر ہو لیا اسپ پر جب سوار
فرشتوں نے تھامی عناں ایکبار

کہیں بھی نہ دم بھر ٹھہرنے دیا ۔۔۔ حضوری ہی میں حضرت کے حاضر کیا

نبیؐ کو جو دیکھا تو اوترا پسر ۔۔۔ رسولؐ خدا کے گرا پاؤں پر

پسر نے جو پاؤں کو بوسہ دیا ۔۔۔ پیمبرؐ نے سجدہ دوبارہ کیا

ضعیفہ نے کی جب پسر پر نظر ۔۔۔ ہوئی شاد بیٹے کا مُنہ دیکھکر

پکاری زنِ پارسا پُر ملا ۔۔۔ زمانہ میں داغِ پسر ہے بلا

کہوں کیا فراقِ پسر کے سبب ۔۔۔ ہوا ہے کنیزک سے ترکِ ادب

نبیؐ نے پسر سے کہا اے جواں ۔۔۔ ترا حال جو کچھ ہوا کر بیاں

جواں نے کہا اے شفیعِ انام ۔۔۔ زمیں پر گرا زین سے جب غلام

گئی جسم سے روح جھپکی پلک ۔۔۔ گئے مجھکو جنت میں لیکر ملک

وہیں لاکھ غلمان و حوریں جناب ۔۔۔ زیارت کو بندہ کے آئیں شتاب

جو تھا حلقۂ حور و غلمان میں ۔۔۔ یہ آواز آئی مرے کان میں

کیا تنگ ماں نے تری بار بار ۔۔۔ نبیؐ کر رہے ہیں ترا انتظار

ہوئی تیرے ضامن رسالتمآب ۔۔۔ ابھی چل بلاتے ہیں تجھکو جناب

کیا جب طلب اے رسولِ انام ۔۔۔ تو حاضر ہوا آپکا یہ غلام

پیمبرؐ سے جب کر چکا یہ بیاں ۔۔۔ مخاطب ہوا اپنی ماں سے جواں

کہا۔ رنج میں تمنے یہہ کیا کیا ۔۔۔ جو دوزخ میں جنت سے بلوا لیا

مکاں رنج و غم کا ہے دنیا تمام ۔۔۔ یہاں کسکو راحت ہے اے نیکنام

گرا پھر نبیؐ کے قدم پر پسر — یہہ کی عرض کیجے دعا پھر
کنارے ہو وحشت سراسیمہ غلام — ملے وہ ہی فردوس میں پھر مقام
دعا میں ہوئی محو شاہ زماں — کیا کلمہ پاک ورد زباں
دعا سے گیا پھر میان بہشت — کہ مر کر نچھوڑا مکان بہشت
جو دیکھا ضعیفہ نے حال پسر — کیا پھر نہ دلمیں خیال پسر
ادب سے کہا اے رسول غیور — ضعیفہ کا بھی عفو کیجے قصور
کنیزک کی اب ہے یہی التجا — کہ آئے مجھے موت کیجے دعا
بہت روز دنیا کو دیکھا جناب — حقیقت میں یا نیر ہے مٹی خراب
زمیں کا ضعیفہ بھی پیوند ہو — وہیں ہاں ہو جس جا یہ فرزند ہو
طفیل دعائے رسولؐ زماں — ضعیفہ بھی پہنچی میان جناں
قضا آہ جب کر گئی پیر زن — نبیؐ نے دیا آپ غسل و کفن
گزرنا بھی ہی ٹھہرنا بھی ؛ — یہی جان جینا ہے مرنا بھی

نقل دیگر

جواں ایک آیا نبیؐ کے حضور — جوانی میں پیری کا بالکل ظہور
ہوا تھا ضعیف و نحیف و حقیر — عیاں تھیں رگیں جیسے نقش حصیر
یہہ مارا تھا غم نے کہ نیلا ہوا — اڑا گوشت ہر بند ڈھیلا ہوا

نشاں گوشت کا نہا جسم پر بنا پوست بھی پوستیں جسم پر
رہیں پوست میں استخواں کب تلک رکے استخوانوں میں جاں کب تلک
گماں ہی بھی خلق کا جب چلا اگر اوہ وہ کا بنا قدم اب چلا
زمیں سے بھی اٹھتا ہی اس ور سے اٹھے جیسے جی کر کوئی گور سے
اسے بھی غرض کچھ نہ تھی جان سے بگڑتا ہی یہ جسم کی شان سے
بدن صاف کانٹا ہوا سوکھ کر لہو کا نہیں جسم میں کچھ اثر
بنا یا دو چشموں نے گھر آب میں ہمیشہ ہی رہتی ہیں تر آب میں
جو آنکھوں کو تھی جوش دل سست سے قضا کیطرف ہر قدم جست سے
گڑ ہیں کا سنہ سر میں آنکھیں ادھر ادھر ہی نظر ہر گھڑی موت پر
قضا ہی نظر میں سمائی ہوئی تو ہے مردنی منہ پہ چھائی ہوئی
بدن میں حس کا نہیں کچھ نشاں مگر ہے لب گور ہر دم جواں
بنی دو عالم ہوئی مہرباں کہا حال ایسا ہے کیوں اے جواں
یہ بولا کہ ای بادشاہ زمیں مجھے چین دنیا میں دم بھر نہیں
سنا حال دوزخ کا جس روز سے ہوا خوف نار جگر سوز سے
جگر سے کہیں خوف جاتا نہیں اسی خوف سے خواب آتا نہیں
گھڑی کون سی ہی جو روتا نہیں یہ ہی خوف راتوں کو سوتا نہیں
مرا دل فقط ذکر سے جل گیا رہا تھا جو کچھ فکر سے جل گیا

لگی آنچ دوزخ کی جاتی نہیں | اُسے چشم تر بھی بجھاتی نہیں
کہا۔ ایجواں کیا ہے اب مدعا | وہ بولا کہ یا شاہ کیجے دعا
بہت جلد بندے کی آئے قضا | نہیں آرزو اب سوائے قضا
مروں کس طرح آپ لاچار ہوں | مگر زندگانی سے بیزار ہوں
یہ کہنے لگے بادشاہِ فلک | بہت جلد پہنچیگا منزل تلک
جو ٹہرا ہے کچھ اور بھی صبر کر | ابھی انتظارِ رہِ قبر کر
یہ سُنکر ہوا صبر سے دلفگار | رہا رات دن موت کا انتظار
کئی روز کے بعد حسب مراد | گیا ساتھ حمزہ کے بہر جہاد
جو مرنے کو آیا نہ دم بھر جیا | لڑائی میں جام شہادت پیا
جو دُنیا میں آئے کریں اسطرح | جیئے اسطرح سے مرے اسطرح
جنہوں نے کیا غم نہ اولاد کا | کروں ذکر دو ایک آزاد کا

ذکر اُن شخصونکا جنہوں نے محبتِ اولاد پر عشقِ خدا کو مقدم کیا اگر کوئی اولاد سے قتل ہوا یا مُوا کچھ غم نہ کیا

وہی ساقیا کچھ زن و مرد ہے | حبیب خدا کا جسے درد ہے
مرے اپنی خاطر زن و مرد کیا | خدا خوش تو اولاد کا درد کیا

کئی جام اوروں کی خاطر دیے
پلا ایک دو جام ان کے لیے

نہ تھے کچھ جنہیں اپنے پیارے عزیز
فدا تھے پیمبر پہ سارے عزیز

بیاں مختصر ہے سنائے چلیں
اشارہ ہی یہ بھی جتائے چلیں

رسولِ خدا تھے میانِ جہاد
سرِ عرش پر تھا نشانِ جہاد

رواں سینکڑوں سوئے جنت ہوئے
سلیمانِ ملکِ شہادت ہوئے

ضعیفہ پھری ایک میدان سے
سوارِ شتر تھی عجب شان سے

ہوئی قتل شوہر برادر پسر
وہ لاشوں کو رکھے ہوئے اونٹ پر

خوشی سی روانہ تھی گھر کیطرف
نہ تھی آنکھ نورِ نظر کی طرف

سخن تھا یہ اپنی سے اور غیر سے
کرو شکر ہیں مصطفیٰ خیر سے

کسی نے جو حرفِ تأسف کہا
زباں سے یہی بے تکلف کہا

جگہہ رنج کی کیا موئے جو غلام
کہ خوش دل ہی زندہ ہیں خیر الانام

نقل دیگر

سنا ہی کہ اک شخص مرد خدا
ہوا اپنے شہر و مکاں سے جدا

ہوا دل سی کعبہ کی جانب رواں
فقط ساتھ تھا ایک بیٹا جواں

نہ تھا اور بھائی نہ دلبر کوئی
نہ زوجہ نہ خواہر نہ دختر کوئی

قضا سے پسر راہ میں مر گیا
سفر میں ہی پہلے سفر کر گیا

پدر نے پسر کا نہ کچھ غم کیا
نہ رویا نہ پیٹا نہ ماتم کیا

فلک کا نہ قسمت کا شکوہ کیا
وضو کر کے خالق کو سجدہ کیا

کہا یہ کہ اے خالقِ بحر و بر
ہوئی تیری مجھ پر کرم کی نظر

اسی میں فقط دل تھا اٹکا ہوا
اسی سے تھا دنیا میں لٹکا ہوا

سفر میں جدا آج لڑکا ہوا
جگر سے الگ یہ بھی دھڑکا ہوا

مرے واسطے تو نے اچھا کیا
گنہگار بندہ کو اپنا کیا

اسے دفن کر کے نہ روتا گیا
گیا کربلا شاد ہوتا گیا

نفیسہ مخاطب ہوئی حور سے
کہا جوڑ کر ہاتھ دستور سے

کیا آج لونڈی نے جنکا بیاں
یہی شخص ہیں مستحقِ جناں

جو سارے ہی دنیا میں ہیں بدسرشت
تو آباد کن سے ہو قصرِ بہشت

بشر ہے بنا۔ خلد جس کے لیے
نہیں یہ تو ہے اور کس کے لیے

مناسب یہ ہے نیک انساں بنے
بدی سے نہ غولِ بیاباں بنے

تمہاری طرف سے نہیں کچھ قلق
پڑھا خوب قسمت سے تم نے سبق

جو ہے علم واقف ہو ہر چیز سے
ہر اک بات کرتی ہو تمیز سے

سدا خلد کی آرزو ہے تمہیں
سخاوت کی "طاعت کی" خو ہے تمہیں

ادہر پاس گنجینۂ مال ہیں
ادہر ساتھ تو نیک اعمال ہیں

کمی سلطنت میں ہے کس بات کی
ترقی ہے ہر روز خیرات کی

نگاہوں سے شیطان بھی دور ہے — ریاضِ ارم خانۂ حور ہے
گناہوں سے پاتے ہیں جب صاف ہم — تو کرتی ہیں بی بی کی اوصاف ہم
یہہ باتیں سناتے ہیں ہم اور کو — سنے بات چھوڑے بری طور کو
خدا کی عبادت کرے ٹھیک ٹھیک — تو ایسے ہی بندو ہمیں ہوویں شریک

بیانِ عقیلہ

کہاں ساقیا پھر یہہ جامِ شراب — نظر میں ہے ساغر برنگِ حباب
کہاں ہم یہہ دریا دلی پھر کہاں — مے صاف ہے پاک آبِ رواں
ملِ خم ہے اب جوش سے اوج میں — ہمیں خشک بیٹھے ہیں اس موج میں
ترا جام گردش میں ہے آب سے — ہمیں خشک جاتے ہیں گرداب سے
چلیں آج دور و روز رکھکر چلیں — بہلا نشہ میں کچھ تو کہکر چلیں
نفیسہ نے قصے کیے جب تمام — عقیلہ نے بڑھکر کیا پھر سلام
کہا عرض میری بھی سن لیں حضور — جو ترکِ ادب ہو تو بخشیں حضور
جو نطق زباں پر ہے دل کا عمل — نفیسہ نے اچھا کہا بر محل
خلافِ دل و جاں اگر ہے زباں — تو پھر صاف کرتی ہو تو ندی بیاں
چلی ہے نفیسہ عجب ڈھنگ پر — جمایا ہے نقشہ نئے رنگ پر
اڑے ہے ہاتھ لے ایک دن آپکو — مجھے ڈر ہے ڈسو کہاں ندے آپکو

یہ مانا نہ سارے ہی دیندار ہیں
کروڑوں میں اچھے بھی دو چار ہیں

ہوئے دو زمانہ میں جب انتخاب
کروڑوں میں کیا ایک دو کا حساب

خبر کیا ہے دنیا میں غدّار ہیں
کروڑوں میں تم ہو کہ دو چار ہیں

نہیں یہ خبر کن سواروں میں ہو
کہ دو میں ہو تم یا ہزاروں میں ہو

ہزاروں ہی فرقے ہیں انسان کے
تہتّر ہیں فرقے مسلمان کے

تہتّر میں ہی جنّتی ایک ہے
جو پوچھو تو فرقہ وہی نیک ہے

سنو کان سے سنت سفید و سیاہ
کریں آپ لونڈی کے اوپر نگاہ

نہ اپنا ہی جب طور اچھا ہوا
ہمیں کیا اگر اور اچھا ہوا

کوئی لاکھ میں ہزنوں سے بچا
گیا صاف نازک تنوں سے بچا

خبر کیا چلیں ہم اسی راہ پر
کہ مستی میں رکھیں قدم جا بجا

ابھی کچھ عروجِ جوانی نہیں
تو کیفیّتِ زندگانی نہیں

ہوا ہمنے دنیا کی دیکھی نہیں
گئے ہیں مکاں سے نہ باہر کہیں

ابھی ہمنے آفاق میں کیا کیا
بتاؤ کوئی کام اچھا کیا

ابھی کب زمانہ سے عبرت ہوئی
ابھی کب حسینوں سے نفرت ہوئی

نظر کوئی دلدار آیا نہیں
اُسے دیکھہ کرشنہ چھپایا نہیں

کسی نے ابھی کب اشارہ کیا
کہ لونڈی نے پا کر کنارہ کیا

ابھی تک نہیں چاند پر بھی نگاہ
برابر ہے ہمکو سپید و سیاہ

ہٹا دل زمانہ کی کب سیر سے ۔ کہو کچھ جو ہو خاتمہ خیر سے

نہ ہووے کوئی علم اور زہد پر ۔ نہ کوئی رہی حسن سے بے خطر

کبھی حُسن دشمن ہے مخلوق کا ۔ عدو ہے کبھی حُسن معشوق کا

جو ہو علم و طاعت تو نخوت نہ ہو ۔ کرے خاکساری تو ذلت نہ ہو

سدا ایک حالت یہ انساں نہیں ۔ طبیعت اک وقت یکساں نہیں

جو ہو نشہ ساقی ہو خالی مکاں ۔ کوئی پھر جو چپکا رہے یہ کہاں

کریں منع ہاتھوں کو ہم جوڑ کر ۔ جو زاہد ہو لیٹے وضو توڑ کر

سُناتی کوئی بات ایسی ضرور ۔ نہ پھر علم و طاعت سے ہوتا غرور

جو شاہوں کو نفرت ہے سچ بات سے ۔ تو لونڈی کو رغبت ہے سچ بات سے

فقط بادشاہوں پہ کیا منحصر ۔ کہ سچ بات سنتا ہے کوئی بشر

جسے کچھ بھی رغبت ہے انصاف سے ۔ تو ہوتا ہے خوش کلمہ صاف سے

جہاں میں غرض جسقدر ہیں عقیل ۔ خوشامد سی کرتے ہیں سب قال و قیل

جو دانا ہیں وہ جھوٹھ کہتے نہیں ۔ جو سچ ہو تو خاموش رہتے نہیں

انہیں کیا نظر ناز و انداز پر ۔ وہ کرتے نہیں وصف آغاز پر

نہیں دیکھتے شکل اور شان کو ۔ مگر ڈھونڈتے ہیں وہ انسانکو

نہ مداح ہیں حُسن اور آن پر ۔ نہیں بہاتے دنیا کے سامان پر

ثناخواں نہیں وہ کسی کام پر ۔ جو کہتے ہیں کچھ نیک انجام پر

جہاں سو گئے خلد میں جمع غریب | انہیں کو وہ کہتی ہیں صاحب نصیب
یہی خوف ہے غیرت آفتاب | جو میں سچ کہوں آپ کا ہو عتاب
سمجھ لیں یہی آپ دشمن مجھے | کریں قید پھر مثل سولن مجھے
کہا کون سولن وہ بولے حکیم | ہوا ہے کسی بادشہ کا ندیم
ہوا ایک دن شاہ کو یہہ خیال | دکھاؤں اسے اپنا جاہ و جلال
اگر دیکھہ لے میرے سامان کو | بھلائے ہر اک شاہ کی شان کو
کیا سوچ کر ایک میدان میں | ہوا محو دنیا کے سامان میں
کہیں قاطر و اسپ و فیل و شتر | کہیں گوسپند و بز و گاؤ خر
کہیں ہیں تکلف سے پیدل سوار | کہیں فیل پر ہودج زرنگار
کہیں شال گنجینۂ زر کہیں | جواہر کہیں ہیں تو زیور کہیں
دکھایا اسے سلطنت کا عروج | نظر میں تھا واں آخرت کا عروج
دکھا کر یہہ سامان کہا ای حکیم | زیادہ نہیں تجھہ سے کوئی ندیم
ترے سامنے دولت و مال ہے | بتا کون دنیا میں خوشحال ہے
پکارا یہہ سولن کہ ای شہریار | جہاں میں تھا اک خسرو نامدار
رعیت کی اصلاح سے کام تھا | اسی کام میں اسکو آرام تھا
عبادت میں رہتا تھا شام و سحر | اسی راہ سے کر گیا وہ گزر
گیا جب وہ نیک افعال تھا | جو پوچھو وہی ایک خوشحال تھا

کہا پھر بتاؤ کہ اُسکے سوا
کہا، ایک دنیا میں تھی پارسا

عبادت میں بیٹھی تھی وہ شام سے
دو فرزند سوتے تھے آرام سے

وہ بولی انہیں خواب میں دیکھکر
یہہ ہے عرض ای خالق بحر و بر

نہیں یہہ کہ ہر اک جئے خوب ہو
وہی کر جو ان کے لیے خوب ہو

وہیں خواب میں مر گئے وہ پسر
وہ اچھی تھی دنیا میں ای تاجور

غضب میں ہوا شاہ سنکر کلام
کہا یہہ نہیں بات ای نیکنام

سناؤ نہ پچھلی حکایات تم
کہو دیکھکر آج کی بات تم

یہہ کی عرض سولن نے ای بادشاہ
ابھی کیا کرے عرض یہہ خیرخواہ

کرے کیا نظر دولت و مال پر
ابھی کیا کہے صورت حال پر

جو دنیا میں ہر کام ہو خیر سے
کہے پھر جو انجام ہو خیر سے

ہوا شاہ سنکر خفا بات پر
منغص ہوا دل صفا بات پر

کیا قید سولن کو آیا زوال
پسر کا ہوا شاہ کے انتقال

گیا رنج میں عیش و آرام سب
بگڑنے لگے شاہ کے کام سب

ہوا عیش و راحت میں اندوہگیں
تو باتوں کا سولن کے آیا یقیں

ہوا تھا نہ کچھہ دور رنج و ملال
کہ چڑھ آیا اک شاہ بہر جدال

مقابل ہوا جب تو پائی شکست
پیا خون اپنا جو کھائی شکست

پھر ای شاہ کے دوست بھی بخت بھی
گیا ہاتھہ سے تاج بھی تخت بھی

ہوا قید شہ شاہ کے ہاتھ میں — اوڑی سب نہ کوئی رہا ساتھ میں
کہا اک مکاں میں بٹھاؤ اسے — جو ہو صبح پہلے جلاؤ اسے
ہوا قید کی کچھ نہ آہ و فغاں — رہا نام سوسن کا ورد زباں
نہ کچھ اور منہ سے کہا رات بھر — یہی نام لیتا رہا رات بھر
کیا شاہ کو قید جس شاہ نے — جگایا اسے نالہ و آہ نے
وہ سوچا اٹھی یہ کیا بات ہے — کہ کیوں یاد سوسن کی دن رات ہے
شکایت نہ دشمن کی ہے قید میں — مگر یاد سوسن کی ہے قید میں
ہوئی صبح شہ نے بلایا اسے — قرینہ سے اپنے بٹھایا اسے
کہا شاہ نے ای شہِ دردمند — کیا تو نے شب بھر نہ نالہ بلند
کہا کچھ خدا سے نہ فریاد کی — اگر کی تو سوسن کی اک یاد کی
کہا، کون سوسن ہے اے نامدار — جسے یاد کرتا ہے تو بار بار
کہا۔ شہ نے اے بادشاہِ زماں — کروں کیا میں سوسن کا تجھسے بیاں
کہ تھا۔ ایک سوسن رفیقِ قدیم — عقیل و فہیم و ندیم و حکیم
دکھایا اسے اپنا جاہ و جلال — کیا کچھ نہ دلمیں خیالِ زوال
کہا یہ تو ساماں ہے یہ تاج ہے — بتا کون دنیا میں خوش آج ہے
وہ بولا کہ اچھے ہو تم اب تلک — کہوں کیا نہ انجام ہو جب تلک
جو ہے صبح کچھ ناگہاں شام کچھ — جو آغاز کچھ ہے تو انجام کچھ

سبھی ہیں جہاں میں صغیر و کبیر — وہ اچھے ہیں جنکا ہی اچھا اخیر
سنائی بھی اسنے حکایات کچھ — نہ نخوت سے مانے سنی بات کچھ
نہ کی غور دار مکافات پر — کیا قید سولن کو سچ بات پر
جو باتونکا اسکی ہوا امتحاں — اسیکا ہوا نام ورد زباں
کیا ظلم اسن پر تو آیا وبال — اسی کے سبب میں ہوا پائمال
اسی کی سبب سے یہاں آپ ہیں — وگرنہ کہاں ہم کہاں آپ ہیں
سنا جب بیاں شاہ کا شاہ سے — نہ مہلت ملی نالہ و آہ سے
پھر روتے ہوئے دلمیں آیا خیال — کسی روز ہوں آپ بھی پائمال
حوالہ کیا شاہ کے تاج و تخت — گیا گھر کو روتا ہوا نیک بخت
کیا جنے سولن سے ایسا فتور — نہیں یہ اسی بادشہ کا قصور
سبھی بادشاہونکا ہی یہ خیال — کسیکو نہیں کچھ خیال زوال
کہو بات اچھی عدو ہوں ہیں — کسی سے نصیحت کی سنتے نہیں
کریں منع جسکو وہی ہٹ کریں — جو کرنا ہو برسو نمیں جھٹ پٹ کریں
ڈرائیں اگر گردش دور سے — تو کہتے ہیں ہوتا ہے کیا اور سے
گئی ایک غافل کے اوپر نظر — کہ کیسا ہوا موت سے بے خبر
کہا حور نے کون ہی اے بوا — قضائے خدا سے جو غافل ہوا
یہ بولی **عقیلہ** کہ ای ماہرو — سنیں آپ اس شخص کی گفتگو

نقل دیگر

کسی شاہ سے ایکدن سب امیر ۔ یہہ کہنے لگے اے شہ بے نظیر

بدلتا ہے رنگ جہاں دمبدم ۔ گہڑی میں خوشی ہے گہڑی میں الم

ادہر کچہہ ہنسی ہے بہو بہر عیاں ۔ ادہر چشم تر سے ہیں آنسو رواں

سنا یہہ طبیعت پہری شاہ کی ۔ جگر میں نہ اس بات نے راہ کی

کہا دلمیں کہا کرے ہے پیچ و تاب ۔ کہ ہوتا ہے کب ہیچ ایسا شتاب

یہہ ہے امتحاں آج وہ کار ہو ۔ کہ اس جہوٹ کا سب کو اقرار ہو

جو رکہتا تہا اک نازنیں پر نگاہ ۔ محل میں اسے لیگیا بادشاہ

لگائی جو تالے ادہر اور ادہر ۔ یہہ مطلب نہ باہر سے آئے خبر

غرض ساتھ جس دلربا کو لیا ۔ طبق ایک اسکے حوالہ کیا

کہا اس سے میوے کرو نوش تم ۔ نہ بیٹھو مرے پاس خاموش تم

جو لقمہ اٹہایا گلے میں رہا ۔ نہ شہ کی سنی کچہہ نہ منہ سے کہا

گیا در پہ سلطان نے شور و شر ۔ جو سوتی تہے سب کو آئی ادہر

ادہر در کے اوپر گیا بادشاہ ۔ ادہر حال تہا نازنین کا تباہ

رکا دم ہوا جان بالکل ہوئی ۔ ہوا کیا چلی شمع بہی گل ہوئی

جو لی شاہ نے جلد آکر خبر ۔ نہ تہا جسم میں جان کا کچہہ اثر

کیا شاہ نے جشن نوروز کا — وہ ماتم ہوا شمع جانسوز کا

ہوا مضطرب خسرو بے خبر — کہا'' رہت کہتی تہے مجہہ سی بشر

دکہائی شب تار نوروز نے — دیا پہونک آہ جگر سوز نے

امیر و گدا کی یہی حال ہے — غضب میں ہی جو مالک مال ہے

کبہی سی اگر کوئی سائل ہوا — نہ اسکی طرف کوئی مائل ہوا

جو بولا غرض ہی مجہے بہیک سے — تو بولے کہ ہو دور نزدیک سے

نہ سمجہا کیا جسنے ہم کو امیر — اسیکا یہہ بہیجا ہوا ہے فقیر

کسی شخص کو یہہ نہیں ہی نگاہ — گدا ہمکو کرتا اسے پادشاہ

نہیں دور یہہ اسکے نزدیک کچہہ — اسی سے دلاتا ہمیں بہیک کچہہ

اسے دیکہکر شکر کرتے نہیں — خدا سے خدائی میں ڈرتے نہیں

ہوا اسطرح ایک تاجر ذلیل — اسیطور ہوتے ہیں نادم بخیل

کہا جورنے اب ہی ہو خبر — کہ تاجر کے بہی حال سی دو خبر

ذکر تاجر کا

کوئی شخص بصرہ میں تہا نامدار — ہوئی آہ جب گردش روزگار

گیا مال و اسباب سب بے حساب — رہا درہم الفت بو تراب

چہوڑایا وطن حسرت و یاس نے — سفر میں دیا ساتھ افلاس نے

ہوا شہر کوفہ میں اسکا گزر
دکاں پر کوئی شخص آیا نظر

کمی تھی نہ دنیا کے سامان میں
ہر اک چیز تحفہ تھی۔ دکان میں

کہا مردِ مفلس نے ای نوجواں
یہ محتاج فاقہ سے ہے ناتواں

اسے کچھ ملے مصطفیٰ کے لیئے
عطا کر درم مرتضیٰؑ کے لیئے

جو تھا دشمنِ مرتضیٰؑ وہ پلید
یہ جل کر پکارا مرید یزید

تجھے میں نے درہم بھلا کب دیئے
نہ دوں خاک بھی میں علیؑ کے لیئے

دکاں سے پھرا حال یہ دیکھکر
محلوں میں پھرنے لگا دربدر

محلہ میں آیا نظر اک محل
مکاں ہے وہی شہر میں بے بدل

محل میں تھی غرفہ بھی اک شان سے
پری اسمیں ہے قومِ انسان سے

پڑی مردِ مفلس پہ اسکی نظر
کیا رحم دلمیں سے دیکھکر

جو کچھ حال پوچھا بلا کر قریب
کہا فکر دلمیں نہ کر اے حبیب

جو تو ہے غلامِ علیؑ ولی
تو لونڈی بھی ہے اک کنیزِ علیؑ

بلا تھا جو اک گوشوارہ اسے
سمجھتی تھی آنکھوں کا تارہ اوسے

لٹکتے تھے اسمیں گہر تین چار
کہ قیمت تھی ہر ایک کی اک ہزار

بلا کر وہی گوشوارہ دیا
بنا تھا جو مفلس تونگر کیا

گیا پھر تو بازار میں بے قرار
دکانوں پہ قیمت ہوئی سہ ہزار

پھرا ہر جگہہ ہر مکانپر گیا
جو اس خارجی کی دکاں پر گیا

دکھایا اُسے گوشوارہ وہاں
کہا تو ہے عورت سے کم ایجواں

غرض گوشوارہ کو پہچان کر
کہ ہے مال زوجہ کا یہ جان کر

جو ناری تھا نارِ غضب سے جلا
دکاں کو کیا بند گھر کو چلا

زیادہ تھی اسباب سے بیکلی
کہ بی بی بھی نکلی محبِّ علیؑ

گیا گھر میں زوجہ پہ غصّہ کیا
کہ سائل کو کیوں گوشوارہ دیا

کہا گو کہ سائل وہ دلریش تھا
یہ بھارافضی گرچہ درویش تھا

وہ بولی ترا مفت الزام ہے
مرا مال تھا تجھکو کیا کام ہے

بنایا تھا زیور وہ کیا آپ نے
دیا تھا مجھے ارث میں باپ نے

ترا مال و زیور نہیں کچھ دیا
نہ کچھ مال اُسکے حوالہ کیا

نہ بخشا ہے مرہم کو دلریش کے
دیا ہے وسیلہ کو درویش کے

تو پوچھا یہ کیسا ہی حیلہ بتا
تو ہے کون اُن سکا وسیلہ بتا

کہا مومنوں کا وہ سردار ہے
دو عالم میں سب کا مددگار ہے

وہ ہی مالک تیغ و شمشیر ہے
شجاعت کے میداں میں وہ شیر ہے

نہ ہو اُسکی اُلفت تو ایماں نہیں
جو سمجھے اُسے جھوٹھا انساں نہیں

سمجھتا تھا باطن میں سب کچھ غبی
یہ ظاہر میں بولا عدوئے نبیؐ

یہ ہے وصف کس کا بیاں نام کر
جو بندہ ہو واقف عیاں نام کر

کہا ہیں علی ابنِ عمِّ رسولؐ
امامِ دو عالم ہیں زوجِ بتولؑ

ہوا نام سے سرخ وہ روسیاہ / جلا وہ تو دوزخ سے مانگی پناہ

وہ عورت سے بولا نہ بیہودہ بک / کہ تو رافضہ ہے نہیں اسمیں شک

علیؑ کے لئے اے زنِ بے ریا / وہ جس ہاتھہ سے گوشوارہ دیا

نہ کچھہ سوچ دلمیں نشیب و فراز / کروں قطع وہ ہاتھہ کر دے دراز

کہا ہاتھہ کیا چیز اے بے تمیز / علیؑ سے نہیں مجھکو گردن عزیز

یہ گردن ہے یہ ہاتھہ موجود ہے / مگر جان بھی ساتھہ موجود ہے

بلا سے اگر ہاتھہ میں عیب ہو / کہ لونڈی سے خوش عالم الغیب ہو

مگر مجھہ کو ظالم نہ کر عیب دار / رہوں تا نہ محتاج لیل و نہار

ستایا جو ظلم و ستم سے مجھے / ملیگی سزا آخرت میں تجھے

یہ کہتے ہی پہر ہاتھہ پہیلا دیا / نہ کچھہ درد و تکلیف کا غم کیا

فرشتوں کو پہنچا خدا کا خطاب / کہ دیکھو، زنِ مومنہ کو شتاب

کرو تم کنیزِ علیؑ پر نظر / دلاور محبت میں ہے کسقدر

نظر کی جو عورت وفادار پر / کبھی لعن مردِ جفا کار پر

ہوئی دیکھکر مردِ بدکار کی / تو عورت پہ تحسین کئی بار کی

کیا ظلم ہیہات بیرحم نے / جدا کر دیا ہاتھہ بیرحم نے

نہ کچھہ دنکو دیکھا نہ کچھہ راتکو / نکالا اسے کاٹ کر ہاتھہ کو

نہ کچھہ مال و اسباب زیور دیا / پرانا سا جامہ بدن پر دیا

یہہ غصہ میں کی خاجی نی کلام ❊ زن بوترابی ہے مجہہ پر حرام
مگر خون تیرا ہے مجہپر حلال ❊ جو کہتا تہا سب کہ چکا بدخصال
دکاں سی تہی کچہہ وہ در مہانسرا ❊ گئی اسکی دیوار تک پارسا
مگر زیر دیوار جا کر گری ❊ گری پر ٹہکانے پہ آکر گری
ضعیفہ زن نیک مرد ضعیف ❊ سرائے میں تہی دو نو شریف
گیا زیر دیوار مرد ضعیف ❊ بڑہا جب لبے دیکہکر وہ شریف
تعجب تہا حسن دلاویز سے ❊ تردد تہا زخم جفا خیز سے
ہوا زخم کو دیکہکر ایک درد ❊ بلا لایا زوجہ کو وہ نیک مرد
تو بیٹہے سرہانے پہ خاموش کچہہ ❊ کہ اتنے میں آیا اسے ہوش کچہہ
ذرا آنکہہ کہولی ہوا کم جو درد ❊ سرہانے پہ آیا نظر پیر مرد
کیا پہلے عورت نے جہک کر سلام ❊ جو پوچہا کہا اپنا قصہ تمام
زن و مرد تہے دوستدار علیؑ ❊ محب علیؑ جان نثار علیؑ
زن پارسا کو دلاسا دیا ❊ دلونمیں بہی دہیان انکے کیا
دیا تہا نہ فرزند اللہ نے ❊ تو بخشا یہہ دلبند اللہ نے
جو باہر سے لے آئے گہر میں اوسے ❊ تو رکہا ہمیشہ نظر میں اسے
ہوا ہاتہہ اچہا جو مرہم کیا ❊ اسے اپنی خدمت سے خرم کیا
یہہ پہلے شوہری یہہ جوانی کا رن ❊ عبادت میں مشغول تہی رات دن

اِسی طور گزری اُسے سات سال — سِوائے عبادت تہا کچھ خیال

تو اِک قافلہ ہند کی راہ سے — جو آیا تو ٹہرا وہیں چاہ سے

کیا خواجۂ قافلہ نے قیام — بہُت ساتھ ہندی کنیز و غلام

ہر اِک ساتھ خروار اَسباب کی — کمی کچھ نہ سمّور و کمخواب کی

جو ہشتاد و صد ساتھ خروار ہے — وُہی ایک مالک ہے مختار ہے

اُسے رات بہر کچھ نہ آرام تہا — حِفاظت سے اَسباب کی کام تہا

نمازِ تہجّد کو کر کے ادا — تو پہرتا تہا وہ قافلہ میں سدا

غرض رات کو تاجرِ نامور — لگا گشت کرنے اِدہر اور اُدہر

نظر آئی اِک روشنی دُور سے — کہ گویا بہری ہے زمیں نور سے

جو دیکہا زمیں کو نہ کچھ شور ہے — یہ سمجہا کہ شاید کوئی چور ہے

گیا پاس جب تاجرِ نیکنام — تو دیکہا کہ روشن ہے اِک گہر تمام

قرینہ سے ہے روشنی خاک پر — مگر عکس آسکا ہے افلاک پر

کہا دِل میں روشن جو ہے یہ مکاں — تو ہے کوئی سرّ الٰہی یہاں

جو دیکہا کواڑوں کو کچھ کہول کر — تو خواجہ کو یہ حال آیا نظر

جو اِک پیرزن ہے تو اِک پیرمرد — اُسی گہر میں سوتے ہیں وہ فرد فرد

جو دختر ہے سجّادۂ پاک پر — تو گویا ہے مہتاب اِک خاک پر

منوّر رخِ صاف اِس طور ہے — کہ اِک نور کا چرخ تک دور ہے

زمانہ سے اسکو خبر کچھہ نہیں   سوائی عبادت نظر کچھہ نہیں

ہوا خواجہ مشتاق رخ دیکھکر   مکاں پر گیا صبح کے بیٹھکر

لیئے ساتھہ تحفے جواہر لیئے   ہوئی صبح جب پیر کو سب دیئے

تعجب سے دیکھی متاع گراں   کہا مجھہ سے حاجت ہے کچھہ اے جواں

یہ بولا بتاؤ مجھے پیشتر   تمہاری جو دختر ہے اے نامور

تو شوہر بھی رکھتی ہے وہ یا نہیں   ہوا خوش جو بولا وہ بیٹا نہیں

کہا کیجئے عقد اُس سے جناب   وہ بولا کہ ٹہرو میں آیا شتاب

جو وہ پیر وانسے محل میں گیا   جواہر کو لیکر بغل میں گیا

کہا یوں دکھا کر دُرِ آبدار   کہ خواجہ ہوا عقد کا خواستگار

مگر تم نہ خاطر ہماری کہو   جو ہو صاف مرضی تمہاری کہو

وہ بولی نہ مجھہ سے کہو بار بار   جو چاہو کرو ہے تمہیں اختیار

یہ کہکر ہوا ایک دلمیں ملال   طرف سے ہوا زوج کی یہ خیال

مشرف ہوئی جب ملاقات سے   کرونگی اُسے شاد کس بات سے

گھٹی اس لیئے دلمیں کم ہاتھہ ہیں   بغلگیر ہوتی قلم ہاتھہ ہیں

ادہر رنج کچھہ پارسا نے کیا   اُدہر پیر نے اسکو مژدہ دیا

یہ بولا کہ خواجہ مبارک تمہیں   کرے شاد ربِّ تبارک تمہیں

غرض قاضیِ شہر نے جاہ سے   پڑھا عقد خواجہ کا دلخواہ سے

جو خواجہ ہوا نجبت سے کامیاب ۔ تو بھیجا لباس عروسی شتاب
کیا پہلے قایم نشان مکاں ۔ بنایا چمن پھر میان مکاں
بنائے گئے جب مکان و چمن ۔ گئی اپنے گھر سے مکانمیں دلہن
اکھٹے ہزاروں مسلماں کیئے ۔ بہت جمع خواجہ نے مہماں کیئے
مکان و چمن جب خدا نے دیئے ۔ تکلف سے خواجہ نے کھانے دیئے
ہوئی شب دلہن کو کیا جب طلب ۔ تو بولی کہ ٹھہرو ذرا ہی سبب
پہن کر بہت جلد رخت کہن ۞ ۔ عبادت کے گوشہ میں پہنچی دلہن
وضو کر کیا سجدہ کارساز ۔ زمیں پر جھکی پہلے پڑھ کر نماز
کہا رو کے ائے خالق دو جہاں ۔ کیئے جنکی خاطر زمین و زماں
جنہوں نے تری راہ میں سر دیئے ۔ کٹایا ہے یہہ ہاتھ جنکے لیئے
انہیں جاں نثاروں کا صدقہ خدا ۔ انہیں اپنے پیاروں کا صدقہ خدا
پریشاں ہوں سن میری فریاد کو ۔ مری جان لی یا پہونچ داد کو
تو آگاہ ہے اے خدای زمیں ۔ مجھے طعنہ سننے کی طاقت نہیں
یہہ کہکر جو روئی نہ تھی ہوش میں ۔ ہوا پھر تو مجھہ پر کرم جوش میں
اسے لیگیا خواب فردوس میں ۔ ہوئی جاکے شاداب فردوس میں
مکاں اک بلا سرخ یاقوت کا ۔ تماشا نظر آیا ملکوت کا ۞
مکانمیں زمرد کا اک تخت ہے ۔ فقط تختہ نور اک لخت ہے

جواں ایک بیٹھا ہے اُس تخت پر
ملک ہیں ہزاروں ادہر اور اُدہر

دُلہن نے جو دیکھا عجائب جلوس
تو کچھ خوف سی ڈر رہی تہی عروس

پکڑ کر فرشتہ نے بازو وہیں
اُسے لیگیا تخت کے جب قریں

یہہ کی صاحب تخت نے گفتگو
علیؑ ہو ہمیں اَی دختر نیک خو

ہمارے لئے جب دیا تہا یہہ
تو ہمنے ہی ثابت کیا تہا یہہ

بلایا اُسے پاس جب شاہ نے
کیا تہا ثابت یداللہ نے

جو تھی پارسا سے پرے لوگ سب
ڈری چیخ ماری ڈری لوگ سب

مگر لوگ آئے جو آواز پر
تو حیراں تہی سب سکے اندازپر

نہ پایا بدن میں شہانا لباس
نظر آیا تن میں پرانا لباس

جو لیٹی تہی وہ بستر خاک پر
جگایا نہ اُسکو سر خاک پر

غرض خواب سے وہ اُٹھی جاق و چست
کیا سجدہ جب تہا پای درست

پہنکر تکلّف سے اک پیرہن
گئی پاس شوہر کے گھر سے دلہن

مکانمیں تہی اک روز دولہ دلہن
جو بیٹھی تہے کچھ کر رہے تہی سخن

مکانمیں جو سائل نے رکّھا قدم
کیا قصد خواجہ نے دی کچھ درم

الگ جیب سے اپنے درہم کیئے
نہ حاضر تھی لونڈی دلہن کی لیے

جو ڈوڑ ہی یہ پہونچی گدا کے قریب
تو جانا وہ ہے شوہر بد نصیب

گدا سے کہا پہر دلہن نے وہیں
بتا تو فلاں شخص تاجر نہیں

بتا تیری بی بی نہ تھی میں شتاب | کیا جب سایل کے بدلی عتاب
جو سایل کو اِک گوشوارہ دیا | جدا ہاتھ بازو سے تونے کیا
مرا ہاتھ کاٹا نکالا مجھے | غرض جیتے جی مار ڈالا مجھے
خطا یہ علیؑ کے دِیا نام پر | نکالا تو ایسے بھلے کام پر
کہا کاٹ کر ہاتھ یہ ہائے لگی | تیرا ہاتھ کردیگا اچھا علیؑ
مرا ہاتھ بھی دیکھ لے اے لعیں | کہ ہے ہاتھ ثابت مرا یا نہیں
یہ سُنتے ہی رونے لگا دِل کباب | کہا "ہاں ہی ہے یہ خانہ خراب
تو بولی بتا کس طرح حال یہہ | بتا سب ہوا جسطرح حال یہہ
پکارا کہ سن اے زنِ سیمبر | نکالا تجھے ہاتھ جب کاٹ کر
جبھی آگ سے جل گیا گھر تمام | ہوا خاک اسباب اور زر تمام
یہاں تک ہوا آہ محتاج یہہ | کھڑا ہے تیرے سامنے آج یہہ
گدا یہہ تو کہکر روانہ ہوا | یہہ شوہر یہ ظاہر فسانہ ہوا
گرا پاؤں پر خواجۂ نیک نام | کہا آپ بی بی ہیں بندہ غلام
یہ اسباب و زر آپکا مال ہے | کہ بی بی ہے مالک یہ دلال ہے
دُولہن دلمیں حیراں تھی بات سے | گرا ہے قدم پر یہ کس بات سے
جو دلمیں ہوئی کچھ پریشاں دولہن | یہ بولا سنے مینے سارے سخن
مری عاجزی سے ہو تم حقیر | تمہارے ہی در کا ہے بندہ فقیر

حوالہ مِرے گوشوارہ ہُوا | اُسی کے سبب مال سارا ہوا
جو سب کہہ چکا تاجرِ نیک فن | جھکے پھر تو سجدہ کو دولہا دولہن
عقیلہ نے آزاد ہوکر کہا | سُنا حور نے شاد ہوکر کہا
یہ ظالم نہیں مت ڈرو حور سے | جو باتیں ہوں اچھی کرو حور سے
سدا دیکھتی ہو ہمیں حور کو | بگڑتے ہی دیکھا کہیں حور کو
جو باتیں ہیں کہنی کی پیاری کہو | نہ رکھو کوئی بات ساری کہو
عقیلہ نے سُنکر دیا یہ جواب | نصیحت ہے دُنیا میں کارِ ثواب
جو داتا زمانہ میں پایا نہیں | تو اوروں کا قصّہ سُنایا تمہیں
غرض یہ کہ رکھّو ہمیشہ خیال | کہ ہوتا ہے یوں سلطنت کو زوال
سُنایا بیاں اِسطرح بات میں | کہ جاتی ہی جاں اِسطرح باتمیں
یہ مطلب کہ رکھّو خیالِ مآل | کہ ہوتا ہی یوں مال و زر پائمال
سُناتا تھا مجھکو اسی بات کا | نہ رکھّو بھروسہ کسی بات کا
سہارا نہو دولت و جاہ کا | بھروسہ کرو اپنے اللہ کا
جو ہو عالمہ زاہدہ تم ابھی | نہ اِس زُہد پر اپنے بھولو کبھی
جو موقع ہے یہہ پھر ہی چپکی رہوں | مناسب ہے زاہد کا قصّہ کہوں

قصّۂ زاہد

کوئی شخص بنی اسرائیل میں — رہا محو تسبیح و تہلیل میں
رہا دور خلقت سے چالیس سال — کیا گوشہ گیری سے حاصل کمال
نہ تھی خلق کی شور و شر سے خبر — جہاں کی نہ کچھ خشک و تر سے خبر
قرینہ سے کرتا رکوع و سجود — جہاں میں عبادت سے کی اک نمود
سدا کاسہ فرق بالائے دست — ہمیشہ شراب توکل سے مست
سرو کار طاعت سے شام و سحر — عبادت میں مشغول آٹھوں پہر
میان جہاں دیدہ اشکبار — ریاض عبادت میں ابر بہار
ترقی پہ عابد کی طاعت ہوئی — ہر اک شہر و قصبہ میں شہرت ہوئی
یہی تھا کلام صغیر و کبیر — کہ مقبول درگاہ ہے یہ فقیر
عبادت میں ہر وقت مشغول ہے — دعا بھی ہر اک اسکی مقبول ہے
کسی پر مرض کوئی غالب ہوا — دعا کا وہی آکے طالب ہوا
ہر اک سال میں مبتلائے مرض — ہزاروں ہی آتے تھے در پر غرض
دعائے فقیر ستیہ کار سے — مرض دور ہوتا تھا بیمار سے
خلل تا کہ ڈالے کرامات میں — لگا رہتی ابلیس بھی گھات میں
یہ تکتا تھا کافر اسی راہ کو — مرض اک ہوا دختر شاہ کو
کیے سب طبیبوں نے اپنے علاج — ہوا پر نہ کچھ راستی پر مزاج
ہوا دخل جب کچھ نہ تدبیر کو — تو پھر شاہزادوں نے ہمشیر کو

کیا جلد زاہد کے پیش نظر — شفا کو دعا پر کیا منحصر
سنا حال زاہد نے جب غور سے — کہا شاہزادوں کو اس طور سے
دعا کے لیے خاص اوقات ہیں — وہی بس اجابت کی ساعات ہیں
مجھے عذر تم سے ہے کس بات پر — کرونگا دعا اپنی اوقات پر
سنا شاہزادوں نے جب یہ سخن — دلوں میں کیا کچھ نہ رنج و محن
ہوئی سیر جنگل کی مد نظر — توقف کو سمجھے غنیمت بسر
سنایا یہی اپنی ہمشیر کو — کہ دیکھو دعا کی بھی تاثیر کو
جو ممکن ہو تکلیف دم بھر سہو — یہیں آپ وقت دعا تک رہو
بہن کی حفاظت سے منہ موڑ کر — گئے آہ دونوں وہیں چھوڑ کر
ہوئے لوگ سارے ادہر اور ادہر — رہی پاس اک دختر سیمبر
جو دیکھا طرحدار کا کچھ جمال — ہوا اور زاہد کے دلمیں خیال
نظر جب پڑی آہ رخسار پر — ہوا زاہد خشک بیمار پر
بندھا ہے دانۂ ہیچ رومال میں — پھنسا مرغ دل دانۂ خال میں
سمایا ہے آنکھوں میں سوئے کمر — کسے رشتۂ ہیچ کی یاں خبر
کسے مصحف پاک درکار ہے — خیال بیاض رخ یار ہے
نظر مصرعۂ ابروئے یار پر — جھکا دل محبت کے اشعار پر
ہوئی آہ ترغیب شیطان کی — بھلائی مضرت دل و جان کی

زیادہ بڑھا یا خیالِ صنم ؛ کیا آہ محوِ وصالِ صنم

وہ صورت وہ خوبی وہ خالی مکاں کسے آج فرقت کی تاب و تواں

عجب لیپہ شیطاں نے افسوں کیا کیا اسکو فرہاد مجنوں کیا

ہوا گرد زلفِ دوتا کی طرح غرض بت کو لپٹا بلا کی طرح

دیا اور آزار بر آزار پر ؛ چڑھا ایک آسیب بیمار پر

ادہر شور و غل سے طبیعت بڑھی ادہر بت کو لرزہ ہوا تپ چڑھی

عرق میں سیہ و معطر ہوا ؛ یہاں زاہد خشک بھی تر ہوا

برے کام سے جب فراغت ہوئی ذرا سانس لینے کو فرصت ہوئی

بنا پیر شیطاں تزویر سے گیا پاس زاہد کے تدبیر سے

پکارا کہو حال میں بھی سنوں ہوا کس طرح سے یہ فعلِ زبوں

ہوا جس طرح سے بکھیڑا وہاں کیا حال زاہد نے سارا بیاں

خبردار ہو کر پکارا لعیں عبث ہیں یہاں آپ اندوہگیں

گناہِ زنا سے نہ ہرگز ڈرو کھلا ہے درِ توبہ توبہ کرو

خدا کے رہو فضل پر شاد شاد کہ اسکی ہے رحمت گنہ سے زیاد

تمہیں چاہیئے فکر وہ بیشتر ہو نہ شاہزادونکو جسسے خبر

کہا رو کے زاہد نے میں کیا کروں کہو کسطرح رازِ اخفا کروں

کہا اسنے ہنسکر یہ کیا بات ہے چھپانا بھی کچھ عیب کی بات ہے

کرو جلد دختر کو ٹکڑے یہاں — دباؤ اُسے خاک کے درمیاں
جو آئیں برادر کرو یہ کلام — گدا تھا سیانِ رکوع و قیام
کسی کام کو یاں سے باہر گئی — خدا جانے جیتی ہے یا مر گئی
جو شیطاں نے یہ بات تعلیم کی — تو زاہد نے بھی جھک کے تسلیم کی
نہ کچھ رحم آیا جفا کار کو — کیا قتل زاہد نے بیمار کو
لہو میں بدن پھول سا بھر گیا — نہاں دامنِ خاک میں کر دیا
غرض آئے جب شاہزادے غریب — نہ دیکھی وہاں دخترِ بدنصیب
جو زاہد سے پوچھا بہن کا نشاں — ملا کچھ نہ غنچہ دہن کا نشاں
غرض حال اُسنے چھپایا تمام — سبق جو پڑھا تھا سنایا تمام
انہیں آہ زاہد کا تھا اعتقاد — بہن کی سنی جب کچھ روداد
گئی جستجو کے لیے دشت میں — رہی وحشیوں کی طرح گشت میں
پھر راہ ابلیس آکر ملا — عجوزہ کی صورت بنا کر ملا
جو پوچھا عجوزہ سے اک آہ کی — کہا فکر ہے دخترِ شاہ کی
پر آہ زاہد سے پالا اُسے — زنا کے سبب مار ڈالا اُسے
کیا دامنِ خاک میں پھر نہاں — یہ کہکر پھر قبر لائی وہاں
اُڑی دھجیاں دامنِ خاک کی — بجائے گریباں لحد چاک کی
ہوا خشک خوں استخواں دیکھکر — رہا صبر دل میں کہاں دیکھکر

کیا قید زاہد کو اک جوش میں — گئے شہر کو پھر نکچھہ ہوش میں
ہوا راز زاہد کا سب عیاں — ہوئے غرق حسرت میں خورد و کلاں
جنہیں آہ زاہد سے تہا اعتقاد — سدا چاہتے تہے دعا و مراد
بجاے تبرک تہا آب وضو — پیا چاہتے ہیں وہی اب لہو
رہا آج زاہد کا کسکو ادب — لگے پڑنے پتہر ریا کے سبب
جو زاہد کو سب کر چکے سنگسار — چڑہایا سے پہر کو بالاے دار
نہ چہوڑا سر دار ابلیس نے — یہہ کی آکے گفتار ابلیس نے
تجہے بہی سمجہتا تہا اے بدنہاد — خداے زمیں ہو نہیں کر اعتقاد
کرے جسکی تونے عبادت یہاں — اسے جان اک خالق آسماں
اسی نے چہڑایا تجہے دار پر — نکچھہ تہ کی چشم خونبار پر
عبادت کا تیری ثمر یہہ دیا — چہوڑایا تو جنگل سے گہر یہہ دیا
اگر آج ہے کچھہ خیال حیات — مجہے سجدہ کرلے تو پاے نجات
اشارہ سے زاہد نے سجدہ کیا — جہاں میں نہ کافر بہی ہو کر جیا
گیا دار پر خلق نے سنگسار — گیا دار سے سوے دار البوار
سنا زاہد خشک کا کچھہ بیاں — سناتی ہوں عالم کی اب داستاں

بیان ایک عالم کہ جسے علم پر اپنے نخوت ہوئی اور

اُسی کے سبب یہہ ذلت ہوئی

بہت سا قیا سُست ہوکر چلے   چلے کچھہ نکچھہ جُست ہوکر چلے

نہ ویسی ہی آگے چلے چال چال   یہاں سے تو اُڑجائے مرغ خیال

نہ پچھلا سا آگے کو انداز ہو   جو مے تیز ہو تیز پرواز ہو

یہہ کہکر چلیں نزلِ حور ہیں   بُلاتی ہیں سب محفل حور ہیں

ہمارے سخن کی یہی داد ہو   رُکیں جسجگہہ ہم تو اِمداد ہو

کسی عالم دیں کا اب ذکر ہے   بیاں نیک ہے نیک ہی فکر ہو

فقط عالم دیں کی تقریر ہے   رہا یاد جو کچھہ وہ تحریر ہے

یہہ کہتے ہیں اک عالم ذی وقار   یہی تہی ہوس مجھکو لیل و نہار

کہ حاصل زیارت ہو اُستاد کی   رہوں روز خدمت میں اُستاد کی

سُنی تھی یہہ اُستاد کی داستاں   گیا سوئے صحرا وہ سرور وہاں

بسایا ہے جنگل کو اُستاد نے   کیا ترک دنیا کو آزاد نے

جگر چاک فرقت سے اُستاد کی   مگر شاد ہمت سے اُستاد کی

جو سمجھو تو ہیں فعل اُسکے زبوں   کہ ہے قابل ترک دُنیائے دُوں

کسیکی طرف لاکھہ مائل ہے یہہ   مگر چھوڑنے ہی کی قابل ہے یہہ

یہی منہ کو توڑے تو کیا خوب ہے   اِسے پہلے چھوڑے تو کیا خوب ہے

جگر تھا غمِ ہجر سے پاش پاش — تو جنگل میں کرنے لگا میں تلاش

مکاں دشت میں پایا اُستاد کا — یہ نقشہ نظر آیا اُستاد کا

زیادہ وَرَم ہر گھڑی آنکھ پہ — قُرہ جائے چلمن پڑی آنکھ پر

ہوا چشمِ تر سے تماشا وہاں — کہ دو بلبلوں سے ہے دریا رواں

کسیکو نہ آنکھوں کی حسرت رہی — مگر آنسوؤں سے محبّت رہی

کیا ترک سب خشک و تر آنکھ نے — یہ چھوڑی نہ سِلکِ گُہر آنکھ نے

شجر ہے نہ ایواں ہے نہ جھاڑ ہے — بدن کو لنگوٹی کی اِک آڑ ہے

نہ غُولوں کا غم نہ درندوں کا خوف — نہ مُردوں کا غم ہے نہ زندوں کا خوف

بدن میں نہ رختِ حریر و پلاس — غبارِ بیاباں بدن کا لباس

نہ کھانے سے خوش ہے نہ پینے سے خوش — نہ مرنے سے خوش ہے نہ جینے سے خوش

نظر کی جو اُستاد کے حال پر — بہت رُویا آزاد کے حال پر

ادب سے قرینہ سے انداز سے — کہا جوش میں ایک آواز سے

ذرا کھول آنکھیں خدا کے لیئے — نظر مجھ پہ کر مصطفٰے کے لیئے

تو گھبرا گئے میری آواز سے — مجھے پا گئے میری آواز سے

توجّہ سے کی میرے اوپر نگاہ — رہی یوہیں گھڑیوں برابر نگاہ

یہ بولے کہ اے مضطر و بیقرار — عبث کیوں کیا یہ سفر اختیار

یہ دنیا ہی کٹ بیچ میں آہ ہے — تمھاری مری ایک ہی راہ ہے

کرو جلد راہِ فنا پر نظر — عبث دیکھتے ہو ادھر اور ادھر

نہیں یاد کیا اپنی منزل ہمیں — کہ درپیش ہے سخت مشکل ہمیں

رہی روز دارِ فنا پر نظر — کبھی کی نہ ملکِ بقا پر نظر

فقط چار دن کی یہ ہے کائنات — کسی چیز کو یاں نہیں ہے ثبات

ہوائی فنا پر ہے جو چیز ہے — نہ دیکھے ادھر جسکو تمیز ہے

جو ارشاد فرما چکے اسقدر — کہا مینے دستِ ادب باندھکر

بجا ہے جو حضرت کا ارشاد ہے — سخن آپکا قابلِ داد ہے

جو کی ترک دنیا نہیں دل ملول — جو سمجھو یہی فقہ کا ہے اصول

برا ہے جو سب یاں نہ دے ہاتھ سے — مگر دین و ایمان نہ دے ہاتھ سے

کرے دور سب کچھ جو ہمت کرے — مگر جاں کی کچھ حفاظت کرے

نہ کھووے اسے دولت و جاہ پر — تصدق کرے اسکو اللہ پر

ہوئی جان سب کیلئے تم کرے — درندونکی کیوں آپ منہمیں پڑے

مری عرض نے دلمیں کچھ راہ کی — تو سنتے ہی استاد نے آہ کی

کہا اسطرح پھر کہ اے ہوشیار — چھپاتا تھا یہ راز لیل و نہار

جو نزدیک وقتِ اجل آگیا — تو کہنے کا بھی اک محل آگیا

سنو اب توجہ سے میرا کلام — ہوا ہے عبث یاں پہ اپنا مقام

اٹھا ایک دن میرے دلمیں فتور — کہ مہدی کا ہوتا نہیں کیوں ظہور

زمانہ میں مدت سے اندھیر ہے
محمدؐ کے آنے میں کیوں دیر ہے

خدا نے دیے ہیں مجھے سب کمال
ہر اک علم میں آج ہوں بے مثال

جو ہے جاں نثاری کو حاضر غلام
ظہور اپنا کرتے نہیں کیوں امام

اسی بات کا دھیان دل میں رہا
کسی سے نہ حرف مطالب کہا

اسی جستجو میں پھرا ہر طرف
گیا ایک دن میں میان نجف

نجف میں امام زمن کے لیے
برابر کئی مہینے چلے گئے

زیارت کو وقت سحر جو گیا
دعا کرتے کرتے ذرا سو گیا

نظر خواب میں آئے مولا علیؑ
ہوئی دور دل سے مرے بیکلی

کہا پوچھ مجھ سے نہ احمدؐ سے پوچھ
جو کچھ پوچھنا ہے محمدؐ سے پوچھ

کہا میں نے غائب ہے میرا امام
ملے مہدیٔ دیں سے کیونکر غلام

مقدر سے کچھ اور ساماں ہوا
مجھے پھر علیؑ کا یہ فرماں ہوا

کریں دور کب مہدیٔ دیں تجھے
بلاتے ہیں اب مہدیٔ دیں تجھے

سنا جب یہ میں نے کلام علیؑ
اٹھا خواب سے پھر غلام علیؑ

رہا کب میں شوق سے ہوش میں
لگا ہر طرف دوڑنے جوش میں

یکایک در شہر پر جو گیا
مددگار بخت رسا ہو گیا

نظر آیا مجھکو سوار شتر
کہا ہر بیاں سے ہے کار شتر

ہوا اس طرح میری جانب رجوع
کہ جیسے پڑے دھوپ وقت طلوع

پکارا ہی مجھکو اُسے بیقرار ۔ ابھی اونٹ پر جلد ہو لے سوار
نصیبہ ترا آج غالب ہوا ۔ کہ مطلوب خود تیرا طالب ہوا
کھلا پھر تو آنکھوں میں باغ مراد ۔ ہوا دل میں روشن چراغ مراد
خوشی سی ہوا اونٹ پر میں سوار ۔ بلندی پہ پہونچا بیابان غبار
خبر یہہ تو معلوم ہرگز نہیں ۔ چلا اونٹ واں سی کہ تھی سر کی زمیں
ادھر تو چڑھا جلد اوترا ادھر ۔ پڑی بیچ میں ایک پشت شتر
رکابوں میں پانو نہ پای جگہہ ۔ سنبھلنے نہ پایا کہ آئی جگہہ
برنگ زمرد ہے ساری زمیں ۔ مثال فلک پیاری پیاری زمیں
زمرد پہ کب ہے نگاہ فلک ۔ زمیں صاف ہے سجدہ گاہ فلک
اُدب سے جھکے چرخ کیونکر نہ یاں ۔ زمیں صاف ہی قبلہ آسماں
زمیں کی صفائی سی یہہ ہے جھلک ۔ زمیں میں ہی منہ دیکھتا ہی فلک
صفائی ہوئی پا تلک خاک میں ۔ نظر آیا مجھکو فلک خاک میں
چھپے مہر و مہ کب میان زمیں ۔ دکھائی دی سب میان زمیں
وہاں کی زمیں قابل دید تھی ۔ کہ آئینہ روی خورشید تھی
تردد رہا اوج اور نیچ میں ۔ زمیں تھی دو افلاک کے بیچ میں
بنا عکس زیر قدم آسماں ۔ زمیں کو سمجھتے تھے ہم آسماں
نئے تھی شجر سب نئی شاخ تھی ۔ طلائی تھی جڑ نقرئی شاخ تھی

درختوں میں پھل سبز لال کے
زمرد کے پتے ثمر لال کے

کھڑے مثل خدام سارے شجر
کہ پائیں نگہ کے اشارے شجر

اگر دور سے دید منظور ہو
جو پھر پائیں ہووی شجر دور ہو

چلیں اور پھریں حکم میں سب شجر
پھریں کیوں نہوں حکم میں جب شجر

جواہر کے پھل ہیں ہر اک شاخ پر
زمیں پر کبھی شاخ گہہ کاخ پر

کبھی سر پہ دست طلب کبھی
کبھی پنے موقع پہ لب پر کبھی

وہیں آئی ڈالی جو مطلوب کی
کلائی تھی ہر شاخ محبوب کی

حقیقت میں فردوس ہے اور کچھ
نگریاں بھی جنت کے تھی طور کچھ

صفائی میں گلشن کی کیا کیا کہا
کہا عکس جنت کا خاکا کہا

عجائب میں تھی عجب لوگ تھے
عبادت میں مصروف سب لوگ تھے

مجھے واں کی محفل کا تھا اشتیاق
انہیں اور منزل کا تھا اشتیاق

نظر دور سے آئی خیمے عجیب
کوئی پاس جائے یہ کس کے نصیب

نظر اپنے ڈالے یہ کس کی مجال
کہ خورشید کو دیکھنا ہی محال

منور تھے خیمے عجب نور سے
کہ خورشید دیکھا کیا دور سے

فرشتوں سے اوصاف انکی محال
کروں انکی تعریف میری مجال

پھر اک فرشتے جہاں میں مجھے
غرض لیگئے اک مکانمیں مجھے

کیا غسل سے صاف پہلے بدن
پہنایا بدن میں عجب پیرہن

پہن کر تکلف سے پوشاک کو — ہوا خوف یہ جان غمناک کو
نہ چھوڑے بدن رخت کو بھولکر — کہ کپڑوں سے باہر نہو پھول کر
الگ ایک خیمہ بصد آب و تاب — کہوں بحر رحمت کا اسکو حباب
فلک سے بھی رتبہ بڑھا خاک کا — زمیں کو ملا تاج افلاک کا
ہوا کام اچھا کوئی خاک سے — یہ آیا ہے فانوس افلاک سے
بڑھایا سر فخر افلاک پر ؎ — ادب سے ہوا سر نگوں خاک پر
ادھر آنکھہ کیونکر کرے آفتاب — کہ پہلو میں اسکے ہے نور حجاب
بچھا فرش خیمہ میں اسطور سے — کہ دیکھے جسے عرش بھی غور سے
عجب لطف سے چاندنی فرش کی — کہوں اسکو چادر سر عرش کی
ہر اک چیز موقع پہ انداز سے — مجھے لیگئے اسمیں اعزاز سے
نہیں اسجگہہ دخل خدام کا — مقدر سے انجام ہر کام کا
نہ کچھہ چاہیئے انجمن کے لیئے — جو آئے کوئی تو سخن کے لیئے
کیا خیمہ نور میں جب مقام — محل پر ملا مجھکو خوان طعام
ملے خوان پر ظرف بھی نور کے — غرض کھانے کھائے بہت دور کے
کہاں وہ دہن ہے کہاں وہ زباں — کریں جتنے کھانوں کی خوبی عیاں
حصر ان کی لذت بیاں پر نہیں — جو تھے لطف دلمیں زباں پر نہیں
ہوئی آب کی جب ضرورت مجھے — نظر آئی پھر ایک صورت مجھے

کوئی نازنیں ہے میان نقاب ۔ کہ ہو دامن ابر میں آفتاب
تن صاف روشن ہو ملبوس میں ۔ چھپے کسطرح شمع فانوس میں
مگر دیدۂ چشم مجبور ہے ۔ چھپائے ہوئے جسم کو نور ہے
جو خیرہ نہیں آنکھیں مری نور سے ۔ نہ دیکھا گیا مہر کو دور سے
جو آئینۂ دلمیں تصویر ہے ۔ زباں پر اُسی بت کی تقریر ہے
یہہ ہو وصف لب پر مہ عید کا ۔ بیاں جیسے ذرّہ سے خورشید کا
کہوں کیا جو کچھہ پاک تن تھا لطیف ۔ مری روح سے بھی بدن تھا لطیف
یہہ دل اہ طلعت کا ہو ہاتھہ میں ۔ مگر وہ نزاکت کی ہو ہاتھہ میں
اگر دست قدرت اُٹھائے اُسے ۔ نزاکت لٹائو بٹھائے اُسے
چلایا نزاکت نے کب چال سے ۔ اُڑے طائر حسن کے بال سے
نزاکت نے قابو میں ایسا کیا ۔ زمیں پر نہ پاؤں ٹھہرنے دیا
وہ خیمہ بھی آئینۂ نور تھا ۔ کہ جسمیں منوّر رخ حور تھا
عجب صنعت دست تقدیر تھی ۔ فقط عکس پر اپنی تصویر تھی
اُڑے کیوں نہ وہ مہ جبیں رنگ پر ۔ شبک ہے تن نازنیں رنگ پر
اُٹھائے ہوئے جسم کو روپ ہے ۔ لیے سر پہ خورشید کو دھوپ ہے
پتہ یہہ نہیں جسم پر نور کا ۔ کہ ہو حور یا عکس ہے حور کا
ابھی آئینہ میں ابھی آنکھہ میں ۔ کبھی دل کے اندر کبھی آنکھہ میں

بچاتی چلی جسم کو چھاؤں سے ‏ نہ تارِ شعاعی دبا پاؤں سے

قدم اسکے تارِ نظر پر رہے ‏ دو گل دامنِ چشمِ تر پر رہے

جو تارِ نظر سے اتر کر چلے ؛ ‏ چلے دو قدم بھی تو مر کر چلے

پسند آئی کیونکر گلِ تر اسے ‏ کہ ہر جھاڑ پھولوں کی چادر اسے

زیادہ کیا فرش پر کب قرار ‏ رہی چادرِ گل یہ مثلِ بہار

کسیکو نہ بس وہ رلا کر اٹھی ‏ جو پھولو نہ ہنسی ہنسا کر اٹھی

کیا رخ نے پردے سے باہر اثر ‏ ہوئیں بند آنکھیں مری دیکھکر

مرے ہوش نے جیب یارا کیا ‏ غشی نے بھی پھر کچھ سہارا کیا

اندھیرے سے دل تنگ ہونے لگا ‏ تو سایہ میں سورج کی سونے لگا

کہاں جائیں الفت کے مارے ہوئے ‏ پڑے پاؤں پر اسکے ہارے ہوئے

جو آنکھیں ہوئیں بند ہر طور سے ‏ یہ کی عرض پھر خالقِ دور سے

جو دیکھوں اسے کب یہ مقدور ہے ‏ اگر تو دکھائے تو کیا دور ہے

دعا کو محلِ اجابت ہوا ؛ ‏ مقدر سے فرمانِ رویت ہوا

ابھی روئے روشن تھی زیرِ نقاب ‏ کیا اسطرح سے صنم نے خطاب

دعائیں تو کی اسطرف بھی پڑھو ‏ ابھی صیغۂ رویتِ رخ پڑھو

ہوا تھا زباں سے نہ پورا کلام ؛ ‏ اسی بات پر ہو گیا میں غلام

غرض میں نے رویت کا صیغہ پڑھا ‏ صنم اور کچھ میری جانب بڑھا

ادا سے مجھے پہلے پانی دیا — محبت سے ارشاد پھر یہ کیا

زیادہ نہیں اور کچھ قیل و قال — تمہیں دیکھنا ہے ہمارا حلال

خدا کی اگر تم اطاعت کرو — تو لونڈی ہوں مجھ سے محبت کرو

کیا آپ نے گر خلافِ خدا — مجھے آپ سمجھیں اسی دم جدا

کہا عجز سے میں نے جانِ جہاں — خلافِ خدا مجھ سے ہووے کہاں

ہمیشہ چلوں شرع کی راہ پہ — مری جاں تصدق ہے اللہ پہ

نہ شہ کی اطاعت نہ دلخواہ کی — کروں بندگی اپنے اللہ کی

سنا جب تب چہرے سے الٹی نقاب — بڑھا خوان تک پنجۂ آفتاب

الگ نور تھا گو مری دید سے — سمجھنے کو نسبت ہے خورشید سے

خدا کے کرم نے دکھایا اوسے — بڑھایا نظر کو گھٹایا اُسے

جو پھر دیکھنے کی اجازت ہوئی — کروں آنکھ اوپر نہ طاقت ہوئی

نہ ٹھہری جو روئے صنم پر نظر — کہا رعب نے کر قدم پر نظر

نظر رفتہ رفتہ ادب سے بڑھی — قدم سے چلی چشم و لب سے بڑھی

نہو رُخ رُخِ دلستاں کیطرف — زمیں سے چلو آسماں کیطرف

نزاکت کو دیکھا نظر کی جہاں — حیا و نزاکت نے چھوڑا کہاں

جھکا کوئی خاکِ سر پاؤں پر — دکھا سر پڑی جب نظر پاؤں پر

پکڑتے کہاں پاؤں ہم یار کے — نظر نے نہ چھوڑے قدم یار کے

نظر جب لگی پائے دلدار کو
ہوا ایک صدمہ رخِ یار کو

ہوا زرد منہ سرخ ایڑی ہوئی
کمندِ نظر تنگ بیڑی ہوئی

رہے کب فلک پر قدم یار کے
زمیں سے لگے پاؤں دلدار کے

ہوئے ناخنِ پا قمر خاک پر
ستارے بنے عکسِ افلاک پر

لیا سر پہ کفشِ صنم خاک نے
ملے ہاتھ حسرت سے افلاک نے

رہی آہ یوں ہی قدم پر نگاہ
ہوا لال وہ خوف سے میں سیاہ

بڑھی کچھ جو رشکِ قمر کی نظر
قدم سے بھی پھر آہ سر کی نظر

اگر ہے نظر کچھ کمر کچھ نہیں
جو تارِ کمر ہے خبر کچھ نہیں

نظر کو نشانِ کمر چاہیئے
کمر ہو تو تارِ نظر چاہیئے

ہوا کب کمر پر قیامِ نگاہ
رہا دور عنقا سے دامِ نگاہ

نہاں اس طرح تھی کمر آنکھ سے
چھپے جس طرح یاں نظر آنکھ سے

ملا جب نہ موئے کمر کا نشاں
بڑھا مردمِ چشمِ تر کا نشاں

رکی کچھ سے کچھ چشمِ تر کی نگاہ
جو سینہ پہ ٹھہری سر کی نگاہ

خجل چشمِ تر سینۂ صاف سے
نظر خیرہ آئینۂ صاف سے

ہوا مجھ کو عکسِ نظر سے یقیں
کہ حدقہ ہیں دو میرے پستاں نہیں

کوئی اور ایسا ہے گھر کس جگہہ
دو آنکھوں سے جائے نظر کس جگہہ

پڑا یار قسمت سے اک پھول پر
دو پھل آئے قسمت سے اک پھول پر

رہی دو پہلوؤں کی نہ وہ آب و تاب ہوئی دامن چشم تر سی خراب

ڈری سایۂ مردم چشم سے نظر مجھ پہ کی دیدۂ خشم سے

ہوئی سبز رشک قمر کی نگاہ تو آنکھوں سے بھی آہ سحر کی نگاہ

کہاں ہنس لوٹی بہار بہشت گئے ہاتھ سے دو انار بہشت

نہ کچھ درد پستاں سے تھوڑا ہوا جگر اپنا دکھ دکھ کے پھوڑا ہوا

بیاں کیا کریں ہاتھ کی آب و تاب خجل جس سے ہے پنجۂ آفتاب

صنم کے ہیں افضل قدم ہاتھ سے پکڑتے کہاں ہاتھ ہم ہاتھ سے

حیا آجکل چشم کر ساتھ ہے نزاکت کا اب ہاتھ میں ہاتھ ہے

جو آئی نظر دلربا کی طرح بسا ہاتھ پر دل حنا کی طرح

کسی کا وہ لی خاک دل ہاتھ میں کہ ہر رنگ مہندی کا سل ہاتھ میں

نہ پہنچا مرا ہاتھ جب ہاتھ پر تو آگے بڑھی ہاتھ کس بات پر

گلے تک بڑھی ہاتھ کس شوق سے نہیں سایۂ ہاتھ کا کم طوق سے

گلے کا گل حسن اب ہار ہے برابر کوئی اسکے کب ہار ہے

وہ گردن ہی یا شیشۂ نور ہے جسے دیکھ کر آنکھ مخمور ہے

ہمیشہ تو غفلت میں سویا کیے یوہیں عمر باتوں میں کھویا کیے

جو سمجھو تو چونکے وہیں خواب سے کھلی آنکھ کیفیت آب سے

یہ بگڑے ہوئے دیدۂ تر نے صراحی کو دیکھا تو ساغر بنے

یہہ آنکھیں بنی جام تدبیر سے ‏ رہی خشک یہ اپنی تقدیر سے

نہ جب آب تک جام کا دور ہو ‏ گزر چاہِ غبغب میں کس طور ہو

پڑی گرچہ صحرائی جانکاہ میں ‏ دل و جاں سے ہیں ہم اسی چاہ میں

وہ چاہِ ذقن چاہِ کنعاں نہیں ‏ نکل جائیں ہم ماہِ کنعاں نہیں

وہ چاہِ ذقن چاہِ نخشب نہیں ‏ جو باہر ہوں ہم ماہِ نخشب نہیں

ملے منہ زنخداں سے کس چاہ کا ‏ کہ چشمہ ہے خورشید اس چاہ کا

جو چاہِ ذقن آب ظاہر کرے ‏ تو زہرا فلک پر بھی پانی بھرے

زمیں پر ہوں جلوے بڑے آب کے ‏ فلک تک پڑیں سو گھڑے آب کے

دل و جان سیبِ ذقن پر چلے ‏ رہا ہے وہ یوں ہی دہن کے تلے

بیاں لال لب کی ہو کیا آب و تاب ‏ ہوا عکس سے سرخ منہ پر لعاب

میسر کسے ہے لعابِ دہن ‏ کہ ہے آب یاقوت آبِ دہن

لبوں کو لگے چاٹ کس آب کی ‏ زباں آپ مچھلی ہے جس آب کی

نہ ٹھیرے تھے تاجِ دُرِ عرش کے ‏ گہر دانت تھے افسرِ عرش کے

کوئی کب تبسم سے کلمہ کہا ‏ دہن سے الگ عکس دنداں ہوا

رہا عکس چھپا ہوا فرق سے ‏ کہ غنچہ بچا دامنِ برق سے

دہن اور دنداں کو دیکھیں کہاں ‏ لبوں کی ہے پیوستگی سے نہاں

نہاں سلکِ گوہر ہے دو لال میں ‏ دہن ایک جوہر ہے دو لال میں

دو لب متفق ہیں دہن کیا کرے | بگڑتا ہے جو ہر سخن کیا کرے

جگہہ کب دہن میں برای سخن | تو کیا اُسکی خوبی میں جای سخن

کفِ دست کا روی انور نشاں | ہلا ناک اُنگلی کا بہتر نشاں

دیا بینی و رُخ نے سب کچہہ بتا | ہلا دستِ قدرت کا جب کچہہ بتا

ہوئی شکل صنعتِ خدا پاک کی | تو صنعت پہ صنعت بنی ناک کی

ہوا اور مجہکو گماں تاک پر | یہ بینی نہیں صورتِ پاک پر

چہپا ہاتہہ صنعت یہا تہر رہی | بتانے کو اُنگلی نشاں پر رہی

زمانہ تہا مشتاق دلخواہ کا | بتاتا ہی بہتر تہا اس ماہ کا

خدائی میں لاکہوں ہی گو پہول ہیں | دو عارض دو عالم میں دو پہول ہیں

بڑہی کیوں نہ رُخ مہر پُر نور سے | گلِ شمع نے آگ لی طور سے

دو عارض جلے حُسن کی آگ سے | لبِ تر کریں سبز و کس لاگ سے

جلے آپ خورشید جب نور سے | جلائے نہ کیونکر ہمیں دور سے

اثر کچہہ تو ایسی دُعا نے کیا | جو دیکہیں سے یہہ خدا نے کیا

ہمیں تو کہاں تاب تہی دید کی | جہپکتی تہی واں آنکہہ خورشید کی

حیا سے ہوا مہر درد اسفید | پڑا منہ پہ قدرت سے پردہ سفید

نظر لگ گئی آہ خورشید کو | گہٹا کر کیا ماہ خورشید کو

نظر سے صنم تہوڑا تہوڑا ہوا | مجہے بہی الم تہوڑا تہوڑا ہوا

نگاہیں ہوئیں گرم رخسار پر
پسینہ سے کچھ بیقراری ہوئی
پسینہ تھا سب اپنے معمول پر
بندھا اس طرف کو جو تارِ نگاہ
نظر چھو گئی گال کو پیار سے
جو حالت ہمیں اور آئی نظر
نہیں کچھ بھی رشکِ قمر کی خطا
دیا رنج چشمِ دلآزار نے
پڑی آنکھ پر جب ہماری نظر
دبایا نگاہِ سُبکسار نے
حیا نے کیا اپنا گھر آنکھ میں
بدن میں نزاکت حیا آنکھ میں
نظر کی نہ چرخِ بریں کی طرف
پڑا نور کا پرتوہ خاک پر
جو باہر ہنوں سے بھی صدقے ہوئے
بنے سوئی مژگاں تو پرِ مرغ کے
جھکیں کیوں نہ جبرئیلؑ محراب میں

عرق آگیا روئے دلدار پر
تری ہی گلِ تر کو بھاری ہوئی
گراں قطرۂ شبنم کے تھے پھول پر
پڑا پھر تو نشتر سے کارِ نگاہ
ٹپکنے لگا خون رخسار سے
تو پھر گال سے بھی اٹھائی نظر
وہاں بھی رہی کچھ نظر کی خطا
گیا اور بیمار بیمار نے
ہوئی دیدۂ بت پہ بھاری نظر
اٹھایا نہ سر چشمِ بیمار نے
سمائی نہ میری نظر آنکھ میں
پڑا ایک پردہ نیا آنکھ میں
رہی آنکھ ہر دم زمیں کی طرف
اوڑہی خاک کیونکر نہ افلاک پر
تو سب آہوئے دشت صدقے ہوئے
دو آنکھیں تھے بیضۂ شترمرغ کے
دو آنکھیں تھیں قندیل محراب میں

بہنویں وہ کہ دیکھی تھی خواب میں | جھکیں لاکھہ سر ایک محراب میں
ملے ڈہنگ ابرو سے کس تیغ کا | کہ ہر بال جوہر ہے اس تیغ کا
بچے کسطرح کوی تدبیر سے | ملی تیغ قاتل کو تقدیر سے
گل زخم ٹہری عطا تیغ کی | نکالے کوی کیا خطا تیغ کی
ستم ہے کرم آج جلاد کا | محل بھی نہیں داد بیداد کا
جو موتی ہے مشق ستم تیغ سے | یہہ سمجہا ہوا کچھہ کرم تیغ سے
صدا دمبدم لیتے تکبیر کی | رہی فرق پر دہار شمشیر کی
سبھی ذبح ہونیکے ساماں ہوے | تو ہم عید قرباں کو یوں ہی ہوے
کہیں کیا ہلال مہ عید کو | نظر بہر کے دیکہا نہ خورشید کو
ذرا دید کی سرخ ماتہا ہوا | ہوا بدر بھی مہر اچہا ہوا
جو ماتھے کو دیکہا تو گھبرا گیا | حیا سے جبیں پر عرق آگیا
کیا ہمنے آنکھوں سے کار ثواب | کہ جاری کیا چشمہ آفتاب
ہر اک آنکھہ خیرہ ہے خورشید سے | گل مہر مرجہا گیا دید سے
جبیں پر تو نور جبیں تھا نقاب | نظر سے بھی میری ہوا کچھہ حجاب
نہیں اب گلا لوح محفوظ سے | کہ ماتہا ملا لوح محفوظ سے
جبیں سے عیاں صاف چین عتاب | نہ تھی موج تھا چشمہ آفتاب
چہپا دن نظر بہر ہوی رات پر | گئے نور کے ڈر سے ظلمات پر

جدھر میل کرتی تھی زُلفِ دراز
اُدھر کو ہی جھکتا تھا فرقِ نیاز

پڑا بار زُلفِ خداداد سے
سنبھلتا نہ تھا دامِ صیّاد سے

ہوا سے جدھر لٹ پلٹ کر ہوئی
اُدھر کو ہی بیچو الٹ کر موئی

کمر میں خمِ زُلف سے بل ہوا
اُسے سایۂ زُلف کمّل ہوا

بلا جنبشِ موئے گیسو ہوئے
وُہ اپنے ہی بالوں سے لٹّو ہوئے

کبھی گر نزاکت نے ڈالا اُسے
تو نامِ خدا نے سنبھالا اُسے

نہ تھی گردِ قامت کے زُلفِ دوتا
قیامت کی پیچھے لگی تھی بلا

جو قد شعلۂ مشعلِ طور تھا
رُخِ پاک سب نُور کا نور تھا

گراں زُلف سے رُوئے پُرنور پر
دُھواں زُلف سے مشعلِ طور پر

زمانہ سے نازک جو پایا اُسے
خیالوں نے میرے دبایا اُسے

تصوّر میں جب گال کو مس کیا
تو بیساختہ مُنہ سے بس بس کیا

نزاکت کا ساماں یہہ دیکھکر
ہُوا وصل میں ہجر پیشِ نظر

اُٹھا پھر تو خاکِ بدن سے بخار
گیا زُلف تک بن کے ابرِ بہار

دُھواں گال کا زُلفِ دوتا تک گیا
یہہ بادل بھی کالی گھٹا تک گیا

جو زُلفیں گھٹا تھیں نہ چھوڑا اُنہیں
ہوائے جگر نے نچوڑا اُنہیں

بخارِ جگر بر سرِ موج تھا
ہر اِک بال تارِ سرِ موج تھا

پسینہ سے دل آہ گھبرا گیا
وُہ گل تھا کہ پانی سے مُرجھا گیا

ہ یعنی زلف ۱۲

بچایا کیا میں تو ستو راہ سے ہوا الگ گئی دامن آہ سے
غشی نے سہارا دیا سو گئی ہوائی دم سرد تو ہو گئی
جگر کو کیا بند پھر آہ سے دھوئیں کو دبایا عجب راہ سے
رہا جب نہ دود جگر جوش میں وہ نازک بدن آ گئی ہوش میں
خیالوں پہ میرے اسے راہ تھی ارادہ سے دل کے وہ آگاہ تھی
نظر نے ہمارے یہہ صدمہ دیا پری رو نے آنکھوں کو نیچا کیا
نظر کی نہ چرخ بریں کیطرف رہی دیکھتی بس زمیں کی طرف
ابھی غور سے بھی نہ دیکھا یہاں ہوئی مسجد پاک میں پھر اذاں
کیا مجھ سے غنچہ دہن نے کلام کہ اب دیکھنا ہے ہمارا احترام
ملو خاک سے اب جبین نیاز پڑھو جلد مسجد میں جا کر نماز
نصیبوں سے ملتا ہے ایسا مقام جماعت کرتے ہیں مہدی امام
کہا مینے بی بی مرا دل ہے سست نہیں اس گھڑی ہوش میرے درست
مجھے یاں سے اٹھنے کی طاقت نہیں ادا فرض واجب کرونگا یہیں
کہا اسنے کیا فکر کا ہے مقام مسیحائے عالم ہے تیرا امام
شفا کیا نہیں واں تمہارے لیئے وہ چاہیں اسیوقت مردہ جیئے
کہا مینے ہے مجھکو مشکل بڑی اٹھا مجھ سے جاتا نہیں اسگھڑی
کہا اسنے یاں سے اٹھو شاد شاد منادی ہی ہوتی ہے بہر جہاد

لگی کہنے مجھہ سے یہ غنچہ دہن — رہیں گے کہاں تک یہ جان و بدن

غرض ایک دن بس یہہ سامان ہے — نہ تن ہی نہ سر ہے نہ یہ جان ہے

جو وقت جماعت دیا ہاتہہ سے — تو نعمت کو ضایع کیا ہاتہہ سے

چلو ساتہہ آیا ہے وقت جہاد — کہ حاصل ہو فردوس حسب مراد

صنم سے کی عرض لاچار ہوں — نقاہت بدن میں ہے بیمار ہوں

نہ حاصل ہو زور جوانی مجھے — ستاتی ہے اب ناتوانی مجھے

ضعیفی نے مجھہ کو ستایا زیاں — کہاں مجھہ سے ہوتا ہے کار جہاں

لگی اسطرح کہنے غنچہ دہن — نکر ناتوانی سے رنج و محن

دعائے امام زماں سے ابہی — بڑہے رستم داستاں سے ابہی

بدن شل آہن اسپیدم بنے — اگر زال ہی ہو تو رستم بنے

بڑہے آج تو اسقدر زور میں — ڈریں رستم و زال ہی گور میں

کہا کیا کروں مجھہ میں طاقت نہیں — مجھے یاں سے اٹہنے کی جرأت نہیں

یہ سنتے ہی خادم نے اکر شتاب — بیابان میں پہینکا بحال خراب

مقدر نے بس آن کی آن میں — گرایا مجھے اس بیابان میں

یہ نخوت سے حالت ہماری ہوئی — یہ جب کہہ چکا بیقراری ہوئی

بیابان میں استاد رونے لگا — دل و جان حسرت میں کہونے لگا

حقیقت میں وہ مرد دیندار تہا — اسے اپنی نخوت کا اقرار تہا

چڑہا علم و حکمت سے افلاک پر
کیا جب تکبّر نے خوار و ذلیل

تکبّر نے ڈالا اُسے خاک پر
تو سمجہا حقیقت کو مردِ عقیل

زمیں پر نظر کی نہ افلاک پر
نہ تھی خاکساری سوا افلاک پر

جُھکا یا سرِ عجز کو خاک پر
قدم تہا عبادت سو افلاک پر

کہا پہر عقیلہ نے انؔ ماہرو
کہو مجکو جہوٹا کہ سچّا کہو

خلافِ ادب تھی مری گفتگو
جو انوں کو تابع نہ اپنا کہو

ہزاروں ہیں عاشق تمہارے جواں
اطاعت کو حاضر ہیں سب دو سے

نہیں تابعِ حکم سارے جواں
اگر قرب ہووے کبھی حور سے

یہہ ممکن نہیں آدمیت رہے
زمین پر وہ تم زینتِ کاخ ہو

جو خلوت میں ہے پہر یہہ نیّت رہے
تو پہر کیا کوئی اسمیں گستاخ ہو

جو ہے نیک کوئی مگر غیر ہے
جو اچّھو نکو دیکھو تو چپکے رہو

رہو دور اُسسے جبھی خیر ہے
کہ ویسے ہی ہم ہیں ایسا کہو

محفل اوّل

اُن شخصوں کی بیان میں کہ جنہوں نے بتوں کی محبّت و یاد میں خدا کو بھلایا سو جان دینے کے

کچھہ نہ ہاتھہ آیا کوئی گلے لگ کر ہوا کوئی جلکر خاک ہوا
کوئی ہاے ہاے میں گر گر کر گیا کوئی جنگل میں جان بحق ہوا کوئی قید میں مر گیا

کہوں ساقیا صاف ہے بات یہہ
بڑی آرزو سے ملی رات یہہ

طرحدار مشتاق ہو رات کے
پریزاد ہیں منتظر بات کے

حسینوں کی آمد ہے اس رات میں
بتوں کی خوشامد ہے اس رات میں

ہوئی جمع احباب تقدیر سے
بنے ہیں یہہ اسباب تقدیر سے

نئی رات ہے بزم پہلے پہل
رعایت تو کچھہ چاہئے آجکل

اگر جام کا لب تلک دور ہو
تو پھر رنگ اس بزم کا اور ہو

کھلیں نشہ میں آج غنچہ دہاں
کسیکی زباں ہو کسیکا بیاں

کریں بات ہنسکر کہ رو کر کہیں
جو چاہیں کہیں مست ہو کر کہیں

کسیکو کسی بات کا غم نہو
سحر تک ہے بزم برہم نہو

اجل ہر گھڑی بر سر جنگ ہے
جہاں تو کہے ہاتھہ سے تنگ ہے

قضا سے جو مہلت ملی بات کی
غنیمت ہے فرصت ملی بات کی

کہاں شمع رو پھر یہہ محفل کہاں
کہاں یہہ ساغر یہہ منزل کہاں

کروں شکر موقع ملا بات کا
کہوں کچھہ تو پاؤں صلہ بات کا

جو قصے سنے حور شرما گئی
زمانہ کی چالوں سے گھبرا گئی

رہی آہ دو دن تلک سوچ میں — نہ راتوں کو جھپکی پلک سوچ میں

گئے عمر سے آہ تیرہ برس — ہوئی دیکھنے کی جہاں کے ہوس

گئی ایک دن جب لب بام پر — ہوئی خاص کی پھر نظر عام پر

اٹھا پہلے دل سے تو جوش و خروش — دم سرد بھر کر ہوئی پھر خموش

گلابی نہ تھے گال اچھی طرح — یہ ہوتے کبھی لال اچھی طرح

جو عارض پہ تھی کچھ نمود بہار — اوڑ الگیا اسکو دل کا بخار

گئی بام پر شاد ہوتی ہوئی — محل سے جو اتری تو روتی ہوئی

کسی نے جو رونیکا پوچھا سبب — کہا بیخودی کا کہیں کیا سبب

کسی نے غرض بھید پایا نہ کچھ — جو پوچھا کسی نے بتایا نہ کچھ

کسی نے کبھی کچھ کہا سن لیا — کوئی کام کہنا ہوا یا کہدیا

ہمیشہ جو خاموش رہنے لگی — عقیلہ "نفیسہ" سے کہنے لگی

تجھے شاہزادی کی ہے کچھ خبر — یہ تھی ہی خاموش کیا سوچکر

ابھی تو جوانی کا آغاز ہے — لڑکپن کا باتوں میں انداز ہے

گل رخ پہ ظاہر ہے شان بہار — نہیں گل شگفتہ میان بہار

مگر بے وقت رنگ خزاں چھا گیا — ہنسا تھا نہ غنچہ کہ مرجھا گیا

جگر اسکا رونے سے ماؤف ہے — ہنسی ہی کئی دن سے موقوف ہے

خوشی کی جگہہ ہے غم کا نشاں — ہنسی کی جگہہ اب ہیں آنسو رواں

سوا آہ و زاری کی رہتی نہیں / جو کچھہ پوچھتے ہیں تو کہتی نہیں

اُسے ہر طرح کا ہے علم و شعور / مگر بالہ پن کا بھی ہے کچھہ قصور

کہیں عشق نے کچھہ ستایا نہو / پری پر کسی جن کا سایہ نہو

نظر ہے کہیں اور دل ہے کہیں / کسی پر ہوئی ہو نہ مائل کہیں

یہہ نزدیک اپنے بہت دور ہے / مگر دل کے جانے سے مجبور ہے

اگر عشق سے اور نوبت ہوئی / سمجھنا کہ دونوں کو ذلت ہوئی

یہہ بندہ رہے عشق میں یا موے / تو رسوا ہوئی میں فضیحت ہوے

اشارہ سے یا صاف تقریر سے / ہٹاؤ اسے اپنی تدبیر سے

وہ باتیں ہوں بتاں سے نفرت کرے / کرے بھی خدا سے محبت کرے

نہ دیکھے کسی مہ لقا کی طرف / جھکائے صنم سر خدا کی طرف

کرو مجھہ سے باتیں سناؤ اسے / مجھے منہ پہ رکھو جتاؤ اسے

جو اُسے سرو تیری مجھے تار ہے / مجھے بات کرنیکو پھر آڑ ہو

جو تیری طرف سے مجھے ہو خطاب / تو میں صاف اُس بات کا دوں جواب

نفیسہ پکاری کہ سن اے عقیل / مجھے خواہشوں نے کیا ہے ذلیل

محبت ہے یا نخوت و زور ہے / ہماری طرف سے ہی مشہور ہے

مجھے کب سے بدنام کرتی ہے خلق / ترا دم نکوئی سے بھرتی ہے خلق

مرا حال پوشیدہ خواہر نہیں / مگر حکم سے تیری باہر نہیں

جو دونوں کی تقریر باہم ہوئی — ہٹانیکے تدبیر باہم ہوئی

نفیسہ یہی چاہتی تھی مدام — کہیں لب پہ آوے نہ عشق کا نام

محبت کی باتیں کروں چاہ سے — اڑاؤں پریزاد کو راہ سے

نفیسہ کو جب یہہ وسیلہ ہوا — سنانے کو مطلب کے حیلہ ہوا

مقرر تھا جس جا پہ سونے کا گہہ — گئی باتیں کرتی وہاں سمیر

نفیسہ نے دستِ ادب باندہکر — کہا شاہزادی سے رشکِ قمر

سنو دردمندوں کی روداد غم — وہ قصہ کہیں ہم کہ شاد ہو تم

کہا آج کی رات چپکی رہو — جو کل رات ہووے تو قصہ کہو

ہوئی رات جب وہ سہی جلوہ گر — لگے ہونے ساماں ادہر اور ادہر

پڑیں چلمنیں اسطرح در بدر — مژہ جسطرح مردمِ چشم پر

قرینہ سے غرفے سجائے گئے — محل کے مکیں سب بلائے گئے

جو حاضر ہوئے سب خواص و عوام — تو ظاہر ہوئے ہر طرح کے کلام

مگر شاہزادی اسیطور سے — سنا کی ہر اک بات کو غور سے

کسی نے کہا کچھ کسی نے سنا — ہنسے سب تو رو کر اسی نے سنا

ثنا جب نفیسہ نے کی عشق کی — مذمت عقیلہ نے کی عشق کی

عقیلہ پکاری کہ اے گلبدن — ادب سے ہے باہر تمہارا سخن

نہیں عشق خالی تبہہ حال سے — جوانی سے یا کثرتِ مال سے

محبت کے بہاتے ہیں کت جچ چلے — جوانی و زر کے ہیں سب جچ چلے
جو انپر تو پیری کا عالم ہوا — تو نگر کو افلاس کا غم ہوا
کسے پہر محبت ہے انسان سے — عصا سے رہے عشق یا ان سے
عقیلہ نے اتنا سنہلکر کہا — نفیسہ نے پہر ہاتہہ ملکر کہا
سبہی پر ہے نفرت سے تیری نگاہ — فلک پر ہے نخوت سے تیری نگاہ
کدورت تری دل کی جاتی نہیں — کسیکی تجہے بات بہاتی نہیں
یوں ہی بات کہتی تو اچہی نہیں — تجہے عشق سے کچہہ خبر ہی نہیں
کتابوں میں دیکہا سنا کان سے — فرشتے دبے عشق کی شان سے
ہٹا کب حکیموں کی تدبیر سے — رکا عالموں کی نہ تقریر سے
سخن ہر جگہہ اپنا سچا کیا — بہت پختہ مغزونکو کچا کیا
جو ہندو کوئی آگیا گہات میں — دبا یا مسلمان کے ساتہہ میں
مسلماں پر پیچ گر چل گیا — تو ہندو کے ہمراہ وہ جل گیا
کسیکو تو ٹکڑے ملا کر گیا — کسی کا خفا دم بہگا کر گیا
حقیقت بگاڑی بنی جان کی — اوڑایا کیا خاک انسان کی
یہہ کوئی محبت میں تاثیر ہے — جہاں خاک ہوتا ہے اکسیر ہی
کہیں اور ایسی بہی کم ہی ہوا — لہو آب ہے یاں تو دم ہے ہوا
کوئی جان سے بڑہ کے نعمت نہیں — یہاں جان کی بہی حقیقت نہیں

رہی جبتلک جان لذت رہی | گئی جان تن سے تو غیرت رہی
ہوا فرج پاکاسہ سم پیا | ہوا اس جگہہ پر تو سمجھا جیا
گئی جان یہہ گفتگو رہ گئی | تصدّق ہوا آبرو رہ گئی
عقیلہ نے ہنس کر کہا سچ کہو | تمہیں نے یہہ سودا خریدا ہو
گماں تہا ہمارا یہاں اور کچھہ | تمہارے ہی دیکھے بڑے طور کچھہ
نفیسہ پکاری کہ اے ماہرو | سمجھتی ہو تمہیں آپ کی گفتگو
ہنسی میں چھپا ڈالا مری بات کو | یہہ سمجھی کہ ٹالا مری بات کو
کسی روز تہی میں لب بام پر | نگہہ تھی مری خاص اور عام پر
یہہ آیا نظر مجھکو زیر مکاں | گدا پانچ کچھہ کر رہے ہیں بیاں
مخاطب وہاں ایک سے ایک ہے | ادہر اور ادہر کلمہ نیک ہے
فسانہ بہت کرچکے جب بیاں | تو کہنے لگی عشق کی داستاں
سنی مینے جب داستاں غور سے | ہوا خوف پہر گردش دور سے
فقیروں نے جو بات دیکھی کہی | تو میں شوق سے اسکو سنتی رہی
جو معشوق و عاشق کی روداد ہے | وہ بالکل ہمیں اب تلک یاد ہے
غلط کب فقیروں کا اظہار ہے | ہماری بیاں کا مددگار ہے
جو تیر محبت سے دل ریش ہیں | وہ شاہد مری پانچ درویش ہیں
سنوگی اگر میری تقریر کو | تو جانوگی الفت کی تاثیر کو

عقیلہ پکاری کہ کیا دیر ہے ‏ — ‏ کہاں تیری باتوں سے دل سیر ہے
فصاحت بلاغت میں مشہور ہو ‏ — ‏ سناؤ ہمیں کچھ جو منظور ہو
دکھاؤ نہ اب انتظاری سنو ‏ — ‏ کہو بات اپنی ہماری سنو
نفیسہ پکاری یہہ پھر جوش سے ‏ — ‏ سنو میری قصہ کو تم ہوش سے
فقیروں کی باتیں زبانی نہیں ‏ — ‏ یہہ قصہ ہے سچا کہانی نہیں
زباں پر ہے اسدم بیان فقیر ‏ — ‏ زباں ہے ہماری زبان فقیر

یہہ ایک عاشق کی کہانی ہے بیان اسکا نفیسہ کے زبانی ہے

پلا جام وہ ساقی نیکذات ‏ — ‏ کہ ہے زور کیفیت کائنات
ہوس ہو پری کی نہ پھر حور کی ‏ — ‏ نظر نشہ میں ہو بہت دور کی
کسی بت کی میں شہر ہو کے مروں ‏ — ‏ خدا پر دل و جان صدقے کروں
کبھی دل نہ ایسی تمنا کرے ‏ — ‏ کہ مرنے پہ اپنے صنم بھی مرے
نہ بہائے کسی دلستان کیطرح ‏ — ‏ مرو نہیں نہ بت پر جواں کیطرح
جو پوچھے کوئی کسطرح ہے بیاں ‏ — ‏ کہوں اسطرح اسطرح ہے بیاں
سر راہ تھا ایک شہر کلاں ‏ — ‏ زمانہ میں مشہور نصف جہاں
عمارت وہاں کی عجیب غریب ‏ — ‏ در شہر سے تھی گنگا قریب
کسی روز کیا دیکھتا ہے فقیر ‏ — ‏ کہ ٹھہری وہاں آ کے فوج کثیر

لبِ نہر برپا ہوئی سب جو دھام ∴ قرینہ سے ٹہری خواص و عوام
کوئی شاد ہوکر نہانے لگا کوئی جانبِ شہر جانے لگا
کوئی ہاتھہ منہ اپنا دہونے لگا کوئی جاکے بستر پہ سونے لگا
کسی نے بہت جلد شربت پیا کسی نے طلب جلد خاصہ کیا
کسی نے کیا ساغرِ مے طلب ہوا کوئی معشوق سے لب بلب
کوئی آپ کہانا پکانے لگا کسیکو کوئی کچھ کہلانے لگا
ہوئی فوج مصروف سب کام میں کوئی سیر میں کوئی آرام میں
بتو نکی کسی جا گزرگاہ تھی وہی شہر سے نہر کو راہ تھی
تماشا عجب آنے جانیکا تہا وہ دن ہندوؤں کے نہانیکا تہا
کوئی گہر سے آکر نہانے لگا نہاکر کوئی گہر کو جانے لگا
کسی نے لیا دم درِ شہر پر کوئی آکے ٹہرا لبِ نہر پر
روانہ تہی خلقت ادہر اور ادہر تماشائے عالم تہا پیشِ نظر
ہوا راہ میں اسقدر ازدحام کہ مشکل سے چلتے تہے خاص و عوام
جہانکو اگر دیکہیے غور سے تو ہے آمد و شد اسیطور سے
کوئی خاک آباد ہووے یہاں کہ راہِ عدم پر ہے قائم جہاں
کبہی گہر سرِ راہ بستا نہیں ٹہرنیکا یاں کوئی رستہ نہیں
دلا جانتا ہے ہر اک ذی حیات ہمیشہ کسیکو نہیں ہے ثبات

جہاں میں تو نام بقا ہی نہیں
یہ اک روز دار فنا ہی نہیں

رہیں اہل دنیا نہ دنیا رہے
رہے وہ سدا نام اسکا رہے

جو آیا ہے جانیکو وہ کیا رہے
کوئی دم کی خاطر یہاں کیا رہے

ٹھہرنیکا موقع نہیں دیکھنا
قضا آن گھیرے یہیں دیکھنا

تماشائی دار فنا دیکھہ لو
جو کہنا کہو دیکھنا دیکھہ لو

پھر اک گیت قلم کی عناں
چلو واں جہاں سیر کا ہے مکاں

جو اس شہر کی راہ کو چھوڑ کر
مقابل کھڑی ہیں ادھر اور ادھر

سر راہ خلقت کا اک ازدحام
تماشائیوں کی عجب دھوم دھام

کسیکو کسی سے جو کچھ چاہ تھی
نظر اس کی خاطر سر راہ تھی

جو انکا وہ دیکھنا غور سے
حسینوں کی آمد وہ اک طور سے

اشارہ کیا ایک نے ایک کو
نہ دیکھا کسینے بد و نیک کو

کسی سے کوئی مسکرا کر چلی
کوئی صاف رستہ بتا کر چلی

کسی سے کوئی منہ چھپا کر چلی
کوئی صاف چہرہ دکھا کر گئی

حیا سے کسیکی زمیں پر نظر
کوئی دیکھتی تھی ادھر اور ادھر

کسینے عجب سانگ برپا کیا
تماشائیوں سے تماشا کیا

کبھی منہ چھپایا دکھایا کبھی
کبھی کچھ ہنسایا رلایا کبھی

گئیں اک ادا سے جدھر سے گئیں
پھریں نہر سے یا وہ گھر سے گئیں

قیامت حسینوں کی اک چال تھی
خلائق سر راہ پامال تھی

جڑے تار رخت زری وار سے
بنی کہکشاں راہ رفتار سے

وہ دیکھا حسینوں کا جو رنگ تھا
مگر عاشقوں کا جدا ڈھنگ تھا

کسی سے کوئی راہ میں ہمکنار
کوئی انتظاری میں تھا بیقرار

کسیکو خم زلف صنم کا خیال
کوئی چال سے یار کی پائمال

کسی کے فدا کوئی رخسار پر
کوئی مر چکا چشم بیمار پر

تصدق ہے نطق زبان پر کوئی
کوئی لب پہ صدقہ دہاں پر کوئی

کسی شخص کو چھیڑنے کا مرض
کسیکو فقط دیکھنے سے غرض

کسی شخص کو اشتیاق وصال
تو ہر ایک ہے پائے بند خیال

سر راہ لشکر سے آکر جوان
لگے سیر کرنے یہاں اور وہاں

کئی عورتیں نہر سے صف بصف
نہا کر چلیں اپنے گھر کی طرف

مگر ایک ان میں صنم بیمثال
قیامت کا قد تھا تو آفت کی چال

اٹھائے ہوئے صاف منہ سے نقاب
الگ ابر سے جسطرح ماہتاب

روانہ ہے گھر کی طرف بیخطر
قدم ہیں زمیں پر فلک پر نظر

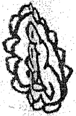
زیادہ کہیں چال کم ہے کہیں
کہیں راستہ ہے قدم ہے کہیں

خیال بلندی و پستی نہیں
شروع جوانی ہے مستی نہیں

ابھی تک لڑکپن کی ہے شان کچھ
بناوٹ کا دلکو نہیں دھیان کچھ

کہاں جان واقف ہے انداز سے | ادا سے خبر ہے نہ کچھہ ناز سے
قدم لڑکھڑاتے ہیں ہر چال میں | مگر شاد ہے وہ اسی حال میں
نہیں عمر تیرہ برس سے زیاد | گریبان سے ہے دور دست دراز
کہاں ہے زمانہ سے دلکو خبر | جوانیمیں ہے بالہ پن کا اثر
جبیں پر لٹیں زلف کی سربسر | پڑیں چھائیاں روے مہتاب پر
ہوا آہ دن میں اندھیر رات کا | پڑا مہر پر عکس ظلمات کا
خبردار اس سے نہیں یہ ذرا | کھلا کیا بدن میں ہے کیا ہے چھپا
کھنچاوٹ سے انگیا ہے ڈرکی ہوئی | الگ سے سر چادر ہے سرکی ہوئی
لٹکتا ہے جھومر جبیں سے کہیں | دوپٹہ کا آنچل کہیں سے کہیں
مگر حسن کی یہہ کرامات ہے | کہ یاں سادہ پن میں بھی کچھہ بات ہے
حسینوں کا دیکھا عجب طور کچھہ | بگڑنے سے بنتے ہیں یہہ اور کچھہ
سر راہ آئی جو وہ گلعذار | اٹھیں انگلیاں اسکی جانب ہزار
کوئی ہاتھہ چھاتی سے ملنے لگا | کوئی مثل پروانہ جلنے لگا
کوئی دیکھکر آہ کرنے لگا | کوئی اپنے ہاتھوں سے مرنے لگا
ہر اک رستہ پر لب گور تھا | یہہ آیا وہ آیا یہی شور تھا
تماشہ تھی رستہ میں رشک قمر | سر و پا پہ غش کر گیا ہر بشر
جو دیکھی کسینے نظر سے جبیں | پکڑلی وہیں درد سر سے جبیں

اٹھی آنکھہ زلف سیہ فام پر | گرے آپ ہر مرغ نظر دام پر
اسیری کی ضد نے جو تڑپا دیا | ہر اک شخص نے پاؤں پھیلا دیا
طلسمات زلف گرہ گیر تھی | قدم لاکھہ تھے ایک زنجیر تھی
جھکے لوگ سب ابروئی یار پر | گرے زخم کھا نیکو تلوار پر
نہ تہا آنکھہ کو رخ بد و نیک کا | نظر سے کیا کام ہر ایک کا
جو عارض کو دیکھا کہا راہ میں | مہ عید قرباں ہے اس ماہ میں
یہہ بینی باریک کا اوج ہے | کہ دریائی خوبی کی اک موج ہے
یہہ حلقہ ہے نتھہ کا کہ گرداب ہے | گہر نتھہ کا اک قطرۂ آب ہے
یہہ ہو بحر خوبی کی حباب آب | تو کیونکر نہو جان عاشق حباب
نکلتے ہیں اہل جہاں ڈوب کر | نہ اچھلا کوئی پھر یہاں ڈوب کر
جہاں کر رہا تہا نظر غور سے | کہ دیکھیں دہن کو کس طور سے
چھپا تہا نہ غنچہ کسی جھاڑ میں | دہن نتھہ کے موتی کی تہا آڑ میں
لب سرخ موتی سے پنہاں ہوا | نہاں ایک قطرہ سے مرجاں ہوا
پکاری وہ کہتی ہتی جو لعل کو | چھپایا ہے اک در نے دو لعل کو
ذقن تک پسینہ کا سیلاب تہا | نہ چاہ زنخداں ہی بی آب تہا
نظر آئی سب کو جو گردن بلند | ہوئی دیکھنے کو سرو تن بلند
جو دست حنائی طلسمات تہا | تو ہر ایک دل پر وہی ہاتھہ تہا



دباؤ ہے آب رواں کا نہرا — مگر بلبلوں کا نہیں کم ابھار

اٹھائے ہوئے سر اسے طور سے — کہ محرم ہی دیکھیں جنہیں غور سے

کھٹکتا تھا موئے کمر آنکھ میں — یہی تار تھا ایک ہر آنکھ میں

جھکی خلق پائے صنم دیکھ کر — کسی میں نہ دم تھا قدم دیکھ کر

کسیکی نہ تھی واں کسی پر نظر — ہر اک شخص کی تھی اسی پر نظر

دوبالا ہوئی قد سے شان زمیں — بنا سرو سا قد نشان زمیں

سر راہ عاشق غشی سے گرے — جواں پاؤ پر سرکشی سے گرے

صنم کو جواں خوج کے دیکھکر — ہوئے بادۂ حسن سے بے خبر

مگر ایک نے جست کی ایکبار کی — بہت جلد لی آڑ دیوار کی

وہ سرو رواں اپنے انداز سے — برابر کو نکلا جو اک ناز سے

جو انکا یہاں اور ہی ڈھنگ تھا — کہ اک ہاتھ میں ریزۂ سنگ تھا

لگایا اسے زور سے گال پر — ہوئے طائر حسن کی لال پر

ہوا سرخ رخسار گھبرا گئی — شفق بطرح ماہ پر چھا گئی

لگا گال پر زخم مضطر ہوئی — جھجک کر کہا آہ دیّا موئی

کیا بیخودی نے سخن اسقدر — سمجھ کر کہا دل سے او بیخبر

بھلا تجھکو موقع کہاں آہ کا — برا ہے نکلنا یہاں آہ کا

کسی نے اگر بات کو پا لیا — تو پھر جانیو تجھ کو رسوا کیا

سُو چھپا کر یہ دلکو ہوئی پھر خموش / رہا دل کے اندر ہی جوش و خروش

مگر بیقراری میں اتنا کیا / فقط گال کو ہاتھہ پر رکھ لیا

چھپایا بہت مایۂ ناز نے / مگر پا لیا ایک ہمراز نے

کہا گال میں زخم کیونکر لگا / کہا "میرا دیوار سے سر لگا"

کہا کیوں بھری جا کے دیوار سے / کہا "خوف مردانِ بازار سے"

کہا پھر یہہ مرنے کا کیا طور تھا / کہا "دردِ سر تھا نہ کچھہ اور تھا"

کہا پھر یہہ ہمراز نے ڈھنگ سے / کہ واقف ہیں ہم ریزۂ سنگ سے

ابھی یاد ہے نقشۂ گل ہمیں / نہ بھولا تماشائے بلبل ہمیں

چمن میں کوئی دن چہے عندلیب / نہوے محل شوخیٔ عندلیب

اُٹھائی نہیں ہاتھہ جب پھول تک / لگا یا ہی تہہر تو کس پھول پر

پکاری یہہ رشکِ قمر انکو رفیق / جدا ہے جہاں سے تمہارا طریق

اگر آپنے بات کو پا لیا / کہو چھیڑ کر مجھکو پھر کیا لیا

بری بات کہنی ہی معیوب ہے / چھپانا ہر اک عیب کا خوب ہے

وہ ہمراز سے بات کرتی ہوئی / روانہ ہوئی گھر کو ڈرتی ہوئی

گئی جب مکانمیں تو رونے لگی / محبت کی تاثیر ہونے لگی

کسی سے کرے بات کیا اب مجال / غرض ہوگیا اور ہی کچھہ خیال

طبیعت ابھی تک تو ڈلاگ تھی / محبت نے پھونکا جو کچھہ آگ تھی

سنا حال کچھ فتنہ پرداز کا — سنو حال اک کشتۂ ناز کا
گیا پاس سے جب شہ سرو رواں — گرا خاک پر آہ کر کے جوان
بڑی دیر تک یونہیں غش میں رہا — کسی سے نہ کچھ بھید دل کا کہا
جو پھر بات کہنے کی طاقت ہوئی — پکارا ابھی آہ دنیا موئی
اسی بات کی چوٹ ایسی لگی — لگا کہنے دنیا یہ کیسی لگی
سنا خلق نے جب کلام جواں — ہوئے پھر تو آگاہ خورد و کلاں
کہا سب نے الفت نے مارا اسے — کہاں بات کرنیکا یارا اسے
رفیقوں نے رو کر کہا اے عزیز — تجھے چاہیے نیک و بد میں تمیز
جگہ ہے سنبھلنے کی یاں ہوش کر — گرا چاہتا ہے کہاں ہوش کر
تجھے دین و ایماں کا بھی دھیان ہے — کہ ہندو ہے وہ تو مسلمان ہے
کسی جوش سے تمکو الفت ہوئی — تمہاری اسے کب محبت ہوئی
جوانی پہ اپنے کرو کچھ نظر — مرو تم نہ اب خواہش نفس پر
کیا جب اثر پر اثر پند نے — کہا اسطرح اک خردمند نے
ہوا کس سخن پر تو اتنے دلفگار — بہت اس چمن میں بہ رنگ ہزار
نئے ڈھنگ سے بولیاں بولکر — اوڑے اپنی اپنی زباں کھول کر
کوئی دن ہوا باغ کی کھا گئے — سبھی موت کے دام میں آ گئے
چھپے آہ جا کر وہ ایسے کہیں — زمیں پر نشاں آج انکا نہیں

ہوا گر کوئی یاں فصیحِ زباں ‏ تو پھر کہاں کیڑوں نے اُسکی زباں

لحد بھی نہ ہنہات اُسکی رہی ‏ رہا وہ نہ وہ بات اُسکی رہی

حسینوں نے یا نیر نہ کیا کیا کہا ‏ نہ دیا ہی سے ہوش تمکو رہا

ہزاروں طرحدار رشکِ قمر ‏ گئے مثلِ سایہ اِدہر سے اُدہر

رہی وہ نہ تصویر گہر میں ہی ‏ بس اک اُنکی صورت نظر میں رہی

نہیں منحصر کچھہ اسی بات پر ‏ نہ کوئی مرے یاں کسی بات پر

کسیکا نہ رنج و الم کیجئے ‏ تو اپنے ہی مٹنے کا غم کیجئے

حنا بھی پکڑتی تھی جنکے قدم ‏ نزاکت سے رُکتا تھا سینہ میں دم

چھپر کھٹ سے دم بھر اُترتی نتھی ‏ زمیں سخت پر پاؤں دھرتی نتھی

مہینوںمیں پہنچی اگر در تلک ‏ پسینہ میں ڈوبا بدن سر تلک

فلک پر تو رکھتی نہ تھی پاؤں کو ‏ زمیں آج ہے سائباں چھاؤں کو

بستر خاک یہاں پر اُچھلکر چلے ‏ کہ راہِ عدم ہے قدم کے تلے

گزرتے ہوئی ہے یہاں دیر کچھہ ‏ یہہ رستہ ہے سیدھا نہیں پھیر کچھہ

کچھی پر نظر آہ پڑتی نہیں ‏ نہیں پوچھتی راہ پڑتی نہیں

ہوئی کس جگہہ آپ محوِ جمال ‏ نہیں آپکو کچھہ خیال مآل

یہہ عشق و جوانی و دم کب تلک ‏ تماشائے حسنِ صنم کب تلک

کہاں تک یہہ سودائے زلفِ دوتا ‏ کہ آخر ہے ہر چیز کی انتہا

پہر دو پہر جمع مخلوق ہے   نہ عاشق ہے یاں نہ معشوق ہے

ہلو چاہتے ہیں یہاں سب لوگ   کہاں پہر یہ جلوے کہاں پہر یہ لوگ

زمانہ ہے سب پائے بند اجل   پڑی ہے گلے میں کمند اجل

طریق قضا سے کسے ہے خبر   کہ ڈالی یہہ دم میں کہاں کہینچکر

کسیکو نہیں ایکدم بہی قرار   فلک بہی ہے گردش میں لیل و نہار

جو ہے نہر پر دو پہر تک قیام   تو ہے دو ہی دنکو گہر و نمیں مقام

نہیں دیر گہر سے نکلتے ہوئے   کیا آنکہہ کو بند چلتے ہوئے

چلے جب کوئی ٹوک سکتا نہیں   فرشتہ بہی پر روک سکتا نہیں

کسیکی نہو دستگیری سے کچہہ   جوانی سے کچہہ ہو نہ پیری سے کچہہ

جنا بہی پکڑتی نہیں پہر قدم   نزاکت سے رکتا نہیں پہر یہہ دم

کرو جان کی قدر اے مہرباں   کہ جاتی ہے ہاتہوں سے عمر رواں

یہہ دم ہے غنیمت سمجہہ لو اسے   یہاں سانس لینے کی مہلت کسے

مناسب یہی ہے بشر کے لیے   سر خاک تکیہ ہو سر کے لیے

یہی پائے عزت ہو افلاک پہ   جو سجدہ میں سر ہو جبیں خاک پہ

بنی بندگی سے نمود بشر   نہیں جز عبادت کے سود بشر

محبت ہیں اللہ کی دم بہرے   ہر اک سانس میں فکر اسکا کرے

تمہیں چاہیے فکر انجام کی   بتوں کی محبت ہے کس کام کی

خردمند نے اسطرح سے کہا ۔ یہہ ویسی ہی خاموش سنتا رہا
یہہ سنکر بڑہا اور بہی کچھہ جنون ۔ سنا حال سب کچھہ کیا ہاں نہ ہوں
اٹھاتے رہے یار سب منہ دم ۔ اٹھی خاک سے خاک نقش قدم
لڑائی کو جاتا تہا لشکر تمام ۔ کیئے پہر جواں کی لیے دو مقام
ہوا جب عاشق کو مطلق خیال ۔ کیا کوچ لشکر نے بہر جدال
گئی فوج موقع پہ اک شان سے ۔ لیا گوئے نصرت کو میدان سے
مہینے کے اندر بصد احتشام ۔ کیا فوج نے پہر یہاں پر مقام
جواں سی محبت بہتی ہر ایک کو ۔ رفیقوں نی کی یار کی جستجو
رہا یہہ اسی جا پہ مثل نشاں ۔ جہاں اسکو چہوڑا تہا پایا وہاں
نہ تہا عاشق زار کچھہ ہوش میں ۔ سنبہالا رفیقوں نے آغوش میں
کئی روز سے تہا جو ترک طعام ۔ گلا خشک تہا بہتی نہ تاب کلام
رفیقوں نی کہانا کیا روبرو ۔ اشارہ سی اتنی ہی کی گفتگو
اگر وہ کہلائیے تو کچھہ کہائیے ۔ نہیں تو اسیطور مر جائیے
سنا آہ جب یہہ کلام جواں ۔ نہ ٹہرا رفیقوں سی کوئی وہاں
غرض ڈہونڈکر شہر و بازار میں ۔ گئی سب کے سب کوئی دلدار میں
ہوا جسکی دختر پہ عاشق جواں ۔ وہ تہا ہندوؤں میں امیر کلاں
رفیقوں نے جاکر کہا انی امیر ۔ امیروں کی آتے ہیں در پر فقیر

جو مشکل بھی ہو سائلوں کا سوال ‌ ‌ وہ دیتے ہیں جس چیز کا ہو خیال

سنا ہو اسی آستاں کی قریب ‌ ‌ کئی دن سے بھوکا ہے مردِ غریب

نہ اب بھی دیا گر نوالہ اسے ‌ ‌ تو پھر جان کر مار ڈالا اوسے

فقط عرض سنکر نہ چپکے رہو ‌ ‌ وہ کھانا کھلائے کسیکو کہو

رفیقوں نے اپنا اشارہ کیا ‌ ‌ تونگر نے پاکر کنارہ کیا

کہا جوش میں یہ نہ ہوگا کبھی ‌ ‌ چلے جاؤ تم سامنے سے ابھی

اٹھی پھر تو غصّہ میں سارے جواں ‌ ‌ گئے جوش میں فوج کی درمیاں

کہا حال مشتاق کا سر بسر ‌ ‌ تونگر کے بھی حال سے دی خبر

ہوا فوج میں اس طرح مشورا ‌ ‌ توقّف کرو ایک ساعت ذرا

کہو پھر امیرِ جفا کار سے ‌ ‌ اگر پیش آوے وہ انکار سے

نہ چھوڑو اسیطور یارو اسے ‌ ‌ کرو شہر میں قتل مارو اسے

ہوئی فوج تیار جب قتل پر ‌ ‌ ملی جلد سردار کو بھی خبر

خبر سے رہی ہوش دلکو کہاں ‌ ‌ گیا خوف سے فوج کے درمیاں

کہا فوج سے کچھ نہ منہ سے کہو ‌ ‌ ابھی کام ہوتا ہے چپکے رہو

یہہ کہکر نہ تھی تاب سردار کو ‌ ‌ گیا حاکمِ شہر کے روبرو

ہوئی تھی جو کچھ فوج میں گفتگو ‌ ‌ کہی حاکمِ شہر سے مو بمو

کہلا اسے جب فوج کا مشورا ‌ ‌ تو سنکر نہ حاکم بھی ٹھہرا ذرا

سنائی امیر کلاں کو خبر — پکارا کہ بیٹھو نہ اب بےخطر
توقف کا موقع نہیں ہے ڈرو — کوئی بات تجویز ایسی کرو
کہ ہو شہر و بازار کو اب اماں — نہیں تو ہوئی قتل خرد و کلاں
کوئی اور ہے نہ تقریر ہو — بچانے کی خلقت کے تدبیر ہو
پکارا امیر کلاں ایجناب — نہیں مجھکو مرنے سے کچھ اضطراب
تصدق ہی جاں پر زر بیشمار — مگر جاں ہی عزت کے اوپر نثار
مجھے جان سے پیاری دولت عزیز — زیادہ ہی دونوں سے عزت عزیز
ابھی ذبح ہونیکو تیار ہوں — تباہی سے خلقت کی ناچار ہوں
مجھی پر جو ہوتا یہاں جور کچھ — تو مرنے سے بہتر نہ تھا اور کچھ
یہی ہی مجھے آج خوف و خطر — مرے ساتھ مرتے ہیں لاکھوں بشر
ہوا میرے سر پر جو خون جہاں — کہاں پھر قیامت میں مجھکو اماں
گنہگار اسوقت مجبور ہے — جو کچھ آپ کہتے ہیں منظور ہے
تو نگر سے اتنا ہی سنکر کلام — گیا حاکم شہر سوئی خیام
کہا فوج سے اب گھبرایئے — جواں کی قریں شوق سے جائیے
تماشا یہہ دیکھیں سبھی خاص و عام — کھلائیگا عاشق کو دلبر طعام
یہہ سنکر جواں فوج جرار کے — گئے پاس پھر عاشق زار کے
وہ کیا دیکھتے ہیں کہ لیکر غذا — کھلانے کو آئی ہی اک مہ لقا

ہزاروں مددگار ہمراہ ہیں
کنیزیں بھی دو چار ہمراہ ہیں

پری پاس آکر بڑے ناز سے
پکاری یہہ عاشق کو آواز سے

بڑا ظلم تونے ثمر کو کیا
مجھے ساری خلقت میں رسوا کیا

سوا میرے کیا اور انسان تھا
کوئی دل لگی کو مسلمان تھا

نہی چاہیئے تھی تجھے قوم سے
الگ کردیا کیوں مجھے قوم سے

بلاکر مجھے ہاتھہ کیا آگیا
گئی میری عزت ترا کیا گیا

تو اک منت سے کیا کہیں گے تجھے
مری قوم ساری ہنسینگے مجھے

زمانہ ہی جس منہ پہ مائل رہا
نہ وہ منہ دکھانیکے قابل رہا

رہی آہ عزت نہ یاں باپ کی
بنی بات بگڑی ہی ماں باپ کی

لگا زخم جب ریزۂ سنگ سے
چھپاتی رہی میں ہر اک ڈھنگ سے

یہہ ہتبہ بہی کچھہ داغ سے کم نہ تھا
بدعملی سی خوف سے دم نہ تھا

ثمر کو اثر اسخت پایا تجھے
نہ اس ظلم پر چین آیا تجھے

بلایا مجھے فوج کے زور سے
ملی جیتے جی میں تو اب گور سے

خدا کے لیئے تو بھی انصاف کر
مجھے دیکھہ لے پھر بیاں صاف کر

کیا ظلم تونے وہ معشوق پر
عیاں ہے ترا ظلم مخلوق پر

وہاں ریزۂ سنگ تھا اب یہاں
پڑا ٹوٹ کر سر پہ کوہ گراں

اٹھیگا نہ کوہ گراں کاہ سے
سیہ منہ چھپاؤنگی کس راہ سے

گئی جس جگہہ واں ہے ذلت مجھے ۔ بہانے سے چہیڑ گی خلقت بے مجھے

جگہہ میری اب گہر کا کونہ ہوا ۔ ہنسی غیر کی میرا رونا ہوا

یہہ تیری محبت سے پتہر پڑے ۔ سب مجھے آج ہنستے ہیں چہوٹی بڑے

تمہاری تو اک خواہش دل ہوی ۔ مجھے زندگی آج مشکل ہوی

نہ میرے لیئے تم پریشاں ہوئے ۔ مری موت کا آپ ساماں ہوئے

کہا ایک لونڈی نے بی بی سنو ۔ مصیبت پہ اپنی نہ تم سر دہنو

خبر نیک و بد کی ہے اسکو بہلا ۔ برا آپ کہتی ہیں اس کو بہلا

جواں پر عجب غصہ و جوش ہے ۔ تمہیں اب کہو اسکو کچھہ ہوش ہے

پڑا ہے جو رستہ یہ خانہ خراب ۔ ہر اک عضو نے دیدیا ہے جواب

کوی لب ہلانے سے ہلتا نہیں ۔ کسی بات سے بہید ملتا نہیں

چلے کسطرح آہ کار بدن ۔ اٹہاتے نہیں پاؤں بار بدن

جو تہا عضو کا عضو سے ارتباط ۔ وہ ملنے سے کرنے لگے احتیاط

نہ کچھہ پوچھیئے ماجرای بدن ۔ کئی دن سے بگڑی ہوای بدن

رکا اسطرح دم کہ آتا نہیں ۔ دہن تک بہی اب تہہ جاتا نہیں

زباں کچھہ جو کہتی ہے رک رک کہیں ۔ زباں کا سخن کان سنتے نہیں

حقیقت تو ظاہر ہے سب آنکھہ کی ۔ پہری آنکھہ سے پتلی اب آنکھہ کی

کوی عضو جب یاں نہ چارہ کرے ۔ کہو جان کیونکر گزارہ کرے

کسی عضو پر کچھہ نہیں اختیار
پڑا ہجر میں پر بسانِ غبار

خبر جلد لو اپنے اب باز کی
مری جان یہہ بات ہے راز کی

ہوا یہہ کہ دوا کی نہیں احتیاج
کرو تم تو ہی ایک اس کا علاج

یہہ اٹھ بہی کھڑا ہوا ہی خاک سے
ہوا اگر لگے دامنِ پاک سے

ادہر جنبشِ دامنِ یار ہو
شگفتہ ادہر ہو شاخِ گلزار ہو

اٹھاؤ اسی بات میں خیر ہے
تمہارا ہوا اب یہہ گو غیر ہے

اسے گلشنِ حسن تک راہ ہے
یہہ بلبل ہی پی پی ہوا خواہ ہے

بلائیں مسافر کی لو ہاتھہ سے
درِ بے بہا ہے نہ دو ہاتھہ سے

ہوا چاہتا ہی گھڑی میں جواں
مسافر کوئی دم کا ہے میہماں

مری جاں نہیں یہہ ستم کی جگہہ
جگہہ رحم کی ہے کرم کی جگہہ

یہہ مرتا ہے اسدم جلاؤ اسے
اگر جی گیا کچھہ کہلاؤ اسے

سنانے کو خلقت کے تھی گفتگو
یہی تھی طرحدار کی آرزو

جو کوئی کہی کچھہ کہلاؤں اسے
بہانے سے چھاتی لگاؤں اسے

کہا یہہ جو لونڈی نی حیلہ ہوا
کلامِ کنیزک وسیلہ ہوا

بٹھا لا بغل میں بڑی شوق سے
دیا منہ میں لقمہ عجب ذوق سے

سناتا ہوں حسرت سے حالِ جواں
ہوا اس طرح سے مآلِ جواں

ہوئی آنکھہ جب چار دلدار سے
نظر کی بڑی دیر تک پیار سے

نہ پھر اگر آہ دست ہوس
حقوق محبت ادا کر گیا
کیا کوچ جب عاشق زار نے
بڑے آپ ہم سے دغا کر گئے
کیا خوب تم نے بلا کر ہمیں
سنی کچھ نہ میری نہ کچھہ کہہ گیا
ہوا بیاہ جس شخص سے بیشتر
نہ وہ گرد مطلق ہمارے ہوا
بڑا فوج سے پھر جو پالا ہمیں
دیا رنج سے ساتھہ خوان تعلم
یہہ تیرے سبب ہمکو ذلت ہوئی
پھرا راہ سے باپ منہ موڑ کر
جو پھر کچھہ بھروسہ تمہارا کیا
بتاؤ تمہیں ہم کدھر کے ہوئے
قضا ہے ہماری ہی تاک میں
کہاں عمر پائی کہ کھوئی یہاں
محبت کا اسکی ہو کیا اعتبار
بلا کر سخن کچھہ نہ منہ سے کہا

کیئے طوق گردن میں دست ہوس
گلے سے لپٹ کر قضا کر گیا
کہا رو کے مُردہ سے دلدار نے
کہ رستے سے دامن چھوڑا کر گئے
اُڑے آپ ستہ بتا کر ہمیں
دہن بھی کھلنے کا کھلا رہ گیا
تمہاری محبت کی پا کر خبر
بڑے رنج و غم سے کنارے ہوا
عزیزوں نے گھر سے نکالا ہمیں
کیا اسطرح باپ نے پھر کلام
تو ہی باعث رنج و تہمت ہوئی
گیا اور کنبہ یہاں چھوڑ کر
مگر آپنے بھی کنارہ کیا
نہ باہر رہے اور نہ گھر کے ہوئے
ملیگا بدن پھول سا خاک میں
کسے میں نہیں تھی جو روئی یہاں
کہ ہو تابع غیر جو دل فگار
طلب جب کیا حکم پر چل دیا

نہ کوئی بہروسہ کسیکا کرے
نہ یاں اعتبار اپنے جی کا کرے

کیا جسنے پیدا سبھی خشک و تر
اُسی کا بہروسا اُسی پر نظر

نہ کوئی کسی دلربا پر مرے
مرے بھی تو راہِ خدا پر مرے

کہا سنکے لونڈی نے بی بی ڈرو
نہ بیہودہ مُردہ سے باتیں کرو

کہاں بات سنتا ہے وہ آپ کی
کرو دہیان عزت پہ ماں باپ کی

جہاں تمکو ہنستا ہے چپکی رہو
ہماری سنو اب نہ اپنی کہو

نہ چھوڑو خموشی کے انداز تم
زباں سے نہ دل کا کہو راز تم

خبر کیا ہے دُنیا کی جانی تمہیں
کہاں ہے عروجِ جوانی تمہیں

ہوا ہے یہ حُسن کو کب کمال
کہ پہلے ہی ہوتی ہو گھٹ کر ہلال

اگر دل میں حُسن سے چُور ہے
یہہ جرأت سن و سال سے دور ہے

زمانہ کو دیکھا کہاں آپ نے
ابھی آنکھہ کھولی یہاں آپ نے

گلے سے لپٹ کر جواں مر گیا
جو مُردہ کو دیکھا تو دل ڈر گیا

یہاں ہے یہی سانگ اے گلعذار
ہزاروں ہی مرتے ہیں لیل و نہار

کوئی یاں لپٹ کر گلے سے مُوا
جدا ہُو کے کوئی تصدق ہوا

کسیکا ہے وصلِ صنم سے وصال
کوئی صدمہ ہجر سے پائمال

یہہ مرنا بھی کوئی نیا کام ہے
یہی زندگانی کا انجام ہے

جواں جسطرح سے یہاں پر مُوا
مقدر میں یوں ہی تہا لکھا ہوا

مگر آپ نے عشق جانا اِسے
نہ سمجھی قضا کا بہانا اِسے

تمھیں آج جس بات کا ہی عجب
تمہاری خرابی کا ہی یہہ سبب

لپٹ کر مرو کس لیے غیر سے
غنیمت ہے جو دم جیے خیر سے

کہاں گل سا چہرہ یہہ گلشن کہاں
جوانی کہاں پھر یہہ جوبن کہاں

وہ ہی کون جو آج شائق نہیں
مرو راہ چلتے پہ لائق نہیں

نہ اُلفت کرو تو وہ خاک کی
محبت ہے واجب خدا پاک کی

کرو عشق اللہ کے نام سے
بچایا تمہیں تہمت عام سے

سلامت رہا شمع کا حسن و رنگ
خدا آپ ہے آپ جسم پتنگ

گیا آپ گلچیں چمن سے گزر
رہا پھول کو کس کا خوف و خطر

اُڑا آہ بلبل گل تر رہا
تمہیں کس کے نالہ کا اب ڈر رہا

نہ ٹھہرو یہاں جلد گھر کو چلو
سوا اب تو یہہ نام اِسکا نہ لو

زمانہ کے جھگڑے نبیڑے گئے
گیا یہہ تو قصے بکھیڑے گئے

یہہ سنکر صنم نے کہا ای کنیز
مجھے جان و دل کچھ نہیں ہی عزیز

نہ گھر پر نہ جاہ و حشم پر نظر
مری اب ہے ملک عدم پر نظر

غلط بات منہ سے نہ کہہ بھول کر
تو ہی اس جگہہ مجھکو معقول کر

محبت ہے لوگو نکو عورات سے
نہیں عیب اُنکو اس بات سے

مگر غور تونکا جدا ڈھنگ ہے
انہیں نام سے عشق کی ننگ ہے

جو بھولے سے بھی نام لیں غیر کا — کہاں ہم نشینوں سے کب خیر کا
اُسیدم سیاہی کا ٹیکہ لگے — یہاں سے بھی مُردوں کے دھبہ لگے
یہاں پر تو دھبہ کا کیا ذکر ہے — ہوا مُنہ یہہ کالا ہی فکر ہے
کہوں کیا جوان کی ہو ساری خطا — ہوا آپ یہہ۔ کیا ہماری خطا
حقیقت میں دھبہ سے مُنہ صاف ہے — کہاں پر زمانہ میں انصاف ہے
رہی میں تو گھر میں بُری خیر سے — لگا داغ یہہ خواہش غیر سے
زمانہ کھڑا ہے مری سامنے — نظر مجھپہ کی خاص نے عام نے
نہ عزت رہی اور نہ پردہ رہا — کہو زندگی کا مزا کیا رہا
چلا گو کہ پروانہ دل فگار — کہاں تک گل شمع کی یہہ بہار
ہوا پاک گلچیں سے باغ جناں — نہیں پھول سے دور باد خزاں
رہا گو نہ بلبل کے نالہ کا ڈر — نہیں کم جلانے کو سوز جگر
وہ اپنا ہی جھگڑا مٹا کر گیا — مجھے تو بلا میں پھنسا کر گیا
یہہ ہونا ہی سے چشم پُرنم تلک — بکھیڑے سارے اسیدم تلک
زمانہ میں ہر دم ہیں صدمے نئے — گئی جان دنیا کے جھگڑے گئے
جہاں سے تو پھر کوچ ہے ایکدن — سفر کے لیے آج ہی نیک دن
قضا کا مرے ہاتھ میں ہاتھ ہے — مسافر ہی اک راہ میں ساتھ ہے
جو ہوتا ہی اپنا ہی قصہ تمام — تو لونڈی ہے تجھ سے بھی اب کلام

نہ دے عمر کو مفت برباد تو — بھلایا جو مینے تور کہہ یاد تو

کہ دیکھو نہ کرنا کہیں اور کچھہ — عبادت سے بہتر نہیں اور کچھہ

مشتاق ہوں سدم کلام اخیر — مری ماں سے کہیو سلام اخیر

جلیبیں نہیں جب مرے حال کو — سنا دیکھیو میرے سب حال کو

پدر سے یہہ کہیو کہانی نئی — کہ وہ باعث رنج و تہمت گئی

یہہ کہکر فقیروں کو زیور دیا — لپٹ کر کنیزک کو رخصت کیا

اسیدم محبت کے اک جوش میں — لیا اپنے عاشق کو آغوش میں

فقط منہ سے اک آہ کی مر گئی — جو مرنیکی یہہ چاہ کی مر گئی

ہوا کوچ جب آہ معشوق کا — بنا حال کچھہ اور مخلوق کا

مسلماں پکارے دباؤ انہیں — کہا ہندوؤں نے جلاؤ انہیں

بڑھی دونو جانب سے جب قیل و قال — ہوئی ہر طرف سے صدائے جدال

اٹھایا جو سر فتنہ دہر نے — کہا اسطرح حاکم شہر نے

نہیں خوب آپسمیں جنگ و جدال — مری عرض پر کیجئے کچھہ خیال

جدائی سے مشتاق کی ہت مئے رو — الگ دونو مُردونکو پہلے کرو

ثنا و صنم کو کہیں پیشتر — مسلماں نگہباں رہیں ادہر

کسی گھر میں عاشق کو پنہاں کرو — وہاں ہندوؤنکو نگہباں کرو

محبت میں دونو کی ہو اک اثر — کشش پر کرو صبح آکر نظر

اگر کھینچ لے عاشق نامراد — کرو فن دونو کو پھر شاد شاد
صنم کھینچ لے اپنی جانب اگر — جلاؤ صبح کو انہیں بےخطر
اسی پر ہوا فوج کا اتفاق — کہا دیکھو تو جذبہ اشتیاق
یہہ زور جوانی میں ہے اختیار — جہاں چاہیں ہٹیں اٹھیں لاکھ بار
یہہ ہیں زندگانی میں جب تب چلے — خوشی سے تو بیٹھے خوشی سے چلے
اگر بند آنکھیں ہوئیں ایکبار — تو مُردو نہ زندونکا ہے اختیار
جو مدِ نظر ہو وہ ساماں کریں — جلائیں نہ خاک پنہاں کریں
الگ دو مکانوں میں وہ نور ہے — سُلایا کسی نے جہاں سو رہے
بتایا جو حاکم نے وہ ہی کیا — اُسی طور دونو کا پہرا دیا
یہہ دیکھا خلائق نے وقتِ سحر — مکانوں میں ہے عاشق کی رشک قمر
دکھائی کشش اپنی مخلوق کو — لیا کھینچ عاشق نے معشوق کو
کسی نے بکھیرا نہ واں پھر کیا — تہِ خاک دونو کو پنہاں کیا
ہوئے چھوڑ کر دُور سارے قریب — نہ پھٹکے کبھی پاس پیارے قریب
مسافر عدم کے ہوئے ساتھہ ہیں — کسیکو کسیکی نہیں اب خبر
کہوں کیا یہہ راہِ عدم ہے عجیب — نہ نزدیک منزل نہ گھر ہے قریب
مسافر کہیں ہے نہ رہبر کہیں — چلے ساتھہ کوئی بھی رشتہ نہیں
چھٹے زندگانی کے جب جال سے — گئے اپنے منزل پہ اعمال سے

عمل نیک کے ہاتھہ میں ہاتھہ دے … کسیکا نہ اس راہ میں ساتھہ دے
وہ گلرو جسے دیکھتے تھے ہزار … ہوا کانٹا سا اب ہیں بیابان جفا
بلی خوبی و حسن سب خاک میں … وہ پھیلا سا چہرہ ہے کب خاک میں

دوسرے مسافر کی کہانی فقیر ثانی کی خوش بیانی

ہمیں ساقیا کیوں ہو اضطراب … کوئی دم کی خاطر ہے آب و تاب
ہمیں پھر یہ ساعت میسر کہاں … کہاں ہم کہاں مے یہ ساغر کہاں
ہو تجھکو کرامت مجھے چاہ پر … پلا جام اللہ کی راہ پر
نظر نشہ میں ہووے افلاک پر … نہوں خاک ہم تو وہ خاک پر
کٹے رات دن اور ہی لاگ میں … پڑوں بت کی خاطر نہ میں آگ میں
کرے عشق بت کا نہ کافر ہمیں … جلائے نہ مثل مسافر ہمیں
جو پوچھے کوئی داستان غریب … کہوں اس طرح ہے بیان غریب
گدا سیر کرتا تھا شام و پگاہ … زمانہ میں تھی نیک و بد پر نگاہ
ہوا ایک بستی میں میرا گزر … ٹھہرنا ہوا واں بہ مدِ نظر
الگ شہر سے تھا مکان فقیر … وہی تھا جہاں میں نشان فقیر
قریب مکاں ایک چاہ عجیب … عجب ایک پیپل کنوئیں کے قریب
وہی چاہ تھا شہر کی راہ پر … گزر تھا ہر اک شخص کا چاہ پر

کسی نے کیا غسل - پانی پیا ۔ کوئی آکے ٹھہرا کوئی چلدیا
یہہ دیتا ہیں اک صورتِ چاہ ہے ۔ کوئی دم کی خاطر گزر گاہ ہے
ہمیشہ ٹھہرنے نہ پایا کوئی ۔ گھڑی میں گیا کوئی آیا کوئی
غرض ایک دن کی یہہ ہے وہاں ۔ کہ تکیہ میں آئے بہت سے جواں
طرحدار ٹھہرے مسافر کئی ۔ مسلماں کئی انمیں کافر کئی
جو تہا ایک انمیں جوانِ عجیب ۔ مسلمان دیندار و مردِ غریب
لگایا اُسے عشق کی راہ پر ۔ گیا سیر کرتا ہوا چاہ پر
پڑی آہ دختِ برہمن نظر ۔ تصدق کیا اُسپہ جان و جگر
وہ زوجہ تہی اک صاحبِ مال کی ۔ ابہی عمر تہی پندرہ سال کی
لبِ چاہ ہی بیچہ آفتاب ۔ جلانیکو شعلہ بجہانیکو آب
مسافر نہ چپکا رہا دیکہکر ۔ محبت سے اُسکو کہا دیکہہ کر
کرے مدح کیونکر نہ یاں زلف کی ۔ کنوئیں پر ہے اک ریسمان زلف کی
جو نا ہے کنوئیں زلف کو کہولکر ۔ گرے اس پہ دلوِ فلک ڈول کر
کمی کچہہ نہیں قلزمِ حسن میں ۔ یہ ڈوبی ہوئی ہے یمِ حسن میں
جو فوارۂ ساق ہے چوٹی تلک ۔ یمِ حسن کی حد ہے چوٹی تلک
نہیں بل نہیں زلف کی بل تلک ۔ تو فوارہ سینہ ہا ہے یا دل تلک
گہٹا سنریہ زلفِ سیہ فام کی ۔ تری آنکہہ میں شکل ہا دام کی

نہ بے آب کچھہ ابروی یار ہے
گھٹا تک اسی تیغ کی دہار ہے

سپیدی جو صانع نے یاں صرف کی
تو بینی ہی بتی ہی برف کی

گلِ تر سے رخ کے نہ کم آب ہے
دہن حلقۂ موجِ گرداب ہے

کنوئیں پر یہہ آئی ہی کس چاہ سے
نہ چاہِ ذقن کم ہی اس چاہ سے

گلے تک یہ حسن کی آب تاب
بنی بحرِ خوبی میں پستان حباب

کمر کا نہ کچھہ ضعف دشوار ہے
تو یہہ ہی کوئی موج کا تار ہے

حنا سے اگر دست و پا لال ہے
تو یہہ آگ پر آگ فی الحال ہے

خدا کو یہہ بہولی ہے کس آب پر
جلائیگا آتش میں اس آب پر

مسافر کو جب سے نظر وہ پڑی
سراپا کی تعریف تہی ہر گہڑی

کہاں دل مسافر کا اب وہ پر
نگہہ بت پہ ہے آنکھہ ہے چاہ پر

طبیعت بہلا کسپہ شیدا ہوئی
جو جلنے جلانے کو پیدا ہوئی

زمیں پاؤں میں چرخ ہی ہاتہہ میں
مگر گردشِ چرخ ہی ساتہہ میں

لیا آب ساغر میں جب چاہ سے
لگے دیکھنے اُسکو سب چاہ سے

چلی دو قدم حشر برپا کیا
پہری گرد بیلی کے پانی دیا

کہو کیوں نہو افتخارِ شجر
کہ شعلہ ہوئی نثارِ شجر

بجہاتی ہے یہہ تشنگی شجر
نہیں اپنے جلنے کی مطلق خبر

طریق ضلالت کا یہ پھیر تھا
کہ اس چاندنی پہ یہ اندھیر تھا

جلایا اُدھر عاشقِ زار کو
دیا آب یاں طعمۂ نار کو

جو رکھتا نہ ہووے ثمر کام کا
جہاں میں نہیں وہ شجر کام کا

نہ اللہ سے کی پیمبر کی طلب
ہوئی کس شجر سے ثمر کی طلب

بنے کام پھل سے کیا عام کا
وہ اپنے ہی پھل کو کرے کام کا

بشر کو ہے جن و ملک پر شرف
زمیں پر شرف ہے فلک پر شرف

جو ہوتی کمالِ بشر پر نظر
نہ ہوتی کبھی چوب بے بر پہ نظر

لگایا جو ابلیس نے ڈھنگ پہ
جبھی تو جھکی چوب اور سنگ پہ

جو خالی وہاں سے وہ گھر پر گئی
گئی خشک پیپل کو تر کر گئی

لیا پھول پیپل سے پایا پھل لیا
دیا آب بے پھل کو کیا پھل لیا

وہ پیپل سے تو خاک لیکر گئی
مگر داغ عاشق کو دیکر گئی

مسافر تو جل کر دھواں ہو گیا
اُسے چاہ بابل کنواں ہو گیا

طرحدار اپنی لگا راہ پڑ
رہا کھیت عاشق اُسی چاہ پر

نہیں چین دل کو کسی راہ سے
تشفی فغاں سے ہے یا آہ سے

کنارے ہوے آہ ہوش و حواس
ہوئے درد و غم جان کے آس پاس

کہا اپنے دل سے کہاں پر گرا
نہ اُٹھے جہاں سے وہاں پر گرا

گرا واں جہاں کوئی پرساں نہیں
مرض وہ ہوا جسکا درماں نہیں

کہا منہ سے اتنا ہی گھبرا گیا / دل و جاں پر ابر الم چھا گیا
پریشاں ہوی پھر تو سارے رفیق / اُسے اسطرح سے پکارے رفیق
سفر میں تجھے عشق کیا زیب ہے / تعشق نہیں ہے یہہ آسیب ہے
جو دیکھی پکڑ ایک اس دیو کی / اڑورے خاک پھر رستم و گیو کی
تجھے کس بلا کا ہوا ہی خیال / کئے جسنے لاکھوں لشکر پایمال
تپ دق ہی پیارے یہہ الفت نہیں / مرض ہی مری جاں محبت نہیں
خبر ہے محبت کے انجام سے / زباں دھو تعشق کی بھی نام سے
محبت میں کیا کیا مصیبت نہیں / تعشق میں ذلت ہی عزت نہیں
زمانہ میں اک وصل بھی نام ہے / محبت کا فرقت ہی انجام ہے
ہوا ہے زمانہ میں کسکا وصال / وہی مرگ ہی نام جسکا وصال
قضا ہی ترے حسن کے روپ میں / پڑا رہ تو سایہ میں یا دھوپ میں
ہماری نصیحت پہ کر اب عمل / سنبھلنا ہی پیارے تو اب بھی سنبھل
اُسے کہہ چکے جب صغیر و کبیر / یہہ کہنے لگا پاس آکر فقیر
یہہ ماہ جبیں کا عمل کب تلک / یہاں آہ زلفوں کا بل کب تلک
یہ ابرو عدوے جہاں کب تلک / رہیگی چڑھی یہہ کماں کب تلک
کہاں تک تماشائی چشم و نگاہ / دکھائینگے کب تک سفید و سیاہ
یہ دم ناک میں ناک سے کب تلک / کشش خاک کی خاک سے کب تلک

گل عارض بت کی کب تک بہار
کہاں تک دہن کے یہہ قول و قرار

زنخدان پہ دل آہ کب تک بہلا
ڈبائیگا یہہ چاہ کب تک بھلا

کسی دن یہہ صورت فنا ہی تمام
بگڑنے کو نقشہ بنا ہے تمام

مونہہ کس جگہہ پر ہوا کیا تہیر
دیا حسن خوبی نی دہوکہا تہیر

فقط ایک دم پر ہے تن کی بہار
ہوا پر ہے گویا چمن کی بہار

رخ صاف ہی گو بجائی چمن
بگڑتی ہی دم میں ہوای چمن

نہو دیکہکر خوش فضا باغ کی
نہ پہنچیگی تم تک ہوا باغ کی

دو کاکل ہیں گو سنبلستان تہیر
کرینگے یہہ سنبل پریشان تہیر

بہویں توت ہیں چشم بادام میں
نہو جن پہ قابو تو کس کام میں

عبث آپ عارض کی ہیں تاک میں
نہ پہنچیگی بو پہول کی ناک میں

جو پستہ بھی لب ہو دہن سیب ہیچ
وہ سم ہے دہن کو نہ جب سیب ہیچ

ہوا پر ہے بنیاد جس چیز کی
طمع بہی کرو پہر تو کس چیز کی

جبیں کو ہی حاصل کمال قمر
قمر کے ہی پیچھے زوال قمر

یہہ زلفیں ہیں رخسار پر اسطرح
گل شمع پر ہو دہواں جسطرح

بہویں لاکہہ خوبی میں حد سے بڑہیں
اترنیکو ہیں یہہ کمانیں چڑہیں

یوہیں مہر خوبی کی ہی آب تاب
نگاہو نہیں ہی آنکہہ شکل حباب

نہیں جہوٹہہ بکتا ہے اسدم فقیر
یہی ناک ہے آپ کی اک لکیر

گل تر ہو عارض تو کیا اعتبار — کہ گل آب میں ہے ہوا میں بہار

یہہ صورت نہیں عالم خواب ہے — نہ دم میں ہوا ہے نہ یہہ آب ہے

ہر اک چیز پر عالم موت ہے — دہن حلقۂ خاتم موت ہے

مرو خاک پر تم یہہ اندھیر ہے — یہہ انساں نہیں خاک کا ڈھیر ہے

اماں ہو فرقت کو نہ افلاک سے — پہر نکلا کبھی چاہ یہہ خاک سے

بت سنگ سے یہہ صنم کم نہیں — جسے جینے مرنیکا کچھ غم نہیں

کسیکے کہے کا اثر کچھ نہیں — پڑے پاؤں کوئی خبر کچھ نہیں

کہو بت کو فتنہ قیامت کہو — کہو گلبدن سرو قامت کہو

ہوئی آپ مشتاق جس پہول کے — خزاں ہی ہو پہلو میں اس پہول کے

کہ طوبی سمجھے ہو جس سرو کو — ہر اک سانس ارہ ہو اس سرو کو

ملے زندگانی کا کیا پہل ہے — کرے قطع بن آج یا کل اسے

نہ کچھ خال و خط ہو نہ کچھ روپ ہے — نہ کچھ سایہ ہے یاں نہ کچھ دہوپ ہے

تماشا دنیا بہی ہیچ ہے — یہہ تار نفس موت کا پیچ ہے

کہ دنیا نہیں ہے یہہ خیال نہ خواب — جو سمجھے تو ہو خواب یا یہہ سراب

نہ طالب نہ مطلوب وہ نور ہیں — کسی دن تہ خاک سب رہیں

گرے آپ حسن صنم دیکھکر — کھڑے ہیں حسینوں کو ہم دیکھکر

جو تکیہ کیا بستر خاک پر — یہاں آکے بیٹھے سر خاک پر

چھٹے ہم سے یوہیں نہ چھوٹے بڑے ‍ — عبث کب بیابانمیں آکر پڑے
نہ یوں ہی حسینوںسی نفرت ہوی — عبث وحشیوں سے نہ الفت ہوی
کسی شے کو کچھہ ہاں پایا نہیں — نظر کچھہ بھی دنیا میں آیا نہیں
رہِ عشق سے تم نکلکر چلو — بنو تم نہ مجنوں سنبھل کر چلو
چلے گر جہاں سے اسی راہ تم — گئے دین و دنیا سے پھر آہ تم
ملو چھوڑ کر بُت کو اللہ سے — کہ ڈھونڈھے صنم آکے کو چاہ سے
اشارہ ہے کافی خردمند کو — یہہ دیوانہ سنتا ہے کب پند کو
نصیحت سُنی آہ و نالہ کیا — محبّت کا پھر بول بالا کیا
غرض رات بھر یہہ زمیں پر رہا — گرا تھا جہاں پر وہیں پر رہا
یہی آرزو تھی کہ وقتِ سحر — جو آئے تو مر جاؤں منہ ڈھککر
مسافر کی پھر جب یہہ نوبت ہوی — ہر اک کوچہ و گھر میں شہرت ہوی
مسافر کو ہر ایک فرد بشر — گیا دیکھنے کو لبِ چاہ پر
یہہ کہنے لگیں عورتیں دیکھکر — مسافر ہے بیتاب کیوں اسقدر
رہا کیوں نہ گھر میں آکے کیا ہوا — خبر ہے سفر میں اسے کیا ہوا
کوئی نشہ کی چیز کھا کر گرا — نہ یوں ہی یہہ ستہ میں آ کر گرا
کسی نے کہا ایک کے کان میں — یہہ آیا ہے پیارے ہمرے دہیان میں
یہہ ویسی ہی گرمی میں آیا نہو — کہیں لُو نے اسکو جلایا نہو

کسینے کہا تو نے بہو کا نہیں
ہوا ہے کسی جن کا سایہ کہیں

کسینے کہا تہا یہہ رشک قمر
کسی کی اسے لگ گئی ہے نظر

پکاری کوئی اس طرح ہے ملا
مسافر ہے ناز و نعم کا پلا

نہ پیدل چلا ہے کسی راہ میں
لگی اسکو ٹہوکر اسی راہ میں

کسینے کہا ہو گیا ہے بخار
گرا خاک پر اس لیے دلفگار

پکاری کوئی تپ نہ کہانسی اسے
ہوا حلقۂ زلف پہانسی اسے

کوئی راہ میں آنکھہ دکہلا گیا
کہیں زلف کے پیچ میں آگیا

نہ کہینچا کسی نے نہ جھٹکا دیا
رسن میں محبت کی لٹکا دیا

ٹٹو نبضیں ہے زلفونکی لٹکا ہوا
خبر ہے کہاں دم ہے اٹکا ہوا

ٹہرنے کو یہہ پاؤں ٹلتا نہیں
رکا ہے کہیں دم نکلتا نہیں

کسینے تو روکا ہے چلتی ہوئے
ہوئی دیر دم کو نکلتے ہوئے

گہڑی بہر ٹہرنا ہے بہاری اسے
کسیکی تو ہے انتظاری اسے

خدایا مرے یہہ نہ سر پہوڑ کر
نہ جائے صنم کو یوہیں چہوڑ کر

اثر آج کچھہ آہ و نالہ کرے
دعائے جگر بول بالا کرے

نہ یوہیں یہہ صدمہ اٹہا کر چلے
کسیکو یہہ چہاتی لگا کر چلے

کہا ایک نے اس طرح بار بار
ہوا دل اسے دیکھکر بیقرار

نہ ہے پاس بہائی نہ ہمشیر ہے
نہ کچھہ اسکے جینے کی تدبیر ہے

کہاں باپ جو اُس پہ شفقت کرے
نہیں پاس جو وجہ خدمت کرے

خدایا لگے آگ اِس چاہ کو
مسافر کی رُوکا کہاں راہ کو

مسافر کو پوچھیں جو گھر کی خبر
نہیں ہے اسے جسم و سر کی خبر

نہ یاور کوئی ہے نہ ہمدم کوئی
نہیں پاس عاشق کی جز غم کوئی

غم ہجر ہے اور غم ہی نہیں
گھڑی میں جو پوچھو تو دم ہی نہیں

سہارا ہے غم کو فقط سانس کا
گھڑ میں ہے مضموں غلط سانس کا

جو پاؤں ہلائے یہ جرأت نہیں
الگ راہ سے ہو یہہ طاقت نہیں

یقیں ہے یہیں جان کھو کر مرے
سرِ راہ یہہ خاک ہو کر مرے

اٹھائے نہ کوئی گھسیٹے اسے
بجز موت کے کون پیٹے اسے

کیا ایک عورت نے جب یہ بیاں
اُٹھی سب کے سینہ سے آہ و فغاں

صنم کی جلیسیں جو دو چار تھیں
وہ اِس بھید سے کچھہ خبردار تھیں

وہ دختِ برہمن بھی وقتِ سحر
گراتی تھی پانی میانِ شجر

وہ بیٹھی تھی اُسوقت زیرِ درخت
کہا ہمنشینوں نے ائے نیک بخت

موا چاہتا ہے مسافر غریب
ذرا دیکھہ لے تو بھی جا کر قریب

نہیں کچھہ نہیں ہے گزر موت کا
سبھی کے ہے سر پر سفر موت کا

نہیں یہہ کہ یاور اسیکا نہیں
یہاں پر تو کوئی کسیکا نہیں

کسی سے ملے کوئی کب آس ہے
وہی دور ہے جو ابھی پاس ہے

مرض آپ سے کوئی پہچانا نہیں / اگر پوچھو تم تو نقصان نہیں

خبر لو مصیبت میں بیمار کی / نہیں ڈر عیادت میں بیمار کی

جلائے خدائے تبارک اسے / تمہارا قدم ہو مبارک اسے

جتایا جو یہہ ایک غمخوار نے / کہا اسطرح سے طرحدار نے

تمہاری اطاعت سے باہر نہیں / یہاں ہیر بھی خدمت سے باہر نہیں

نہیں ہو تمہیں جاکر سبھی پوچھ لو / مسافر کے دکھ کو ابھی پوچھ لو

بتاؤ اگر ہو کسیکی تلاش / کروں چارہ جو کچھ ہو فکر معاش

کہا ایک نے ہے یہہ مرد غریب / تمہیں دو گھڑی کو بنو یاں طبیب

ذرا پاس جاکر اسے پوچھ لو / بغل میں اٹھا کر اسے پوچھ لو

جو ممکن ہو بیماری دوا کچھ کرو / دوا سے نہ کچھ ہو دعا کچھ کرو

اگر آپکا سایہ اسپہ پڑا / جو مردہ بھی ہے تو ابھی ہو کھڑا

پڑھو کچھ جو یہہ بات مرغوب ہے / جو پھر بات میں جی نکلے خوب ہے

اسے تو اسی بات پر ہی نظر / اشارہ کرے کوئی پہنچوں ادہر

پکاری اطاعت کو موجود ہوں / لو حاضر ہوں خدمت کو موجود ہوں

کہا پھر مسافر کے پہنچی قریب / پکاری کہ دیکھو ادھر اے حبیب

بتاؤ مرض اب جو بیمار ہو / اگر خواب میں ہو تو بیدار ہو

سنا اسطرح جب کلام حبیب / وہیں اٹھ کے بیٹھا جوان غریب

تو پھر سارے لوگوں میں شہرہ ہوا — کہ بیمار تہا تو ہیں اچھا ہوا

سنیں اور باتیں جو مخلوق سے — کہا ایک ہمدم نے معشوق سے

تمہیں نے کیا آج اچھا اسے — تمہارا ہی بیمار سمجھا اسے

زیادہ جو کچھ غمگساری کرو — تو پھر دور سب بیقراری کرو

وہ عورت محبت سے اخلاق سے — لگی کہنے آہستہ مشتاق سے

ہوا کیسے آنا یہاں آپکا — بتاؤ وطن ہے کہاں آپکا

بتاؤ بزرگوں کا نام و نشاں — کرو ماجرائے سفر کچھ بیاں

اگر ہووے سیر جہاں پر نظر — حقیقت سناؤ مجھے پیشتر

زمانہ میں دیکھے ہیں پست و بلند — تمہیں کونسی چیز آئی پسند

رہا ہے سدا شغل کس بات کا — کہو مجھ سے ہے عشق کس ذات کا

تمہارے لیے سب گوارہ کروں — کہو کچھ جو مطلب تو چارہ کروں

وطن کی ہو چھٹنے کا رنج و محن — تو پہنچاؤں تم میں میان وطن

اگر آپ کی بیاہ پر ہو نظر — تو لاؤں طرحدار ڈھونڈ ہونڈ کر

ہے تو میں تمہاری منادی کروں — نظر جس پہ ہو اس سے شادی کروں

اگر یاں کے رہنے سے مقصود ہے — مکاں بھی مرے پاس موجود ہے

ہوا ہو اگر مال کچھ بھی تلف — چلو جلد میرے مکاں کی طرف

جو مفلس ہوئے تو تونگر کروں — ابھی نذر سب نقد و زیور کروں

جو بہوکے ہو کہانا کہلاؤں تمہیں ۔ جو پیاسے ہو شربت پلاؤں تمہیں
جو کوئی مرض ہو دوا دوں تمہیں ۔ مریں آپ جب دم دباؤں تمہیں
سنی جب یہہ تقریر دلخواہ کی ۔ تو رو کر مسافر نے اک آہ کی
کہا کچھہ نہ پوچھو مری داستاں ۔ فقیری میں کیا سلطنت کا بیاں
مصیبت میں ہیں گردش دور سے ۔ بزرگوں کا لیں نام کس طور سے
ہوئے ہم تو رسوا تمہارے لیئے ۔ وہ بدنام ہوں پھر ہمارے لیئے
تمہارا جو پاتے ہیں ارشاد ہم ۔ تو کہتے ہیں کچھہ اپنی روداد ہم
مری بحر جرأت کا پایاں نہیں ۔ کروں اپنی تعریف شایاں نہیں
نہ تھی کوئی بندہ کو صنعت پسند ۔ ہوئی تھی جہاں میں شجاعت پسند
کبھی کشتی و جنگ سے کام تہا ۔ مرا پہلوانوں میں اک نام تھا
ہٹا کب قدم میرا میدان سے ۔ لڑے تو تو مارا انہیں جان سے
لڑا ہر جگہہ منہ کو موڑا نہیں ۔ کہیں اپنے دشمن کو چھوڑا نہیں
ہوئی جس سے کشتی پچھاڑا اوسے ۔ ستوں ہی بنا پھر اکھاڑا اوسے
نہ تہا موت سے بھی کنارا مجھے ۔ تمہاری محبت نے مارا مجھے
تمہاری ہی خاطر بنے ہم فقیر ۔ تو اب بہاگتے ہیں صغیر و کبیر
جو یہہ حال تم دیکھتے ہو ابھی ۔ نہ ایسا ہی تہا یہہ مسافر کبھی
ہمیں یاد اس دم نہیں ہے وطن ۔ جہاں آکے بیٹھے وہی ہے وطن

مرے گھر میں زوجہ ہے صاحب جمال ‌ نظر میں وہی بدر ہے اب ہلال

بھلایا اُسے گردش دور سے ‌ کریں خاک شادی کسی اور سے

محبت پھر آئیگی اب کو بکو ‌ مکاں کی ہو کس بات آبرو

مکاں آہ رکھتی ہے رشک ارم ‌ حصار بدن اب ہے نقش قدم

کہاں مال کا کوئی محتاج ہے ‌ درم ہے جو داغ جگر آج ہے

پیا خون اپنا کہاں پیاس ہے ‌ جو ہو بھوکہ لخت جگر پاس ہے

سفر میں کسی شیر پر ہے نظر ‌ نظر بت پہ ہے دیر پر ہے نظر

زیادہ نہ ایجاں رلاؤ ہمیں ‌ دوا کچھہ کرو یا دباؤ ہمیں

پکاری وہ عورت کہ سن ای دلیر ‌ زبردست تونے کئی لاکہہ زیر

تری زندگی سو مجھے یاس ہے ‌ جو دشمن ہے تیرا ترے پاس ہے

تجھے چین ہے کسطرح آج کل ‌ کہ تیرا عدو ہے میان بغل

تمہیں گو زمانہ میں نصرت ہوئی ‌ اسی کے سبب آج ذلت ہوئی

کیا اسنے رسوا مسافر تجھے ‌ نہ چھوڑیگا جیتا وہ کافر تجھے

اسی نے کیا تنگ تجھپر جہاں ‌ اسی کی اطاعت میں ٹھہرا یہاں

پکارا مسافر کہ رشک قمر ‌ بتاؤ عدو ہے ہمارا کدھر

کرو جلد آگاہ اس بات سے ‌ بچا کسطرح وہ مرے ہاتھ سے

یہہ کی پھر طرحدار نے گفتگو ‌ ترا نفس امارہ ہے وہ عدو

بشر قتل دس بیس جتنے کئے
اُسی کے سبب خوں تنے کئے

کیا دین و ایماں سے بیزار اُسے
عدو تھا بغل میں نہ مارا اُسے

کہا سنکے اُنے یار اچھا کہا
کہا بھی تو غمخوار اچھا کہا

یہہ کہکر رفیقوں پہ کی اک نظر
رفیقوں نے جانا ہوا کچھ اثر

کہا یارا ہم تو سنا یار سے
ہوا کچھ اثر اُس کی گفتار سے

کہا بات پر یار کی کر عمل ؛
نصیحت پہ دلدار کی کر عمل

کہا، آجکل جسم ہے ناتواں
اگر اب دو روز ٹھہریں یہاں

نقاہت مری جسم سے دور ہو
چلوں ساتھ پھر میں جو منظور ہو

کہا خیر ممکن نہ تھا اب قیام
کرینگے تمہارے لیئے دو مقام

مسافر تو اپنی جگہہ پر رہا ؛
یہہ دلدار نے اپنے جی میں کہا

جہاں میں مجھے اب ندامت ہوئی
ہوا میرا چرچا قیامت ہوئی

یہاں میرا کنبہ ہے گہر ہے یہاں
یہاں ہے برادر پدر ہے یہاں

ابھی تک تو آباد ہے گہر مرا
سُنیگا جو قصہ یہہ شوہر مرا

وہ غیرت سے اپنی جئے یا مرے
خدا جانے میرے لئے کیا کرے

یہی ہر گھڑی کر رہی تھی خیال
کہ ہے زندگی اب جہاں میں محال

دیا جسنے انسان کو یہہ شرف
نہیں دیکھتا یہہ اُسی کیطرف

اُسی کے ہیں سب خشک و تر ہاتھ میں
مگر بھول جاتا ہے یہہ بات میں

یہی وہ لعیں کرتا ہے اپنے خیال — کہ ہووےگا اس کام میں یہہ مآل

حقیقت پہ اپنی نہیں غور کچھ — کہ ہوتا ہے دم میں یہاں اور کچھ

خدا کے ہے قابو میں جانِ بشر — بشر کے نہیں ہاتھ یہہ شانِ بشر

ہمارا تو دل پر ہی قابو نہیں — یہہ جاتا ہے دم میں کہیں سے کہیں

جو کچھ نور تن میں ہے یا جان میں — وہ ہے اپنے خالق کے فرمان میں

اُسی کے ہے قابو میں شانِ بدن — اُسی کا ہے فرماں میانِ بدن

وُہی اپنا مالک ہے ہم کون ہیں — جو سمجھے کہ ہم کچھ ہیں فرعون ہیں

چلی سن کے یہہ چرچا تو ڈرتی ہوئی — مکاں میں گئی خوف کرتی ہوئی

نہ شوہر پھرا سیر سے شام تک — یہہ گھر میں ہی ٹھہری سی شام تک

ہوئی رات شوہر قضا کر گیا — ڈسا راہ میں سانپ نے مر گیا

ہوئی رات سُنکر یہہ حالِ عجیب — بہت دور سے لاش لائے قریب

دکھایا مقدر نے جب یہہ ملال — زیادہ ہوا ماہوش کو خیال

کیا سب سے عورت نے رو کر کلام — جلیں آتشِ ہجر میں کیوں مدام

جئیں بعد شوہر کے معیوب ہے — جلیں ساتھ شوہر کے تو خوب ہے

سُنی جب طرحدار کی گفتگو — لگی کہنے یوں دایۂ نیک خو

قضائے خدا سے تو شوہر مُوا — موئی خاک پر خاک تو کیا ہوا

طریقہ یہہ تحسیں کے قابل نہیں — گھڑی بھر کا جلنا تو مشکل نہیں

انہیں کو ہے الفت کا حاصل فراق
جلائے جنہیں وز سوز فراق

مزا کیا جو کا فور کہا کر چلے
دوائیں بدنمیں لگا کر چلے

یہ غصہ میں جلنا بھی کچھہ چیز ہے
سمجھہ یاں اگر تجھکو تمیز ہے

نہیں خاک کرتی ہے الفت تجھے
جلاتی ہے غیروں کی غیرت تجھے

گیا یا نسے کوئی گلا کاٹ کر
موا کوئی الماس کو چاٹ کر

کسی شخص نے رنج کے درمیاں
لیا حلق مین حلقۂ ریسماں

فسوں جسپہ شیطاں کا چلگیا
کوئی یاں یہ ڈوبا کوئی جلگیا

نہیں یاں یہ جلنا کرامات ہے
غضب میں سنبہلنا کرامات ہے

کیا اسطرح دایہ نے جب بیاں
پکارا یہہ دلدار با صد فغاں

طبیعت مری آج کب ہے درست
جو کچھہ آپ کہتی ہیں سب ہے درست

مجھے ہے فقط رات سے بیکلی
جو شور محبت سے اب تک جلی

اسی سے نہیں آج دلکو قرار
کہاں تاب جلنے کی لیل و نہار

نصیحت تو سنتی رہی رات بہر
جلی ساتہہ جلنے کو وقت سحر

کسینے مسافر سے آکر کہا
تو اب تک کنوئیں پر ہی بیٹھا رہا

جیا آجتک جس کی تو لاگ میں
چلا آج جلنے کو وہ آگ میں

مسافر کو سنکر کہاں ہوش تہا
محبت کا دلمیں عجب جوش تہا

محبت جہاں مین بری ہے بلا
نہ چلنے کی طاقت تہی لیکن چلا

یہہ دیکھا لب بہر مخلوق ہے
یہ تیار جلنے پہ معشوق ہے

یہہ کہتی ہے ماں باپ سے صاف صاف
جو ہووے خطا کچھہ تو کرنا معاف

نہ کرنا مجھے یاد رقت کے ساتہہ
کرو شکر جاتی ہوں عزت کے ساتہہ

کوئی شاد دنیا میں پایا نہیں
سوا رنج کے ہاتہہ آیا نہیں

رہا کون دنیا میں قایم سدا
گئے وقت پر اپنے شاہ و گدا

کہا باپ اور ماں نے اے ذی شعور
جہانمیں نہیں کچھہ تمہارا قصور

بہت تیری خدمت سے خرسند ہیں
مری جان تم سے رضا مند ہیں

یہہ کہتے ہی بیتاب ہونے لگی
زیادہ ہوا جوش رونے لگی

کیا پھر جلیسونکو جھک کر سلام
کہا رنج کا کچھہ نہیں ہے مقام

لگا ہونمیں جتنے ہیں چھوٹے بڑے
سبھی ہیں یہ راہ عازم پر کھڑے

خلایق کی زیر زمیں ہے جگہہ
ٹھہرنے کی دنیا نہیں ہے جگہہ

یہیں تک تمہارا ہمارا ساتہہ تہا
قدم پر قدم ہاتہہ پر ہاتہہ تہا

گہر ہے کہیں جسم ہے دم کہیں
کہیں آپ ہوونگے اور ہم کہیں

یہہ سنکر جلیسونکو اک جوش تہا
کسیکو نہ دریا یہ کچھہ ہوش تہا

مسافر پکارا کہ جان جہاں
ہمیں یوہیں چھوڑا میاں جان جہاں

سنو اب ہماری بھی فریاد کچھہ
ہمیں بھی کرو آج ارشاد کچھہ

صنم نے یہہ عاشق سے کی قیل و قال
یہیں تک ہے فرقت یہیں تک وصال

بہت دن سے بیٹھی رہی چاہ پر
لگایا ہمیں آگ نے راہ پر

یہی حکم ہے دیکھکر رنگ ڈھنگ
جلیں شمع سا ہم بنو تم پتنگ

جو عاشق سے یہ کہہ چکی سیمبر
لیا اپنے زانو پہ شوہر کا سر

وہیں زلف کی لٹ کو روشن کیا
جلی آپ مرگھٹ کو روشن کیا

ہوا جب سر و تن سے شعلہ بلند
گرا آگ میں عاشق دردمند

لگا جاکے آخر صنم کے گلے
اسی ایک شعلے میں تینوں جلے

ہوا سوختہ پہر بدن آگ کا
بلا روح کو پیرہن آگ کا

خدا پر نہ جو جان تصدق کرے
تو کیونکر نہ آتش میں جل کر مرے

سراپا ملا آج سب خاک میں
نہیں حسن کی آگ خاک میں

بجھایا نہ اس آب نے آگ کو
بھلایا مقدر نے ہر آگ کو

قصہ یک فغان کا جو آغا مشہور تھا

پلا جام وہ ساقی نامور
کہ لیلی عقبی پہ ہووے نظر

عمل ہو مرا حکم قرآن پر
چلوں میں صنم کے نہ فرمان پر

رہے تیرا ابر کرم موج پر
کہ پہنچاے ہر دم مجھے اوج پر

محل ہے گرائے نہ مستی کہیں
نہ دیکھوں بلندی سے پستی کہیں

مجھے نشہ پہنچاے افلاک پر
نہ آغا کی صورت گرو خاک پر

نہ اب اُس سے کر کنارہ کروں — بیاں حال آغا کا سارا کروں

فقیر اسطرح ایک گویا ہوا — سناتا ہوں سب حال دیکھا ہوا

پھرا کر مقدر مجھے دہر میں — غرض لیگیا اک بڑے شہر میں

ہر اک شخص واں پر طرحدار تھا — حسینوں سے وہ شہر گلزار تھا

عجب تھے چمن واں عجائب فضا — گدا کو پسند آئی آب و ہوا

مکاں ایک کوچہ میں مینے لیا — بڑی خواہش دل سے بسر کیا

ہوا جس محلہ میں میرا قیام — وہاں اک طرحدار کا تھا مقام

مگر اُسپہ عاشق تھا مرد غریب — کہ تھا وصل دلدار سے بے نصیب

نہ تھا بار کچھ خانہ یار میں — گزر تھا فقط کوئے دلدار میں

اسیطور سے چار گزرے برس — مجھے حال پر اُسکے آیا ترس

یہ سوچا نہ پہلے فضیحت کروں — جو ملجائے دل کچھ نصیحت کروں

کروں روز معقول تقریر سے — ہٹاؤں اُسے اپنی تدبیر سے

جو ہو راہ پر وہ کنارہ کروں — نہ سمجھے اگر کچھ تو یارا کروں

غرض پھر ملاقات کی سوچکر — کہ دل ملگیا بات کی سوچکر

بس اک روز گھر میں بٹھا کر اُسے — کہا اسطرح سے ہنسا کر اُسے

ذرا دیکھ دنیا کو اے دلفگار — زمانہ میں ہیں جسقدر ہوشیار

قضا کیطرف کوئی بڑھتا نہیں — کوئی موت کے منہ پہ چڑھتا نہیں

بلا کوئی خود مول لیتا نہیں
کوئی آپ سے جان دیتا نہیں

لگا ہیں پھر اس روسے جلاد سے
ذرا خوف کر کوئی جلاد سے

بلا کا چمن کوئے دلدار ہے
جہاں زخم گل ہے بدن خار ہے

جو داغ جگر ہے فضا باغ کی
دم سرد ہے اک ہوا باغ کی

عجب جوش دل سے یہاں لہر ہے
جو ہے چشم گریاں وہی نہر ہے

مددگار ہے چشم پرنم یہاں
کہ ہے قطرۂ اشک شبنم یہاں

بہت آہ دیکھی جہاں کی ہوا
جہاں سے الگ ہے یہاں کی ہوا

نئے پھول بلبل کو ملتے رہے
غرض یہیں گل زخم کھلتے رہے

ہوا جس گھڑی عشق دلدار سے
بچا پھر نہ غصہ سے نہ پیار سے

کسیکو کیا قتل انداز سے
کسیکو کیا ذبح تلوار سے

تغافل اگر منہ لگانے کیا
تو پھر فیصلہ سب ادا نے کیا

پھر اسے بہی غافل نہ جسنے نظر
ہوا خاک جیتے ہی جی وہ بشر

کسی پر جو کی غور سے بہی نگاہ
ہوا حال اسکا ذلیل و تباہ

نظر کی تغافل سے یا غور سے
وہ جیتا نہیں پھر کسیطور سے

بلایا جسے پاس اک پیار سے
گیا دین و دنیا کے وہ کار سے

ہوا دور آنکھوں سے جب وہ غریب
تو پہنچا گھڑی میں لحد کی قریب

ذرا دیکھہ قاتل کو تمیز سے
تجھے چین ہوویگا کس چیز سے

عیاں ہر شبہر پر خطِ موت ہے — جبیں کا شکن سر خطِ موت ہے

بسانِ سناں قامتِ یار ہے — زمانہ کا دل جس سے افگار ہے

محبت میں اُس کی ہے مخلوق بند — کہ ہے زلف قاتل کو طوق کمند

نہ دیکھیگا پیارے سوائے کماں — دو ابرو ہیں قاتل کے جائے کماں

نہ ہووے تجھے کچھ خلل تیر کا — کہ ہے ناک قاتل کی پھل تیر کا

وہ صیّاد تو صید ہے اُس جواں — تر ہے واسطے واں ہے تیر و کماں

جہاں میں بیاباں ہے ہر رنگ کا — وُہ انساں بھی انساں ہے ہر رنگ کا

وُہ رکھتا ہے ہر آنکھ کا اعتبار — کہ ہے شیر جن آہوؤں کا شکار

گُل تر ہے عارض جو خونخوار کا — صفائی میں پھل ہے وُہ تلوار کا

کیے آہ ساماں عجب محبت نے — لگائے ہیں پھل پھول سب موت نے

پیے گا لہو آپ کا پیار سے — دہن بھی مشابہ ہے سوفار سے

ذقن کا بھی کچھ حال پنہاں نہیں — وہ سیبِ اجل ہے زنخداں نہیں

غلط ہے جو گردن کی خوبی کہوں — ہزاروں ہیں گردن پہ قاتل کے خوں

بھرا ہے وہ بلبل کو ہار کے — گلوگیر ہیں پھول سب ہار کے

اگر ہووے پستاں کے اوپر نظر — تڑپتا ہے تو بھی جسے دیکھکر

تباہی کا ساماں ہے اوّل یہی — سمجھنا کہ ہے زہر کا پھل یہی

بچیگا کوئی اور کیا ہاتھ سے — پچھوتا ہے رنگِ حنا ہاتھ سے

زمانہ کا دل جسّے افگار ہے — جو صابوں دل ہے کمر تار ہے
ہر اک عضو نے دُکھہ دیے خلق کو — نہ پاؤں پامالی خلق کو
کوئی زہر وسم کوئی تیر و کماں — کہو کون سے عضو سے ہے اماں
یہہ آغا نے پھر آہ کرکے کہا — وہ ہوگا مقدر میں جو کچھہ لکھا
پڑا اب تو پالا جفا کار سے — کرے قتل غصّہ سے یا پیار سے
مریں در پہ قاتل کی سمجھیں حیات — جبیں کا شکن ہووے خط نجات
جو ہو دھیان مرنے پہ نخچیر کا — گلا کیا ہے پھر نیزہ و تیر کا
اسیری کا دلکو اگر شوق ہے — خلاف ادب شکوہ طوق ہے
ہوئی جان دینے پہ جسکی نظر — قضا کا اُسے کیا ہے خوف و خطر
قضا سبز گلشن دکھایا کرے — خوشی سے نئے گل کھلایا کرے
بہا خون جب عاشق زار کا — بلا سے ہو منہ سرخ سوفار کا
گُل تر تو پہونچا گریباں تلک — مرا خوں نہ پہنچیگا داماں تلک
قیامت کو قاتل سے کب ہو بہا — ہمی خوں بہائینگے اگر خوں بہا
دکھائے ہمیں ہاتھہ قاتل کہیں — ٹھکانے لگے جلد بسمل کہیں
ہمیں زندگی کی تمنا نہیں — لگے ہاتھہ وہ زہر کا پھل کہیں
کہیں دل کے اندر ہو کارگر — نکلجائے سینہ سے تار کمر
مرے سر پہ قاتل چلے پاؤں سے — کرے ہاتھہ سے خوں ملا پاؤں سے

کسیکے مکاں پر وہ جاتا نہیں
کسیکو تمگر بلاتا نہیں ؀

جو لوگوں کو مرنا ہی منظور ہے
تو قاتل بھی عادت سے مجبور ہے

کہا یار نے پھر کہ اے بے خبر
نہیں تجھکو معلوم اپنا ضرر

محبت ہوئی اس لیے شام سے
رسائی ہو زلف سیہ فام سے

تمہیں کیا خبر شام ہو یا نہو
جو سوچا ہے وہ کام ہو یا نہو

خیال رخ یار ہے رات بھر
خبر کیا نہو صبح منہ دیکھکر

جسے دیکھہ کر آج آرام ہو
خبر کیا ہے اسکو کہاں شام ہو

لگا وہ نہ یاں دل طرحدار سے
سنو ایک تمثیل غمخوار سے

تمثیل

کسی شاہ نے امتحاں کے لیے
دو ملکوں میں دو شخص حاکم کیے

دیے انکو فرماں برائے سند
جتایا وہاں کا ہر اک نیک و بد

کہا ابتلک ہو ہوا خواہ تم
کہ ہو امتحاں اپنی تو راہ تم

مگر دیکھنا گل نہیں واں خار ہے
ہر اک ڈہنگ کی شہر و بازار ہے

بلائے جہاں ہے فریب بتاں
کہ دہوکے میں آتی ہیں خورد و کلاں

کسیکے نہ دہوکے میں تم آئیو
جو ہے حکم تمکو بجا لائیو

بجا لائیں گر حکم حسب مراد
نہ ضائع ہو پہر تم سے حق العباد

سمجھنا ہوئے تم ہمارے وزیر | تمہارے لیئے پہر ہے تاج و سریر
چلے تم اگر حکم کے بر خلاف | ملیگی سزا حکم ہے صاف صاف
گئے آخرش دونو بنکر رئیس | ہوئے ساتھ دونو کی خفیہ نویس
چلا ایک تو سر بسر حکم پر | نہ کی دوسرے نے نظر حکم پر
بتوں کی میسر جو صحبت ہوئی | تو پہر نیک کاموں سے نفرت ہوئی
ہوئی آخرش بادشہ کو خبر | بلایا انہیں جلد پیش نظر
دیا ایک کو جلد تاج و سریر | کیا دوسرے کو غضب سے اسیر
برادر ترا دہیان ہے کس جگہہ | نہیں کوئی آیا عبث اس جگہہ
نہیں آئے عشق بتاں کے لیئے | روانہ کیا امتحاں کے لیئے
سمجھتے ہو جسکو کہ قرآن ہے | خدا کیطرف سے یہہ فرمان ہے
عمل جسنے قرآن کے اوپر کیا | اسی شخص نے خلد میں گہر کیا
نہ کی جس نے قرآن کے اوپر نظر | وہ گمراہ پہنچا میان سقر
عذاب خدا میں گرفتار ہو | ہمیشہ کو وہ قیدی نار ہو
سنا جب یہہ آغا نے بہی غور سے | کہا پہر یہہ ناصح کو اک طور سے
فدا دل مرا آپکے وعظ پر | فقط مجھکو مہلت ملی اسقدر
ہمیشہ کو وقت گوارا کروں | فقط بات کرکے کنارا کروں
کہا پہر یہہ ناصح نے ای مہربان | تری بات کرنیمیں ہیں سو زیاں

ہوئے تم نہ اسکا اشارہ ہوا
ہوئی بات پھر کب کنارا ہوا

کہا پھر جدائی گوارہ کروں
جو اک بات کرلوں کنارہ کروں

مری بات کب آپ سکو مرغوب ہے
کریں آپ تکلیف تو خوب ہے

کہو اپنی جانب سے جتنا کہو
ہماری طرف سے تو اتنا کہو

کرشمہ حیا ناز غمزہ ادا
نہیں تیری قابو میں ای مہ لقا

انہیں میں سے گر مار ڈالے کوئی
خطا آپ کی کیا نکالے کوئی

نہ تنہا آپ مرنا گوارہ مجھے
کرشمہ نے غمزہ نے مارا مجھے

کیا تونے کب خون جانباز کا
جفا ہے ادا کی ستم ناز کا ؞

انہیں سب نے اے یار مارا مجھے
تغافل نے دلدار مارا مجھے

رہے مجھپہ ہر دم عطا آپ کی
قضا ہے یونہی کیا خطا آپکی

اگر ہے تو بس یہہ گلا آپ سے
نہ انصاف مجھکو ملا آپ سے

برابر چلے مجھپہ تیر نگاہ
ہر اک وار پہ تھی یہی آہ آہ

گلی میں ہمیشہ ہے فریاد کی
نکالی کوئی راہ کب داد کی ؞

ذرا دیکھہ کر چہرہ زرد کو ؞
کبھی پوچھہ لیتے مری درد کو

گئی تونے داغ جگر شہر میں
الگ شہر پہونچی ہوا دہر میں

کبھی یہہ نہ پوچھا جلا کون ہے
نہ یہہ بھی کہا یہہ بلا کون ہے

جو نالہ کبھی مثل بلبل کیا
کہا۔ یہہ ہے کسواسطے غل کیا

حقیقت جو ہمنو سنائی تمہیں — ہنسی تیرے رونے پہ آئی تمہیں

بھری آنکھ سے مینہہ برستا رہا — فقط باتکو میں ترستا رہا

ہنسے چشم پرنم کو تم دیکھہ کر — سمجھے نہ شبنم کو تم دیکھہ کر

اگر یار تیرا یہی طور ہے — تو پھر زندگی چار دن اور ہے

بیاں سن لیا عاشق زار کا — لیا راستہ کوئے دلدار کا

یہہ کی عرض خدمت میں دلدار کی — تجھے ہے خبر یار کچھ یار کی

ترے عشق میں کوئی بیمار ہے — وہ اب زندگانی سے لاچار ہے

جلا سا نہ تیرے شام و سحر — نہ ڈھونڈا کیا تو نے ای سیمبر

گلی میں ستم اسپہ ہوتا رہا — ہمیشہ ترے در پہ روتا رہا

کیا رحم اس پر نہ گلرو کبھی — کہ جھوٹوں بھی تو پونچھو نہ آنسو کبھی

اگر آپکی یہہ ہی صلوت رہی — یہیں پر وہ مٹی کی مورت رہی

سنا آہ رنڈی نے جب یہ بیاں — پکاری محبت سے سن ای جواں

کسی سے جو عاشق کو الفت ہوی — تو معشوق کو بھی محبت ہوئی

کیکا اگر خوا ہمیں ہو خیال — دکھائے وہ ظاہر میں اپنا جمال

کہاں مصر ہے چاہ کنعاں کہاں — زلیخا کہاں ماہ کنعاں کہاں

دل و جاں تہی قدرت سے پہلے ہوے — ملے پیچ آگاہ پہلے ہوئے

نہ معشوق عاشق کا دم ایک ہے — خوشی ایک ہے درد و غم ایک ہے

اسے تپ چڑھی اسکو سرسام ہو
اسے چین ہو اسکو آرام ہو

اسے آہ جب سے محبت ہوئی
اسی دن سے مجھکو بھی الفت ہوئی

محبت کا ہے آب و گل میں اثر
اثر جان میں میرے دلمیں اثر

نکلتے ہیں آغا کے آنسو اگر
تو آتا ہے غوطہ میں میرا جگر

نظر ہے اُدہر وہ چلا جسطرف
بہا وہ اُدہر دل چلا اسطرف

لبوں پر ہنسی کا نہ ہوا اشتباہ
ہوئے ہیں یہ دُود جگر سے سیاہ

نہیں پان کا میرے منہ میں اثر
اُگلتی ہوں سینہ سے خون جگر

نہیں جان و دل سے خیال بدن
کہ پردہ کی خاطر ہے اک پیرہن

یہ ظاہر میں کپڑے ہیں تن پر مرے
بدن خشک لکڑی سے بھی تر ہے

یہی چاہتی ہوں ملاقات ہو
کسیطور آغا سے کچھ بات ہو

لگی کہنے پھر سُو چکر یہ پری
مرا ہے جو مشتاق اک جوہری

نہیں دُور ہوتا ہے غم پھر کبھی
کبھی وہ ہے موجود نوکر کبھی

مجھے یاں کے ملنے سے کب عار ہے
مگر یاں ملاقات دشوار ہے

تشفی سے آغا رہیں آج سے
کئی روز میلے کے ہیں آج سے

کئی دن میں ہو ویگا میلہ یہاں
بہانہ ہے اُسکو ملونگی وہاں

کہا ہے جو یہ عاشق زار سے
تسلی ہوئی یار کی یار سے

ہوا پھر جو میلہ عجب دھوم سے
بشر آئے ایراں سے اور روم سے

تکلف سے رنڈی نے پہنا لباس — سجا جسم نازک پہ گہنا لباس

چلی رتھ میں رنڈی عجب شان سے — ہوا جوہری ساتھ ساماں سے

جو میلہ میں دلدار داخل ہوا — ہر اک دیکھکر اسکو بسمل ہوا

کیا جا کے بارہ دری میں مقام — دکھائی دیئے سب خواص عوام

پری نے سبھی سے چرائی نظر — برنگ قمر سب کو آئی نظر

کہا سب نے دیکھو مہ عید ہے — تماشا ہی قابل دید ہے

پکارا کوئی جلد دیکھو ادھر — پڑا ہے یہ ہیئت میں تارہ نظر

کبھی یہ ابھی چشم تر سے چھپے — یہ پیارا ہی جلوہ نظر سے چھپے

تعجب ہمیں ہر گھڑی ہے یہی — ہوا اسکو باہر کی کیونکر لگی

یہ خانہ نشیں گھر سے باہر ہوا — جو ثابت تھا سیارہ کیونکر ہوا

نظر آئی میلہ میں رنڈی جسے — تو موتی پہ سب شکل سوتی لیے

ہوا سیپ سے دور موتی جہاں — تو زخم جگر سے اماں پھر کہاں

بڑھا بخت اس دم خریدار کا — جو منہ اسنے دیکھا ہے بازار کا

سبھی کی ہے اس مہ لقا پر نظر — مگر ایک کی ہے قضا پر نظر

سبھی کو ہے اس دلربا کا خیال — مگر ایک کو ہے قضا کا خیال

جو آغا کو دیکھا ذرا بیقرار — پکارا یہ آغا کو اسے دوستدار

ہوا خوف رنگ قضا دیکھکر — یہ کہتا ہوں کار قضا دیکھکر

ابھی رنگ ہے یہہ ابھی گلعذار ... ابھی حسن ہے یہہ ابھی ہے بہار
ابھی ہے یہہ روئے صنم دیکھہ لو ... ابھی زلف کا پیچ و خم دیکھہ لو
ابھی ابرو و جبہ کا ہے خیال ... ابھی بدر ہے یہہ ابھی ہے ہلال
نظر میں ابھی جلوہ گر آنکھہ ہے ... نہاں پھر تو مثل نظر آنکھہ ہے
اسیوقت عارض کی ہے آب و تاب ... یہہ روشن ہے مثل گل آفتاب
اڑیگا ابھی گل ہوا کیطرح ... چھپے گا یہہ شبنم صبا کی طرح
اٹھیں انگلیاں آج جس ناک پر ... یہہ ہے ناک دم میں کف خاک پر
ابھی پستہ لب ہے یہہ تنگ پر ... گھڑی میں ابھی پیشا ہے یہہ سنگ پر
ابھی تک تو ہے کچھہ دہن کا گماں ... مٹے گا یہہ شک بھی مٹا جب دہاں
زنخداں نظر میں ابھی آہ ہے ... گھڑی میں تہ خاک یہہ چاہ ہے
جو سمجھو مری بات اے بوالہوس ... صدا ہے گلے کی مثال جرس
گلا صاف ہے آج افلاک سے ... یہہ ساعت میں شیشہ ہے پر خاک سے
جو ہے صاف سینہ برنگ گہر ... اسی پر پڑیگی زمیں ٹوٹ کر
ابھی کہہ رہے ہیں ہمیں ہے کمر ... ابھی یہہ کہیں گے نہیں ہے کمر
ذرا غور سے دیکھہ اے تنک خو ... جو دلدار ہے یہہ ترے روبرو
نہ تجھکو خبر ہے نہ اسکو خبر ... عدم کے مسافر کی کسکو خبر
جو چلتا ہے یہہ ہمدم راہ پر ... تو پاتھو نہ جاں ہے قدم راہ پر

ابھی حسن و خوبی کی سب شان ہے / گھڑی میں بدل ہے نہ یہ جان ہے

جتایا سجھایا بہت یار نے / کیا دھیان کب عاشق زار نے

فصاحت سے کتنی ہی تقریر کی / نہ کچھ دل لیے مجنوں کے تاثیر کی

تصور تھا آغا کا تقریر پر / نگاہیں تھیں رنڈی کی تصویر پر

جو آغا ہوا سامنے یار کے / اُڑے دیکھکر ہوش دلدار کے

کہا جوہری سے کہ اے دوستدار / دم عشق بھرتا ہے تو بار بار

کہو کسطرح مجھکو آئے یقیں / کہ تو دل سے مشتاق ہے یا نہیں

کہا جوہری نے کرو امتحاں / ابھی دیکھ لو تم ہلاؤ زباں

ابھی آزمایش مری جان ہو / یہی گیند ہو یہ ہی میدان ہو

پکاری یہ رنڈی خبردار ہو / جو کی آپنے ہاں نہ انکار ہو

نہ اقرار سے اپنے اُس دم پھرو / لو کہتی ہوں یاں سے زمیں پر گرو

ہوا اُسکے پہلے تو دل پر ملال / کہا پھر صنم کو کدھر ہے خیال

کہا بات پر جان دیتے ہیں ہم / جو ہے زندگی تم سے لاکھوں صنم

جو یاں جوہری نے کنارہ کیا / تو آغا کو بت نے اشارہ کیا

چلے پھر تو رنڈی کے فرمان سے / گئے پاس آغا دل و جان سے

پکاری یہ رنڈی کہ اے جاں نثار / زمیں پر گرا آپ کو ایکبار

یہ کہتی ہی آغا گرا خاک پر / بدن تن خاک پر روح افلاک پر

ملی خاک میں آہ شان بدن — رہا کچھ نہ باقی نشان بدن

یہہ آغا کی جرأت وہیں دیکھکر — وہ رنڈی گری بام سے لاش پر

اکٹھے جہاں سے سفر کر گئے — ہم آہ دونوں ہی مر گئے

گری بام سے کس کرامات پر — عبث مفت میں جان دی بات پر

ملیں وہ تو مر کر بھی ممکن نہیں — خدا سے جو ملتے تو ملتے کہیں

خدا کو جو چھوڑا ملے خاک سے — کریں خاک کے اب گلے خاک سے

قصہ شمس النہار معشوقہ ہاروں رشید

ملے ساقیا ایک جام شراب — کہ ذرہ کو ہے خواہش آفتاب

نمایش ہو اسکی اسی راہ سے — چمک جائے یہہ بھی کسی راہ سے

ملے آب سکو نہ بیتاب ہو — تری آب سے اور بھی آب ہو

زباں سے نہ بیجا کوئی حرف ہو — بکے مست ہو کر جو کم ظرف ہو

اڑیں نشہ میں اور ہی رنگ سے — نہ ابن بجا کے چلیں ڈھنگ سے

سنا ہے جو ہاروں خلیفہ ہوا — تو مشتاق دنیائے جیفہ ہوا

توجہ نہ بھی نیک اعمال پر — نظر ملک پر بھی تو دل مال پر

نہ بھی نیک کاموں سے الفت اسے — یہہ دنیائے جیفہ بھی جنت اسے

جو دنیا کے مقصود سے دل لگ گیا — بتوں کی طرف شوق سے جھک گیا

کوئی صحن میں ہے محل میں کوئی ۔ کوئی سامنے ہے بغل میں کوئی
خلیفہ کے ہے وقت کا یہہ بیاں ۔ کہ تھا بوالحسن ایک تاجر جواں
حسیں مالدار و خلیق و انیس ۔ دکاں میں ہر اک چیز تحفہ نفیس
تجارت تو کرتا تھا سب بوالحسن ۔ پہ عطار کہتے تھے سب مرد و زن
خواصیں خلیفہ کی سب پیار سے ۔ ہر اک چیز لیتی تھیں عطار سے
سمجھتے تھے اچھا صغار و کبار ۔ خلیفہ کو بھی اُسپہ تھا اعتبار
خلیفہ کو نفرت تھی بازار سے ۔ منگائی کوئی شے تو عطار سے
شہِ وقت کو دیکھکر مہرباں ۔ جھکے بہر تسلیم خُرد و کلاں
دُکاں جو تکلّف سے تھی بے نظیر ۔ وہاں بیٹھتے تھے صغیر و کبیر
جو تھا بوالحسن دُوسرا نہ لقا ۔ اُسے خلق کہتی تھی ابن بکا
تعلق نہ تھا اُسکو بازار سے ۔ اگر تھی محبّت تو عطار سے
جو آتا کبھی بوالحسن تا مدار ۔ سمجھتا تھا عطّار اپنا وقار
سبھی علم حاصل کیئے لاگ سے ۔ کہ تھی واقفیّت ہر اک راگ سے
جو گایا کبھی اپنے انداز پر ۔ ہوا وجد خلقت کو آواز پر
جو تھا خوبصورت ہر اک طور سے ۔ جہاں دیکھتا تھا اُسے غور سے
کسی روز شہزادہ نامور ۔ دُکاں پر تھا موجود وقتِ سحر
جو دیکھا کئی شخص اسوار ہیں ۔ چھپائے ہیں مُنہ کو طرحدار ہیں

دکانوں میں تہا شور ہر بار یہہ | دل و جاں کو آئے خریدار یہہ
ہر اک گلبدن بادپا پر سوار | نہ کہہ بادپا تہی ہوا پر سوار
زمیں پر نہیں ہے کوئی گلعذار | ہوا پر تو گل ہیں فلک پر بہار
نقابیں پڑیں سرخ رخسار پر | نگہہ ہر فنوں کی ہے بازار پر
فقط ایک بی بی خواصیں سجا بیش | ستارے ہیں مہتاب کے آس پاس
دکاں آئی جب پاس عطار کی | سواری رکی پہر طرحدار کی
دکاں پر جو آئی کیا کچہہ قیام | کیا جہک کے عطار نے بہی سلام
کہا جلد تشریف لے آئیے | کرم کفش خانہ پہ فرمائیے
دیا کچہہ سہارا پریزاد کو | دکاں میں اُتارا پریزاد کو
چڑہو تہی کرسی میانِ دکاں | کہ تہی اوج پر جیسے شانِ کماں
اُسی پر ہوا ماہرو جلوہ گر | خواصیں بہی بیٹہیں اِدہر اور اُدہر
وہیں شاہزادی نے پاکر محل | جو تکیہ تہا کمخواب کا وہ بدل
اُسے جلد پاؤں کے نیچے دہرا | اُسی دم دم سرد دل سے بہرا
بہت جلد چہرہ سے اُلٹی نقاب | کیا دور گرمی کے مارے حجاب
ہوئی دور جس دم گلابی نقاب | تو باہر شفق سے ہوا آفتاب
کسے پہر رہا حوصلہ دید کا | قیامت ہوا قرب خورشید کا
عرق سارے چہرہ پر آیا ہوا | حرارت سے منہ تمتمایا ہوا

نظر بھی مقدر کی تائید پر
کہ شبنم پڑے روئے خورشید پر

گزرتے ہے کیف یا تلک آب کا
ہرا زرد بوٹا ہے کمخواب کا

خواص ایک پنکھا ہلانے لگی
ہوا سو تیونکو اڑانے لگی

جو شبنم نے چھوڑا گلِ تر کو
کسی نے نہ توڑا گلِ تر کو

ہوا جب یہ بیزار کچھ ہوش سے
گرایا وہیں لف کو دوش سے

وہ لف ڈوبتا یہ اڑی ہی گئی
غرض پاؤں تک آپ پڑی گئی

ہوی لاگ لفِ گرہ گیر کو
لگا ڈھونڈتے دم نخچیر کو

اشارہ یہ ابرو کا ہر بار ہے
کہ یہ عید کا چاند رخسار ہے

یہی وقت ہے زخم کھائے یہاں
جسے ذبح ہونا ہوئے یہاں

مرے کوئی گل پر یہ گلزار پر
تصدق کرے جان رخسار پر

قیامت ہے قامت اسے دیکھ کر
کسے آہ جینے پہ ہووے نظر

وہ ہے کون جو آج بسمل نہیں
کسیکی طرف روئے قاتل نہیں

جہاں ذبح ہونیکو تیار ہے
اگر ہے تو قاتل کو انکار ہے

خبر لے نہ صیاد جب تیر سے
تو کیا ہوسکے آہ نخچیر سے

گرے راتدن چشم تر سے جواں
چڑھا ناک اترے نظر سے جواں

جگہ دیکھتے تھے یہی آنکھ میں
سماتا نہ کوئی کبھی آنکھ میں

گرے ذبح قاتل یہ دستور ہے
مقدر کو کچھ اور منظور ہے

تماشا دکھاتی ہے یہہ مخلوق کو ۔ کرے خوش ہے عاشق کو معشوق کو
ابھی ایک کا ایک قاتل بنے ۔ ہر اک آج بسمل کا بسمل بنے
ہوا تہا نہ مجروح قاتل کہیں ۔ یقیں ہے کہ ہو آج بسمل کہیں
جواں تبلک تو اسی پر مرے ۔ یقیں ہے کہ یہہ ہی کسی پر مرے
یہہ ظاہر ہے تقدیر ایسا کرے ۔ مری آج معشوق عاشق مرے
جو آنکھو نمیں ہے برق کا پرتوا ۔ تو کیونکر نہو دم نظر سے ہوا
لب چشم پر ہے حیات و ممات ۔ کہ اوپر تو ہے موت نیچے حیات
جو آنکھیں جلانیکو تیار ہیں ۔ تو لب ہی بجھانیکو تیار ہیں
تعلق قدم سے نہ کچھہ بات سے ۔ جلے آنکھہ سے اور بجھے بات سے
کہے بات میٹھی شکر لب سے ۔ کنارہ ہو کوثر کا ہر لب سے
لگاتی ہے بسمل کو منہ بات ہو ۔ لعاب دہن آب ظلمات ہو
ہے سیب ذقن ہی جو منہ کے تلے ۔ ادہر جان آئی ادہر جی چلے
جھکاتی گلا گردن یار پر ۔ دہن سے پڑے ہاتھہ آنار پر
محبت سے طوق کمر ہات ہو ۔ قدم پر قدم ہات پر ہات ہو
ادہر شاہزادہ ہوا بیقرار ۔ ادہر دلمیں روتی ہے شمس النہار
جو سمجھی کہ عاشق کو ہے اضطراب ۔ اٹھی جلد پھر غیرت آفتاب
بلا کر اشارہ سے عطار کو ۔ کہی بات کچھہ اپنے غمخوار کو

سبب اپنے آنیکا کرکے بیاں
کہا کون ہے یہہ میاں دکاں

کوئی راز پنہاں نہ زنہار کر
بہت جلد سب حال اظہار کر

کہا اُسطرح جب طرحدار نے
کہا آہ کرکے یہہ عطار نے

یہہ نسل سلاطین پارس سے ہے
خبردار آئین پارس سے ہے

نہ تھے پہلے حاکم کسی کو بزرگ
ہوئے شاہ پہلے اسی کے بزرگ

غلاموں سے حیدر کے کب ہے جدا
علی نام ہے ہے بنام خدا

سنا جب کہ عالی نسب ہے جواں
گئی پیار سے پہول غنچہ دہاں

محبت سے آنسو بہانے لگی
یہی دلکو رو کر سنانے لگی

گیا ہاتھہ سے گو مثال خدنگ
محل سے جہکا ہے برنگ تفنگ

جدا کب نشانہ سے اُسکے دل گرا
گرا پر ٹہکانہ سے اُسکے دل گرا

سنا کر یہی بنت دل زار سے
کہا پہر صنم نے یہہ عطار سے

مرے ہاتھہ سے آج ہی دل گیا
گئی جان کے ساتھہ شرم و حیا

نہ پردہ ہے کچہہ اُس گہڑی آپ سے
توقع ہے مجہہ کو بڑی آپ سے

بہت آج دل پر ہے رنج و تعب
یہی چاہتی ہوں تمہارے سبب

علی سے اگر جان پہچان ہو
تو آپ کا مجہپہ احسان ہو

گئی خیر سے جب میاں مکاں
سمجہنا کہ پہنچی کنیزک یہاں

مکاں سے کہیں دور مت جائیو
کنیزک کے ہمراہ تم آئیو

ثنا خواں رہوں عمر بھر آپ کی — علی ہی ہو ہمراہ گر آپ کی
اگر دیکھے آج میرا چمن — شگفتہ ہو گل کی طرح بو الحسن
پکارا یہ عطار سنکر خطاب — اسے ساتھ لاؤنگا اپنے جناب
ہوا گھر کو دلبر یہ کہکر رواں — علی کی کروں اب حقیقت بیاں
جہاں تک جگہہ پائی دیکھا کیا — مکاں تک نظر آئی دیکھا کیا
چھپے جب نگاہوں سے رشک قمر — لگا رونے بازار میں ٹھہکر
پکارا یہ عطار کچھہ خیر ہے — تمہارا یہ احوال کیوں غیر ہے
کہیں عشق نے کچھہ ستایا نہ ہو — تمہیں آج مجنوں بنایا نہ ہو
جہاں پر حقیقت ہوئی گر عیاں — ہنسیں گے تمہیں آج خورد و کلاں
علی نے کہا اے برادر اگر — مرے حال سے تمکو ہووے خبر
تو اتنا نہ مجھکو فصیحت کرو — یقیں ہے نہ ہرگز نصیحت کرو
نہ بہر خدا اور فرمایئے — یہ ہے کون اتنا تو بتلایئے
کہاں سے یہ آئی کدھر ہے مکاں — کہا ابن طاہر نے اے مہرباں
سنو یہ خلیفہ کی محبوبہ ہے — خلیفہ ہی طالب ہے مطلوبہ ہے
خلیفہ دل و جاں سے ہے نثار — اسے خلق کہتی ہے شمس النہار
فدا اسپہ فرزند عباس ہے — اسی کی طرف چشم شماس ہے
کہا شاہزادہ نے اچھا ہوا — یہی نام رکھا تو زیبا ہوا

جو تہی غیرتِ مہر رشکِ پری — جو زہرہ بہی دیکہو تو ہو مشتری
غرض آ بنِ طاہر با صد نیاز — جتاتی جہاں کی نشیب و فراز
خلیفہ کا بہی عشق ظاہر کیا — ہر اک حال سی اُسکے ماہر کیا
علی عشق میں زور رہا تہا ادہر — کنیزک نظر آئی رشکِ قمر
لگی کہنی عطار سے اجتناب — بُلایا ہی بی بی نے تمکو شتاب
نہ ہمراہ کوئی پیادہ چلے — چلیں آپ یا شاہزادہ چلے
یہہ سُنتی ہی دونو چلے بیخطر — کنیزک ہوئی راہ میں راہبر
جو ڈہوکا وہ درباں کو دیکر گئی — محل میں خلیفہ کے لیکر گئی
سجایا تہا جو ماہرونے مکاں — بٹہایا کنیزک نے لا کر وہاں
بٹہا کر کیا کچہہ نہ اُن سی کلام — کیا جلد موجود خوانِ طعام
عجب اک لطافت سے کہانے چنے — محبت سے اُلفت سے کہانے چنے
ہر اک چیز موجود بالائی خوان — معطر تہا بو باس سے سب مکان
جو پائی کہلانی سے فرصت شتاب — پلائی خواصوں نی جامِ شراب
جو تہی ہاتہہ دہونیکی سیلابچی — سراسر تہی سونے کی سیلابچی
تکلف کے ساماں دکہائی گئے — تو پہر ہاتہہ اُسمیں دُہلائی گئے
مَلا چنکے وہ عطر پوشاک پر — گئی جسکی بو باس افلاک پر
یہہ سب ہو چکا جب اُٹہایا اُنہیں — تو بارہ دری میں بٹہایا اُنہیں

نہ تھی خشت و پتھر کی بارہ دری / وہ تھی سنگِ مرمر کی بارہ دری
صفا تھی وہ قصرِ طرحدار پر / کہ پھسلے نظر صاف دیوار پر
مطلا تھی تحریر ہر قسم کی / بنائی تھی تصویر ہر قسم کی
وہ بارہ دری تھی اگر سنگِ گل / تو سامان ویسے ہی تھے جزو کل
بنائی گئی تھی وہ گلزار میں / کہ تھے عکس سے پھول دیوار میں
لبِ بام بیٹھے چمن کے طیور / یہاں پر فقط حور کا تھا ظہور
وہ گلزار تھا فخرِ بغداد کا / بنا تھا ارم ایک شداد کا
روش باغ میں تھی ہر اک خوشنما / ہر اک رنگ کا جس میں پتھر لگا
وہاں ذکر کیا صنعتِ چین کا / روش ایک ٹکڑہ تھا قالین کا
درختِ ثمردار نزدیک و دور / کہ بیٹھے تھے جن پر ہزاروں طیور
جو یہ شاہزادہ و تاجر دلیر / چمن کی لبِ نہر کرتے تھے سیر
تو آتی ہیں پھر ایک با صد شکوہ / نظر آیا کچھ عورتوں کا گروہ
نہایت طرحدار ہر نازنین / کہ تھیں ماہ و اخترِ میانِ زمیں
تکلف سے پوشاک زیبِ بدن / سجایا ہوا جسم پر پیرہن
عجب چھب سے آئیں میانِ مکاں / جو سونے کی تھیں کرسیاں تو وہاں
بڑی اپنے سامان اور ساز سے / انہیں پر وہ بیٹھیں بن اک ناز سے
یہی جا تھی تہیں لے حکم یاں / کریں ساز سے سوزِ دل کو بیاں

غرض منہ چھپیونکو دیکھا جدہر — تو موقع سے آئی یہہ دونو ادہر

لگا پوچھنے عاشق بے قرار — یہہ ہے تخت کس کا جواہر نگار

کہا ابن طاہر نے اے نیک بخت — تمہاری ہی دلدار کا ہے یہہ تخت

یہی اس کی خاطر یہہ سامان ہے — خلیفہ کی اسپر فدا جان ہے

جہاں اسکا جی چاہے جاکر پہرے — نہ یاں کوئی بحکم آکر پہرے

کوئی حکم اسکا ہٹاتا نہیں — خلیفہ بھی بحکم آتا نہیں

ادہر تو ہے عطار گرم سخن — ادہر ایک طرار نازک بدن

گئی چھوکریوں کے قریں ناز سے — جو بیٹھی تہیں اک نئے انداز سے

انہیں کان میں کچھہ اشارہ کیا — تو پہر کچھہ چلی کچھہ کنارہ کیا

وہ سب ساز اپنے بجانے لگیں — کمال اپنے سب کو دکہانے لگیں

سنایا نہ کچھہ اپنی آواز سے — بجانے لگیں ساز اک ناز سے

غزل عاشقانہ سنی کان سے — تو پہر شاہزادہ چلا جان سے

ادہر شاہزادہ ہوا بیقرار — سنا پہر کہ آتی ہے شمس النہار

صدائیں نقیبوں نے کیں جب بلند — غشی سے اٹھا عاشق دردمند

یہاں کام قسمت نے اچھا کیا — قیامت کے آنے سے مردہ جیا

جہاں پر یہہ بیٹھے تہے دونو غریب — بچھایا گیا تخت انکے قریب

جو حاضر تہے معشوق چھوٹے بڑے — وہ آگے ہوئے تخت کے سب کھڑے

ہوا پہر تو محفل کا کچھہ اَور ڈہنگ
لگا ہونے موقع سے سب راگ و رنگ
خواصیں ٹرہیں اپنے انداز سے
گئیں پیشوائی کو اک ناز سے
ادہر تو خواصیں ٹرہیں دو دو
ادہر وہ ہوئی اس طرح سے نمود
بغل میں کوئی ہاتہہ ڈالی ہوئے
دوپٹہ کو کوئی سنبہالے ہوئے
خواصوں کی کاندہوں پہ ڈالے ہاتہہ
بہت سے جلو میں حسیں ساتہہ تہیں
چڑہا سانس جب کچہہ وہیں دم لیا
کسی جا چلی اور کہیں دم لیا
نگہہ ہر طرف اپنی کرتی ہوئی
پری اپنے سایہ سے ڈرتی ہوئی
ٹرہی پہر تو خوبی و انداز سے
ہوئی تخت پر جلوہ گر ناز سے
یہہ بیٹہے تہے دو نو جو بالائے بام
اشارہ سے انکو کیا پہر سلام
ستم اپنے اوپر گوارا کیا
جو یہہ گا نہوں کو اشارہ کیا
ہمیں آجکل قدر ہے درد کی
بہت جلد گاؤ غزل درد کی
جو تہا ڈہنگ محفل کا جاتا ہوا
تو ویسا ہی گانا بجانا ہوا
ہوا ناچ اور راگ کا جو مزا
تو پہر شاہزادہ نہ واں رہ سکا
نہیں یہہ کہ وہ شاد ہوکر اٹہا
اٹہا بہی جگہہ سے تو رو کر اٹہا
کہاں جوش میں ٹہیکر سانس لی
بجانے لگا شوق سے بانسلی
بڑی دیر تک یہہ بجاتا رہا
ہر اک اپنی صنعت دکہاتا رہا
نہ تہا شاہزادہ فقط جوش میں
طرحدار کوئی نہ تہا ہوش میں

ہوئی اُسکے گانے کی جو کچھہ بہار
تو پھر بانسلی لیکے شمس النہار

بڑی اِک اَدا سے بجانے لگی
یہاں بھی ہی صنعت دکھانے لگی

یہہ صورت کی خوبی وہ گانے کا ڈھنگ
تو پھر ٹھہر نہ کیونکر زمانہ کا رنگ

بلا ہی جہاں حسن اَور راگ ہے
کہ اس شمع سے بزم بہی آگ ہے

مزا جب پریزاد نے کچھہ کیا
تو پھر ساز آپ بجانے لیا

بجایا کیا ساز اس طور سے
ہو غیر عاشق کی یہہ اور سے

کہا کچھہ نہ عاشق نے آواز سے
کہا سن لو سوز جگر ساز سے

ہوا اسقدر راگ کا پھر اثر
کسیکو رہی کچھہ نہ اپنی خبر

ہو سب کو سکتہ کا عالم وہاں
ہنسی لب پہ سینہ میں آہ و فغاں

خوشی میں ہوا اور ہی کچھہ ملال
کیا اپنے دلمیں یہی پھر خیال

ذرا خوف بہر خدا چاہیے
کہ رونیکو گھر بھی جدا چاہیے

یہہ کہتے ہی بیتاب ہو کر اٹھی
ہنسی سے تو بیٹھی تھی رو کر اٹھی

گئی وہ تو بارہ دری کیطرف
چلا اُٹھہ کے عاشق پری کیطرف

جو تھم تھم سے جاتے ہوئے ملگئے
ہنسی میں یہہ وہ کہ دل ہل گئے

سر راہ آکر ذرا جوش میں
نہ دونو سے کوئی رہا ہوش میں

زمیں پر تورقت نے ڈالا انہیں
خواصوں نے آکر سنبہالا انہیں

بہت جو بیہوش سا پایا انہیں
تو بارہ دری میں لٹایا انہیں

وہاں جاکے دونو نے چہرہ کا گلاب ۔ جو کچھہ ہوش آیا تو اٹھی شتاب
نگہہ کی ادہر اور ادہر اجیاب ۔ لگی کہنے لونڈی سے شمس النہار
دلونکا تو کچھہ حال بطور ہے ۔ ارادہ فلک کا مگر اور سے ہے
زمانہ کی بگڑی ہوئی چال ہے ۔ ہر اک چال ہوا اسکے پامال ہے
کہا یہہ تو پہر جان کھونے لگی ۔ گلے ملکے عاشق کے رونے لگی
لگی کہنے اے عاشق بیجاں ۔ غنیمت ہے ملکر بہی رنج یہاں
ہوئی خوش مگر غم نے مہلت نہ دی ۔ ہنسی میں بہی رونے نے فرصت نہ دی
نہ چہوڑا کسیوقت غم ہجر کا ۔ کیا وصل میں بہی الم ہجر کا
نہیں کچھہ مقدر کے ہمکو گلے ۔ جو رونیکا موقع بہی لیا ملے
یہہ کہتی ہی سب ہوش جاتے رہے ۔ غشی میں بہی کچھہ بڑبڑاتے رہے
خبر تہی سروں سے نہ اجسام سے ۔ گرا چاہتی تہی لب بام سے
سنبہالا کنیزوں نے آکر انہیں ۔ کیا ہوش میں کچھہ سنگہا کر انہیں
نہ آیا نظر تاجر نامدار ۔ لگی ڈہونڈہنے اسکو شمس النہار
یہاں تک ظاہر کا یہہ تہا خیال ۔ کہ ہوویگا اس عشق کا کیا مآل
خلیفہ کو ہووے اگر یہہ خبر ۔ تو ٹکڑے کرے جسم کے سربسر
یہہ سمجہیگا بد کو نہ کچھہ نیک کو ۔ نہ چہوڑیگا جیتا کبہی ایک کو
یہہ تہا جو اسی سوچمیں تہا وہاں ۔ کہا شاہزادی نے اے مہرباں

نہ آئیں وقفہ کرو زینہار — تمہیں یاد کرتی ہے شمس النہار

کہا جب علی نے پیام حبیب — تو پھر ابن طاہر بھی پہنچا قریب

لگی کہنے اسکو پری دیکھکر — تمہارے قدم پہ مری آنکھہ پر

تمہاری بدولت یہہ سامان ہے — بڑا آپکا مجھپہ احسان ہے

کہا ابن طاہر نے رشک قمر — مرا دل ہے حیران تمہیں دیکھکر

ہوئے کس لیے آپ بے اختیار — گیا وصل میں کیوں شکیب و قرار

پکارا پریزاد اس طور سے — سنو حال عاشق کا تم غور سے

رہیں چین دونو طرح سے محال — جدائی کی طاقت نہ تاب وصال

جو تا دیر سے کچھہ کہہ چکی غنچہ لب — کیا پھر اشارہ سے خاصہ طلب

ہوا پھر تو موجود دستار خوان — تو تینوں نے کہانے کیے نوش جان

جو کچھہ کہا چکی غیرت آفتاب — تو پینے لگی ایک جام شراب

اسیطور ابن بکا نے کہا — کہ اس نے بھی اک جام مے کا پیا

ابھی تک نہ کچھہ بھی ہوا تھا سرور — کہ لونڈی بھی آئی پری کی حضور

پکاری تصدق ہو بی بی پہ جان — جو مسرور ہے افسر خواجگان

ابھی آپ ڈیوڑھی پہ آیا ہے وہ — خلیفہ کا پیغام لایا ہے وہ

یہہ سنتے ہی عطار و ابن بکا — لگے خوف سے کانپنے برملا

پریرو نے لونڈی سے پھر یہہ کہا — اُسے اپنے باتوں میں جا کر لگا

مرا دل ہوا ہے ابھی آہ سُست
اُسے پھر بلاتی ہوں ہو کر درست

ادھر خادمہ کو روانہ کیا
اُدھر حکم یہہ لونڈیوں کو دیا

یہہ دروازہ بارہ دری کی بھی
کرو بند بہرِ حفاظت ابھی

نہ آئی نظر آنکھہ سے بوستاں
اُدھر چھوڑ دو پردہ سائباں

جو تھی تاجر و شاہزادہ وہاں
اُنہیں بھی چھپایا میانِ مکاں

تسلّی کی باتیں کہیں بیشتر
مکاں کا کیا بند ہر ایک در

سُنا ارگ دِلدار کا دل بھرا
وہ رونے کو تھی آیا خواجہ سرا

ادب سے کیا پہلے جھک کر سلام
دُعا دی لگا کرنے پھر یہہ کلام

بلندی پہ یہہ سرو قامت رہے
جوانی و خوبی سلامت رہے

یہہ سر دُور دستِ اجل سے رہے
یہہ کاکُل سدا پیچ بل سے رہے

مکاں عارضِ گُل سے گلشن رہے
لبِ لعل سے گھر یہہ روشن رہے

خواصوں پہ ہو فضل اللہ کا
ستاروں پہ سایہ رہے ماہ کا

محبّت خلیفہ کی دائم رہے
سدا عشق بی بی کا قائم رہے

خلیفہ پہ عینِ عنایت رہے
رعیّت پہ دستِ حمایت رہے

دُعا کر چکا جب یہہ خواجہ تمام
اُٹھی تخت سے پھر وہ شیریں کلام

بڑی کچھہ تو رونے لگی دور سے
یہہ کہنے لگی ڈر کے مسرور سے

مرا حال اسباب سے غیر ہے
جو آئی ہو بیوقت تم خیر ہے

ادب سے لگا کہنے خواجہ سرا — رہے گلشن حسن ہر دم ہرا
یہہ میری جانب سے بیجا ہوا — خلیفہ کا آیا ہوں بہیجا ہوا
جدائی تمہاری اُسے شاق ہے — وہ نظارۂ رخ کا مشتاق ہے
تمہارا اگر حکم پائے حضور — تو پہر دیکہنے کو بہی آئے حضور
سنا جب یہی کچھہ طرحدار نے — کیا سجدہ شکر دلدار نے
لگی کہنے پہر اسطرح بیقرار — جو آتے ہیں حضرت زہے افتخار
کرو میری جانب سے یہہ التماس — کہ حضرت جو آتے ہیں لونڈی کے پاس
بڑی اس سے لونڈی کی عزت ہوئی — بہت ہمنشینوں میں رفعت ہوئی
مری پوچہنے میں عنایت ہوئی — بڑی مجہپہ شدم عنایت ہوئی
یہاں آئیں جسوقت مرغوب ہے — ٹہر کر جو آئیں بہت خوب ہو
کہ ہو جائے ہر چیز کا انتظام — کسی چیز میں ہو نہ جائے کلام
خواصونکو پہر اسطرح سے کہا — کرو فرش آراستہ جابجا
یہہ کرتی ہی خواجہ کو رخصت ادہر — جو پہنچی محل پر تو بہی چشم تر
پڑی اُسپہ عطار کی جب نظر — ڈرا دلمیں روتے ہوئے دیکہکر
لگا کہنے دلمیں نہ اچہا ہوا — جو روتی ہے یہہ راز افشا ہوا
ادہر رو رہی تہی جو شمس النہار — ادہر شاہزادہ ہوا بیقرار
یہہ رونے بہی پائی نہ دل کہولکے — کہ اتنے میں لونڈی نے دی یہہ خبر

اُٹھیں آپ یاں سے یہ ہے مشورا
چلے آتے ہیں بیش خواجہ سرا

بڑھے آتے ہیں اسطرف وہ جناب
یقیں ہے خلیفہ بھی آئے شتاب

سُنا جب طرحدار نے آہ کی
شکایت بھی کی چرخِ بدخواہ کی

کہا اُنے فلک ہے یہ تیرا گلا
کہ رونے کو بھی یاں نہ موقع ملا

کہا ہمنے ظاہر نہ کچھ کان میں
جدا کر دیے آن کی آن میں

جدائی کا صدمہ ہوا دل پہ سخت
کہا پھر یہ لونڈی سے اے نیکبخت

بہت جلد دونوکو لیجا وہاں
بنا ہے جو دریا کے لب پر مکاں

اِسیوقت دونوکو پہنچا یئو
مقفّل مکانکو بھی کر آیئو

جو قابو ہو مت دیر دم بھر کرو
چھپا کر مکاں سے بھی باہر کرو

کنیزک سے جب کر چکی بات آہ
تو عاشق سے اپنے پھرائی نگاہ

بیاں کچھ نہ حرفِ محبت کیا
گلے سے لگاتے ہی رخصت کیا

گئی صحن و در سے پری کچھ پرے
خلیفہ کی تا پیشوائی کرے

بتایا تھا اُنکے لیے جو مکاں
گئے ساتھ لونڈی کی یہ بھی وہاں

مکانمیں کنیزک نے بٹھلا دیا
جو جانے لگی پھر دلاسا دیا

تسلی کی باتیں گئی بھول سب
ہوئے دونو دلمیں بہت مضطرب

لگے ڈھونڈنے پھر تو چلنے کی راہ
نہ نکلی مگر کچھ نکلنے کی راہ

نظر آئے اتنے میں پھر ایکبار
خلیفہ کے آتے ہیں پیادے سوار

خلیفہ کے ہمرہ ہیں خواجہ سرا / لئے مشعل و شمع سب جا بجا
ہزاروں ہیں خواجہ سرا نوجواں / زمانہ کے سب رستم داستاں
قرینہ سے باندھے ہوئے اپنی صف / مسلح حفاظت کو سب ہر طرف
صفیں اپنی باندھے ہوئے دور سے / بڑے جلد آتے ہیں دستور سے
ادہر پیشوائی کو شمس النہار / گئی اسطرح جیسے باد بہار
خواصیں پری رو ادہر اور ادہر / سجے ہوئی ہیں یہہ لعل و گہر
کوئی سرو قامت مہچنبا کوئی / چنبیلی کوئی اور چنبا کوئی
ذرا دور کچہہ رشک مہتاب سے / الگ ہیں ستارے ہی آداب سے
جو دیکہا حسینوں کو پہر کر ادہر / ہوئے پار سینوں سے تیر نظر
خلیفہ کو بس دیکہہ کر اکبار / گری آہ پاؤں پہ شمس النہار
کہا پہر خلیفہ نے رشک قمر / اٹہا تو ذرا میرے پاؤں سے سر
کرو بات مجہہ سے کوئی پیار کی / کہ آنکہیں ہیں مشتاق دیدار کی
اٹہایا طرحدار نے جلد سر / گئی ساتہہ مشتاق کی تخت پر
خلیفہ کے زانو سے تکیہ کیا / پہٹا تہا جو کچہہ دل تو بخیہ کیا
جو پہر راگ کا کچہہ اشارہ کیا / تو دل راگ نے پارہ پارہ کیا
خلیفہ نے دل سے کہا ہو نہ تنگ / کہ تیری ہی خاطر ہے یہہ راگ و رنگ
جو یہہ راگ میں اس گہڑی سے اثر / تمہاری ہی خاطر ہے سوز جگر

نہ سمجھا یہاں حال بے طور ہے ... کہ معشوق عاشق کہیں اور ہے

خلیفہ سے ہے نازنیں آ تنگ ... کسی اور کے ہے لیے راگ و رنگ

یہہ دل پر اثر راگ کا چھا گیا ... وہیں اسکو زانو پہ غش آ گیا

ہُوا ضبط کچھ بھی نہ دلدار سے ... لگی یہہ بھی تصویر دیوار سے

لگا چاہتی تھی زمیں پر جبیں ... خواصوں نے بڑھ کر سنبھالا وہیں

تو بارہ دری میں اُسے لیگئیں ... خلیفہ کو صدمہ بڑا دے گئیں

اُدھر سے وُہ شہزادہ نامدار ... ہُوا راگ سُنکر بہت بیقرار

غشی سے رہا جب نہ کچھ ہوش میں ... لیا ابنِ طاہر نے آغوش میں

کیا ایک لونڈی نے آکر کلام ... کہ بہتر نہیں ہے یہاں پر مقام

طرحدار کا بیطرح رنگ ہے ... تو بگڑا ہُوا بزم کا ڈھنگ ہے

کہا ابنِ طاہر نے اے گلبدن ... جو کہتی ہو سب راست ہے یہہ سخن

مگر شاہزادہ ہے غش میں ادھر ... نہ تن کی خبر ہے نہ سر کی خبر

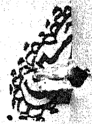
کہو تم تو میں اُٹھ جاؤں بھی ... اسے کسطرح سے اُٹھاؤں بھی

سُنا جب یہہ لونڈی نے لاکر شتاب ... وہیں منہ پہ عاشق کے چھڑکا گلاب

جو کی یہہ دوا آہ غمخوار نے ... تو پھر کھولدی آنکھہ بیمار نے

کہا ابنِ طاہر نے اے نیکجاں ... ہوئی قید اسدم جو ٹھہرے یہاں

بلا کا ہُوا سامنا اب ٹلو ... مقامِ ہلاکت ہے یاں سے چلو



جو احوال تہا سب سنایا اُسے — بہت منّتوں سے اُٹھایا اُسے

قدم سے چلا جب کہ پہنچا یا تھے — نہ لونڈی ہوئی پھر الگ ساتھ سے

سمجھ کر اُنہیں جان سے بھی عزیز — اُنہیں نہر پہ لیگئی وہ کنیز

کیا زور لونڈی نے ملّاح پر — غرض یہہ کہ آجائے کشتی ادہر

وہیں حکم پر آئی کشتی قریب — ہوئے اسپہ اُسوار دونو غریب

لگا سر جو کشتی سے وہ مارنے — کہا شاہزادہ سے عطّار نے

یہاں سے تو ہے فاصلہ پر مکاں — سنبہالو ذرا دلکو اے مہرباں

یہی حال گر ہے تو سمجھو ہوئے — رہے آہ جیں جا وہیں کے ہوئے

بُرے ڈہب سے رستہ پہ لایا اُسے — سُن آیا تھا جو کچھہ سُنایا اُسے

وہ کشتی کے اوّل سہارے لگے — جو اُسسے بھی گزرے کنارے لگے

ہوئے پار دریا سے دونو شتاب — نہ تھی شاہزادہ میں چلنے کی تاب

جو دیکھا اُسے سست و ناتوان — تو گھبرا گیا تاجرِ نوجوان

یہہ کی سوچ دلمیں کہ کیا کیجئے — اُسے کس طرح ہاتھ سے دیجئے

اُسے یاد پہر آگیا ایکبار — کہ یاں سے ہے نزدیک اک نگار

اُسے ہاتھ سے اُٹ دیکر چلو — مناسب ہو گھر اُسکے لیکر چلو

غرض ابنِ طاہر یہی سوچکر — محل پر اُسے لیگیا بے خطر

جو پہریدار نے دیکھہ پایا اُنہیں — تو آنکھوں کے اوپر بٹھایا اُنہیں

لگا پوچھنے یہ تو بتلائیے ۔ کہاں سے تم آئے ہو فرمائیے
کہا ابن طاہر نے سن اے شفیق ۔ مرے ساتھ میں ہے جو یہ اک رفیق
کیا ہم نے اپنی غرض کو سفر ۔ ہوئے تھے یہہ میرے لیے رہبر
مگر آج یہاں آگا ہے اک وصندلا ۔ نہ تھا اسکو معلوم شہر و دیار
ہوا ہیں تو واقف اسی حال سے ۔ یہ تھے پہلے واقف سبھی حال سے
نہیں اور کچھ اصل ہے بات یہ ۔ بتانیکو رستہ ہوے ساتھ یہ
عنایت کا انکی نہیں کچھ بیاں ۔ بلا پر نہ تقدیر سے کچھ زیاں
جو ہم ڈھونڈ کر راستہ سے پھرے ۔ یکایک یہ دام مرض میں گھرے
بہت سا جو بیمار پایا انہیں ۔ یہانتک تو مشکل سے لایا انہیں
کیا ابن طاہر نے جب یہ بیاں ۔ تو یہ حال سنتے ہی اہل مکاں
نہ تھا شاہزادہ سے کچھ آشنا ۔ لگا کرنے دل سے دعا و دوا
کہا ابن طاہر نے اے خیر خواہ ۔ مرض انکو ہوتا ہے یہ گاہ گاہ
انہیں گو کہ چلنے کی طاقت نہیں ۔ دوا کی مگر کچھ بھی حاجت نہیں
مکاں کوئی ایسا بتا دیجیے ۔ کہ آرام پاکر یہ مردہ جیئے
سنا جب یہ اہل مکاں نے بیاں ۔ تکلف کا رہنے کو بخشا مکاں
مکاں میں جو پہنچا تو غش ہو گیا ۔ نقاہت کے مارے علی سو گیا
لگی آنکھ بس یوں ہی پہر اک گیا ۔ نظر خواب میں آئی شمس النہار

کہ آگے خلیفہ کی ہے وہ پڑی ‎ ‎ نقاہت ترقی پہ ہے ہر گھڑی
بدن کی خبر ہے نہ سر کی خبر ‎ ‎ ادہر کی خبر نے ادہر کی خبر
ہوا خواب سے اور بھی کچھہ ملال ‎ ‎ سلا کر کیا عشق نے پایمال
یہہ دیکھا وہ جاگا تو سوتا ہوا ‎ ‎ اٹھا بھی جگہہ سے تو روتا ہوا
مگر ابن طاہر کبھی بیشتر ‎ ‎ رہا تھا نہ گھر سے سوا غیر گھر
لگا کہنے یارب سحر ہو شتاب ‎ ‎ جو گھر کو چلوں رفع ہو اضطراب
ہوئی صبح جبدم بڑی پیار سے ‎ ‎ تو دونو بھی رخصت ہوئے یار سے
لیا ساتھہ عاشق کو اک راہ سے ‎ ‎ گیا بو الحسن گھر میں تنوجاہ سے
پہنچتے ہی اسنے کیا شکر رب ‎ ‎ کہا گھر کے لوگوں سے احوال سب
جو تہا شاہزادہ قریبوں سے دور ‎ ‎ انہیں صورت غم تھی عیش و سرور
ملا شاہزادہ کا جسدم سراغ ‎ ‎ اسے لگگئی مثل گل باغ باغ
یہہ جاتے ہوئے کہہ گیا یار سے ‎ ‎ کہ غافل بھی رہنا نہ بیمار سے
خبر لیجیو جلد اے مہرباں ‎ ‎ کوئی روز دنیا میں ہیں مہماں
پری کی خبر مجھہ کو دیتے رہو ‎ ‎ دعائیں غریبوں کی لیتے رہو
نظر آئی ہے جب سے وہ خواب میں ‎ ‎ نہیں تاب کچھہ جان بیتاب میں
تعشق کی باعث غشی ہے وہاں ‎ ‎ وہ لونڈی بھی آتی ہے دم میں یہاں
ادہر راہ تکتا تھا بیمار بھی ‎ ‎ گیا تیسرے روز عطار بھی

تو کیا دیکھتا ہے کہ عاشق غریب — پڑا ہے غشی میں بہ شکل عجیب
طبیبوں کا ہے ہر طرف اژدہام — عیادت کو آتے ہیں سب خاص و عام
ذرا بھی دوا کا نہیں ہے اثر — اُسی اپنی حالت پہ ہے بے خبر
پکارا جو عاشق کو عطّار نے — تو پھر کھولدی آنکھہ بیمار نے
اُسے دیکھکر مسکرایا ذرا — ہنسی تھی یہہ اسواسطے برملا
عبث اپنی اوقات کھوئی غرض — طبیبوں نے کچھہ بھی نہ پایا مرض
طبیبوں کو جسوقت رخصت کیا — رفیقوں نے بھی گھر کا رستہ لیا
نہ کوئی بھی نزدیک جسدم رہا — تو پھر ابن طاہر سے رو کر کہا
کہ ہے زیست مشکل مری یار بن — مرا عشق بڑھنے لگا رات دن
مری دیکھتے ہیں جو حالت عجیب — تو روتے ہیں ہر دم عزیز و قریب
نہیں کچھہ قریبوں سے الفت مجھے — نہ کچھہ دوستوں کی محبّت مجھے
کسیکا مجھے قرب بھاتا نہیں — مگر خلق سے میں اُٹھاتا نہیں
تسلّی بھی ہے تو فقط آپ سے — کہ ہوتا ہے سب غم غلط آپ سے
پری کے اگر حال سے ہو خبر — خدا کے لیئے اب کہو سر بسر
بتادو مجھے ڈھنگ دلدار کا — کہ اچھا بھی ہے حال غمخوار کا
کہا اُسنے کچھہ حال پایا نہیں — کوئی ابتلک واں سے آیا نہیں
لگا کہنے پھر تاجر باتمیز — خدا کے لیئے اب روائے عزیز

اگر راز لوگوں میں افشا ہوا | تو پھر جانیو پھر نہ اچھا ہوا
کہا شاہزادے نے میں کیا کروں | کہ آنکھوں کی حالت سے ناچار ہوں
نہ کچھ دل کے جانے سے چارہ رہا | نہ آنکھوں پہ قابو ہمارا رہا
یہہ کہتے ہی بس جان کھونے لگا | نہ کچھ چل سکا زور رونے لگا
دلاسے دیئے پھر یہہ غمخوار نے | تو پھر راہ لی گھر کی عطار نے
دکانپہ گیا تاجر نامور | کنیزک ابھی واں پہ آئی نظر
کیا ابنِ طاہر نے پہلے سلام | لگا کرنے لونڈی سے پھر یہہ کلام
تسلی ہماری ہو فی الحال کچھ | کہو ابھی بی بی کا تم حال کچھ
پکاری ادب سے وہ رشکِ قمر | علی کی سناؤ خبر بیشتر
تشفی ہو اُس کیطرف سے اگر | کہوں حال بی بی کا پھر سر بسر
تو پھر ابن طاہر نہ چپکا رہا | جو کچھ دیکھ آیا تھا بالکل کہا
کنیزک نے سنکر کہا یہہ شتاب | یہی حال بی بی کا ہے اے جناب
کہاں راگ سنکر رہی ہوش میں | سنبھالا خلیفہ نے آغوش میں
اُسے جبتلک غش میں سکتہ رہا | خلیفہ بھی خاموش تکتا رہا
خلیفہ نے ہر چند تدبیر کی | دوا نے مگر کچھ نہ تاثیر کی
کہا مجھسے دل اپنا مغموم ہے | سبب کچھ مرض کا بھی معلوم ہے
سحابِ تردد ہے چھایا ہوا | پری پر بتا کس کا سایہ ہوا

کہا ہنس کے ای بادشاہِ عرب — زمانہ میں بیمار ہوئے ہیں سب
مرض سے بچا کوئی کب بجناب — مرض کا بہلا کیا سبب بجناب
وہ ہر چند الفت سے پوچھا کیا — مگر حال لونڈی نے اخفا کیا
ادہر اور ادہر ہم تو رویا کیئے — غشی کے وہ عالم میں سویا کیئے
گئی آہ و زاری میں جب نصف آج — غشی سے پر پرونے پائی نجات
نزاکت سے کب آنکھ کھولی ذرا — ٹہر کر خواصوں سے بولی ذرا
خلیفہ نے پھر شاد ہو کر کہا — بتاؤ مرض کچھہ تو رو کر کہا
مرا حال سب جانتے ہیں حضور — ہوا ہے یہہ لونڈی سے ٹربک قصور
مجھے تاج عزت دیا آپ نے — سرافراز اسدم کیا آپ نے
مرض کس طرف سے یہہ نوبت ہوئی — نہ کچھ آپ کی مجھہ سے خدمت ہوئی
کروں بدنصیبی کا کیا اپنی ذکر — ہوئی میری جانب سے حضرت کو فکر
خلیفہ پکارا کہ پیاری نہیں — بڑی ہے محبت ہماری نہیں
خبردار ایسا نہ پہر کار ہو — ترقی پہ جس سے کہ آزار ہو
کسی اور ایواں میں مت جائیو — نہیں آج آرام فرمائیو
خلیفہ نے کہہ کر کنارہ کیا — تو بی بی نے مجھکو اشارہ کیا
گئی پاس جب میں کہا آہ سے — نکالا غریبوں کو کس راہ سے
کہا ہنس کے اچھی طرح سے گئے — یہاں سے خوشی و فرح سے گئے

جو غش میں یہاں شاہزادہ رہا نہ وہ حال بی بی سے مطلق کہا

جو دیوار سے سر لگی مارنے کیئے اِسطرح بَین ناچار نے

نہیں شاہزادے مجھے کچھہ خبر گزرتی ہے کیا تجھپہ شام و سحر

یہہ مُنہ سے کہا پھر غشی آگئی سفیدی سی رُخسار پر چھاگئی

یکایک مری گود میں پھیکر سر و پا سے اپنی ہوئی بیخبر

ذرا ہوش آیا تو مینے کہا نہیں دھیان تن کا نہ سر کا رہا

یہہ ہے جس کے باعث سے رنج و الم اُسی شاہزادے کی تمکو قسم

کرو رحم اپنی ذرا جان پر اُٹھاؤ نہ بارِ الم اسقدر

سنایا تو پھر آنکھہ کھولی ذرا مرے ساتھہ الفت سے بولی ذرا

کہا مجھپہ ظاہر ہے اُلفت تری پسند آئی مجھکو نصیحت تری

نہ بھولونگی تا حشر احسان ترا کیا دل سے منظور فرمان ترا

خواصونکو بی بی نے رخصت کیا تو مجھسے بیاں دردِ فرقت کیا

بیاں کرکے ہر وقت سوزِ جگر اسیطور رُوتی رہی رات بھر

دمِ سرد ہر وقت بھرتی رہی شکایت خلیفہ کی کرتی رہی

کہ آیا محل میں وہ کیوں بے محل مری عیش و عشرت میں ڈالا خلل

جو تہا خاص پہنچکو اُسکے مکاں ہوئی صبح جب لگئی میں وہاں

مریضِ محبت مکاں پر رہا خلیفہ بھی موجود واں پر رہا

طبیبوں نے آکر کیا گو علاج ہوا راستی پر نہ مطلق مزاج

دوا کی طبیبوں نے کیتی غرض رہا بس ترقی پہ ہر دم مرض

ہوئی شب تو کچھ ہوش آیا ذرا مسافر نے آرام پایا ذرا

ہوئی جب سحر مجھکو بھیجا ادہر کہ لا شاہزادے کی جا کر خبر

لگا کہنے پھر تاجر نامدار رہا وہ اسی کے لیئے بے قرار

یہی شاد ہے عاشق نامور یہہ بی بی کو دی اپنی جا کر خبر

جو لونڈی کو تاجر نے رخصت کیا تو مشتاق کے گھر کا رستہ لیا

کنیزک سے جو سن چکا تھا بیاں کہی سب وہ مشتاق سے داستاں

یہہ باتیں ہوئیں شام تک جو تمام رہا پھر وہاں تاجر نیک نام

ہوئی صبح آیا میان مکاں کنیزک کو پایا میان دکاں

کنیزک نے نامہ حوالہ کیا کہا "لو اسے دلربا نے دیا

اسے پاس عاشق کے لیجایئے مکاں بھی مجھے آج دکھلایئے

ہوا ساتھ لونڈی کے تاجر رواں اسے لیگیا پھر میان دکاں

لکھا تھا جو خط روبرو کر دیا کہ قاصد کو بھی دو بدو کر دیا

لیا شاہزادہ نے خط جس گھڑی ہوئی دیکھکر دل کو فرحت بڑی

لکھا تھا جو خط میں پڑھا وہ بھی کبھی دل پہ آنکھوں پہ رکھا کبھی

جو تھا خط میں دلبر کے سوز و گداز لکھا اسنے ویسا ہی راز و نیاز

غرض شاہزادہ سے لیکر جواب — روانہ ہوئی گھر کو لونڈی شتاب
پھرا گھر کی جانب کو عطار بھی — پھرا یار کے پاس سو بار بھی
پریشان و حیران اُسے دیکھکر — لگا سوچنے تاجر نامور
کہ دونو کا ہے عشق ہر دم زیاد — خدا جانے کیا اسمیں ہووے فساد
ہوئی گر خلیفہ کو اُسکی خبر — تو پھر ہو نہ عاشق نہ وہ سیمبر
اسی پاس میں تھا میان دکان — ہوا اتنے میں جوہری اک عیان
نہایت وہ تاجر کا تھا غمگسار — اکٹھے وہ ہتے تھے لیل و نہار
پریشان عطار کو دیکھ کر — کہا جوہری نے کہ ای نامور
کنیزک کے کچھ حال سے وے خبر — یہاں کیوں وہ آتی ہے شام و سحر
چھپایا بھی عطار نے بیشتر — نہ کچھ بن سکا پھر کہا سر بسر
لگا کہنے عطار اے دردمند — نہیں مجھکو رہنا یہانتک پسند
کھُلیگا خلیفہ پہ گر راز یہ — رہیگا نہ پھر میرا اعزاز یہ
مرا عزم ہے بانصرہ کیطرف — کروں کس لیے جان کو میں تلف
یہہ تاجر نے جب جوہری سے کہا — بہت دلمیں پیچ و وہ حیراں رہا
گیا ہو کے رخصت غرض اپنے گھر — وہ آیا کئی روز میں پھر ادھر
دکاں بند پائی جو عطار کی — پریشاں ہوئی جان غمخوار کی
ہوا جوہری پیچ دلمیں اُداس — لگا اسطرح کہنے وہ حق شناس

جویاں شاہزادہ کا تھا اک رفیق
تو اسنے بھی پکڑا جدا اک طریق

یہہ صورت ہوئی آہ عطار کی
خبر آج لے کون بیمار کی

تجھے چاہیئے اب مددگار ہو
کہ غمخوار بھی جانے عطار ہو

یہہ سب سوچکر جوہری عقیل
ہلا شاہزادے کی قال و قیل

گیا جوہری شاہزادے کے پاس
پڑا تھا یہہ بستر پہ اپنے اداس

جو عاشق نے کی جوہری پر نظر
تو کی اس کی تعظیم پھر بیٹھکر

تو پھر شاہزادے نے حسب رواج
محبت سے پہلے تو پوچھا مزاج

کہا پھر کہ مطلب سے ماہر کرو
غرض ہو جو کچھ مجھپہ ظاہر کرو

کہا جوہری نے کہ بندہ نواز
بہت کم ہے خدمت میں مجھکو نیاز

مگر آپ سے ہوں یہی خواستگار
رہوں پاس خدمت میں لیل و نہار

مجھے مثل تاجر کے سمجھو اگر
نہ رکھو ذرا مجھ سے خوف و خطر

تو پھر عرض بھی کچھ کروں ایکبار
کہ جسکے لیے یاں تک آیا شتاب

کہا شاہزادہ نے اے مہرباں
جو کچھ دلمیں ہووے کرو اب بیاں

کہا جوہری نے کہ اے نامور
دکاں سے ہی تاجر کے آیا ادہر

خبر ہے کہ تاجر کو کیا ہو گیا
یہاں سے وہ اب نصر کو گیا

کہا جوہری نے یہہ جب دم سخن
ہوا شاہزادہ کو رنج و محن

کہا رات کہتے ہوا اے مہرباں
اسی سے تسلی تھی میری یہاں

کہا اپنے نوکر سے واں جائیو
خبر جلد عطار کی لائیو

خبر جا کے لایا ملازم شتاب
کہا بانصرہ کو گیا وہ جناب

یہہ کہکر کہا کان میں اسقدر
کہ آئی ہے لونڈی کسی کی ادہر

اُسے عرض کرنا ہے تم سے ضرور
اگر حکم ہووے تو لاؤں حضور

کہا ہاں دوا ہے وہ بیمار کی
سمجھا وہ لونڈی ہے دلدار کی

ابہی یاں سے تو جا نہ کچھہ دیر کر
محبت سے لے آنہ کچھہ دیر کر

کنیزک غرض جلد آئی ادہر
اُٹھا جوہری بہی اُسے دیکھہ کر

وہ کچھہ کان میں بات کہہ کر گئی
گئی جلد دم بہر نہ رہ کر گئی

اُڑہی جب کنیزک برنگ پری
گیا پاس عاشق کے پہر جوہری

ہنسی سے لگا کہنے ای رشک ماہ
محل سے تمہیں ہے خلیفہ کے راہ

یہہ سنکر علی بہی نہ چپکا رہا
کہا تُنے کس بات سے یہہ کہا

خبر ہے تمہیں کس کی ہے یہہ کنیز
کہ کہتی ہو یونہی سخن ای عزیز

کہا جوہری نے خطا ہو معاف
مجھے حال معلوم ہے صاف صاف

خلیفہ کی بی بی ہے شمس النہار
اُسی کی یہہ لونڈی بہی ہے رازدار

جواہر کی ہوتی ہے خواہش اگر
تو آتی ہے دُکانپہ رشک قمر

جہاں پر وہ جاتی ہے سرور دل
یہہ لونڈی بہی ہوتی ہے ہمراہ واں

ہمیشہ یہہ لونڈی طرحدار کی
بلا کی ہے دُکانپہ عطار کی

سخن جوہری سے یہہ جب دم سنا — تأسف سے بیمار نے سر دُھنا

کہا دل سے اب راز افشا ہوا — مری عشق کا شور ہر جا ہوا

چھپاتا ہے کیا راز اے بیخبر — خبردار ہے جوہری سر بسر

یہہ جاتا ہے اکثر پری کیطرف — چلو آپ ہی جوہری کیطرف

کہا پھر کہ مت دیر للہ کر — جو معلوم ہے اسے آگاہ کر

جو بیمار کا شوق آیا ادہر — کیا جوہری نے بیاں سر بسر

کہا "میرے آنے کا ہے یہہ سبب — کہ خدمت کروں آپ کی روز و شب

تری حال پہ مجھکو آیا ترس — ہوں تیرا غمخوار ہے یہہ ہوس

مددیار کی شکل تاجر کروں — جیوں گر اعانت میں تیری مروں

نہ کچھہ زندگانی کی پروا کروں — تری راز کو پر نہ افشا کروں

کیا یار نے جب بیاں اسقدر — ہوا شاد شہزادہ نامور

تسلی ہوئی جانِ بیتاب کو — قرار آیا سنتے ہی سیماب کو

ہنسی میں نہ امروز فردا کیا — کہا حال سب کچھہ نہ پردہ کیا

ہنسی میں کہا پھر کہ سن اے عزیز — اشارہ سے کہتی تھی مجھکو کنیز

جو تاجر نے چھوڑا ہے گھربار کو — دیا مشورہ اسنے عطار کو

ملے یار دلدار کا کیا نشاں — خضر اپنے پیرو سے ہے بدگمان

کہا، جوہری نے مرا کیا قصور — گیا خوف عزت سے وہ ذی شعور

کہا شاہزادہ نے اے نیکنام ... کنیزک کا ہے آپ پر اہتمام

تسلی ہوئی مجھہ کو تقریر سے ... کرو شاد لونڈی کو تدبیر سے

کہا حال دونوں نے بس اسقدر ... کیا مشورہ پھر الگ بیٹھکر

جو دونوں کی باتوں سے نیت بھری ... گیا اپنے گھر کیطرف جوہری

جو قاصد بھی منزل کو جانے لگا ... تو عاشق بہہ رو کر سنانے لگا

کوئی اور خط یار کا لائیو ... ذرا اب توقف نہ فرمائیو

گئی پاس بی بی کی لونڈی شتاب ... کہا اب اکیلا ہے عاشق جناب

کرو جلد لکھکر مجھے خط عطا ... کہ وعدے میں ہووے نہ میری خطا

صنم نے لکھا شوق سے ایک خط ... کہ تھا جس میں فرقت کا شکوہ فقط

شکایت لکھی چرخ غدار کی ... لکھی بیوفائی بھی عطار کی

جو وہ لکھہ چکی آہ سوز جگر ... چلا لیکے نامہ کو پیغام بر

جو نامہ گرا ہاتھہ سے چھوٹ کر ... گیا سرخ ماتھا وہیں کوٹ کر

سر راہ کرتی تھی وہ جستجو ... وہیں آگیا جوہری روبرو

جو دیکھا کہ خط جوہری کے ہے پاس ... کنیزک ہوئی اور بھی بدحواس

لگی کہنے صاحب اسکو پڑھو ... مجھے خط یہ بخشو تو آگے بڑھو

بتاؤ تو سمجھو گے تم کیا اسے ... کہ کسنے لکھا ہے یہہ بھیجا کسے

خبر ہے مجھے خط ہے جسکام کا ... مگر آپکے ہے یہہ کس کام کا

گئی ماگتی گھر تلک ساتھہ
مکانمیں گئی جب کہی بات کچھ

وہیں خط یہہ تیا تمہیں راہ میں
یہ کہنا نہ تہا کچہہ ہمیں راہ میں

بہت جلد دی مجہہ کو اسکا پتا
کہا تونے بی بی سے کیا کچھہ بتا

کہ میں چہڑایا ہے گھربار کو
روانہ کیا یاں سے عطّار کو

خدا پہ سے ظاہر ہمارا خیال
سراسر غلط ہے تمہارا خیال

مجھے آج تم سے یہہ امید ھے
کہ ظاہر کرو مجھہ پہ یہہ بہید ھے

تمہخوار ہوں مجھ کو پہچان لو
جگہہ مجھ کو عطّار کی جان لو

یہہ حاضر ہے اب جان او حال سے
خبر ابہی بی بی کو کر حال سے

کہو سب جو دیکھی ہے میری طرح
کہ سمجھیں مجھے وہ بہی تیری طرح

کنیزک کو پہلے ہوا کچہہ خطر
کہ واقف ہی یہہ راز سے بسر

کیئے جوہری نے مگر وہ سخن
کہ راضی ہوئی جس سے غنچہ دہن

دیا شاہزادہ نے جو کچہہ جواب
دکہایا وہ سب جوہری کو شتاب

کہا جوہری سے کہ اے باوفا
کہونگی یہہ بی بی سے سب ماجرا

کنیزک نے وہ جوہری سے لیا
جسے اسکو دینا تہا جا کر دیا

کنیزک وہ پہر جوہری سے ملی
اسے دیکھہ کر مثل غنچہ کہلی

پکاری کہ احوال سارا کہا
سفارش سے مطلب تمہارا کہا

جو کرتی تہی بی بی مرا انتظار
توقف سے تہا دل بہت بیقرار

مجھے دیکھکر شاد ہونے لگی ۔ جو خط پڑھ چکی پھر تو رونے لگی
سنائی جو بندی نے یہہ واردات ۔ گیا بانصرہ تاجر نیک ذات
تو اُسنے بھی بڑھ کر ملا اک شفیق ۔ وہی مثل عطار ہے اب رفیق
فدا ہے وہ عاشق پہ گھربار سے ۔ وفا میں زیادہ ہے عطار سے
وہی شاہزادے کا ہے رازدار ۔ نہایت ہوا خواہ ہے جاں نثار
یہہ سنکر ہوئی شاد رشک قمر ۔ کہا، میں بھی رکھوں اُسے اک نظر
نہیں ایسے دنیا میں انساں کہیں ۔ کوئی غیر پر جان دیتا نہیں
اُسے لا مرے پاس دل ہے اداس ۔ اُسے دیکھہ یوں آئے ہوش و حواس
پکاری یہہ پھر جوہری کو کنیز ۔ بلا چاہتا ہے تو جلد اے عزیز
ہوئی فکر پہلے تو چپکا رہا ۔ کہا، پھر کہ بی بی نے یہہ کیا کہا
کہیں مثل عطار پایا مجھے ۔ کہ بیوجہ گھر میں بلایا مجھے
رسائی نہیں عطار کی دور دور ۔ محل میں بھی جاتا تھا وہ ذی شعور
خلیفہ بھی پہچانتا تھا اُسے ۔ محل میں ہر اک جانتا تھا اُسے
مجھے جانے دینگے نہ پہچان کر ۔ وہ روکیں گے سب اجنبی جانکر
محل میں سبب سے جو جانا ملے ۔ تو بندہ کو پھر اک بہانا ملے
نہیں پھر یہہ ممکن کہ روکے کوئی ۔ جو پہچان لے پھر نہ ٹوکے کوئی
پکاری یہہ لونڈی کہ دیکھو ادہر ۔ بلایا ہے کچھہ آپ کو سوچکر

کنیزک نے سب بوجھہ سنکر لیا ہر اک طور سے پہر دلاسا دیا
کہا جسطرح تمکو لیجاؤں گی امانت اُسیطور پہنچاؤنگی
کہا کی بہت دیر تک وہ پری نہ جانے پہ قایم ہوا جوہری
کنیزک نے ویسی ہی آکر کہا نہ بگڑے صنم کچھہ بنا کر کہا
لگی کہنے کچھہ سوچکر وہ پری کہ یہہ بات کہتا ہی سچ جوہری
جو ہے خوف میری مکانپر اوسے تو میں ہی ملونگی دُکانپر اوسے
یہہ بی بی سے سنکر نہ ٹہری وہاں گئی دوڑ کر جوہری تہا جہاں
کنیزک نے پہر خرچ ہی کچھہ دیا ارادہ سے بی بی کی واقف کیا
کہا ہہ کہ یہاں سے نہ جائیں جناب کہ بی بی کو لاتی ہی لونڈی شتاب
یہہ کہتی ہی پہونچی ادہر سے اُودہر وہ لائی پری کو اوڑا کر ادہر
جو نزدیک آئی وہ رشک پری ٹرہا پیشوائی کو پہر جوہری
گئی قصر مین غیرت آفتاب کیا پہر نہ باتوں میں کچھہ ہی حجاب
جو دونوں میں پہر ہو چکی کچھہ سخن اُٹہی اسطرح کہہ کے غنچہ دہن
کہ حافظ تمہارا ہے پروردگار تسلی ہوئی تم سے ای غمگسار
یہہ کہہ کر روانہ ہوئی ماہرو گیا شاہزادہ کے یہہ روبرو
ہنسا پہلے عاشق اُسے دیکھہ کر کہا شکر ہے آپ آئے نظر
مگر آپ تجویز ایسی کریں ؏ کہ یوں ہی نہ ہم رنج کہا کر مریں

دکہاؤ ہمیں جلد شکلِ حبیب
ملاقات ہو ماہرو کی نصیب

کہا جوہری نے ذرا صبر کر
ملیگی کسیوقت رشکِ قمر

ترے واسطے مینے جیسا کیا
کہاں آہ تا جونے ایسا کیا

ملاقات کر آیا اُسنے اُدہر
کنیزک کو لایا ادہر راہ بر

جو کچہہ سہ گزرا تہا سب کچھ کہا
سوار استی کے نہ اب کچہہ کہا

کہا الگ ہا ہول سی گہات میں
نہ اب دیر ہوگی ملاقات میں

زیادہ جو جوشِ محبت ہُوا
دِلاسا دیا گہر کو رخصت کیا

ہوئی صبح لونڈی نہ گہر پر ملی
الگ ساری کنبہ سے در پر ملی

کہا جوہری نے کہ اے گلعذار
تمہارا ہی تہا ابتلک انتظار

کنیزک پکاری کہو خیر ہے
کہا حال عاشق کا اب غیر ہے

سُنو آج عاشق کی فریاد کو
ملاؤ کسی دن پریزاد کو

کنیزک پکاری یہہ کیا دور ہے
ملاؤں یہی گر یہی منظور ہے

کہا جوہری نے کہ سرو رواں
مرے پاس ہی اور ہی اک مکاں

سجا ہے تکلف سے سارا مکاں
ذرا دیکھیو ہے تمہارا مکاں

دکہایا جو اُسکو مکانِ بلند
کیا دل سے لونڈی نے اُسکو پسند

کہا اب میں جاتی ہوں ای جوہری
کہیں منتظر ہو نہ رشکِ پری

محبت سے لونڈی پہری دربدر
گئی اُسطرف اور آئی ادہر

جو تھیلی تھی اک سرخ دینار کی | تمنّا سے کی نذر غمخوار کی

کہا، کچھ نہ میرا یہہ ایجاد ہے | فقط میری بی بی کا ارشاد ہے

اگر ہو سکے کچھ شراب کباب | تو منگوایئے شوق سے انتخاب

نہ پھر جوہری نے توقّف کیا | مناسب تھا جو جو تکلّف کیا

سجا کر پھر اک چیز انداز سے | چلو یہہ کہا جا کے جانباز سے

چلا ایسے عاشق بدل کر لباس | اُڑے جیسے عاشق کی ہوش و حواس

مکان میں پہنچکر کیا انتظار | سنا پھر کہ آتی ہے شمس النّہار

کہیں کیوں نہ ہم ماہ گلفام کو | کہ آتا ہے منزل پہ پہ شام کو

ادھر جان آئی خفا دم ہوا | کہ دونو پہ سکتہ کا عالم ہوا

ملے دونو ایسطور تقدیر سے | ملے آئینہ جیسے تصویر سے

حقیقت میں ماتم سرا ہی جہاں | ہنسی میں بھی آتا ہے رونا یہاں

بکا کے سوا یاں نہ کچھ ہو سکے | تو روئے یہاں جسقدر رو سکے

جو آنسو جدا جوہری نے کیئے | دُرِ اشک وہاں میں لیے

کہا، پھر فغاں کو محل چاہیئے | ہنسی اب بکا کا بدل چاہیئے

ہوا بات سے جوہری کے قرار | ہنسی شاہزادہ سے شمس النّہار

اٹھے وہاں سے دستارخوان پر گئے | پرانی شراب ہیں تہیں میوے نئے

جنہیں خلق میں عشق کا ہو مرض | انہیں کھانے پینے سے پھر کیا غرض

کیا نوش دونوں نے کھانا کہاں
لگا کر فقط ہاتھ آئے یہاں

کہا جوہری سے ادہر آئیے
جو ہو وے کوئی بانسلی لائیے

وہ سنتے ہی لایا عجب بانسلی
ستمگر کو بخشی غضب بانسلی

طرحدار نے وقت کو دیکھ کر
کہا سوز سے اپنا سوزِ جگر

یہہ تڑپا ہو مشتاق پہر راگ پر
کہ ٹوٹے کوئی جسطرح آگ پر

اسی دم غزل ایک تصنیف کی
طرحدار کی اسمیں تعریف کی

غزل تو وہ گانے لگا راگ میں
چلا آپ اپنی ہی پہر آگ میں

یہاں خاک روئے کوئی بین سے
کہ رونا بہی ملتا نہیں چین سے

اگر بہول دنیا میں آ کر ہنسا
تو سمجھو کہ دامِ خزاں میں پھنسا

خزاں فی جو ساعت کو چہوڑا اسے
تو گلچیں نے آتے ہی توڑا اسے

یہاں خاک بلبل ہو نغمہ سرا
کہ رونے کو مہلت نہیں ہے ذرا

کبھی بہول کر بہی جو فریاد کی
تو دیکھی وہیں شکل صیاد کی

جو پہرہ پہ تہا جوہری کا غلام
کیا جوہری سے یہہ سنکے کلام

جو در پر کھڑے ہیں پیادے سوار
تو سو سے زیادہ ہے انکا شمار

انہیں در پہ آیا ہوں میں چہوڑ کر
گھسا چاہتے ہیں وہ در توڑ کر

سنا جوہری نے تو گھبرا گیا
گیا دیکھنے کو تو تھرا گیا

نظر آئے در پر فقط سو سوار
لئے ہاتھ میں خنجرِ آبدار

نہ کی پھر نظر اپنے گھر بار پر مکاں سے اُڑا حجرہ کے دیوار پر

مکاں سے ادھر یہہ اُڑا ایکبار مکانیں گھسے اُسطرف سب سوار

جو پھر جوہری شور سنتا رہا تو افسوس سے سر کو دھنتا رہا

جو سو قوت شور و فغاں ہو گیا تو گھر کیطرف یہہ رواں ہو گیا

کیا جوہری نے جو در پر قیام نظر آیا در پر اُسے اک غلام

کہا اُسنے کیونکر پر ادر بچا کہا اُسنے گوشہ کے اندر بچا

کیا اسنے پھر جوہری سے بیاں نہ تھے لوگ وہ شہر کے پاسباں

یہہ سب لوگ قزاق تھے ایجناب انہوں نے کیئے گھر ہزاروں خراب

کہا جوہری نے یہہ سنکر کہ ہاں جو اسباب زر سے ہے خالی مکاں

تو ہو آپ کی بات کا اعتبار کہ قزاق بیشک وہ تھے بدشعار

یہہ باتیں تھیں باہر جو اندر گئے مکاں صاف آیا نظر ڈر گئے

نہ تھے شاہزادہ نہ شمس النہار کہ تھے ہر طرف گھر میں گرد و غبار

مکانیں نہ دیکھا جو اسباب کو کہا ،، کیا کہوں جا کے احباب کو

اسی سوچمیں ہو گئی پھر سحر ہوئی گھر کے لٹنے کی گھر گھر خبر

غلاموں نے حاضر بھی خاصہ کیا مگر فکر نے کچھہ نہ کھانے دیا

کہا ،، ایک خادم نے آکر شتاب بلاتا ہے ڈیوڑھی پہ کوئی جناب

جو ڈیوڑھی پہ پہنچا تو پوچھا سبب کہ ہو کون مجھکو کیا کیوں طلب

کہا،، آپ مجھسے نہ آگاہ ہیں ۔ یہہ سمجھو کہ ہم بھی ہوا خواہ ہیں
مجھے آپ جانیں نہ اس حال سے ۔ کہ واقف ہوئیں آپکے حال سے
یہانتک سفر تہا ہمارے لیئے ۔ مگر فائدہ ہے تمہارے لیئے
غنیمت سمجھنا ملاقات کو ٭ ۔ چلو ساتھہ میرے سنو بات کو
چلا جوہری ساتھہ غمخوار کے ۔ ہوئے پار ٹکرس کے وہ ہار کے
تہکا جوہری راہ میں دوڑ کر ۔ مگر تہی نہ غمخوار کو کچھہ خبر
غرض وہ مکانمیں اسے لیگیا ۔ کوئی آکے پہر قفل بھی دیگیا
جوان جسقدر تہے میان مکاں ۔ اٹھے اسکی تعظیم کو سب جواں
جو دستار خواں پر بٹھایا اسے ۔ تو کچھہ آپ کہایا کہلایا اسے
کہا،، ایکنے یہہ بتاؤ ابھی ۔ کبھی گھر یہہ دیکھا ملے ہو کبھی
یہہ بولا نہ پہلے ملاقات کی ۔ ابھی گھر یہہ دیکھا ابھی بات کی
کہا پہر کہ ہم سے نہ انکار کر ۔ جو کچھہ تجھپہ گزرا ہے اظہار کر
جو کچھہ حال تہا جوہری نے کہا ۔ ہر اک ڈہنگ سے اسکو سنتا رہا
ہوا طرز سے جوہری کو یقیں ۔ یہہ قزاق ہیں اور کوئی نہیں
کہا یار وجہ کچھہ ہوا سو ہوا ۔ مگر میں تو اس فکر و غم میں ہوا
کہ وہ خیر سے ہیں کہ پہنچا ضرر ۔ نہیں میہمانوں کی مجھہ کو خبر
کہا خیر سے ہیں نہ گھبرائیے ۔ دکھائیں تمہیں شوق سے آئیے

اُنھوں نے کہا ہے یہہ احوال سب ۔ تمہارا بھی اُن سے سُنا حال سب

سُنا حال دونو کا جب غور سے ۔ بجا لائے خدمت ہر اک طور سے

بتاؤ وہ ہیں کون اے غمگسار ۔ کہا بوالحسن وہ، وہ شمس النہار

کہا راست کہتا ہے اے جوہری ۔ خلیفہ کی معشوق ہے یہہ پری

وہ ہے بوالحسن شاہزادہ ضرور ۔ بیاں واقعی ہے نہیں کچھہ قصور

کہا جوہری نے خدا کی قسم ۔ وہ ہے بوالحسن شاہ کی یہہ حرم

جو یہہ جوہری نے قسم سے کہا ۔ تو چوروں نے یہہ ایکدم سے کہا

کہ اے بوالحسن ہے یہہ وقت عطا ۔ خدا کے لئے عفو ہووے خطا

حقیقت میں ہم رہزن تھے گمراہ تھے ۔ مگر آپ سے کچھہ نہ آگاہ تھے

کہو یہہ کہیں گے نہ کچھہ راز ہم ۔ کرو عفو تقصیر کہاؤ قسم

جو تینوں سے پیماں برابر لیا ۔ تو پھر مال سارا ہٹا کر دیا

ہوئے گرد چوروں کے تینوں جواں ۔ ہوئے چور اسباب لیکر رواں

وہ دریائے ٹکرس سے پھر آگئے ۔ اِدہر سے اُدہر پار پہنچا گئے

ہوئے چور کشتی کو لیکر رواں ۔ نظر آیا پھر محتسب ناگہاں

کنارہ پہ کشتی سے اُترے غریب ۔ تو پھر محتسب آن پہنچا قریب

پہنچکر کیا محتسب نے بیاں ۔ کہ ہو کون جاتے ہو تم پھر کہاں

کہا جوہری نے کہ اے کوتوال ۔ وہ کشتی پہ قزاق ہیں کر خیال

اُنہوں نے مرے گھر کو لوٹا ابہی ۔ چلا اُنکے پیچھے وہ بہاگے سبہی
سب پہر سب مال آکر لیا ۔ یہہ موجود ہے جو ہٹا کر لیا
جو بہر پیش اسباب و زیور کیا ۔ رہا اسکو سچّا سمجھکر کیا
کیا شاہزادہ کی جانب خطاب ۔ کہ فرمایئے آپ بہی کچھہ جواب
یہہ ہے کون بی بی جو ہمراہ ہے ۔ یہہ کس کے لیئے نالہ و آہ ہے
نہ اظہار کچھہ بوالحسن نے کیا ۔ اشارہ مگر گلبدن نے کیا
گیا محتسب پاس انداز سے ۔ کہی کان میں بات کچھہ ناز سے
سُنا محتسب نے تو تعظیم کی ۔ مرخص ہوا سب کو تسلیم کی
منگا کر وہیں کشتیاں تین چار ۔ کیا تینوں آفت زدونکو سوار
کیئے ساتہہ تینوں کے کچھہ آدمی ۔ کہا، ہاں تم خدمت میں ہوئے کمی
گئی ایک کشتی پہ رشکِ پری ۔ چلے ایک پر عاشق و جوہری
جو تہے ساتہہ بہر حفاظت جوان ۔ ہوئے وہ تو کشتی کو لیکر رواں
اُنہیں بوالحسن نے کیا یہہ خطاب ۔ مکانپر چلو جوہری کے شتاب
وہ تہے شاہزادہ کے اوپر خفا ۔ اُنہیں آپہہ منظور تہی کچھہ جفا
اُنہوں نے دیا باتکا کب جواب ۔ طرف قیدخانہ کی لائے شتاب
پیادوں کی اسباب پر تہی نظر ۔ کہ رکھیں اُنہیں قید میں رات بہر
جو ہووے سحر کچھہ نہ ہو گفتگو ۔ خلیفہ کے پہر لیچلیں روبرو

پیادوں نے جلدی دکھائی انہیں
غرض قیدخانہ میں لائے انہیں

جو داروغۂ قید خانہ ہلا
کیا پہر پیادونکا اُسنے گلا

کہا جوہری نے کہ اے نیک فال
جو ہے شہر بغداد کا کوتوال

تو اُسنے غریبوں پہ احسان کیئے
پیادے حفاظت کی خاطر دیئے

پیادونکو ہم نے نہیں کچھہ دیا
پیادوں نے زنداں میں داخل کیا

کہا اسنے کہتے ہو تم بات یہہ
یہی بات کرتی ہیں دن رات یہہ

حفاظت کو دو آدمی پہر دیئے
مکانونکو واں سے روانہ کیئے

جو نزدیک تہا بوالحسن کا مکاں
گئے خیر سے اُسمیں وہ نوجواں

نقاہت سے دو دن مکاں پر رہا
چلا جوہری پہر واں پر رہا

نہ پہنچا تہا ابتک میاں مکاں
کنیزک ملی راہ میں ناگہاں

بڑے غور سے اسکو پہچان کر
نہ کی بات رستہ میں کچھہ جانکر

ادہر جوہری کچھہ سمجھہ کر چلا
اُدہر پیچھے پیچھے چلی دلربا

مکاں میں گئی ساتھہ آخر کنیز
جو مُجرا کیا پہر کہا اے عزیز

یہہ جانا کہ گہر کی صفائی ہوئی
لُٹیروں سے کیونکر رہائی ہوئی

کہا جوہری نے کہ تم پیشتر
کرو حال مجھہ سے بیاں سر بسر

تمہاری جو تہیں ساتھہ میں لونڈیاں
کرو حال اُنکا بھی مجھہ سے بیاں

حقیقت کنیزوں کی سن لوں ذرا
کہوں تم سے اپنا بھی پہر ماجرا

کہا پھر یہہ لونڈی نے اے خیر خواہ ہماری طرف بھی ذرا کر نگاہ

ہمیں آہ جب یہہ ہوا اشتباہ خلیفہ کی بھیجی ہوئی ہے سپاہ

خلیفہ کو پہنچی ہے ساری خبر کرے قتل پاکر ہماری خبر

ہوئی جب نظر اپنے انجام پر محل سے گئیں خوف میں بام پر

کیا بام سے ایک گھر میں قیام کیا تھا نہ اب تک کسی سے کلام

خلیق و سخی تھا جو اہل مکاں وہ ہم پر نہایت ہوا مہرباں

مکاں میں رہیں جبکہ سب رات بھر مکاں پر گئیں پھر وقت سحر

خواصیں محل کی پریشان تھیں نہ آنے سے بی بی کے حیران تھیں

لگیں پوچھنے سب ہمیں دیکھکر کہ بی بی کہاں ہیں ہمیں دو خبر

کہا میں نے سب کو کرو مت فتور کہ اک دوست بی بی کے گھر ہیں حضور

رہینگی وہاں اور بھی دو پہر ہمیں کر دیا ہے روانہ ادھر

ہوئے پھر تو خاموش خاص و عوام ہوئی صبح غم میں مصیبت میں شام

رہیں اس تردد میں اے نیک ذات کہ گزری ہے بی بی پہ کیا واردات

گئی رات کچھہ کچھہ نہ شہرہ کیا جو دریا کی جانب تھا در وا کیا

سنایا یہہ ملاح کو پھر شتاب یہہ کشتی جو نازک ہے مثل حباب

اسے پار دریا کے لے جایئے جو بی بی ملے ڈھونڈھ کر لایئے

یہہ سنتے ہی ملاح بےخطر ادھر یہہ کہا اور پہنچا ادھر

گئی رات آدھی اسی دھیان میں / تو آئی صدا کچھ مرے کان میں

جو دیکھا تو بی بی ہے شمس النہار / مگر ہے سفینے کے اوپر سوار

نقاہت سے ہلنے کی جرأت نہیں / اوترنے کی کشتی سے طاقت نہیں

نہ تھا کچھ اترنے کا یارا اسے / سفینہ سے میں نے اتارا اسے

کسیکو نہ واقف کیا راز سے / لٹایا چھپر کھٹ پہ انداز سے

جو طاقت ہوئی جسم اور جان میں / بلا کر کہا یہہ مرے کان میں

پیادہ ہیں کشتی پہ اسوار دو / انہیں خرچ کو سرخ دینار دو

نہ دینا کبھی اس سے کم زینہار / کہ ہتیلی کے اندر ہوں درہم ہزار

جو بی بی نے ارشاد مجھکو کیا / اسیطور پر میں نے گن کر دیا

نہ اب کچھ کرو فکر اے جاں نثار / کہ ہے خیر و خوبی سے شمس النہار

کنیزک کا آخر ہوا جب کلام / کہا جوہری نے بھی قصہ تمام

کنیزک نے پھر اشرفی دو ہزار / کہ دی جوہری کو بھی کرکے شمار

زرِ سرخ لونڈی سے جب لے لیا / ادا شکر پھر جوہری نے کیا

جو غیروں سے لایا تھا اسباب کو / بنا کر دیا اپنے احباب کو

ادھر سے جو کچھ مطمئن ہو گیا / تو عاشق کے پھر دیکھنے کو گیا

یہہ عاشق کا احوال آیا نظر / کہ آنکھیں تو ہیں بند اور بے خبر

اسیطور وہ ایک کروٹ پڑی / کہ جیسے بچھونے میں سلوٹ پڑی

نہ کیونکر رہیں بند آنکھیں بھلا
برا حال دیکھا جو بیمار کا
کہا ''زندگی ہے تو سب بات ہے
کہا اسطرح سے یہہ غمخوار نے
دیا ہاتھہ میں ہاتھہ پہر پیار سے
مجھے دیکھنے آپ آئے یہاں
مری ہر جگہہ پر رعایت ہوی
کہا جوہری نے یہہ کیا بات ہے
مجھے چین ہے تیرے آرام سے
نظر دوست پر اپنے فرمایئے
بڑی منتوں سے اٹھایا اسے
خوشامد سے منت سے اصرار سے
پہرا دل جو کہانے سے بیمار کا
کہا،، اے برادر نہو بیقرار
کئی بار چاہا یہہ غمخوار نے
بڑی دیر میں پہر اجازت ملی
ہوئی صبح سوجھی نہ کچھہ کار کی

برا حال کیا اپنا دکھیں بھلا
بڑہا اور کچھہ رنج غمخوار کا
تماشا ہی سب جان کے ساتھہ ہے
وہیں کہولدی آنکھہ بیمار نے
یہہ کہنے لگا اپنے غمخوار سے
اٹھائی مرے واسطے تونے زیاں
ہوا مجھپہ احساں عنایت ہوی
اطاعت تری فرض و سنت ہے
شفا ہے مقدم ہر اک کام سے
توانا ہو تن کچھہ تو اب کھایئے
جو کہانا منگایا کھلایا اسے
کیا نوش کچھہ خاطر یار سے
لگا پوچھنے حال دلدار کا
کہ اچھی طرح سے ہے شمس النہار
اٹھی واں سے مانا نہ بیمار نے
گیا جوہری گھر جو رخصت ملی
گیا پہر عیادت کو بیمار کی

جو دیکھا اسے عاشق زار نے | ارادہ کیا پھر یہہ بیمار نے
کہ نقصان کا جلد دے کچھہ بدل | یہہ سنتے نہ چاہا کہ دی کچھہ بدل
کہا کچھہ زباں سے جو بیمار نے | کہا،، دیدیا مجھکو دلدار نے
بنایا اُسی زر سے اسباب کو | امانت دیا اپنے احباب کو
سنائی سخاوت جو دلدار کی | زیادہ نہ عاشق نے تکرار کی
کسیکو نہ بیمار کی آس تھی | مگر جوہری کو بھی کچھہ یاس تھی
گیا گھر میں شب بھر رہا بیحواس | ہوئی صبح لونڈی ملی پُر اُداس
کہا جوہری نے کہ اے خیر خواہ | کہو حال اب کس لئے ہے تباہ
ہوئی کس لئے بیحواسی کہو | یہہ چہرہ پہ ہے کیوں اُداسی کہو
کیا عرض لونڈی نے اے حق شناس | یہہ لونڈی نہیں بے سبب بیحواس
سنو ہوش اَب یوں ہمارے گئے | ہوئے قتل تم ہم بھی مارے گئے
ترے گھر میں آئی جو ہم اے عزیز | تو تھی ساتھہ بی بی کے جو اک کنیز
ہوئی ایکدن آسیہ بی بی خفا | وہ سمجھی خفا ہیں کرینگی جفا
ہوا خوف سے دل پہ صدمہ عجب | خلیفہ سے جا کر کہا حال سب
سنا جب خلیفہ نے سب ماجرا | تو بھیجے وہیں ہیں خواجہ سرا
پکڑنے کو بی بی کے آئے سبھی | اُسے لیگئے جمع ہو کر ابھی
کیا کیا اُسے پھر نہیں یہہ خبر | تمھیں دوں خبر جلد آئی ادہر

نصیحت یہی ہے ہماری تمہیں   اگر جان اسدہم ہے پیاری تمہیں
نہ اس شہر میں سانس لِلّٰہ لو   اُڑو شاہزادہ کو ہمراہ لو
سُنا جوہری نے جو احوال یہہ   کہا شاہزادہ سے سب حال یہہ
یہ سُنتے ہی پہلے تو غش کر گیا   کہا جوہری نے کہ یہ مَر گیا
افاقہ ہوا پھر جو جانباز کو   کہا اب چلو شہرِ انباز کو
کروگے ذرا دیر بھی آہ تم   نہ پاؤگے چلنے کو پھر راہ تم
خلیفہ کی ساعت میں آکر سپاہ   کریگی مجھے بھی تمہیں بھی تباہ
تو پھر شاہزادہ نے گھوڑے لیئے   جواہر لیئے کچھہ تو توڑے لیئے
مُصیبت زدہ پھر چلے رات بھر   ہوئی صُبح لی سانس زیرِ شجر
ابھی دم شکستہ تنوں نے لیا   وہیں مال سب رہزنوں نے لیا
گئی بھی تو اِک رنجِ دیگر گئے   وہ کپڑے بدن کے بھی لیکر گئے
کہا شاہزادہ نے اُنسے جوہری   یہہ ہے گردشِ چرخِ نیلوفری
ترس کہاؤ حالت بُری دیکھہ کر   بہرا دو گلے پر چہری دیکھہ کر
کہا جوہری نے کہ صابر رہو   نہ دم مارو مرضی پہ شاکر رہو
خدا جانے کیا آئے آگے پڑے ہو   کہیں اور جا کر نمازیں پڑھو
غرض وہ اسیرِ کمندِ بُلا   وہیں ساتھہ پھر جوہری کے چلا
چلے کوس دو کوس جب راہ میں   نظر آئی مسجد عجب راہ میں ؛

رہی جاکے مسجد میں یہہ بے خطر ہوئی صبح اِک شخص آیا نظر
اداکر چکا جب نمازِ سحر توکی اُسنے اِن کیطرف بہی نظر
کہا پہر یہہ جانا کہ ہو اجنبی بتاؤ یہہ بہر خدا و نبی
کہاں ہے مکاں کیوں مصیبت ہوئی کہ عُریاں ہو تم کیا حقیقت ہوئی
کہا گہر تو اے شخص بغداد ہے لُٹیروں نے لُوٹا یہہ رُوداد ہے
کیا پیر نے بات سُنکر خطاب مکاں پر چلیں آپ میرے شتاب
گزارہ ہے مشکل یہاں آپ کا یہہ نزدیک گہر ہے مکاں آپکا
دل وجاں سے خدمت تمہاری کروں جو روکے کوئی جاں نثاری کروں
سُنا یہہ تو دونوں نے سوچا وہیں کہا دلمیں اپنا ہو وے کہیں
خلیفہ نے بہیجے ہوں یاں اشتہار نشاں دیکہہ کر یہہ بصد افتخار
سُنی پہر ہماری نہ فریاد کو کرے ظلم پہنچائے بغداد کو
یہہ سب سوچکر پہر کہا پیر سے نہ حضرت خفا ہوویں تقریر سے
تکلّف ہے کیا آپ سے اب ہمیں یہ عُریاں نہ دیکہیں کہیں سب ہمیں
کہا پیر سے جب کچہہ آہ بہید تو لے آیا دو چادریں وہ سفید
جو پایا نہیں بہوک سے ناتواں ہو پہر مکاں کیطرف وہ رواں
گیا گہر میں لونڈی کو کہانا دیا وہ لائے تو کچہہ جوہری نے لیا
بُرا حال تہا عاشقِ زار کا چلا دل نہ کہانے پہ بیمار کا

جو بچھڑوں سے دل کے اٹھا ہے مزا | اُسے خاک کہانوں سے آئے مزا
جو پیتے ہوں ہر وقت خون جگر | تو ہو خاک پانی پہ اُنکی نظر
کیا ہو کچھ بیان ہجران دلدار کا | ہوا اور ہی حال بیمار کا
جو پہر دیر میں یار پر کی نظر | ڈرا جوہری حال کو دیکھکر
مرض جب ترقی پہ پایا گیا | عیادت کو پہر پہر آیا گیا
کہا جوہری نے کہ اے مرد پیر | مرے دوست کا ہے یہہ وقت اخیر
بہت جلد آئینگے غافل رہیں | جو کچھہ اور ہو حال شامل رہیں
گیا اپنے گہر کو جو پیر شریف | ہوئی نبض پہر ناتواں کی ضعیف
کہا، بوالحسن نے کہ اے جوہری | ترے دوست کا وقت ہے آخری
نہیں اور دیکھیں جو حالت تباہ | مری حال کے آپ ہیں اب گواہ
صنم کی تصوّر میں ہر دم رہے | محبت میں ثابت قدم ہم رہے
جو کچھہ عشق نے مجھہ کو صدمہ دیا | مصیبت کو رحمت میں سمجھا کیا
نہ مرنیکا غم ہے برادر مجھے | کہ جینے سے مرنا ہے بہتر مجھے
جو ہے آہ وزاری تو اس جوش میں | موئے ہم نہ مادر کی آغوش میں
جہانمیں ہے یہہ ہی عبث گفتگو | ہوئی کس کی پوری یہاں آرزو
مری روح جب جسم سے ہو رواں | نہ غسل و کفن مجکو دینا یہاں
نہ یاں قبر میں میرا لاشہ دہرو | حوالہ مجھے میزبان کے کرو

پہر دوسری اماں کو جاکر خبر
چہپا آنکہہ سے نیر انور نظر

بتا دو یہا تکا کہ واں مرگیا
یہہ آخر وصیت ہمیں کر گیا

نہ گہر پڑ ہیں آہ و فریاد میں
کریں دفن لیجا کے بغداد میں

نہ پہر یاد آہ و بکا سے کرو
دعا مغفرت کی خدا سے کرو

موا عشق میں کام اسکا تمام
کیا جوہری نے نہ واں پر مقام

ادا ہو وصیت یہہ نیت ہوئی
کیا جسطرح سے وصیت ہوئی

نہ پہر لاش پہ آہ و فریاد کی
بہت جلد لی راہ بغداد کی

یہہ ہی جوہری نے جو آکر خبر
چلی جلد ماں اسکی پاکر خبر

گئی اور لے آئی بغداد میں
مہینوں رہی آہ و فریاد میں

کسی روز پیش مکان جوہری
ٹہلتا تہا آئی نظر اک پری

تو پہچانکر آہ اکبار کی
کہا وہ ہی لونڈی ہے دلدار کی

مکانپر اسے جانکر لے گیا
غرض اسکو پہچانکر لے گیا

کیا شاہزادہ کا سارا بیاں
کہا اسکا تابوت آیا یہاں

کہی یہہ حقیقت بہی بیمار کی
موا ہے محبت میں دلدار کی

یہہ کہہ کر جو رونے لگا جوہری
تو رونے لگی ساتہہ اسکے پری

یہہ مطلق نہ تہی جوہری کو خبر
کہ گزرا ہے کیا آہ معشوق پر

کنیزک پکاری کہ ائی جان نثار
گئی ساتہہ اسکی ہی شمس النہار

جو مرنا صنم کا پری نے کہا ۔ تو رو کر اُسی جوہری نے کہا
بتا یہہ کہ کیونکر قضا کر گئی ۔ کہا عشق میں یار کے مر گئی
ہُوا حال معشوق کا جب عیاں ۔ تو کرنے لگے ملکے آہ و فغاں
تأمّل سے پہر اشک کو پونچھہ کر ۔ لگا جوہری کہنے اَے سیم بر
خلیفہ کو لونڈی نے کی جب خبر ۔ یہہ کہہ کیا حقیقت ہوئی مشتہر
صنم سے خلیفہ نے کیا کچھہ کیا ۔ اُسے مار ڈالا کہ جانے دیا
یہہ کہنے لگی وہ یہہ ہے ماجرا ۔ خلیفہ نے بہیجے جو خواجہ سرا
اُنہوں کی سُنا کچھہ نہ فریاد کو ۔ اڑوہی سب پکڑ کر پری زاد کو
تڑپتی ہوئی جان کہوتی ہوئی ۔ گئی پاس شوہر کے رُوتی ہوئی
جسے ہووے مرنے پہ اپنے نظر ۔ اُسے کیا کسیکا ہی خوف و خطر
خلیفہ کے پہنچی جو بی بی حضور ۔ کہاں پہر وہ غصّہ کہاں پہر قصور
جو دیکھا الگ رنج سارے ہوئے ۔ کہاں سر اٹہاتے ہیں مارے ہوئے
نہ تہا نشّۂ عشق سے ہوش میں ۔ لیا اپنے دلبر کو آغوش میں
نہ پہر رنج اُسکو ذرا سا دیا ۔ دیا بہی تو ہر دم دلاسا دیا
نہیں یہہ کہ ذلّت سے رخصت کیا ۔ بڑی اُسکو عزّت سے رخصت کیا
گراں بار بی بی کو خلعت دیا ۔ ہوا سرنگوں تاجِ عزّت دیا
جو آکر محل میں وہ داخل ہوئی ۔ تو کچھہ اور کیفیّتِ دل ہوئی

جو بیٹھی نہ اُٹھنے کی طاقت رہی
بلا کر یہی بات مجھہ سے کہی

رہی اب تلک تو مری رازدار
بہت شاد تجھہ سے ہوں اے غمگسار

مسافر یہہ جہاں ہی اک رات کا
صلہ کیا کرے تیری خدمات کا

کہا بیٹے بی بی نہ ایسا کہو
خدا یہہ کرے تم سلامت رہو

کوئی رنج ہووے نہ آپ پر
کنیزیں فدا ہوویں سب آپ پر

ہوئی رات آیا خلیفہ وہیں
فقط مجھہ سے دو تین باتیں کہیں

جو محفل کا سامان سارا ہوا
تو پھر گانیوں کو اشارہ ہوا

بہت عورتیں راگ گانے لگیں
کئی اُٹھیں باجہ بجانے لگیں

ادب سے جو بیٹھی تھی شمس النہار
خلیفہ ہوا دیکھہ کر بے قرار

جو کھینچا بغل میں گئی جبر سے
نہ آغوش کم تھی اُسے قبر سے

سُنا راگ ابرِ الم چھا گیا
بغل میں خلیفہ کے غش آگیا

نہ فرقت کے مارے محل میں موئی
خلیفہ کی آکر بغل میں موئی

الگ سر سے بارِ لحد ہو گیا
بغل میں فشارِ لحد ہو گیا

خلیفہ پکارا کہ پیاری گئی
بغل سے ابھی جان ہماری گئی

فقط راگ سے مُنہ کو موڑا وہیں
ہر اک ساز گانے کا توڑا وہیں

سبھی کا غم و رنج سے دل بھرا
ہوئی محفل جشن ماتم سرا

خلیفہ بھی روتا رہا رات بھر
کہ آنکھوں سے دریا بہا رات بھر

ہوئی صبح کو دفن شمس النہار | وہ خورشید رو ہی میان غبار

کہو بات وہ اب جو منظور ہو | کہ عاشق صنم سے نہ کچھ دور ہو

تہ خاک دونو کو باہم کریں | اسی مقبرہ میں اسی ہی دہریں

جو تابوت عاشق کا لاؤں یہاں | ملے اسمکانیں اسی ہی مکاں

کہا جوہری ذکر اے مہ جبیں | جو تابوت لاؤں یہہ مشکل نہیں

وہاں لاش لیجانے مقدور ہے | خلیفہ تو واں سے نہیں دور ہے

کہا پھر یہہ لونڈی نے اے غمگسار | ہمارا وہاں پھر ہے سب اختیار

کہ بی بی کی تہیں لونڈیاں جسقدر | جو رہتی تہیں خدمت میں شام و سحر

انہیں مقبرہ میں مقرر کیا | تو مرنے سے پہلے وہاں گھر کیا

کیا مجھکو سردار ہر ایک پر | تو ڈالا مرا بار ہر ایک پر

خلیفہ کو دونو کی ہے سب خبر | چھپائے چھپے عشق کی کب خبر

کہا جوہری نے جو مختار ہو | تو بہتر ہی سب سے یہی کار ہو

اشارہ سے مادر کے مدفون کیا | اسے پاس دلبر کے مدفون کیا

مسلمان نزدیک اور ڈور کے | قریب آکے ہر قبر پر نور کے

تو کرنے لگے مغفرت کی دعا | پھرا پھر گل حمد سے مقبرا

ذکر شہزادہ جن کا جو قید عشق میں موا

دکھا ساقیا وہ طلسمات آج
لکھوں کچھہ تماشائے جنات آج

مزا دے جو بھی زعفرانی شراب
نیا تو ہو قصہ پرانی شراب

فقط ایک ساغر کی ہے احتیاج
ملے آب بن جاؤں آتش مزاج

اگر نشہ میں شعلہ ور ہو زباں
جو بھی ہو کسی شمع رو کا بیاں

سنا عشق لوگوں نے انسان کا
کروں ذکر عشق بنی جان کا

ہوا عشق آفت سبھی جان پر
محبت سے کیسی بنی جان پر

کسی شخص نے آنکھہ سے دیکھہ کر
لکھا مجتہد کو کہ اے رہبر

نظر آیا مجھکو عجب ماجرا
کہ ہے قابل عرض سب ماجرا

جو راجہ یہاں کا ہے ہندو جناب
سنا ہیں کسیکو کرے وہ عتاب

سنے وہ کہاں کلمہ خیر کو
کہے وہ کہ تہمت یہہ ہے دیر کو

تعصب سے جیتا نہ چھوڑے ہمیں
وہیں مثل پتھر کے توڑے ہمیں

یہہ جس شخص نے مجتہد کو لکھا
تو کہتے ہیں سچا اسے رہنما

جو پھر مشتہر مجتہد نے کیا
تو تسلیم ہر معتقد نے کیا

جو اخبار میں بات تحریر ہے
زبان قلم پر وہ تقریر ہے

کسی دن کوئی آفت روزگار
گیا دیر میں مضطر و بیقرار

صنم تھا عجائب مگر حق شناس
مسلمان کی کافر کا بدلا لباس

نہ یہہ کام بھی خیر کا کچھہ کیا
صنم نے ادب دیر کا کچھہ کیا

نہیں سرخ ماتھا کسی لاگ سے
بھرا ہے یہہ خورشید اک آگ سے

جبیں آگ سے جب منور ہوئی
دھواں زلف شعلہ کے سر پر ہوئی

بیاں کیا مقدر کی تائید کا
بھنویں تیغیں عکس خورشید کا

یہہ قوس قزح ہیں جبیں آفتاب
نظر شعلہ رو کی ہے تیر شہاب

عجب آتش حسن کا ڈھنگ ہے
ہر اک عضو میں آگ کا رنگ ہے

کہاں ہے سب ناک اونچا ہوا
جلانیکو شعلہ ہے ابھرا ہوا

بھبھوکا اگر قامت یار ہے
گل آتشیں سیمیں رخسار ہے

کہاں پائے منہ کی کوئی تاب کو
یہہ غنچہ گل شمع ہے رات کو

خضر لب کو ہے دیکھکر داغ داغ
کہ روشن ہے چاہ ذقن پر چراغ

لبوں نے جلایا ہمیں آگ سے
ہوا خشک چاہ ذقن لاگ سے

صراحی کہاں گردن یار ہے
گلا شعلہ مشعل نار ہے

نہیں ذکر سینہ کا کچھہ لاگ سے
پھپھولے پڑے حسن کی آگ سے

نظر کب کمر پر ہے اس آگ میں
وہ موئے سمندر ہے اس آگ میں

جبیں سے جو کچھہ ناف تک رنگ ہے
کف پا تلک سب یہی ڈھنگ ہے

پڑے کیوں نہ کبک دری پاؤں پر
کہ رکھتی ہے آتش پری پاؤں پر

ہر اک عضو جب نور افشاں ہوا
قد یار سرو چراغاں ہوا ؂

ڈوپٹہ جو سر پہ زریدار ہے
نہ کاکل پہ سکا کوئی بار ہے

ڈوپٹہ میں کاکل میں کب فرق ہے — وہ کالی گھٹا ہے تو یہہ برق ہے
ڈوپٹہ سے کرتی کو کیا لاگ ہے — تہ دامن برق اک آگ ہے
جو انگیا ہیں بوٹی ہو کمخواب کی — چمک جسمیں ہے کرم شبتاب کی
تو اپنی ہی جالی میں انگیا پہنی — دو بازو میں سونے کی چڑیا پہنی
عجایب ہے لہنگے پہ کار زری — پری کا ہو ہر بال تار زری
کریں مول جسکا وہ لہنگا نہیں — کرن کے بدل تار مہنگا نہیں
کہیں کیا صنم قابل دید ہے — جسے خوب دیکھا وہ خورشید ہے
بتوں کے کوئی شمس بھی پاس ہے — برہمن محبت سے شناس ہے
ہوں خوش برہمن بہلا دیر میں — صنم اپنے پاؤں چلا دیر میں
برہمن پکارے فدا جان ہو — بتاؤ پری ہو کہ انسان ہو
بہت کی ہو سیر زمیں آجتک — نہ دیکھے ہیں ایسے حسیں آجتک
برہمن نے پاؤں پکڑ کر کہا — پریزاد نے یہہ بگڑ کر کہا
بکو مت یہہ کیا کلمۂ ننگ ہے — جہانمیں حسیں ایک سے ایک ہے
یہہ باتیں تو جانے دو مطلب سنو — ادہر آؤ باتیں مری سب سنو
جو بنیاد مسمار ہو دیر کی — تو نکلے کوئی راہ پہر خیر کی
دبائی ہو اک لاش زیر مکان — تہ لاش ہو ایک گنج گران
خزانہ ہے موجود بے رنج لو — مجھے لاش دو مفت میں گنج لو

نہ پوچھو بتونکو خدا سے ڈرو — الگ دیر سے پتھرونکو کرو

برہمن یہہ سنکر پکاری سبھی — کہ یہہ بات بی بی نہ کہنا کبھی

جو دیوی کا ہو روپ ٹھہرویاں — تمہارا خزانہ تمہارا مکاں

کریں آپ لفت اگر دیر سے — برہمن مسلماں نہیں خیر سے

جو نزدیک تھے ناظم و کوتوال — انہوں نے سنا جب کیا یہہ خیال

کہ جاتی ہی کرلو گرفتار اب — گئی دیر میں حال دیکھا عجب

کریں دیر کا اب کہاں انتظام — کہ اپنا ہی بگڑا یہاں انتظام

رہی نشۂ عشق سے تاک میں — ملے آتش حسن سے خاک میں

دلونکو سنبھالا کیا یہہ بیاں — مٹاتا ہے بت دیر کا کیوں نشاں

کرو غور آبادی دیر پر — نہ ہو دے یہاں بربادی دیر پر

مٹا اے صنم جب نشاں دیر کا — رہیگا کہیں کب نشاں دیر کا

یہاں ہے غنیمت گزر آپ کا — گرانیں اسے آپ گھر آپکا

بچیں کسطرح سے کہو جان نیم — کہ راجہ ہے ہندو مسلمان ہم

کیا تونے بسمل جو ہرن ہمیں — تو ماریگا راجہ ہی گردن ہمیں

کہا سرنہ کہا و زیادہ مرا — کرونگی جو کچھ ہے ارادہ مرا

یہہ بولی کرینگے گرفتار ہم — ڈرو تم یہہ کہتے ہیں سو بار ہم

جو پتھر کا اک بت تہا سر بسر — بلایا غضب میں اسے دیکھکر

وہ آیا گئی اُسپہ یہہ کُود کر
کہا محتسب کو وہیں دیکھہ کر

بہادر ہو چلتی ہوں تُو کو مجہے
نکالوں ابہی دانت تُو کو مجہے

گرا محتسب وہ گئی خیر سے
جو اُٹھی تو باہر ہوئی دیر سے

ہوئی شام تہا خوف سے تنگدل
پڑا رات کو دیر کے متصل

کُھلی آنکھہ شب کو یہہ آیا نظر
کہ اُٹھتی شعلیں ہیں ہزاروں شرر

ہوا پر تو بنیاد ہے دیر کی
عمارت ابہی برباد ہے دیر کی

جو کی غور پہر چشم نمناک سے
برآمد ہوئی لاش اِک خاک سے

یہہ دیکھا کیا صاف تن لاش کا
ہوا جلد غسل و کفن لاش کا

ندا دی جنازہ ابہی تیار ہے
وہ آئے یہاں پر جو دیندار ہے

خدا و نبیؐ کی اطاعت کرے
ادا اب نمازِ جماعت کرے

جماعت میں جانے کی جرأت کسے
جو سُنکر بچاؤں یہہ طاقت کسے

یہہ ڈر تہا مسلمان پا کر مجہے
بچاؤں کریں قتل آ کر مجہے

غرض میں جماعت میں شامل ہوا
خدا کی اطاعت میں شامل ہوا

فراغت جو پائی کیا سرفراز
کہ بخشی مجہے چادر جا نماز

جنازہ کو لیکر ہوئے وہ رواں
کروں ساتہہ اُنکا یہہ طاقت کہاں

نظر آئے مجہکو برابر سبہی
کہ تہے قامت و قد میں ہمسر سبہی

جنازہ کو کاندہا جو دینے لگا
وہ تابوت ہاتہوں میں لینے لگا

نہ پہنچا جنازہ تلک ہاتھ پھر
جنازہ کا مشکل ہوا سات پھر

سبھی سے جو پیچھے تھا مرد ضعیف
جو آیا برابر مرے وہ شریف

کہا یہہ کہ پیچھے ہٹو اے جوان
نہ پہنچو گے تم لاش تک مہربان

کہا مینے اُس پیر سے انجناب
یہہ کیا حال ہے کچھہ تو بخشو جواب

کہا اب تو موقع نہیں بات کا
جو دن ہو کہوں حال اس رات کا

ہوئی صبح کرنے لگا انتظار
اِدھر اور اُدھر تھی نظر بار بار

کہ اتنے میں آئے ملاقات کو
کہا آپ کہتے تھے کیا رات کو

تو کی عرض اے پیر والا صفات
بتاؤ تو کچھہ فکر سے ہو نجات

چڑھا بیل پر کون دلبر کہو
چلا بیل پتھر کا کیونکر کہو

کہو ڈیرہ مسمار کیونکر ہوا
اُسیوقت تیار کیونکر ہوا

ہوئی لاش کس کی زمیں سے عیاں
وہ تھے کون لیکر ہوئے جو نہاں

تو کی پیر نے سُنکے یہہ گفتگو
سُنو حال گر ہے یہی آرزو

ہوئی بیل پر ڈیرے سے جو رواں
ہماری بھتیجی ہے وہ نوجوان

نہ تھی لاش بھی غیر کی اے پسر
جو بھائی تھا میرا تو اُسکا پدر

چھپے لاش لیکر نہ انسان تھے
یہہ جن ہے وہ قوم بنی جان تھے

تعجب نہیں ہے جو اسباب میں
کہ بگڑا بنا ڈیرا اک رات میں

عطا کی ہے جرأت خدا نے ہمیں
یہہ بخشی ہے طاقت خدا نے ہمیں

روان خشت پر ہوں اُڑیں سنگ پر
اُٹھائیں محل کو ہر اک ڈھنگ پر

کہا میں نے یہہ بھی تو معلوم ہو
دبایا تھا کیوں دیو میں لاش کو

کہا پیر نے ہو بیاں مختصر
وہ دختر کہ دیکھا جسے ای پسر

اُسے خیر سے جو دہواں سن ہوا
فدا اُسپہ شہزادہ جن ہوا

کہا شاہزادہ نے یہہ شاہ سے
مرا عقد ہو میرے دلخواہ سے

خبردار ہر بات سے شاہ تھا
برادر سے دختر سے آگاہ تھا

کہا شہ نے یہہ عقد بہتر نہیں
رعیت ہی وہ اپنے ہمسر نہیں

سنا یہہ جنوں پھر زیادہ ہوا
محل سے رواں شاہزادہ ہوا

کسی نے یہہ دی شاہ کو بھی خبر
کہ جاتا ہی آنکھوں سے نور نظر

بلایا محبت سے فرزند کو
مکانیں کیا بند دلبند کو

کسیدن اسیر کمند بلا
الگ بیڑیاں کر پیادہ چلا

وہاں سے ہمارے مکانپر گیا
اوڑا تیر بنکر نشاں پر گیا

گہا جس گھڑی یہہ میان مکان
گئے پیچھے پیچھے بھی دو پاسبان

اُنھوں نے گھسیٹا اُسے جور سے
پکارا برادر کو وہ شور سے

کیا منع بھائی نے ہر طور پر
وہ ظالم تھے قائم رہے جور پر

نہ باتوں سے جبدم صفائی ہوئی
برادر میں اُنکیں لڑائی ہوئی

رکا جب تو ٹکڑے کیا ایک کو
جو بھاگا تو جانے دیا ایک کو

سنا ایک سے شاہ نے حال جب
برادر کو ٹکڑے بلا کر کیا
یہہ مرنے پہ صدمہ دیا شاہ نے
کیا اسلیئے دفن سب سے جدا
رہا آہ دنیا میں کب شاہ ہے
مُوا قید میں عاشق نیک بخت
جو ہے آج کل خسرو نا مور
تو پہر لیگئے ہم پرستان میں

برادر کو سیر کیا پہر طلب
پسر کو وہیں قید آکر کیا
کیا دیر میں دفن گمراہ نے
کہ نازل رہے وانپہ قہر خدا
مُوا شاہزادہ بھی اشباہ ہے
ہوا اور ہی مالک تاج و تخت
نکالا ہے لاشہ اُسے پوچھکر
کیا دفن قوم بنی جان میں

محفل دوم

بیان میں اُن عاشقان مجازی کی کہ جنہوں نے خوفِ خدا سے عین وصال میں ترکِ ہوس کی بتوں سے کنارہ کیا کوئی امر خلاف حکمِ خدا

نہ گوارا کیا اللہ نے جب اُن کو ثابت پایا
دُنیا ہی میں اپنے کرم سے مِلایا

رہا ساقیا وہ بیان کل بات ہے ۔ نظر آج ہے ہر گھڑی اپنے
طبیعت جو کل تھی کہاں آج ہے ۔ یقیں تھا ہمیں کل گماں آج ہے
جو ہے آج بھی رنگ ہے کل کہاں ۔ کہ آخر کو وُہ بزمِ اوّل کہاں
سُنا ہمنے کل رات جنکا بیاں ۔ ہمیں آج وُہ یادعاشق کہاں
جو پھرتی تھی آنکھوں میں کل مہ جبیں ۔ نہ وہ آج ٹھہری نظر میں کہیں
ہُوا کل خیالوں میں جنکا گزُر ۔ نہ وہ خواب میں آج آئی نظر
کیا کل جنہیں یاد ہر بات میں ۔ بھُلایا اُنہیں آجکی رات میں
طبیعت کی اپنی نہیں بھول ہے ۔ زمانہ کا ایسا ہی معمُول ہے
بس اب دُوسری بزم کا طور ہے ۔ نیا ذکر ہے دوسرا دَور ہے
جو ہو طول قصّہ کوئی بات ہے ۔ یہہ محفل فقط رات کی رات ہے
اگر جام بخشے تو ہمّت کروں ۔ کہ عشقِ بُتاں کی مذمّت کروں
کُھلے نشّہ میں گر زیادہ زباں ۔ کروں تارکانِ ہوس کا بیاں
نفیسہ نے قصّے سُنائے تمام ۔ محبّت کے رُتبہ جتائے تمام

نفیسہ سُنا کر ہوئی جب خموش ۔ کیا پھر عقیلہ نے جوش و خروش

کہا شاہزادی سے پیاری سُنو ۔ نفیسہ کی سُن لی ہماری سُنو

نفیسہ نے جو کچھ اشارہ کیا ۔ بیاں حال اپنا ہی سارا کیا

کہا اسنے اُلفت عجب چیز ہے ۔ برابر کوئی اسکے کب چیز ہے

ہلے عاشقوں سے امیر و فقیر ۔ ہوئے ان کے ناصح صغیر و کبیر

دوا کی دُعا کی بڑے شوق سے ۔ نہ باہر ہوئے عشق کے طوق سے

نہ سر سے بلائے محبت ٹلی ۔ کسی کی بھی یاں کچھ نہ پیری چلی

اثر عشق نے کچھ نہ ہونے دیا ۔ نہ ہنسنے دیا اور رُونے دیا

نہ تلوار ماری نہ کچھ سم دیا ۔ وہیں جان لی جگھڑی دم دیا

جتایا کبھی گھات سے دمبدم ۔ خدا کی محبت ہے عشق صنم

نہ سوجھی سپید و سیہ بات میں ۔ کیا فرق کچھ بھی نہ دن رات میں

کہاں ایک موقع پہ یہ بات ہو ۔ وہی نور ہو وہ ہی ظلمات ہو

جو ہو سایہ و نور کا ایک حال ۔ تو کہتے ہیں کس چیز کو پھر محال

یہہ ممکن نہیں ہے میان نگاہ ۔ وہی ہو سپید اور وہ ہی سیاہ

سیہ رنگ ہو یا ہرا رنگ ہو ۔ مٹے ایک جب دوسرا رنگ ہو

جگہہ ایک دلمیں ہے ایک کی ۔ سُنو ایک کی دل کہے ایک کی

جگہہ ایک دلمیں ہو اک چاہ کی ۔ صنم کی محبت کہ اللہ کی

جو دنیا میں دیر و حرم ایک ہو
تو عشق خدا و صنم ایک ہو

جنہیں ہے خیال خدائی جہاں
تو انکا انہیں دہیان ہے ہو وہ کہاں

بدی گر عدالت سے نیکی بنے
تو عشق مجازی حقیقی بنے

نہ یاں ایک کار بد و نیک ہو
اثر آب و آتش کا کب ایک ہو

تفلسف کی یہہ بات کس کام کی
کہے کفر کو راہ اسلام کی

نہ عشق خدا و صنم جمع ہو
نہ ظلمت نقاب رخ شمع ہو

ہمیشہ تو عشق صنم میں رہیں
اسے پہر خدا کی محبت کہیں

کہیں آپ عشق خدا جب اسے
تو کہتے ہیں پہر بت پرستی کسے

بتائے اگر عقل و تمیز ہے
محبت ہے کیا عشق کیا چیز ہے

کوئی عشق کا بہی جدا کام ہے
کہ یہہ خواہش نفس کا نام ہے

ہوائے جوانی کا یا شور ہے
کہ اک نان گندم کا یہہ زور ہے

کہ ہوتا ہے یہہ کثرت مال سے
کہ ہے عشق ابلیس کے چال سے

بتائو جو کوئی کرامات ہے
کہ مشہور دنیا میں اک بات ہے

سنائے جو اعجاز کی بات ہو
بتائے اگر راز کی بات ہو

کہے یہہ اگر کوئی آسیب ہے
کہ یہہ دین و دنیا کی اک زیب ہے

ہو عشق دنیا میں پیارا جنہیں
رلا کر محبت نے مارا جنہیں

کہو پہر جلائیگی الفت انہیں
زمیں سے اٹہائیگی الفت انہیں

جو معشوق عاشق ہوں گور سے | اُٹھینگے وہ کیا عشق کے زور سے

کمال محبت بتاؤ ہمیں | بتونکی بہی طاقت بتاؤ ہمیں

کرشمہ دکہائینگے کیا حشر کو | کسیکو جلائینگے کیا حشر کو

کہو کوئی عاشق بہی کچھہ بحال تہا | بتاؤ بتونکا بہی کیا حال تہا

دکہایا جفا و وفا میں اثر | کہ رکہتی تہی آہ و دعا میں اثر

تڑپتے تہے دونو برائے وصال | اجابت نہ تہی کیا دعائے وصال

دلوں میں جو دونو کے الفت یہی | تو کیوں اس محبت میں فرقت رہی

مُصفّا ادہر اور اُدہر راہ تہی | ملاقات کی ہر طرف چاہ تہی

ملاقات سے کسنے روکا انہیں | کہو بات سے کسنے روکا انہیں

جو ظاہر میں ملنے سے تکرار تہی | تو پوشیدہ ملنے سے کیوں عار تہی

اُنہیں جیتے مرنے پہ تہا بار کچھہ | کہ مرنے سے اُنکا بڑہا کار کچھہ

نہ یاں مل سکے حکم تقدیر سے | ملینگے تہ خاک تدبیر سے

نہ یاں پر یہ بیباک ہو کر ملے | زمیں کے تلے خاک ہو کر ملے

ہوئے خاک حکم خدا پاک سے | اُٹھینگے وہ کیا آپ ہی خاک سے

اُٹھا کر صنم عاشق زار کو | دکہائیگا کیا اپنے دیدار کو

خدا تو جلائیگا مخلوق کو | کہ عاشق جلائینگے معشوق کو

ہوا یہہ تو ظاہر بد و نیک پہ | کہ دی جان یاں ایک نے ایک پہ

ذرا دیکھیئے غور سے اسطرف — صلہ جاں نثاری کا ہی کسطرف

کہو کون مرینکی اب داد دے — کہ دیو داد مجنوں کہ فرہاد دے

نہیں کچھہ تو دنیا میں تھا اختیار — کہ کرتے تھے اپنے لیئے کاروبار

جہاں کچھہ تو تھا اختیار وصال — ہوا واں نہ انجام کار وصال

جو معشوق عاشق نہ پانیر ملے — تو پہر آپ سے کب ہانیر ملے

زمیں سے اٹھانا ہے کار خدا — کہ ہر خیر ہے اختیار خدا

جسے چاہے مارے جلائے وہی — وہی دور کر دے ملائے وہی

ہمارا عقیدہ ہے یہہ صاف صاف — کیا عاشقوں نے خدا کے اخلاف

کہو گر کوئی سلسلہ ہو جدا — مرض ہے تعشق کہ حکم خدا

جو قرآں میں اوصاف ہیں عشق کے — تو رتبے بیاں صاف ہوں عشق کے

اگر کچھہ حدیثوں میں تعریف ہو — زبانیر وہی آج تعریف ہو

خدا و نبی نے کہا ہو اگر — کہ دیکھو حسینوں کو آٹھوں پہر

نہیں منع تمکو کسیطور سے — نگاہیں ہتو نیر کرو غور سے

بنے دیکھنے کے لیئے گلعذار — گل حسن کی تم اڑاؤ بہار

وہ ہیں شکل منہ کی کہ خورشید کی — اجازت ہے حاصل تمہیں دید کی

کسیکی ہو دختر کہ ہمشیر ہو — نہیں عیب گر اسکو تشہیر ہو

کسیکی ہو زوجہ نہ پروا کرو — انہیں عشق سے اپنے رسوا کرو

کہیں یہ لکھا ہو بتاؤ ہمیں | جو دیکھا کہیں ہو دکھاؤ ہمیں

کہاں ہے یہہ حکم خدائی جہاں | کہ تم غیر عورت کو دیکھو یہاں

کہاں ہے یہہ حکم رسول انام | کہ دیکھو حسینونکو تم صبح و شام

کہاں ہے یہ حکم امام زماں | کہ دیکھو محبت سے روئے بتاں

جو دیکھا سنا ہے مجھے یاد ہے | خدائی جہاں کا یہہ ارشاد ہے

زناں سے کسیکے نہ محرم ہو | کرو عقد عورت سے ہمدم ہو

یہہ کیا عالم دین کا ہے اجتہاد | ملو غیر عورت سے حسب مراد

جو محرم ہو دیکھو اسے خیر سے | ملاؤ نہ آنکھیں کسی غیر سے

خدانے کیا منع جس چیز سے | سمجھہ لو اسے عقل و تمیز سے

خدا کا نہیں اسمیں سود و زیاں | کہ دونو سے ہے پاک جہاں

خدا سے پہر ساری خلقت اگر | خدائی میں اس کی نہو کچھہ ضرر

خدا کی جو طاعت کرے نیک و بد | خدائی کو اس کی نہ پہنچے مدد

عبادت ہے یا نیک اعمال ہے | یہہ بندونکو بہتر بہر حال ہے

یہاں پر جو معشوق و عاشق ہوئے | وہ سب دل کی خواہش پہ صدقے ہوئے

جو عاشق ہوا اپنے دلدار پر | فدا یا صنم عاشق زار پر

ہوا اللہ دونو سے بیزار ہے | یہہ مرنا ہی دونو کا بیکار ہے

کیا خاک گر خاک کی چاہ کی | گزر کی اطاعت میں اللہ کی

کسیکو کسی سے اگر چاہ ہے
وہ خوش ہے جو معشوق ہمراہ ہے

تسلی ہے ہر وقت دیدار سے
دل و جاں بہلتے ہیں گفتار سے

مرض ہے کہ یہہ عشق کا جوش ہے
فقط اپنے مطلب کا اب ہوش ہے

کسی پر اگر طبع مائل ہوئی
ملاقات پر خواہش دل ہوئی

اگر یار کو بات سے عار ہو
ملاقات کرنیسے انکار ہو

ادہر شوق بڑہتا ہے انکار سے
ادہر عذر ہوتا ہے اصرار سے

صنم کو جو ملنے سے انکار ہے
اسی بات کا سر پہ طومار ہے

اسی سے ہے عاشق کی دل پر غبار
ہوائی جگر سے جو اٹھا بخار

بگولا ہوا پہر کہ آندھی ہوئی
ہوا شاعروں کی ہے باندھی ہوئی

جسے عشق کہتی ہے خلقت غرض
جوانی میں ہوتا ہے یہہ بھی مرض

ہوا پیر انساں نقاہت بڑھی
گھٹا دل عصا سے محبت بڑھی

کہاں پہر کسیکی محبت کرے
حسینونکو دیکھے تو نفرت کرے

کسینے امام ششمؑ سے کہا
کہو معنئ عشق کیا ہیں شہا

ہوئے حرف زن اس طرح رہنما
یہہ ہے معنئ عشق سے مدعا

جسے درہم عشق حاصل ہوا
تو یاد خدا سے وہ غافل ہوا

یہہ فرماتے ہیں جعفرؑ راہبر
کسی کی نہ عورت پہ ڈالو نظر

کرو غیر زن پہ اگر بد خیال
ہو اُسے امین تمہاری عیال

زنایاں کرے جو کوئی غیر سے / رہے اسکی زوجہ نہ پھر خیر سے
زمانہ کی داؤد کے نقل ہے / عمل وہ کرے جس کو کچھہ عقل ہے
لکھا ہے کہ اک شخص نا آشنا / لگا ایک عورت سے کرنے زنا
نہ تھا ایک ہی فعل پر صبر سے / کئی بار آیا کیا جبر سے
ہٹا تھا نہ گمراہ بد کام سے / کہا اسکو عورت نے الہام سے
تو کرتا ہے یا غیر زنا جور سے / تری زوجہ مشغول ہے اور سے
اسے پھر ٹھہرنا ہی مشکل ہوا / بڑے جوش سے گھر میں داخل ہوا
یہہ دیکھا کہ گھر میں کہاں خیر ہے / تھا تیرے ہی داخل کوئی غیر ہے
فقط دہول دو چار جڑ کر اوسے / ہوا گھر سے باہر پکڑ کر اسے
کیا اسکو داؤد کے روبرو / زنا کا کہا حال سب مو بمو
پیمبر سزا پر جو مائل ہوا / نبی کو یہی حکم نازل ہوا
سنا دے شکایت کرے کیا بات ہے / تری فعل بد کی مکافات ہے
جو تو غیر عورت پہ مائل ہوا / تری گھر میں بھی غیر داخل ہوا
سناؤں ابھی اک روایت تجھے / کہ ہو عقل سے کچھہ ہدایت تجھے
کسیکا کسی شخص پر دل چلا / ہوا خوبی و شکل پر مبتلا
دکھایا ہوس نے کمال تپنگ / چلا شمع رو پر مثال پتنگ
کیا دل میں گھر شعلہ عشق نے / جلایا جگر شعلہ عشق نے

نہ یادہ ہوا جب خیال وصال　　گیا کوچۂ دلبر میں مثل خیال
نہ لی سانس دم بھر در یار پر　　چڑھا مثل سایہ کی دیوار پر
یہہ چاہا کہ ٹھہرے نہ دیوار پر　　گرے شوق سے لبستر یار پر
ہوس دل کی ساری نکالی کہیں　　اٹھائے کہیں ہاتھہ ڈالی کہیں
جو ہونا ہو کچھہ آج کی رات ہو　　لبو پر ہو لب ہاتھہ پر ہاتھہ ہو
کہا شحنۂ عقل نے ہوش کر　　نہ اتنا بھی دیگ ہوس جوش کر
جو سمجھا ندامت سے دلمیں گھٹا　　دبے پاؤں پیچھے ہی گھر کو ہٹا
جو پہنچا مکانمیں یہہ آیا نظر　　یہاں بھی ہے اک شخص دیوار پر
نظر ہے اسی بات پر غور سے　　کہ گھر میں گھسے وہ کسی طور سے
کہا دلمیں پندار نے سوچکر　　کہ نخل بدی کا یہاں ہے ثمر
بدی کا اسیدم مکافات لے　　کہ اس ہاتھہ دے اور اس ہاتھہ لے
کہا آخر برادر یہیں سے ہٹو　　ہٹا میں جہاں سے وہیں سے ہٹو
یہہ آیا جو گھر کو وہ گھر کو گیا　　یہہ آیا ادھر وہ ادھر کو گیا
جو دیندار دیوار پر جا چڑھا　　چڑھا وہ ادھر یہہ ادھر آ چڑھا
جو آنے تلک تھا وہ دیوار پر　　جتانا تھا یہہ فعل دیندار پر
کسیکے نہ تو دیکھہ ملبوس کو　　نہ دیکھے کوئی تیرے ناموس کو
نچھوڑے اگر جادۂ جبر کو　　تو گھر میں ترے راہ ہو گبر کو

یہہ سب اپنے مطلب کے مشتاق ہیں — حقیقت میں سمجھو تو فساق ہیں
جو مرنے تھے پہلی ملاقات پر — تو آخر کو دی جان ہی بات پر
جو دو شخص حکم بتاں سے مرے — تو تینوں حیائے جہاں سے ہیں
کوئی حکم مرنے کا پاکر موا — کوئی بت کو سینہ لگاکر موا
کوئی آگ میں آپ جل کر موا — کوئی خوف سے راہ چل کر موا
کوئی بیقراری کے مارے موا — کوئی آہ و زاری کی مارے موا
کوئی قید میں جان دیکر گیا — غرض داغ فرقت کا لیکر گیا
جو عاشق ہیں غیرت کے مارے موئے — یوں ہی مفت میں آہ سارے موئے
نہ کچھہ زندگی سے اٹھایا مزا — نہ مر کر ہی کچھہ آہ پایا مزا
یہہ اچھا تھا فردوس لیتے سبھی — خدا کے لیئے جان دیتے سبھی
اگر یہہ کہو ایک مرکے بلا — یہیں پر فدا جان کر کے بلا
عدم میں ہو کس کا گزر آپ سے — نہ گرتے وہ اٹھتے اگر آپ سے
یہہ ہے کام اک مرد ہشیار کا — مٹایا نشاں اسنے تکرار کا
اُسے عشق نے کب پھرایا وہاں — کسینے اٹھایا گرایا وہاں
کہو گر خدانے ہے ایسا کیا — کوئی مصلحت تھی جو ویسا کیا
کمال محبت سے یاں کیا مراد — مٹایا ہے بندوں سے اپنے فساد
خلاف خدا اگر کوئی بات ہو — تو کس راہ سے وہ کرامات ہو



یہی ہے فقط بات اے مہ لقا — خدا کا جو ہو حکم لائے بجا

خدا نے کہاں اِسطرح سے کہا — کرے اُسطرح جس طرح سے کہا

نہ کی جب کسیکے بہی حق پہ نگاہ — ہوا پہر وہ فردوس میں بادشاہ

صنم کو جو راہِ خدا پر دیا — سمجہنا یہی پہر خدا سے لیا

کیا ترک خوفِ خدا سے جسے — ہلا وہ ہے فضلِ خدا سے اُسے

جو خوفِ خدا سے کنارے ہوئے — بتونکو وہی لوگ پیارے ہوئے

تماشائے قدرت دکہایا ہمیں — ہمیں جنکو چہوڑا تہا پایا ہمیں

کہوں داستاں ہو اثر بات میں — صداقت سخن کی ہو ہر بات میں

پلا جام اے ساقیِ دادرس — کہ خوفِ خدا سے ہو ترکِ ہوس

سُنوں کچہہ میں ماجرائے حبیب — کہیں دور جاؤں اگر ہو قریب

جو ہو سیم بہی نہ رغبت کروں — ملے ساتہہ سُونا تو نفرت کروں

دبائے نہ شانِ امیری مجھے — پسند آئے آنِ فقیری مجھے

کروں نقل بہی تجہہ سے کوئی بیاں — کہ خوبیِ ترکِ ہوس ہو عیاں

بیاں ہے کسی نیک اعمال کا — پسر تہا کوئی صاحبِ مال کا

کسی چیز سے دِل لگایا نہیں — کوئی سانگ دُنیا کا بہایا نہیں

کیا دل نہ دِلدار کے ساتہہ میں — عناں توسنِ عمر کے ساتہہ میں

کسی وقت دِل کا کہنا کرے — نہ وہ خواہشِ جسم و جاں پر مرے

زمانہ کو دیکھا جو تمییز سے — تو نفرت ہوئی دلکو ہر چیز سے

پسر کے پدر کو ہوا یہہ خیال — برادر کی دختر ہے صاحب جمال

جو رشتہ ہو شادی دلبند کر — بھتیجی سے بیٹے کو پیوند کر

کہیں حسن و خوبی سے یہہ شاد ہو — رہیں دو نو خوش خانہ آباد ہو

نہ سمجھا جنہیں یاں ہے تمییز کچھ — سمجھتے ہیں بت کو نہ وہ چیز کچھ

نہ پھولی کوئی حسن کے بستان میں — بگڑتا ہے ہر خوبرو آن میں

گھڑی میں یہہ ساماں نظر آ گیا — وہ بلبل ہوا گل وہ مرجھا گیا

نظر آیا دم میں یہی آہ رنگ — ہوئی شمع گل وہ جلا وہ پتنگ

یہی شور لب پر ہے دم وہ چلا — وہ مشتاق گزرا صنم وہ چلا

قضا تو ہے ان کی گھات پر — کوئی دل لگائے تو کس بات پر

پسر کو جو کچھ یہہ راز ظاہر ہوا — پدر کے ارادہ سے ماہر ہوا

نہ مائل ہوا گل سے رخسار پر — توجہ ہوئی دشت پُرخار پر

ہوا جب پسر کو خیال سفر — چھپایا پدر سے بھی حال سفر

اٹھا عیش سے دل وطن سے چلا — رکا پھول سے دل چمن سے چلا

ابھی تھا یہہ لڑکا میان سفر — کہ لڑکی کوئی در پہ آئی نظر

پکارا یہہ دختر کو طفل اسیر — کہ ہو کون بولی یہہ دخت فقیر

نقاب یک بالائے رخسار ہے — اسی سے ہے ظاہر کہ نادار ہے



نہیں پاس دختر کے رختِ نفیس
ردا ایک سر پر ہے پیوند بیز

لگائے ہیں پیوند اُس ڈھنگ پر
لباسِ فقیری بھی ہے رنگ پر

بدنمیں ہے گو پیرہن ملگجا
پہ اُجلے سے میلا دُپٹہ سجا

نیا رنگ لایا پُرانا لباس
گدا نیمیں پایا شہانا لباس

نظر آئی جسوقت دختِ فقیر
غریب و ذلیل و فقیر و حقیر

اُدھر دیکھہ کر دلکو نفرت ہوئی
اِدھر دل کے ہٹنے سے رغبت ہوئی

جسے جی نہ چاہے تو چاہے اُسے
جسے دل یہ چھوڑے نبہائے اُسے

کہا گر یہی آج جوڑا بنے
پئے توسنِ نفس کوڑا بنے

کہا پھر کہاں ہے تمہارا پدر
چلو واں جہاں ہے تمہارا پدر

سُنا دخت نے یہہ اشارہ کیا
وہ بیٹھے ہیں کہکر کنارہ کیا

یہہ دیکھا ملا جو نشانِ فقیر
کہ شاہوں سے بہتر ہے شانِ فقیر

نہ دِل گوشۂ فقر سے تنگ ہے
نہ عُریانیِ جسم سے ننگ ہے

مکاں ہے نہ رختِ پلاس حریر
حصارِ تنِ صاف نقشِ حصیر

جو دل اُٹھہ گیا گلشنِ دہر سے
تو جنگل میں بیٹھا الگ شہر سے

جہانمیں نہ رغبت کسیکام سے
فقط شغل اللہ کے نام سے

نہیں پاس کوئی فقیر و امیر
اگر ہے تو خدمت کو دختِ فقیر

کہڑے ہو کے تسلیم کی بیشتر
کہا پھر یہہ آداب سے بیٹھکر



کہ اے پیرِ خضرِ رہِ آرزو ... یہی ہے مری آپ سے گفتگو

نہ اتنا جہاں میں سبکدوش ہو ... نہ ایواں ہو گر کوئی خس پوش ہو

حفاظت کی خاطر مکاں چاہیے ... جو بارش ہو کچھ تو اماں چاہیے

کہا پیر نے بات سن اے پسر ... نہیں خاک و بارش سے مجھکو خطر

جہاں میں ٹھکانے کی کیا بات ہے ... یہاں دل لگانے کی کیا بات ہے

جہاں کا کروں میں بیاں اور کیا ... بجز نیک و بد کے یہاں اور کیا

برا یا بھلا سب ہی گہلا لیا ... کہیں بیٹھ کر دل کو بہلا لیا

کرے طائرِ روح کیا آشیاں ... اسے سایۂ نخل ہے سائباں

ہوا پر بھی کیا خاک ڈیرا کرے ... جو دو روز ٹھہرے بسیرا کرے

جو اڑنے کو ہے طائرِ جاں یہاں ... گھڑی کے لیے گھر کو باندھے کہاں

یہہ باغِ فنا کی ہے اک شاخ پر ... نظر کس ہوا میں کرے خاک پر

سنا یہہ تو چومے قدم پیر کے ... کہا دل سے تابع ہیں ہم پیر کے

یہہ حاضر جو ہے دخترِ نیک نام ... وہ لونڈی ہے حضرت کی بندہ غلام

نہ بندہ کو آزاد اب کیجیے ... غلامی میں اپنی مجھے لیجیے

پسر کے اشارہ کو پا کر فقیر ... لگا کہنے کچھ رحم کھا کر فقیر

پسر ہے تونگر کا تو اے عزیز ... مراتب پہ اپنے ذرا کر تمیز

جو دنیا میں حاصل ہے دولت تجھے ... میسر ہے لوگوں میں عزت تجھے

اگر تو فقیروں سے ہمرنگ ہو / تجھے عار ہو باپ کو ننگ ہو

یہ دختر ہے نادار تو ہے امیر / فقیروں کی خاطر ہے دختِ فقیر

جو فاقہ نہ ہووے فقیری کہاں / فقیری میں شانِ امیری کہاں

پلاؤ یہاں ہے نہ قلیا یہاں / کبھی وقت ہے دال دلیا یہاں

پرانا پھٹا ہے ابھی پیرہن / غبارِ زمیں ہو کبھی پیرہن

پھٹے ہی جو کپڑا نہ پیوند ہو / لنگوٹی کبھی ہو نہ تہبند ہو

تجھے فقر و فاقہ کی کب تاب ہو / کہاں بسترِ خاک پر خواب ہو

اگر تو بھی کہنا ہمارا کرے / پدر آپ کا کب گوارا کرے

کہا پھر یہ لڑکے نے اے راہبر / نہیں میری دنیا کے اوپر نظر

نہیں طالبِ شیرمال و پنیر / مجھے چاہیے خشک نانِ شعیر

چٹائی ہے اب فرشِ مخمل مجھے / دوشالہ سے بہتر ہے کمل مجھے

رہے گر فقیروں میں بستر مرا / فقیروں کی ہو ساتھ محشر مرا

یہ سنکر ہوا شاد دل میں فقیر / کہا آفریں تجھ کو طفلِ امیر

اُسے طالبِ کبریا جانکر / دیا بوریا بے ریا جانکر

کیا جانچیں ہر طرح دیکھکر / پڑھا آپ دختر سے عقدِ پسر

تو پھر لایا سردابۂ گنج پر / خزانہ کی دیں کنجیاں سر بسر

خزانہ تو کیا کانِ پرزر ملی / کہ زوجہ بھی بہتر سے بہتر ملی

وہ تھا آئنہ اک میانِ غبار
کہ گودڑ میں تھا گوہرِ شاہوار

عجائب ہے ترکِ ہوس کا صلا
کہ اڑنے کو چھوڑا تو اعلےٰ چلا

قصۂ دخترِ شاہ اور ایک عالم کا

جو اک شاہزادی ہے سب میں حسیں
اسے مہر کہتے ہیں سب مہ جبیں

لبِ نہر ہے ایک قصرِ بلند
اوسی میں ہے شہزادی خود پسند

بنا ہے عجائب مکاں سیر کا
نہیں دخل اسمیں کسی غیر کا

سوئے نہر غرفہ ہے انداز سے
جہاں بیٹھتی تھی بڑی ناز سے

کسی روز غرفہ سے رشکِ قمر
نظر کر رہی تھی ادہر اور اودہر

کنارہ پہ آیا مہ دلفریب
جو انکی زینت سے مردونکی زیب

رخِ پاک خوفِ قیامت سے زرد
جواں ہے جو انمیں ہر دونمیں مرد

لبِ نہر ہے گلرخوں کی بہار
زن و مرد ہیں خوبصورت ہزار

زمیں سے ہے آنکھیں لڑائے ہوئے
حیا سے ہے گردن جھکائے ہوئے

نگاہیں کہیں ہیں کہیں دل ہے کہیں
سوا غسل کے اور نیت نہیں

کھڑا ہے نہانے کو زیرِ مکاں
نہیں قصر پر بھی نگاہِ جواں

پڑی دخترِ شاہ کی جب نگاہ
کئی بار دل سے کہا واہ واہ

گیا دل ادہر جب یہ باتیں کہیں
ہمیشہ نگاہیں فلک پر رہیں



نہ دیکھا فلک پر نشانِ ملک زمیں پر نظر آئی شانِ ملک
کیا کچھہ اثر شعلۂ عشق نے جلایا جگر شعلۂ عشق نے
لگی ڈوبنے آپکے متّصل نگاہیں کناری پہ غوطہ میں دل
سہاری سے تکیہ کے سر رہگیا کناری پہ پیکِ نظر رہگیا
ضعیفی پہ مائل جوانی ہوئی نزاکت پہ غش ناتوانی ہوئی
کیا یہہ نزاکت نے یاں چُچلا کہ غرفہ ہی میں دم ہوا ہو چلا
غشی جب نزاکت سے آنے لگی یہی آنکھہ کو پھر سجھانے لگی
اِہی ہے یہہ صورت اِہی دیدہ ہے گھڑی میں کہاں پھر مہِ عید ہے
یہہ دل ایک ساعت تو خورسند ہو ابھی تو نہ ای آنکھہ تو بند ہو
خدا یہہ ساعت دکھائے مجھے کہ یہہ جائے اور ہوش آئے مجھے
مری زندگی ہی میں اب یہہ ہو کھلے آنکھہ اُس دم کہ جب یہہ نہ ہو
مرا کوچ اس شان کی ساتھہ ہو کہ دم ہی روان جان کے ساتھہ ہو
کناری سے جب یہہ کنارہ کرے جبھی کوچ یہہ دم ہمارا کرے
رہے یہہ تو زندہ ہزاروں برس اُٹھے تو ہی دنیا سے ای بوالہوس
وہیں ایک ہمت سے وا چشم کی کناری پہ پائی دوا چشم کی
ہوئی بیخودی سے تو بکنے لگی جو انکو محبت سے تکنے لگی
کہاں اسکی ہی آنکھہ افلاک پر کہ گھٹنے پہ سر ہے نظر خاک پر

کسیکو نہیں سرکشی کا گماں
خواصونکو ہی اک غشی کا گماں

یہ دیکھا تو پھر آن کی آن میں
کہا ایک نے دایہ کے کان میں

برا شاہزادی کا اب طور ہے
مرض تو نہیں بات کچھہ اور ہے

کسی سے نہ پہلے ہی اب کچھہ کہو
جو تم دیکھہ لو حال جب مجھے کہو

یہہ سنکر چلی دایہ ہوشیار
جو پہنچی ہوئی دیکھکر بیقرار

خبر شاہزادی کو ہے یہہ کہاں
گیا کون اور کون آیا یہاں

وہ غرفہ سے گردن نکالی ہوئے
کہیں تک ہی سر کو ڈالے ہوے

جواں دیکھتی ہیں اسے آڑ میں
درختوں میں کوئی کوئی جھاڑ میں

کہا دایہ نے سر ہلا کر اسے
وہ ہے کون تم دیکھتی ہو جسے

پری پر کہو کس نے افسوں کیا
کہ ساعت میں لیلی کو مجنوں کیا

ہمیشہ رہی آنکھہ افلاک پر
جھکا کس کی خاطر یہہ سر خاک پر

وہ ہے کون روتی ہو جس کے لیے
یہہ پردہ اٹھا آج کس کے لیے

رہا ہے یہہ چہرہ میان نقاب
اٹھا کس کی خاطر ابھی یہہ حجاب

کیا ہے کسے ماہرو نے پسند
ہوا آج کس کا ستارہ بلند

پڑے جسپہ اہل جہاں ٹوٹ کر
گرا یہہ ستارہ کہاں ٹوٹ کر

نزاکت سے ہے ہاتھہ سر کے تلے
کہو کون ہے اب نظر کے تلے

لو اصاف کہنے سے ڈرتی نہیں
مسیحا تو ہے پاس مرتی نہیں

ذرا دیکھئے آپ زیر مکاں　　عبث تو نہیں جمع خورد و کلاں
جواں جسقدر جمع ہیں شہر کے　　محل کے ہیں عاشق نہ وہ دہر کے
جو رہتی ہیں پاتے ہیں ہر دم ہیں　　جواں کوئی دریا کی مچھلی نہیں
ہزاروں جواں کشتیوں پر سوار　　ہمیشہ ہی ہوتے ہیں سب وار پار
تمہیں کچہہ کہو کچہہ انہیں خبط ہی　　کہ پھرنے کا ہر روز کے ربط ہے
تمہارے لئے سب بھی ساماں کئے　　یہہ پھرتے ہیں سب دیکھنے کے لیے
نہ غرفہ میں جب آپکا ہو گذر　　تو دیوانہ ہے کوئی دیکھے ادہر
اگر آپ سے منہ دکھائیں حضور　　تو بی بی جوانوں کا ہی کیا قصور
ہوئے آپ جو خلق کے سامنے　　کیا منہ ادہر خاص اور عام نے
جو مردونکو دیکھو یہہ کیا کار تہا　　منہ انکو بھی دیکھنا عار تھا
تمہاری تو یہہ آنکھ تھی پیشتر　　جو یوسف بھی آئی تو دیکھو ادہر
بتاؤ ہمیں یہہ کسی آن میں　　پڑھا ذکر یوسف کا قرآن میں
اگر ذکر مردونکا آیا کہیں　　کیا منع غصہ سے تمنے وہیں
جوانوں کی تقریر سے تہا حجاب　　کہ مردوں کی تصویر سے تہا حجاب
یہہ سمجھی لیا عشق نے دل کہیں　　سوا عشق کے بات کوئی نہیں
جو یہہ دایہ نے سخت ہو کر کہا　　تو پھر شاہزادی نے رو کر کہا
نہیں کچہہ ہوا میرے دلکا قصور　　ملی ہے مجھے یہہ سزائے غرور

مجھے حسن و خوبی سے نخوت ہوئی
اسی کی سبب آج ذلت ہوئی

نہ پہلے سمایا نظر میں کوئی
جبھی تو بسا اب جگر میں کوئی

جواں جب ہماری نظر سے گرے
جوانو نمیں ہم آج سر سے گرے

نہ ٹھہرے جو خورد و کلاں آنکھہ میں
تو پھرتا ہی کوئی جواں آنکھہ میں

نہ جس آنکھہ میں تھی نظر کی جگھہ
اسی آنکھہ میں ہے بشر کی جگھہ

نہ تھے کان مائل کسی ساز پر
وہی آج جھکتے ہیں آواز پر

نہ بولی جو عورات سے میں کبھی
لبوں پر ہے یاں مرد کا ہے جبھی

جسے ہمنے دیکھا چھپا کر نگاہ
وہ جاتا ہے دیکھو چرا کر نگاہ

کہی بات یہہ اسلیئے جان لے
جو صورت کو دیکھے تو پہچان لے

ترس آگیا دایہ کو دیکھکر
پکاری نہ رو و کڑہو اسقدر

جواں کوئی چلتا مسافر نہیں
کئی بار دیکھا ہے اسکو یہیں

رعایا ہے یہہ غیر بھی یہہ نہیں
وطن ہے یہیں اجنبی یہہ نہیں

جواں ہے یہہ مشہور اس شہر میں
نہاتا ہے اکثر اسی نہر میں

اسے جو یہہ دانائی و حلم ہے
یہہ بیدار ہے طالب علم ہے

کہیں دور رہتا نہیں یہہ جواں
عیاں ہے کنیزک یہ نام و نشاں

گیا ہے جو زندہ جواں جئیں
ابھی اسلئے ہی تمکو دیکھا نہیں

اگر آنکھہ سے دیکھہ لیتا ابھی
در جان و دل نذر دیتا ابھی

جو تم دیکھتیں دیدۂ قہر سے | تو پھر کر نہ جاتا کبھی نہر سے
نہ لگتا کبھی کچھ پتا آب میں | کنارے ہی پہ ڈوبتا آب میں
بلا سے تمہیں رنج دیکر گیا | سلامت تو وہ جان لیکر گیا
گیا جسطرح سے رُلا کر تمہیں | رُلاؤنگی اُسکو دکھا کر تمہیں
مجھے ہے اِسی باتکا انتظار | کہ وہ دیکھ لے آپکو ایکبار
دل و جاں تصدق کرے پھر وہیں | کہیں جائے آکر مرے پھر وہیں
کہا نیک و بدیوں تو سب دایہ نے | لیا نام مرنے کا جب دایہ نے
پکاری یُوں اب زباں تھام لے | جئے وہ نہ مرنیکا تو نام لے
لڑائی ہے کس سے اگر وہ مُوا | سبھی جیتے جی کی ہیں جھگڑے بوا
یہہ سنکر کہا دایہ نے بی سُنو | نہ روؤ نہ حسرت سے سر کو دُھنو
سُنا ہمنے تمنے بیاں کر لیا | تمہیں عشق ہے امتحاں کر لیا
ہمیں کچھہ خیال نصیحت نہیں | تعشّق میں فکر فضیحت نہیں
کہاں چین دلکو کسی بات سے | ٹھہرتا ہے دل کچھہ ملاقات سے
ترے عشق سے دایہ مجبور ہے | کہو صاف مجھہ سے جو منظور ہے
سُنی کام کی بات شرما گئی | تو دایہ وہیں مدّعا پا گئی
کہا کھانا کھاؤ نہ ٹھہرو یہاں | چلیں آپ اب قصر کے درمیاں
رہو منتظر ہر گھڑی رات کی | کہ ٹھہر گئی شب کو ملاقات کی

کہی بات دایہ نے جب راہ کی / تسلّی ہوئی دختر شاہ کی

گھڑی میں تو جاتا تہا پل میں گئی / غرض شاد ہوکر محل میں گئی

ہوئی رات پہر بات کی بات میں / لگی دایہ فتنہ گر گہات میں

اڑہی اسطرف دایہ ہوشیار / کیا اسطرف ماہرو نے سنگار

کہیں بہی نہ ٹہری برابر گئی / غرض ایک مسجد کے اندر گئی

یہہ دیکہا کہ حجرہ میں وہ ماہتاب / بڑے شوق سے پڑہ رہا ہے کتاب

رکی پہر ذرا دایہ ہوشمند / لگی سوچنے دلمیں پست و بلند

یہہ کرنے لگی دلمیں ردّ و بدل / کہا گر جواں کو مرے ساتھ چل

جو غصّہ میں پہر یہہ ستایا مجہے / کہ تو کون کسنے بلایا مجہے

یہہ کہکر کیا سخت مجہہ سے کلام / تو غیرت سے ہے ڈوبنے کا مقام

وہ باتیں کروں جسمیں مطلب بنے / جو بگڑی ہوئی بات ہو سب بنے

فصاحت سے چومے زباں وہ کہوں / یوں ہی ساتہہ لے ہو جواں وہ کہوں

کیا پہلے حجرے میں جاکر سلام / ادب سے کیا اسطرح پہر کلام

کرے کیا کنیزک دعا کے سوا / یہی ہے خدا سے مری التجا

کسی بت کی تجہہ پر نظر نیک ہو / تری نیکیوں کا ثمر نیک ہو

بلندی پہ اللہ پایا کرے / کوئی سرو قد تجہہ پہ سایا کرے

کسی بت کا ماتہا بہڑے آپ سے / کوئی تخلیہ میں چہڑے آپ سے

کسی شمع رو کی لگے لو تجھے
نظر آئے ابرو و مہ نو تجھے

تجھے آج وہ آنکھ آئے نظر
پھرے آنکھ میں جو بجائے نظر

رہیں آپ گھر میں کہ باہر رہیں
کسی بت کی آنکھیں نظر میں رہیں

رخ و زلف جب ہو میان نگاہ
تو دیکھو تماشائے شام و پگاہ

رہو خوش رخ پاک کو دیکھکر
نہ غمناک ہو ناک کو دیکھکر

سدا بستہ لب پہ دنداں رہے
تلے لب کے سیب زنخداں رہے

ملے کوئی خورشید رو آپ سے
شکر لب کرے گفتگو آپ سے

چڑھو تخت پر پایۂ حسن سے
بنو تم غنی مایۂ حسن سے

قدم مسند یار کی زیب ہو
گل حسن دستار کی زیب ہو

تقرب کسی سے شب و روز ہو
محل میں چراغ شب افروز ہو

سلیماں سے بھی اوج پر بخت ہو
چھپر کھٹ پری کا تمہیں تخت ہو

اسے دیکھکر چین آئے تجھے
ترا منہ وہ دیکھے دکھائے تجھے

ترا آئنہ روئے دلدار ہو
تجھے عید کا چاند رخسار ہو

لپٹے کوئی زلف کی لٹ تجھے
بدلنے نہ دے کوئی کروٹ تجھے

یہہ جانو دعا میں مری ہے اثر
دعا ہے ادہر اور اجابت ادہر

یہہ کہتی نہیں کچھ کرامات سے
یقیں ہے یہہ اللہ کی ذات سے

کف دست و انگشتری کیا ہے چیز
جو ہو صبح دیکھے ترا منہ عزیز

حقیقت ہے کیا تاج اور تخت کی | قسم کھائے یوسف تری بخت کی
ہوئی آج طالب پری آپکی | کہ زہرہ بنی مشتری آپ کی
جسے خواب میں دیکھنا ہو محال | اُسے آپکا کچھ ہوا ہے خیال
سمایا نہ جس کی بشر آنکھ میں | اُسی کی ہو تم جلوہ گر آنکھ میں
جو دیکھو نہ یوسف کو بھی چاہ پر | وہی منتظر ہے تری راہ پر
سُلیماں کو دیکھے نہ جو اوج میں | وہی دیکھتی تھی تمہیں موج میں
کہ جسکا زمانہ ہی بیمار ہے | اُسے تیری اُلفت کا آزار ہے
کتابیں ہی تمنے پڑھی ہیں ابھی | نہ دیکھا ہی چہرہ کتابی کبھی
رہی روز شمسہ کے اوپر نظر | نہیں تمکو شمس النسا کی خبر
نہ ڈالیگی دقّت میں تمکو کہیں | وہاں صدر آرا ہے سدرہ نہیں
تمہیں یاد والشمس واللیل کی | کہاں جبہ و زلف پر میل کی
اگر نقطۂ خال پر ہو نظر | بھلاؤ کتابیں سبھی سر بسر
نہ پھر حرف کوئی جگر میں رہے | وہی ایک نقطہ نظر میں رہے
کیا طالب علم نے یہہ خطاب | کہ اس طول کا مختصر ہے جواب
جو مہ رو یہاں ہیں کہ گل رو یہاں | یہہ سب صورتیں ایک دن ہیں نہاں
ہمیشہ کوئی کارخانہ نہیں | جو طالب فنا کا ہو دانا نہیں
اُسے میں جو دیکھوں نہو یہہ کبھی | مرے پاس سے آپ جائیں ابھی

کہا دایہ نے اب تُم چپکی رہو | کوئی بات ایسی بناکر کہو
ابھی راستہ پر یہہ آئی کہیں | پڑہا اَور لکہا سب بُھلائی کہیں
جو دلبیں ادہر کر چکی گفتگو | کہا عالِم دیں سے ای نیکخو
سخن ساز کیا کان بہرتے نہیں | یقیں بات سُنتے ہی کرتے نہیں
کہیں آپ جاتے نہیں آپ سے | تو بُت ہی بُلاتے نہیں آپ سے
بلاتے ہی دیکہا کسیکو کہیں | کہ سُنتے ہی بس بات کردے نہیں
صنم کوئی آوارہ پہرتا نہیں | کوئی راہ چلتے پہ گرتا نہیں
نہ دیکھے نہ پُوچھے نہ جانے تمہیں | بلائیگا پہر کس بہانے تمہیں
جو بی بی مری غیرتِ ماہ ہے | ہر اک نیک و بد سے وہ آگاہ ہے
اُسی نے کیا ہے یہہ مجہہ سے بیاں | کہ ہر شخص کا چاہیئے اِمتحاں
بہت کم ہیں دنیا میں ایسے بشر | حسینوں پہ جن کی نہووے نظر
بتوں سے جسے کچہہ محبت نہیں | تو ایسا کوئی لاکہہ میں ہے کہیں
کسینے جو بُت سے کنارا کیا | اُسی کو کہو خاصۂ کبریا
جو عالِم ہُوا یا طالبِ علم ہُو | جسے عقل ہو خُلق ہو حلم ہُو
تو اُس سے کسی بُت کے اَوصاف کر | جو مشتاق ہو یہہ بیاں صاف کر
کہ مدت سے صاحب کے مشتاق ہے | اُسے ہجر میں زندگی شاق ہے
یہہ سُنکر اگر ساتھہ ہو دُور کر | جو نفرت کرے پہر یہہ مذکور کر

بُلاتی ہیں بی بی فقط آپ کو — کہ یکا دِکھانا ہے خط آپ کو
کیا اِس لیے آپکا اِمتحاں — ملے خاصۂ کبریا کا نشاں
ہوئی آزمایش جو ہر طور سے — یہہ مطلب نہ مطلب کہو اور سے
زیادہ نہ اب دیر فرمایئے — خدا کے لیئے خط کو پڑہ آیئے
خدا کا غرض واسطہ جب دیا۔ — نہ لی سانس بھی ساتھہ پھر ہو لیا
اُسے لے اُڑی دایہ اِس طور سے — ہوائی اُڑی شب کو جس طور سے
محل میں گئی بہی تو کس راہ سے — نہ تہا کوئی آگاہ جس راہ سے
صفائی مکاں کی عجب طور سے — کہ دیکھے جسے حور بھی غور سے
صفا قصر کی اِس طرح آب و گل — کہ جیسے صفائی میں مومن کا دل
یہہ قصرِ منقش کی تحریر ہے — کہ ہر نقش یاں نقش تسخیر ہے
چھپر کھٹ پہ پہولونکی چادر پڑی — اِدہر آئینہ بہی اُدہر ہے گھڑی
نظر جب پڑی سقف و دیوار پر — تو پھر چھا گیا خوف دیندار پر
یہہ جانا کہ ہے بادشہ کا محل — محل میں ہمیں کھینچ لائی اجل
قدم جم گئے جب در یار پر — نظر بھی جمی نقشِ دیوار پر
نظر آہ نقش و نگیں پر رہی — پڑی جس جگہہ پر وہیں پر رہی
مکاں سے نظر کب زمیں پر پڑی — اُٹھی نقش سے جب نگیں پر پڑی
یہہ سمجھا کہ ہے خواب یا ہے خیال — لگا کرنے دلمیں یہی قیل و قال

جو زندہ ہو نمیں یہہ ہے دنیائے زشت ۔ جو مردو نمیں ہوں ہے یہہ قصر بہشت

اگر ہے یہہ بیا تو کچھہ زور ہے ۔ اگر خلد ہے مہ جبیں حور ہے

جو کچھہ ہوش آیا تو گھبرا گیا ۔ کہا دم میں شیطان کے آ گیا

نکلنے کا جب کچھہ نہ چارہ ہوا ۔ گیا پاس آفت کا مارا ہوا

وہیں سرو قامت نے تعظیم کی ۔ قیامت نے مومن کی تکریم کی

ادب ہاتھہ سے کب پا حور نے ۔ بہشتی کو مجرا کیا حور نے

جواں نے ابھی کچھہ نہ آ کر کہا ۔ مگر دایہ نے وقت پا کر کہا

زیارت کے قابل ہے رخسار یہہ ۔ کہ ہے مصحف روئے دلدار یہہ

یہہ دیکھو جو زلف سیہ فام ہے ۔ بیاض رخ یار پر لام ہے

ہوئی آج تحقیق اس لام کی ۔ کرو دل سے تصدیق اسلام کی

یہہ لوح جبیں ہے کہ ہے شان حسن ۔ دوابرو دو مصرع دیوان حسن

بھنویں سطر ہیں سورۂ نور کی ۔ کہ محراب ہے بیت معمور کی

یہہ آنکھیں بھی دیکھو خداداد ہیں ۔ کہ اک مصحف رخ پہ دو صاد ہیں

الف ناک ہے ہائے ہوز دہن ۔ کہ ہے ختم اک آہ پر سب سخن

کرے ناک کی جب عبارت دہن ۔ بس آگے الف کے ہے آیت دہن

ذقن سیب ہے گلشن یار کا ۔ وہی پھول ہے خط گلزار کا

ہماری یہاں تک تو تصدیق ہے ۔ بس آگے تمہاری ہی تحقیق ہے

یہ کہتے ہی دایہ ہوئی پھر رواں — رہی شاہزادی وہاں با جواں
کہاں طالب علم کو تاب ہے — کہ آتش کے نزدیک سیماب ہے
ادہر تھی جواں کی پری پر نظر — کسینے یہہ دی بادشہ کو خبر
محل میں کوئی مردم غیر ہے — مگر اتبلک ہر طرح خیر ہے
سنا شہ نے جب یہ شگوفہ نیا — دبے پاؤں چھپ کر محل میں گیا
ہوا ایسے موقع پر جا کر کھڑا — نہ دیکھے کوئی اسکو چھوٹا بڑا
ہی شہ نے دیکھا میان مکاں — کہ دختر کے ہے پاس اک نوجواں
کسیکو نہیں کچھہ بھی ہوش و خرد — کہ بیٹھی ہیں حیرت سے دونو خموش
جو دختر یہ کرتا ہے عالم نظر — تو رکھتا ہے انگلی گل شمع پر
اسیطرح سے دمبدم دیکھکر — جلایا کیا انگلیاں رات بہر
رہا رات بہر بادشہ کو یہہ دہیاں — جلاتا ہے کیوں انگلیاں یہہ جواں
اسی دہیان میں ہوگئی جب سحر — گیا پہر مکانمیں شہ نامور
خجالت سے دختر ہوئی سرنگوں — ہوا طالب علم کو بہی جنوں
کہا خسرو خلق نے ایجواں — کہو کس لیئے آپ آئے یہاں
کیا خوف تمنے نہ دلمیں ذرا — کہ ہے بادشہ کی یہہ دولتسرا
کہا پہر جواں نے کہ سنیئے حضور — نہیں یاں کی آنیمیں میرا قصور
بہانے سے خط کے بلایا مجھے — یہاں لاکے مجنوں بنایا مجھے

یہہ ہے مختصر عرض ای بادشاہ — نہیں ہوں میں مجرم خدا ہے گواہ
کہا شہ نے پہلے کہو بات یہہ — جلائیں ہیں کیوں انگلیاں اپنی یہہ
کہا طالب علم نے ایجاب ب — جہنم کا ہے یاد مجھکو عذاب
فرشتوں نے اسکو ہزاروں برس — جلاکر کیا سرخ ای دادرس
سیہ ہے وہ اب ای شہِ نامور — پتنگا بھی اسکا جو آئے ادہر
کیکا رہے پھر نہ نام ونشاں — جلے اس کی آتش سے سارا جہاں
پتنگا ہو مشرق میں اسکا اگر — تو تیزی سے مغرب جلے سربسر
حرارت سے اس کی کسی لاگ ہے — شرر سے بھی کم خلق کی آگ ہے
کہا پھر یہہ دل سے کہ ائے بے تمیز — اگر جان تجھکو ہے اپنی عزیز
ادہر آتشِ حسن کا ہے اثر — ادہر آتشِ شمع ہے جلوہ گر
یہہ بس چاہیے امتحاں کر ذرا — کہ ہے آنچ دونوں میں کسکے سوا
پئے امتحاں ای شہِ نامور — تو انگشت رکھا کیا شمع پر
جلانے سے انگلی کی یاں زرد تھا — ادہر شعلہ حسن بھی سرد تھا
سناتا تھا دل کو یہی بار بار — کہ ہے آنچ سے شمع کی بیقرار
کوئی بات باہر نہ کر اور تو — جہنم کی آتش پہ کر غور تو
نہ اس آنچ کی بیقراری گئی — تو وہ آنچ کس سے سہاری گئی
جلا ہاتھ دل کی دوا ہو گئی — یہاں دیکھنے کی سزا ہو گئی

بیاں سن جواں کے ادب آ گیا
جوانمرد کو با خدا پا لیا
صِلہ نیک نیت کا اچھا دیا
صنم کو یوں ہی کب بغل میں لیا

سنا حال دوزخ کا گھبرا گیا
اُسی وقت قاضی کو بلوا لیا
وہیں صیغۂ عقد پڑھوا دیا
کنارے ہوا جب بغل میں لیا

نقل ایک عورت اور مرد کی کہ جنہوں نے عین وصال میں خوف خدا سے کنارہ کیا خداوند عالم نے باعث ترکِ ہوس دونو کو ملا دیا

زمانہ میں مشہور بغداد ہے
یہہ بغداد ہے رہزنوں کی جگہ
بتوں سے مکاں کوئی خالی نہیں
حقیقت میں تو نام بغداد ہے
صفِ عاشقانِ بتاں ہر طرف
نہیں یا نہ کچھہ زخمیونکا شمار
اگر مر گیا کوئی کچھہ غم نہیں
کہاں حال بغداد کا ہے یہاں
طبیعت نہ واقف کسی چیز سے

حسینوں سے یہہ شہر آباد ہے
یہہ ہی شہر نازک تنوں کی جگہہ
کسی گھر میں لیلی ہے شیریں کہیں
مگر کچھہ حسینوں کی بیداد ہے
جوانوں کی آہ و فغاں ہر طرف
جو مقتول دس ہیں تو بسمل ہزار
جو زخمی ہوا ہے تو مرہم نہیں
طرحدار تھی ایک دختر یہاں
مگر بات کرتی تھی تمیز سے

ہوا جب جوانی کا آغاز کچھہ ہوئی شکل کچھہ اور انداز کچھہ
جوانی جو آنکھیں دکھلانے لگی لڑکپن کی ہر بات جانے لگی
مگر آہ تنہا نہ آیا شباب حیا کو بھی اپنے ساتھ لایا شباب
نگاہوں سے لوگوں کی شرما گئی خیالوں سے مردوں کے گھبرا گئی
جلی حسن سے غیرتِ آفتاب کیا آپ خوبی سے اپنے حجاب
جلا اسطرح شعلہ رو روپ سے جلیں جیسے گرمی میں ہم دھوپ سے
پڑی آنکھہ کب دولتِ حسن پر مرے لوگ سب شہرتِ حسن پر
جو گھر میں نہاں سروِ قامت رہا تو کانوں میں شورِ قیامت رہا
چھپی زلف موباف میں سر بسر رہی کینچلی رات دن سانپ پر
بلا یہہ جو پردہ کے اندر رہی جبھی چین سے خلق باہر رہی
دکھائی جبیں ماہرو نے کسے نہ چاہا کوئی در پہ ماتھا گھسے
بھنوؤں سے جو محفوظ چاہیں رہیں تو گوشہ میں بھی یہہ کمانیں رہیں
جوانی میں یہہ تو کنارے ہوئے موئی اب لڑکپن کے مارے ہوئے
فلک پر جوانوں کی آہیں گئیں نہ اوپر کو نیچے نگاہیں گئیں
جو مشتاق عارض کو اب دیکھتے تو پھر دوسرا چاند کب دیکھتے
جوانوں کو سوجھی بہت دور کی چڑھی ناک دیکھی جو مغرور کی
جو بینی رشکِ پری دیکھتے تو خود بینی و خود سری دیکھتے

نہ رہتے بہار چمن دیکھکر
بہت تنگ ہوتی دہن دیکھکر

لہو مُنہ سے جاتا جو لب دیکھتے
جگر مُنہ کو آتا جو لب دیکھتے

ذقن دیکھتے گر کسی راہ سے
نکلتے نہ ہرگز اسی چاہ سے

ملاقات کرکے طرحدار سے
لپٹتے اگر گردنِ یار سے

گلے کا مگر ہار ہوتے سبھی
جو گل تھے سبھی خار ہوتے سبھی

اُٹھاتے اگر ہاتھ انصاف سے
تو ہوتے الگ سینۂ صاف سے

پریاں جو ہوتے نظر ڈھونڈکر
تو مٹتے نشان کمر ڈھونڈکر

اگر چوتے پاؤں پڑکر قدم
وہیں نقش بنتے پکڑکر قدم

نظر دیکھہ لی ایک نے یار کی
بنا خاک وہ کوئی دلدار کی

حصر صبح پر ہے نہ کچھہ شام پر
کبھی دُر پہ آنکھیں کبھی بام پر

تصور نہ کچھہ نیک و بد کا کیا
جو اندر گیا اُسکو کچھہ کہہ دیا

ملے اُسنے نرگس کہ سوسن ملے
ملے دوست کوئی کہ دشمن ملے

خوشامد کی باتیں بناکر ملا
ملابت سے جو اُسسے جاکر ملا

تڑپتا رہا یوں ہی لیل و نہار
کیا رات دن یار کا انتظار

ہوئی جب شب قدر تقدیر سے
ملے کبک اُور بدر تقدیر سے

بچاکر نظر اپنی مخلوق سے
ملا پہر تو عاشق بہی معشوق سے

پڑی جب نظر روئے دلدار پر
یہہ کہنے لگا شکل کو دیکھہ کر

مٹا ہی ہی قسمت کا لکھا ہوا
پھر اتم سے ماتہا یہہ چہا ہوا

جو مرنا ہی لکہا تہا تقدیر سے
ہوئی ذبح ابرو کی شمشیر سے

پہنسانے ہی پر جب مقدّر ہوا
پہنسے دام کاکل میں بہتر ہوا

جلانا تہا تقدیر کو اِس گہڑی
تو ہوں خوش نظر سی ہی بجلی پڑی

یہہ کہتی ہی بیتاب ہونے لگا
ہنسی کی جگہہ آہ رونے لگا

نہ حاصل ہوا جب کمال وصال
کیا صاف بت سے سوال ضال

سخن عاشقِ زار سے جو سنا
تأسف سی دلدار نے سر دہنا

ہوا صبر و دم بہر نہ دلدار سے
کہا اِسطرح عاشقِ زار سے

مجھے شرم آئے نہ اللہ سے
کہا یہہ سخن تو نے کس راہ سے

جہانکو ہے وصلِ خدا خیر سے
ملے آنکھہ یاں مردمِ غیر سے

کہا پہر یہی ہاتہہ کو جوڑ کر
ادہر آ نہ اللہ کو چہوڑ کر

خدا کے لیئے عشقِ لیلیٰ نہ کر
یہہ دل آئنہ سا ہی میلا نہ کر

جو فرہاد ہی ڈرا اسی بات سے
ہو تلخ شیریں کسی بات سے

ملیں ہم قیامت میں وہ بات کر
مناسب ہے ترکِ ملاقات کر

جلے ہجر میں دل تو پروا نہ کر
خدا جان یاں مثل پروانہ کر

ذرا غور سے کر اجل پر نظر
تجھے چاہیے آج کل پر نظر

قضا سی ہی جہگڑا یہہ یکسو نہ ہو
خبر ہی کہ کل میں نہوں تو نہو

سنی جب یہ باتیں تو حیرت ہوئی — ہوا کچھ اثر دلمیں غیرت ہوئی

ہوئی شعلہ رو تیز ٹھنڈا ہوا — اُسے عشق کا طوق گنڈا ہوا

صنم سے اُسی دم جدا ہو گیا — ہٹا بُت سے عشقِ خدا ہو گیا

اُٹھی دل سے دونو کے حرصِ وصال — عبادت کا دلمیں ہوا پھر خیال

لگایا نہ دل پھر کسی کام سے — سحر تک عبادت میں تھے شام سے

جواں دیکھتا کیا ہے وقتِ سحر — پدر کے ہے ہمراہ رشکِ قمر

نظر آیا یہہ ماجرائے عجیب — وہ دونو ہی عاشق کے پہنچے قریب

کہا پھر طرحدار کے باپ نے — کہ مطلب بھی پایا مرا آپ نے

مطالب ہے ہو آج دل کے حصول — نظر خواب میں آئے حضرت رسولؐ

مقدر نے تیرے جو یارا کیا — مجھے اسطرح سے اشارا کیا

ترے پاس دختر کو لاؤں شتاب — کروں عقد جسمیں ہو کارِ ثواب

نہ میری طرف سے یہہ ایجاد ہے — جنابِ محمدؐ کا ارشاد ہے

یہہ کہہ کر پدر نے نہ وقفہ کیا — پڑھا عقد دونو کا زیور دیا

نقل ایک دختر امیر کی کہ جو ہاتھ میں ایک سردار کے اسیر ہوئی

سنا ہے کہ کابل سے اک بادشاہ — چڑھا ہند پر ساتھ لیکر سپاہ

نہ یاں فوج اُسکے مقابل ہوئی — اُسے ہر جگہہ فتح حاصل ہوئی

کیے اُسنے برباد شہر و دیار — رہی لوٹ میں فوج لیل و نہار
جو دلمیں سمایا وہی لے لیا — جہاں مال پایا وہی لے لیا
ادہر اور اُدہر جب گزر کر گیا — تو پہر شاہ دہلی کے در پر گیا
اُدہر توگئی فوج در توڑ کر — ادہر کچھ پڑے لوگ مُنہ موڑ کر
سُنا ہے کہ کچھہ سُوچکر اک امیر — جو باہر ہوا گہر سے بنکر فقیر
شتابی میں اُسنے نہ لی کوئی چیز — لیئے ساتھ اپنے قریب عزیز
چلا جب مکاں سے تہی یہہ خبر — کہ پیچھے پڑی دُخت رشک قمر
ہوئی تہی نہ اسوار راہ سپیر — ہوئی فوج کے ہاتہہ میں وہ اسیر
کوئی ساتہہ خسرو کے سردار تہا — طرحدار طرار جرار تہا
پڑی اس کی جب ماہ رو پر نظر — وہیں کر گیا عشق اسے دیکھہ کر
نہ سردار نے حصہ زر لیا — اُسی کو غنیمت سمجھہ کر لیا
غرض دولت ہند جب لوٹ کر — پہر اسوے کابل شہ نامور
صنم سے محبت تہی سردار کو — لیا جبر سے ساتہہ سردار کو
یہہ ظاہر ہوئی بات مخلوق پر — کیا ظلم عاشق نے معشوق پر
نہ جاتا تہا دلبر کسیطور سے — لیا ساتہہ سردار نے جور سے
سنو آہ کیفیت دلربا — کہ تہی اُس گہڑی تک وہ ناکتخدا
پری ایک طالب کی مطلوب تہی — بڑے ایک راجہ سے منسوب تہی

محبت سے الفت سے سو چاہ سے | لکھا باپ کو اسطرح راہ سے

توقف نہ للّٰلہ فرمائیو | سنے جسطرح مجھکو لیجائیو

تمہارے ہی آنیکا لیل و نہار | رہیگا مجھے سال تک انتظار

اگر سال کے بعد پھر آؤ گے | تو بیٹی کو جیتا نہیں پاؤ گے

پدر کو یہہ دختر نے تحریر کی | پدر نے اُسیوقت تدبیر کی

برادر کے ہمراہ گھوڑی کیئے | کئی ساتھ مردانہ جوڑی کیئے

سفر کا ہر اک ڈھنگ بتلا دیا | کہ پوشیدہ رہیو یہہ سمجھا دیا

کسی پر نہ افشا نہ کیا | کہ تاجر بنا کر روانہ کیا

بُرا ہے قریبوں میں اک تل کا فصل | یہاں پر تھا دونوں میں منزل کا فصل

پریزاد ہر وقت روتا ہوا | نہ رستہ میں سردار نے کچھہ کہا

جو کابل سے لیگیا جبر سے | فقط دو پہر تک رہا صبر سے

ہوئی رات پھر نفس غالب ہوا | پری رو سے شادی کا طالب ہوا

کھلا جب پری رو پہ حالِ جواں | اشارہ سے پایا خیالِ جواں

کہا نازنیں نے کہ سُن اے جواں | تو اک جبر سے کہینچ لایا یہاں

نہیں تیری صحبت سے مسرور ہوں | مگر جبر سے تیرے مجبور ہوں

مجھے جان سے چاہتا ہے اگر | تو چلیئے ہمیشہ مرے حکم پر

تجھے فرض خدمت ہے معشوق کی | مقدم اطاعت ہے معشوق کی

کبھی میرا دامن نہ مس کیجیو — بس اک سال تر ترک ہوس کیجیو
تُنے جسطرح دلکو بہلائیو — مِرے پاس خلوت میں مت آئیو
نہ چھیڑو نگی میں زُلف کے بال تک — مجھے سوگ بہایکا ہی سال تک
جو معشوق عاشق کی ہوتا تھہ میں — تو پھر وصل کو دیر کس بات میں
بڑہا دل جو آمد سے دِلدار کی — رُکا کب جو شامد سے دلدار کی
کہا جب خدا کے لیئے صبر کر — محمد کی خاطر نہ اب جبر کر
کہا اسطرح جب جفا کار نے — تو رکھی غرض کچھہ نہ سردار نے
فقط اسطرح سی کہا ایکبار — جیئے گا بہلا کسطرح دلفگار
جیئو نمیں گوارہ کرو یہہ اگر — کہ دیکھوں تمہیں آکی شام و سحر
صنم نے کہا یہہ ہی معیوب ہے — جو دیکھو کئی روز میں خوب ہے
کبھی دل جو تڑپے تو آیا کرو — بہت دُور سے دیکھہ جایا کرو
اگر دیکھنے کی ہی رغبت تمہیں — تو دیکھا کرو ہی اجازت تمہیں
بجالایا حکم طرحدار کو — کبھی دیکھہ لیتا تھا رُخسار کو
ضرورت کو عاشق کہی جا گیا — نکلنے کا رستہ اُسے پا گیا
برادر تو بیٹھا تھا اُس گھات میں — وہ باہر ہوئے چاندنی رات میں
زمانہ سی شکلیں چھپا کر گئے — گئے ہی تو باگیں اُٹھا کر گئے
اُسی روز راجہ کو پہنچی خبر — کہ آئی ہی کابل سی رشک قمر

تو پھر باپ کو منہ لقانے لکھا | کہ شادی میں ہووے نہ وقفہ ذرا
جو دونو طرف تھا سبھی انتظام | ہوئی پھر تو شادی کی اک دھوم دھام
بڑی دھوم سے اور بڑی شان سے | ہوا بیاہ دونو کا سامان سے
ادھر گھر سے رخصت ہے دلدار کی | ادھر گھر سے آمد ہے سردار کی
کئی دن میں سردار آیا غرض | پری رو کو گھر میں نہ پایا غرض
کہا اپنی زوجہ سے بیجا ہوا | مرا غم سے باہر کلیجہ ہوا
بتاؤ مری جاں کدھر اب گئی | گئی اور جانب کہ گھر اب گئی
پکاری وطن کو سواری گئی | گلستاں کو باد بہاری گئی
ستایا جو عشق جفا کار نے | کیا کوچ کابل سے سردار نے
طبیعت جو صرف فغاں ہو گئی | یہاں آہ باد خزاں ہو گئی
خبر ہے وہ جلوہ کہاں رہ گیا | نہ افغاں رہا اب فغاں رہ گیا
ابھی تک محافہ تھا دربار میں | کہ افغاں گیا کوچہ دلدار میں
اسی دم بدل کر زنانہ لباس | کھڑا ہو گیا یہ محافہ کے پاس
گھڑی میں محافہ روانہ ہوا | یہ یہ تیر اجل کا نشانہ ہوا
محبت کا اک مہر کی درد تھا | رخ سرخ مثل طلا زرد تھا
طبیعت تصور میں قربان تھی | محافہ جو دل تھا پری جان تھی
کلس وہ بنا دل میں پایا بنا | چلا جب محافہ تو سایہ بنا

نہ چوکا بھی کی نظر میں گیا — محافہ کے ہمراہ گھر میں گیا
کسی نے نہ پھر پرسشِ حال کی — یہہ سمجھے کہ لونڈی ہے سسرال کی
ہوئی رات سارے الگ ہو گئے — جو گھر میں تھے چھوٹے بڑے سو گئے
چھپرکھٹ کے نیچے ہی نہاں رہا — کسی نے نہ جانا کوئی یاں رہا
جو راجہ مکانِ صنم میں آگیا — وہیں سے ہی ملکِ عدم میں گیا
وہ راجہ کے آنے تلک تو رہیں — خواصیں بھی پھر سب الگ سو رہیں
نہ پھر چشمِ بلبل میں کانٹا رہا — فقط دامنِ گل میں کانٹا رہا
نہ راجہ نے دیکھا دلہن کی طرف — نہ کی آنکھ اُس گلبدن کی طرف
ادا کی کوئی رسم کب پیار کی — نہ چھیڑا نہ چوما نہ گفتار کی
رہا دیر تک یوں ہی راجہ خموش — کیا کچھ جو دیگِ محبت نے جوش
ہوئی پھر تو حیران وہ رشکِ قمر — یہہ کی عرض دستِ ادب باندھکر
ہوئی بیحیا عیب کی بات ہے — دلہن کو بھی شرم کی رات ہے
مگر بے کہے آج بنتی نہیں — بتاؤ تو دل ہو بہکانے کہیں
جو اس رات کو آپ خاموش ہیں — ہمارے سجا آج کب ہوش ہیں
جو سب کہہ چکی آہ غنچہ دہن — پکارا یہہ راجہ کہ اے گلبدن
خلش ہے جگر میں سرِ خار سے — ہوا چاک گل نشترِ خار سے
یہہ ہیں سرخ دھبے جو رخسار میں — پڑا پھول بلبل کی منقار میں

پڑے پھول گلچیں کے جب ہاتھ میں ملے کیوں نہ وہ بادِ صبا ہاتھ میں

جہاں آپ غنچہ گیا تو گئی ؛ کلی کو ہوائے سحر چھو گئی

کہا پھر رانی نے اُسے نامور خدائے دو عالم کو ہے سب خبر

بچا پھول بلبل کی منقار سے رہا پہلے لگ دامنِ خار سے

ہوا دخل گلچیں کا کب بو تلک نہ پہنچی ہوائے سحر مو تلک

پڑی چادرِ ماہ گو خاک پر نہ دھبہ لگا دامنِ پاک پر

کہا پھر یہہ راجہ نے اے نازنیں کسیطور میری تسلی نہیں

تمہیں یاں کی لانیکا تہا اشتیاق رہیگا ہمیشہ کو دردِ فراق

نہیں وصل ہرگز گوارہ مجھے مناسب یہی ہے کنارہ مجھے

دُلہن نے کہا رو کے اے نامور کیا شوق سے بیاہ کس بات پر

کہا پھر یہہ راجہ نے مطلوب کو نہیں چھوڑتا کوئی منسوب کو

رہا شوق لانیکا بس یاں تلک ہوئے آپ سے بیاہ کرکے الگ

کہا رو کے رانی نے اے بیوفا بلا کر کیا مجھپہ جور و جفا ؛

کہوں کیا کہ سردار بھی نیک تہا خط و خال و خوبی میں وہ ایک تہا

بڑے زور و نخوت سے منہ موڑ کر ترے پاس پہنچی اُسے چھوڑ کر

یہہ روشن ہے سب حال اللہ پر کہ چھوڑا ہے اُسنے خدا راہ پر

یہہ کہہ کر رہی کب دُلہن ہوش پر یہ کہہ واز افغان کو دی جوش پر

الہی کہاں ہر وہ سردار ہے — جسے میری عصمت کا اقرار ہے
سمجھتی تہی دلمیں یہی وہ دلہن — کہ سردار ہے اب میانِ وطن
نہ تھا یہہ خیال پریزاد میں — کہ قمری ہے پہلوئے شمشاد میں
صدا اُسکے سردار مضطر ہوا — چھپر کھٹ کے نیچے سے باہر ہوا
پکارا کہ راجہ خدا کی قسم — گناہوں سے ہے پاک جسمِ صنم
نہیں ہے یہہ واقف کسی اور سے — کہ ہے مُہرِ عفت اُسی طور سے
یہہ کہتی ہی موقع سے نیچے اُترا — غرض سر پہ راجہ کے جا کر چڑہا
وہیں کھینچ لی تیغ سردار نے — کہا باندہ کر ہاتہہ دلدار نے
زمانہ میں مجھکو نہ بدنام کر — جو کرنا ہے دونو کا اب کام کر
گلے پر غرض تیغ جب پہر گئی — دُلہن خاک پر کہا کے غش گر گئی
اُسے کہو چکا جب گھڑی جان سے — نہ ٹہرا گیا وانپہ افغان سے
ہوا جلد گھوڑے کی اوپر سوار — بٹہالا دُلہن کو میانِ کنار
دیا کچھہ غشی میں سہارا اُسے — بڑی دُور جا کر اُتارا اُسے
جو کچھہ ہوش آیا تو گھبرا گئی — کہا ہائے جنگل میں پہر آگئی
مقدر سے تہی رات گلزار میں — پڑی اِس گھڑی دشتِ پر خار میں
رہی آہ میں تو اسی گشت میں — کبھی شہر میں ہون کبھی دشت میں
مرا دل تو جینے سے بیزار تھا — مجھے زندہ رکھنے سے کیا کار تھا

عبث یا نہ لایا رُلانے مجھے — وہیں پر لگاتا ٹھکانے مجھے

مجھے ذبح کرتا جو تلوار سے — تجھے دیکھتی حشر میں پیار سے

مجھے زندگی کا بھروسہ نہیں — نہ یوں ہی نکل جائے دم یہہ کہیں

محبّت خدا کی ہے جیسی مجھے — تعشق ہے دین نبی سے مجھے

فدا ہے دل اللہ کی راہ پر — کہ بھیجا تمہیں میری آواز پر

بتا جلد مجھہ کو طریق رسولؐ — کروں دین و اسلام کو اب قبول

پڑھایا اُسے کلمۂ حق شتاب — ہوئی دین و اسلام سے کامیاب

کہا پھر صنم نے یہہ سردار سے — مجھے گل سے مطلب نہ گلزار سے

محبّت ہوئی مجھہ کو غفّار کی — نہ راجہ کی اُلفت نہ سردار کی

تو مختار ہے اب جو چاہے کرے — دُعا ہے یہہ لونڈی قدم پر مرے

ابھی خواہش نفس کو چھوڑ دے — جو ہو رشتۂ عشق بھی توڑ دے

ستائیگا یہہ جان سے جب تلک — رعایت بھلا نفس کی کب تلک

نہ بیہودہ باتوں سے دل شاد کر — جو ہووے تو اللہ کو یاد کر

گھڑی کی ملاقات ہے دُور کر — ملیں مر کے وہ بات منظور کر

جو رنج الم سے یہہ حالت ہوئی — زمانہ کی ظاہر حقیقت ہوئی

ہوا عقد دونوں اکٹھے ہوئے — خدا کی عبادت میں آخر موئے

جو اک راہ پر اپنے پایا انہیں — یہیں پر خدا نے بلایا انہیں

قصہ شاہ محمود کا

گھٹا دل کہاں ساقیا بات سے
بڑھا دل یہاں ساقیا بات سے

ملے مے تو پھر یار باتیں کریں
جو اک بات ہو چار باتیں کریں

جو ہو ذکر الفت کا محمود کی
بیاں ہو سخاوت کا مسعود کی

عدالت جو ظاہر ہو محمود کی
تو ہمت عیاں ہووے مسعود کی

فقط ساغرِ مے سے ہر بات ہو
سخن کیا ہو گویا کرامات ہو

کرم دیکھتے ہیں جو دن رات ہم
سہارے پہ کہتے ہیں اب بات ہم

طوافِ حرم سے جو پایا فراغ
چلا گھر کو محمود عالی دماغ

ہوا شاہ کے ساتھ لشکر رواں
چلے فوج میں بھی کئی کارواں

جواں تیز گھوڑ دوڑا کر چلے
کئی شرط آپس میں بڑھ کر چلے

اُٹھا حاجیوں کی قدم سے غبار
فلک پر گیا ایکدم سے غبار

بھلا کیوں نہ جائے یہ افلاک کو
جگہ ہے کہاں اور اس خاک کو

غبارِ قدم آنکھ نے جب لیا
بلا مردُمِ چشم کو طوطیا ؁

سواری میں ہنسنے لگی گلعذار
ہوئی بادِ پا تیز بادِ بہار

مگر ایک محمل پہ جب کی نظر ؁
یہہ دیکھا اُسی پر سے جب کی نظر

بہت سے جواں بھی سرِ راہ تھے
سواری محمل سے آگاہ تھے

جوان ایک کہنے لگا پیر سے — چھپا ہے یہہ صیاد نخچیر سے
نشاں صید کا ہے نہ فتراک کا — یہہ ناقہ ہے اک صالحہ پاک کا
خبردار کیا اسنے گردوں نہیں — کہ محمل ہے لیلی ہے مجنوں نہیں
نہیں ہے یہہ محمل یہ محمل سیاہ — کہ ہے چاند کے گرد بادل سیاہ
یہہ محمل یہ عالم ظلمات کا — کہ ہے بلبلہ آب ظلمات کا
جو محمل پہ محمود نے کی نگاہ — کیا منہ سے بیساختہ واہ واہ
نہ محمل کو دیکھا تھا حسب مراد — یہاں پر کھلا عقدہ گرد باد
ہوا ہی یہاں تیز آکر چلی — چلی ہی تو پردہ اٹھا کر چلی
نگاہوں میں زلف دوتا چھا گئی — اندھیری سی آنکھوں تلے آگئی
عشق نے یہہ چاہا کہ ٹھہرے یہاں — کہا عشق نے پھر یہہ ناقہ کہاں
ابھی کوچ دلدار کے ساتھ کر — یہہ ٹھہرے جہاں واں بسر رات کر
ہنسی عشق میں کچھ نہ کچھ ہو لیے — جو ناقہ ٹہرا ساتھ ہی ہو لیے
ہوا جس جگہہ پر صنم کا مقام — کیا شاہ نے پھر وہیں پر قیام
جو دیکھی مشیروں نے حالت تباہ — کہا، باندھ کر ہاتھ ای بادشاہ
نہ وہ کر کوئی طعن ہم پر کرے — کہ محمود اک راہ زن پر مرے
سفر میں ہے آپ گھر میں رہے — سدا آئینہ رو نظر میں رہے
نہ پھسلے کہیں تم سنبھل کر رہے — یہاں راہ چلتے ہوئے پر گرے

تمہارا جو کچھ اور پایا خیال — صنم کو بھی پردہ کا آیا خیال

ہوئی وہ کنارے تمہیں دیکھکر — ہنسے اسپہ ساری تمہیں دیکھکر

تصرف میں شہ کے ختا و ختن — جہاں لاکھ دلدار نازک بدن

جنہیں دیکھکر خلق مفتون ہے — جو لیلی بھی دیکھے تو مجنون ہے

اگر حکم ہووے بلائیں ہمیں — اشارہ کی ہے دیر آئیں ہمیں

اُنہیں دیکھکر آپ دیکھیں اسے — مقابل میں جائے سخن ہے کسے

تمہیں دیکھکر فوج ہے بیقرار — یہی کہہ رہے ہیں پیادے سوار

کرو عرض شاہِ جہاں سے چلو — کہیں اور ٹہرو یہاں سے چلو

اگر رات بھر شاہ ٹہرے یہاں — بسر رات ہو باغ کے درمیاں

بُرا اب کسی سے نہ کہلائیے — گلستاں میں آرام فرمائیے

کہا، شاہ نے پھر یہ ہو کر ملول — تمہاری یہ باتیں ہیں ساری فضول

طرحدار ہووین وطن میں ہزار — کھلیں پھول ہر دم چمن میں ہزار

جو دل ہی کسیکی نہ پروا کرے — تو گل ہو کہ بت اُنہیں کیا کرے

کسی پر ہزاروں میں گر دل چلا — نہیں دیکھتا پھر بُرا یا بھلا

ہوئی جسکے طالب وہ مطلوب ہے — جسے دل نے چاہا وہی خوب ہے

گرا ہے جو دل کوئی دلدار میں — تو ڈھونڈیں اُسے جا کے گلزار میں

سبھی کہتے ہیں وطن میں چلو — نہ ٹہرو یہاں پر چمن میں چلو

کہاں موئے زلفِ دوتا باغ میں
کہاں ہے یہہ کالی گھٹا باغ میں

وہاں ایک دشتِ ختن کی بہار
یہاں ایک گل ہیں چمن کی بہار

فراقِ چمن کا کسے داغ ہے
یہیں پر ختن ہے یہیں باغ ہے

جو تل دانۂ خرمنِ حسن ہے
یہہ گلدستۂ گلشنِ حسن ہے

گلِ باغ ہے روی جانا یہاں
چنبیلی کی کلیاں ہیں دنداں یہاں

جو اُجلے ہیں کپڑے تو گورا بدن
کہیں یاسمن ہے کہیں نسترن

یہیں پھول ہیں جا بجا سیر کو
گلستاں میں رکھا ہے کیا سیر کو

شگفتہ ہے دل روئے دلدار سے
یہہ گل ایک بہتر ہے گلزار سے

اُٹھاؤ یہاں سینۂ مجروح کو
یہیں چین ہے طائرِ روح کو

میسّر کہاں ہے یہہ گلشن اسے
جو اُڑ جو ہو شاخِ نشیمن اسے

چمن میں تو سایہ کو سنبل ملے
یہاں آشیانہ کو کاکل ملے

کہاں گل کو نسبت ہے گلزار سے
الگ وہ نہیں پہلوئے خار سے

نظر رہ سکے یاں نہ رخسار پر
گرا گل وہاں پہلوئے خار پر

یہاں بات کرنیکو غنچہ دہاں
جو غنچہ کرے بات واں منہ کہاں

کسی پھول کی کب یہ گفتار ہے
زباں تو ہے سوسن کے بیکار ہے

بتائے ذقن سے جو آگاہ ہے
چمن میں بھی ایسا کوئی چاہ ہے

قدِ یار سے سرو افضل نہیں
شجر تو ہے اونچا مگر پھل نہیں

یہہ کہتی ہے محمود نے آہ کی
ہوئی غیر حالت وہیں شاہ کی

جدا کر دیا راہ سے فوج کو
کیا عشق میں پست سب اوج کو

چلا عشق میں شاہ بنکر فقیر
لیئے ساتھ خواجہ سرا و وزیر

وطن میں گیا جلد ناقہ سوار
اُڑا ساتھ سلطاں ہی مثل غبار

وطن میں گئی اینچ جب گلعذار
کہا سب نے آئی چمن میں بہار

ہوا داخل قصر رشک قمر
پھرا شاہ پیچھے مکاں دیکھکر

کسی سے کہا شاہ نے پھر وہاں
بتاؤ کہ مہمانسرا ہے کہاں

وہ بولا کہ مہمانسرا ہے جہاں
اِسی میں کوئی ڈھونڈ لیتا مکاں

سرا وہ جہاں ہو گزر آپ کا
جہاں آپ ٹھہریں وہ گھر آپکا

نگہ ہو اگر عیش و آرام پر
کہ خدمت کرے کوئی آٹھوں پہر

تو مسعود ہے تاجر نامدار
مسافر پہ ہے جان و دل سے نثار

نگاہوں سے کیا کیا گزرتا نہیں
کسی بت کی صورت پہ مرتا نہیں

کسی سے کوئی کام رکھتا نہیں
مزا کوئی دنیا کا چکھتا نہیں

اُسے ہر طرح کا تو مقدور ہے
مگر منزل عیش سے دور ہے

مقدر سے دنیا میں ہے مالدار
اطاعت کو خادم ہیں لیل و نہار

دکاں میں ہے موجود ہر ایک شے
نظر میں ہے سب ساقی و جام مے

کسی ظرف پر آنکھہ کرتا نہیں
ہوا و ہوس پر وہ مرتا نہیں

کہا شاہ نے کس طرف ہے مکاں
جواں نے دیا ساتھ ہو کر نشاں

قدم گھر میں گہا جو محمود نے
یہہ کی عرض اُس نے یہہ اعلے ہوا
کیا خادم خاص کو سرفراز
کہا شہ نے کرتے ہو نادم مجھو
جو آتے ہوئی دیکھہ پایا مجھے
تمہیں قدر مہماں کی معلوم ہے
کہا پھر یہہ محمود نے ای حبیب
ادہر اور اُدہر ہو چکی جب کلام
تو خاطر ہوئی خوب محمود کی
تواضع کو موجود وہ نیکمرد
ملے روز کہانے بہی وقت پر
قیافہ سے جانا یہہ مسعود نے
کسی کام کو کب یہہ آیا یہاں
مشیروں کو پاکر عقیل و مُسِن
تاسف ہی محمود کے حال پر
ہر اک چیز موقع پہ موجود ہے
ہنسی ہی کسی سے نہ کچھہ بات ہے

کیا سجدہ شکر مسعود نے
قدم سے ترے سر یہہ بالا ہوا
یہہ بندہ نوازی ہی بندہ نواز
مرا فخر سمجھو جو خادم مجھے
محبت سے سر پر بٹہایا مجھے
جو شفقت کرے اسپہ مخدوم ہے
ہوا آ یکایک مہماں یہہ غریب
کیا ایک حجرہ مکاں میں مقام
جو مانگی وہی چیز موجود کی
مکاں خوب تحفہ غذا آب سرد
نہ خوش ہو کے کہائے کبہی وقت پر
کہیں چوٹ کہائی ہی محمود نے
کسی کار ہی عشق لایا یہاں
کہا اُن سے مسعود نے ایک دن
یہہ قایم نہیں ہی کسی حال پر
تواضع و خدمت کو مسعود ہے
یہہ رنج و تردد میں دن رات ہے

یہہ کس بات پر پھر ہوئے ہے فقیر | فقیر و نکو یکساں حصیر سریر
مدد سے مقدّر پھرا ہے کہیں | کسی بُت کی اوپر گرا ہے کہیں
مُشیروں سے اتنا بنا کر کہا | مُشیروں نے بہی وقت پا کر کہا
وطن سے نہ اُٹھا کہیں سیر کو | جو کعبہ سے آیا چلا دیر کو
جو دل سے غلامِ علیؑ آپ ہیں | نہیں شُبہ اسمیں وَلی آپ ہیں
بتایا جو محمود کا حال یہہ | ہوا ہے تعشق سے پامال یہہ
کئی دن ہوئے شہر کے درمیاں | جو کعبہ سے آیا ہے اِک کارواں
اُسی قافلہ میں پری یک تہی | قیافہ سے کہتے ہیں ہم نیک تہی
ہوا سے جو پردہ اُٹہا ایکبار | نظر آگئی صورتِ گُلعذار
اُسی پر یہہ عاشق ہوا راہ میں | یہہ آیا اُسی کی غرض چاہ میں
کہا، پہر یہہ تہہ جر فی سنکر بیاں | بتاؤ کہاں ہے صنم کا مکاں
دیا جب مشیروں نے گہر کا پتا | ملا آخرش سیمبر کا پتا
کہا، پہر زیادہ نہ گہبرائیے | تسلّی سے گہر کی طرف جائیے
سُنا دیجیے یہہ بھی محمود کو | کہ خاطر تمہاری ہے مسعود کو
نہیں آپ سے کچھہ بہانا مجھے | کہلانا ہے خلقت کو کہانا مجھے
ضیافت سے جب دم فراغت ہوئی | سمجھنا کہ بندہ کو فرصت ہوئی
اُسی کام کا پہر سرانجام ہے | تمہاری ہی پہر کام سے کام ہے

کیا ہے ستم جسنے محمود پر
مری قوم میں ہے وہ رشکِ قمر

کسی کو بھی انکار مجھ سے نہیں
صنم کو بھی تکرار مجھ سے نہیں

ارادہ یہی بس ہے مسعود کا
اُسی سے کرے عقد محمود کا

سُنا جو شیروں نے مسعود سے
کہا پھر اُسی طور محمود سے

کسی دن شروعِ ضیافت ہوئی
خلایق رجوعِ ضیافت ہوئی

کئی روز تک لوگ آیا کیئے
تکلف سے کھانے کھلایا کیئے

ضیافت سے جب کچھ فراغت ہوئی
مکاں سے سبھی خلق رخصت ہوئی

کہا شاہ نے جلد یا کر محل
کہ ہووے مرا کام بھی آجکل

توقف گھڑی بھر نہ للہ ہو
اگر آج نسبت ہو کل بیاہ ہو

کہا جس طرح شاہِ محمود نے
کیا پھر اُسیطور مسعود نے

ہوئے رشتہ و عقد دو ذات میں
بنا شاہ نوشاہ دو بات میں

مکانوں میں چاہا جو پایا محل
دُلہن کو لیئے وہ سجایا محل

مکانیں مکاں سے جو آئی دُلہن
مکاں ہو گیا غیرتِ انجمن

دُلہن کے گیا پاس جب بادشاہ
تو دیکھا کہ حالت ہے اُسکی تباہ

ہُوا دلکو محمود کے یہہ یقیں
گدا جانتی ہے مجھے مہ جبیں

اسی غم سے روتی ہے ماہِ منیر
کہ قسمت سے شوہر ملا ہے فقیر

دُلہن سے کہا پھر یہہ محمود نے
کیا تم پہ احسان مسعود نے

رہو گی سدا عزت و جاہ سے | تمہارا ہوا عقد اک شاہ سے
یہہ سنتے ہی کہنے لگی پھر عروس | کوئی چیز ہے سلطنت کا جلوس
نہیں ایک صورت پہ کوئی سدا | کبھی شاہ ہے اور کبھی ہے گدا
نہ دنیا سے جسکو سروکار ہے | برابر اُسے تخت اور غار ہے
نہو شاد سہرہ کو تم دیکھہ کر | مرے منہ پہ آنسو ہیں سلک گہر
نہیں آنسوؤنکا بند ہوتا رہیہ | بلا مردم چشم کو ہار یہہ
ہماری طرف سے نہیں یہہ سنگار | بناوٹ پہ غیرونکا ہے اختیار
ہے سرخ پوشاک پر یہہ قیاس | کہ ہے یہہ شہید جفا کا لباس
جگر آہ سینہ میں بیتاب ہے | یہہ دل ہے کہ آتش پہ سیماب ہے
نہیں دل جگر شکل ہے زاغ کی | مسی یہہ سیاہی ہے اس داغ کی
یہہ رنگ حنا ہے نہلا ہاتھہ میں | چلا زخم سے خوں نکلا ہاتھہ میں
جو زخم جگر پر دھرے ہاتھہ ہیں | تو اپنے ہی خوں میں بھرے ہاتھہ ہیں
نہ کچھہ آپ پوچھیں مری واردات | جلانے کو بیٹھی ہوں نقش حیات
وہ ہوں چاند جو ابر میں آ گیا | وہ غنچہ کہ کھلتے ہی مرجھا گیا
وہ پروانہ جو شمع سے دور ہے | وہ ہوں شمع لونڈی جو بے نور ہے
وہ بلبل کہ جو دور گلزار سے | وہ گل ہوں جو مجروح ہو خار سے
نہیں تنگ دنیا میں اس قید سے | کہ جیتی ہوں مرنے کی امید سے

یہہ سنکر کہا شاہ نے اے صنم
تجھے ہے خدائی جہاں کی قسم

زیادہ نہ کچھہ اور تکرار کر
سبب اپنے رونیکا اظہار کر

کہا، پہر صنم نے کہ اے بادشاہ
نہیں جھوٹ اسمیں خدا ہے گواہ

جو رکہا قدم ساتویں سال میں
ہرا فرق لونڈی کی کچھہ چال میں

طرحدار لڑکے سے الفت ہوئی
فقط کھیلنے کی محبت ہوئی

اکھٹے ہی مکتب میں پڑہنے لگے
لگا عشق پڑہنے جو بڑہنے لگے

اکھٹے ہی آپسمیں رہنے لگے
برا اور بہلا لوگ کہنے لگے

جو پوچھے کسی سے یہہ بہروا کسے
برا کس کو کہتے ہیں اچھا کسے

خبر تھی یہہ دونو میں حضرت کسے
کسے پیار کہتے ہیں الفت کسے

ملاقات آپسمیں دن رات تھی
نہ دنیا کی ہم میں کوئی بات تھی

مرا دیکھتا منہ دکھاتا مجھے
اُسے چین آرام آتا مجھے

اکھٹے جو رہتے تھے ہم رات کو
تو سوتے تھے باتونمیں ہم راتکو

زیادہ ہوا سن تو تو کا اُسے
فقط گھر کے آنے سے روکا اُسے

دلوں کی بگڑنے سے دہشت ہوئی
مجھے تو جنوں اسکو وحشت ہوئی

وہ جنگل کو گھر سے روانہ ہوا
مجھے اپنا گھر قید خانہ ہوا

گیا جب بیابانمیں وہ شہر سے
یہی نذر کی خالق دہر سے

کرے کام میرا جو اے کارساز
پڑہوں چلکے کعبہ میں جاکر نماز

بجالاؤں دل سے طواف حرم   تو پھر آکے دیکھوں جمال صنم
یہی منگی کبریا سے دعا   کہ حاصل ہو گر گوہر مدعا
طواف حرم پہلے جا کر کروں   قدم مسند عیش پر پھر دہروں
تسلی ہوئی منتیں مان کر   مرا باپ بھولا مجھے جانکر
کیا گر دعا شق کے جب باپ نے   تو مانا بہت جلد کب باپ نے
جو تہا پاس اسکے خزانہ بڑا   ہمارا بھی تہا کارخانہ بڑا
جو ہم قوم تہی کچھہ نہ تکرار تہا   محبت کی شہرت سے انکار تہا
جو آخر کو سوچے عزیز و قریب   کہ مر جائینگے یوں ہی دو نو غریب
برا کیا ہے ان کی ملاقات میں   کہ ہم قوم افضل ہے ہر بات میں
کہا سخت انکو نہ اخلاق سے   کیا عقد لونڈی کا مشتاق سے
جو قسمت سے پوری ہوئی آرزو   ہوئی پھر نہ دونوں میں کچھہ گفتگو
گیا وہ تو کعبہ کو پچھلے برس   ابہی آئی کعبہ سے تہنہ الہوس
ضیافت کا گہر میں سر انجام تہا   جو باقی تہا منت میں اک کام تہا
جو کھانا کھلانے سے پایا فراغ   مری پاس آیا جلے جب چراغ
نصیبوں سے جو وصل کی رات تہی   تو گویا وہی فصل کی رات تہی
مری پاس بیٹھا میان محل   یہی تہی ملاقات پہلی پہل
چھپر کھٹ کے اوپر نہ رکھا قدم   لب فرش بیٹھا اٹھا دم بدم

کہاں ہیں نہ تو یہہ وصل کی رات ہے / تو اب بیقراری کی کیا بات ہے
کہا ،، آپ پر ہم جو مائل رہے / وہی فکر اب ہے کہ غافل رہے
ابھی ہیں یہہ سہاگ ہی گلبدن / ابھی ہم ہیں دولہا ابھی تم دلہن
ابھی شعلۂ حسن کی آگ ہے / ابھی عشق اور حسن میں آگ ہے
ابھی گلشن حسن کی ہے بہار / ابھی ہیں یہہ ساماں ابھی ہیں سنگار
ابھی ہے ہمیں کچھہ تمہارا خیال / ابھی ہے تمہیں کچھہ ہمارا خیال
ابھی عشق سے کم ہیں آزاد ہم / ابھی آپ شیریں ہیں فرہاد ہم
ابھی صوت گل بیخار ہے / یہہ بلبل ابھی عاشق زار ہے
برابر رہے روز کس کا خیال / ابھی رنگ بگڑا تو کہیں کا خیال
ابھی آپ کو ہم سے نفرت ہوئی / الگ بات میں سب محبت ہوئی
نہ پھر اپنی حالت پہ بالکل رہے / نہ بلبل رہے ہم نہ تم گل رہے
جو کچھہ عشق اور حسن کو ہو قرار / تو پھر زندگی کا نہیں اعتبار
گھڑی کے لیئے کیا محبت کرے / ثقۂ حسن دو روزہ پہ کیوں مرے
پڑیں کیا گھڑی کے لیئے چاہ میں / تمہیں ہیں خدا پاک کی راہ میں
وہ سودا ہو دنیا میں اللہ سے / کہ لیں تمکو عقبیٰ میں اللہ سے
یہاں عیش و عشرت کا اک نام ہے / ہمیشہ وہاں عیش و آرام ہے
یہاں وصل معشوق کا ہو کہاں / کہ ہو جان و تن میں جدائی جہاں

جو یاں عشق ہو پھر سا ہی نہو | جو واں وصل ہو پھر جدائی نہو
یہہ کہتی ہی مجھہ سے کہا الفراق | اُسیوقت دی تین بارہ طلاق
کنارہ کیا مجھہ سے اک راہ سے | کیا عقد لونڈی کا پھر شاہ سے
کہا شاہ نے کون ہی وہ جوان | بتادو مجھے جلد نام و نشان
دُلہن نے کہا اے شہِ نامدار | وہ مسعود ہی عاشقِ جان نثار
کہا شہ نے اللہ کی شان ہے | کہ دُنیا میں ایسا ہی انسان ہے
ہوا صبر دم پھر نہ محمود سے | کہا اسطرح آکے مسعود سے
بڑا آپنے مجھپہ احسان کیا | کئی روز تک مجھہ کو مہمان کیا
بنے آپ خضرِ رہِ آرزو | دکھایا جمالِ مہِ آرزو
کیا خوب انجام کارِ مراد | ہوئے رہنمائے دیارِ مراد
فدا دل بُتِ بے ریا پر کیا | تصدّق اُسے کبریا پر کیا
بڑا کام دُنیا میں آکر کیا | جُدا جان کو دل لگا کر کیا
کریں کیا تری آج اوصاف ہم | عدالت سے کہتے ہیں یہہ صاف ہم
تمہیں کو ہوا کچھہ خیالِ حیات | فقط آپ سوچے مآلِ حیات
ملا حاصلِ زندگانی تمہیں | مُبارک ہو لطفِ جوانی تمہیں
کیئے سب بناؤ خدا کے لیئے | وطن میں بھی آؤ خدا کے لیئے
مرا گھر ترا کفش خانہ بنے | فلک پر مرا آستانہ بنے

یہہ کہنی لگا تاجر حق پرست | قضا ہے زبردست ہم زیردست
قضا پر ہے حکم خدائے جہاں | اگر اُسنے چاہا تو پہونچے وہاں
کیا جب یہہ اقرار مسعود نے | دُلہن کو لیا ساتھ محمود نے
بہت جلد اپنی وطن میں گیا | بیاباں سے گزرا چمن میں گیا
کیا گہر میں مسعود نے کچھہ قیام | سفر کے لیئے پہر کیا انتظام
بہرے مال و اسباب سے دو جہاز | لئے تحفۂ چین و روم و حجاز
جہازونکو لیکر روانہ ہوا | خدنگِ بلا کا نشانہ ہوا
چلا جسگھڑی آن کی آن میں | جہازِ کلاں آئے طوفان میں
قضا نے کچھہ ایسے دبائے جہاز | مقابل میں لڑنے کو آئے جہاز
ہوا نے دیا ایک چکر انہیں | لگی صاف دریا میں ٹکر انہیں
ذرا دیکھئے قدرتِ کارساز | گھڑی میں ہوئے پارہ پارہ جہاز
نہ بحرِ فنا سے کنارے ہوئے | رفیق آشنا غرق سارے ہوئے
جو باقی رہا تاجرِ دل فگار | چلا ایک تختہ پہ ہوکر سوار
نہ خانم کہیں نے سپاہی کہیں | مگر ہے کہیں اور ماہی کہیں
بجائے لحد ہے دہن حوت کا | کہ تختہ بہی تختہ ہے تابوت کا
کئی روز دریا میں رہ کر گیا | کنارے پہ ٹاپو کے بہ کر گیا
جو طوفان نے چھوڑا تو آئی بلا | بلا اور بہی ساتھہ لائی بلا

بیاباں سے اژدر بڑا دیکھکر
ترائی سے کھانے کو نکلا مگر

دو قبریں ہیں نعش بشر ایک ہے
دہن دو ہیں لقمہ مگر ایک ہے

ڈرا دیکھہ کر تاجرِ نامدار
پکارا کہ اے صاحبِ ذوالفقار

وہ آتا ہے کھانیکو اژدر مجھے
بچانا بہت جلد حیدرؑ مجھے

پکارا جو یہہ تاجرِ نامور
بلندی پہ اک شخص آیا نظر

لیا ہاتھہ میں اپنے مسعود کو
ہوا جیسے شعلہ سے لے دود کو

نصیبہ جو تاجر کا بالا ہوا
الگ وہ دہن سے نوالا ہوا

پھر غوطہ سے اُٹھا مثالِ نہنگ
بھڑے دونو آپسمیں مار و نہنگ

کنارے پہ دونو لڑے شور سے
مگر لیگیا آب میں زور سے

علیؑ نے مگر وا نہ چھوڑا اُسے
جہاں پر میسّر ہے جوڑا اُسے

یہہ ہے گردشِ چرخِ نیلوفری
جہاں جن نہ انساں وہاں ہے پری

کوئی پھول ہے دامنِ جھاڑ میں
کوئی سرو قد سایۂ تاڑ میں

یہہ ہے مختصر وصف رخسار کا
بیابانمیں ہے پھول گلزار کا

رہی دور جس سے ہوائے چمن
وہ ہے زلف دامِ غزالِ ختن

دوپارہ ہو شیرونکا جسسے جگر
اُسی آنکھہ پر آہوونکی نظر

وہ مُنہ ہے کہ ہو برگ پاں سے خراش
پھلونسے درختونکے ہو پاش پاش

خیالوں سے ہے جس کمر کو خطر
تو چیتیونکی ہے اُس کمر پر نظر

عجائب مقدر ہیں جلاد کے　　کہ نخچیر ہیں پاس صیاد کے
بیابان میں دیکھا جمال پری　　پری پر اڑا دل مثال پری
چلا دل جو مسعود کا ہاتھہ سے　　پکارا کہ تو بھی چلا ساتھہ سے
دیا سنج تونے نہ تھوڑا ہمیں　　جو تنہا بیابان میں چھوڑا ہمیں
خبردار غافل کہاں پر چلا　　جہاں سے تو بھاگا وہاں پر چلا
گھڑی کے لئے زلف کا اوج ہے　　یہہ بحر فنا کی کوئی موج ہے
کوئی دم سے چشموں کی یہہ آب و تاب ہے　　فنا کے ہیں دریا میں یہہ حباب
گھڑی میں کہاں بینی بینظیر　　سمجھنا کہ پانی کی ہے یہہ لکیر
جو عارض پہ پھولی تری پھول ہے　　یہہ دو چار دن کی یہی پھول ہے
ذقن سے دلا بیخبر آہ ہے　　کنارہ پہ دریا کے یہہ چاہ ہے
جو سمجھے تو سیب ذقن کچھہ نہیں　　کمر کچھہ نہیں ہے دہن کچھہ نہیں
صنم گو ہے رشک در آبدار　　تو ایں آب پر ہے میان غبار
نہیں ہے یہہ موتی لڑی کے لئے　　یہہ لو ٹوئی شبنم گھڑی کے لیے
صنم سے محبت سر مو نہ کر　　جدھر منہ کرے یہہ ادھر رو نہ کر
سوچا کر یہہ دل کو بس آہ کی　　نہ دیکھی جبیں غیرت ماہ کی
نہ تاجر نے بت سے ملاقات کی　　مگر آپ نے وہ یہہ بات کی
کہو اسطرح آپ نے یہاں　　بری ہے جگہہ یہہ میان جہاں

نہ تاجر نے کچھ سر اُٹھا کر کہا — کہا حال پر سر جھکا کر کہا

حقیقت تو اپنی سُنائی تمام — کیا اسطرح پھر صنم سے کلام

جو کچھ ہے حقیقت تمہاری کہو — نہ چھوڑو کوئی بات ساری کہو

یہہ کہنے لگی پھر پری نوجواں — مری بھی ہوا ایسی ہی کچھ ہے احال

ہوا ہی تباہی میں اپنا جہاز — دکھائی قضا نے نشیب فراز

ہوا ٹکرہ ٹکرہ ہمارا جہاز — یہیں پر ہوا غرق سارا جہاں

یہاں آئی تختہ پہ ہو کر سوار — لیا اس بیاباں میں آخر قرار

مقدر سے تھا باپ اپنا اسیر — بنی اس بیاباں میں بندی فقیر

نہ یاور کوئی ہے نہ ہمدم کوئی — کوئی تم ہو جنگل میں ور ہم کوئی

کہا سن کے تاجر نے اے پارسا — فقیری اسیری کی ہے انتہا

رہے شاد ان الم ہو جہاں — کہ ہر رنج کے بعد راحت یہاں

نہ کر فکر کچھ اور اے نیک تن — کہ بہائی ہوں میں ور تو ہی بہن

یہہ امید ہے مجھ کو اللہ سے — کہ ہو عقد تیرا کسی شاہ سے

پھرے جب مہینوں ادھر اور ادھر — کئی شہر آباد میں آئے نظر

کیا ایک بستی میں آخر قرار — رہی فکر چلنے کی لیل و نہار

فراق احبا نے حیران کیا — نکلنے کا بستی سے ساماں کیا

نئی ایک کشتی بنا کر چلے — فقیرانہ بستی میں آکر چلے

ہوئے ایک کشتی پہ دونو سوار
کنارہ پہ پہونچے غرض دلفگار

جہاں انکو جانا تہا تدبیر سے
وہاں آن پہنچے یہہ تقدیر سے

کنارے پہ تہا ملک محمود کا
ہوا دل بہت شاد مسعود کا

وہیں سے دیا شاہ کو یہہ پیام
کہ ہوتا ہے خدمت میں حاضر غلام

جو کیفیت فضل باری لکہی
حقیقت سفر کی بہی ساری لکہی

دکانیں تہیں مسعود کی جابجا
وہ لے آیا ہر چیز جسکو لکہا

ٹہر کر کیا اپنا ساماں درست
ہوئے شاہ کے دونو جہاں درست

ادہر تو یہہ ساماں بنا کر چلے
خبر اسطرف شاہ پاکر چلے

غرض شاہ گہوڑے اڑا کر ملے
وطن سے بہت دور آکر ملے

ملے اسطرح شاہ توقیر سے
ملے جیسے اپنے کوئی پیر سے

کیا اسطرح سے سخن شاہ نے
دکہائی ہے یہہ شکل اللہ نے

گیا شاہ ملنے کو سامان سے
اُسے لایا گہر میں بڑی شان سے

نہ پہلے ہی تاجر نے آکر کہا
کسی روز یہہ وقت پاکر کہا

اکیلا نہ خدمت میں آیا غلام
کنیزک بہی ہمراہ لایا غلام

یہی شکل ہے میرے آرام کی
رہی وہ کنیزی میں خدام کی

کہا شاہ نے فخر ہے اے عزیز
کہ زوجہ ہو میری تہاری کنیز

مری وضع سے بات یہہ دور ہے
شرف کے لیے پر یہہ منظور ہے

اشارہ کیا جب یہہ مسعود نے — کیا فخر سے عقد محمود نے

جو خلوت میں آیا نظر گلعذار — کہا،، شکر ہے تیرا پروردگار

گیا دل تو آنے سے دلدار کے — موئے منہ دکھانے سے دلدار کے

نصیبوں سے دلدار آیا ادہر — گیا دل ادہر یار آیا ادہر

ہنسایا نہ بندہ پہ مخلوق کو — دیا عشق سے پہلے معشوق کو

ہوئے پہلے ہم خانۂ شمع ہم — بنے پیچھے پروانۂ شمع ہم

جو پہلے گل تر لیا ہاتھہ میں — تو بلبل بنے پیچھے ہم بات میں

بیاں عشق سارا زبانی کیا — بڑہاپے میں کار جوانی کیا

دلوں سے الگ بیقراری ہوئی — بسر عیش میں رات ساری ہوئی

تماشائے حسن صنم دیکھہ کر — کہا،، شہ نے تاجر سے وقت سحر

ترے حکم پر جی دیا شوق سے — کہا تو نے جو کچھہ کیا شوق سے

ہوئی پائے بندی یہہ آزاد سے — نہ باہر ہوا تیرے ارشاد سے

غرض تھی نہ شادی سے محمود کی — کیا عقد خاطر سے مسعود کی

ہمارا ہی کہنا اگر مان لو — خدا تم سے راضی ہو یہہ جان لو

تو تاجر نے سنکر کہا بار بار — رضائے خدا پر مرا جی نثار

بیاں سے نہ تم ہی کنارہ کرو — بجا لاؤں جو کچھہ اشارہ کرو

کہا،، سوچکر شہ نے تاخیر سے — کرو عقد تم میری ہمشیر سے

یہہ کی عرض تاجر نے اے بادشاہ
ترے دوست شاداں ہوں دشمن تباہ

نہ فرمایئے منہ سے ایسا کلام
کہاں شاہزادی کہاں یہہ غلام

نہ پہنچایئے مجھکو افلاک پر
جگہ خاص ذرہ کی ہے خاک پر

ہوا عقد گر تیری تائید سے
نہ ذرہ ہو ہمتا خورشید سے

ہوا گرچہ دونو کو ملکر کمال
تو ہے دوپہر میں وہی پہر زوال

مصیبت ہے پہر زوجہ و زوج پر
تو اونچے ہوں پستی سے کس اوج

یہہ بحر فنا کی کوئی آب ہے
جو ہے آب بالائے گرداب ہے

چلے ساتھ گہر سے ملازم غلام
ہوئے غرق بحر فنا میں تمام

کہاں ایک انمیں سے موجود ہے
جو ہے ایک باقی تو مسعود ہے

طریق اجل سے یہہ آگاہ ہے
مسافر ہے یہہ بہی سر راہ ہے

ازل سے ہے ماتم سرا یہہ جہاں
تو اس غمکدہ میں ہے شادی کہاں

ادب سے کہا شاہ نے اے جناب
تمہارے سخن کا نہیں کچہہ جواب

ہوس گو نہیں آپکو بیاہ کی
یہہ شادی ہے گویا خوشی شاہ کی

نہ اتنا بھی دنیا سے آزاد ہو
تمنا ہے گہر تیرا آباد ہو

خدا کی قسم دی جو محمود نے
کیا پہر نہ انکار مسعود نے

ہر اک شہر و دہ میں منادی ہوئی
بڑی شان و شوکت سے شادی ہوئی

غرض سلطنت سے وہ پایا جہیز
جہاز و ہمیں شکل سے آیا جہیز

یہہ ہے رحمت خالق بے نیاز گئے ہاتھہ سے دو ملے سو جہاز

ہوا رات کو جب وصال دلہن نہ دولہا کو آیا خیال دلہن

جدا اسطرح آہ دولہا ہوا الگ ہو کوئی جیسے روٹھا ہوا

محبت سے کی کب دلہن پر نظر لگا کہنے دلمیں الگ بیٹھہ کر

محل میں ہے سلطان کے مہر النسا کہیگی یہی دلمیں وہ پارسا

نکالا مجھے پہلے تدبیر سے کیا عقد پھر شہ کی ہمشیر سے

کبھی یہہ کہا دل سے دولہا نبا نہیں ہے تجھے کچھہ خیال فنا

قضا کا عمل ہے میان جہاں خدا جانے کل تو کہاں یہہ کہاں

یہاں تو وہی لب پہ مہر سکوت دلہن نے کیا عقل سے یہہ ثبوت

سمجھے جاتا ہے بہن شاہ کی کوئی رعب سے بات کب آہ کی

ہوئی آپ سے پھر دلہن بے حجاب ہنسی اور رخ سے اٹھائی نقاب

کہا آپ نے اتنو جانا مجھے ذرا شکل اپنی دکھانا مجھے

کہو تو یہی مجھہ سے اقرار تھا تمہیں ہاں تو شادی سے انکار تھا

مجھے تو بنایا دلہن شاہ کی گرے تم سمجھہ کر بہن شاہ کی

کہا یہہ نہ تھا شوق کچھ بیاہ کا دیا واسطے شہ نے اللہ کا

نہ بندہ نے تکرار پھر آہ کی وگرنہ کسے چاہ تھی بیاہ کی

کہو شاہ کیونکر پھرا چاہ سے کوئی بات تم نے کہی شاہ سے

دلہن نے یہہ کی عرض سن ایجوان
جو پوچھا بیاں حال سارا کیا
کہا مختصر یہہ ہی تقریر ہے
تسلی کرو میری اقرار سے
جو پہر شاہ آیا میانِ وطن
یہی مختصر ہے مری داستاں
سنائی جو یہہ داستانِ عجیب
خدانے ہمیں پہر ملایا انہیں
سفر کے ہوئے دور رنج و محن

جو دیکہا امراشہ نے آہ و فغاں
سنا حال شہ نے کنارا کیا
کہ تو آج سے میری ہمشیر ہے
ملاؤنگا میں عاشق زار سے
جتایا یہہ سب پر کہ ہے یہہ بہن
بس آگے کا ہے حال تم پر عیاں
ہوا خرم و شاد تاجر غریب
بہت مال و زیور دلایا انہیں
گئی شاد ہو کر میانِ وطن

محفلِ سوم

اُن شخصوں کے بیان میں کہ جنہوں نے
توجہ عاشقان خدا سے ملک و مال معشوقان
صاحب جمال دنیا ہی میں پائے جو گمراہ تہے

راہِ راست پر آئے

اگر ساقیا تیسرا دور ہو
مزا تیسری بزم کا اور ہو

زمانہ کی ہے چال سو ڈھنگ پر
تو ہم ہی چلیں اور ہی رنگ پر

جو راتیں تھیں پہلی وہ راتیں گئیں
وہ قصّے گئے آج باتیں گئیں

وہی آج راجا وہی راج ہے
جو کچھہ بات کل تہی تو کچھہ آج ہے

اِدہر خوف ہے چرخ کی چال سے
ندامت اِدہر اپنے افعال سے

اِدہر جنگ کو ہے مقابل اجل
نہیں ہے ہٹانے کو قابل اجل

اِدہر عرصہ زندگی تنگ ہے
اُدہر راہ میں خستہ سے سنگ ہے

یہاں تک چلے آئی تقدیر سے
رکے ہے زباں ہی تقریر سے

پہونچ جائیں آگے بہی سامان سے
گزر شہر سے ہو بیابان سے

یہی ہے دُعا روز اللہ سے
کہ منزل تلک ہو گزر راہ سے

ہمیشہ ہے ساقی ہوس جام کی
تمنّا ہے دُنیا میں بس جام کی

روانہ ہوں ہاتھہ ملتے ہوے
پلادے کوئی جام چلتے ہوے

رکی اب عقیلہ تو تقریر سے
کہا،، یہہ نفیسہ نے تدبیر سے

وہی بات ہے جسکا ہو کچھہ اثر
وہی رمز جسّے ہو دلکو خبر

کہ ہوں کان جسّے وہ تقریر سے
لکھی جائے دلبر وہ تحریر سے

عقیلہ بھی بات کی داد دے — کہ دنیا سے دل آج آزاد ہے
پہنسی تہی یہہ دارِ ظلمات میں — قبا پر نظر تہی ہر اک بات میں
جو سمجھی تہی الفت کرامات ہے — تو جانا کہ وہ بہی نہ کچھ بات ہے
نہ کچھ خبر ہے عشق انسان کا — ضرر اسمیں ہیں کا ہے ایمان کا
جو ہو عاشقانِ خدا سے رجوع — تو ماہِ تمنّا جبہی ہو طلوع
ہمیشہ رہے گرد مخلوق بہی — ملے دین و دنیا بہی معشوق بہی
جو کہنی ہے لونڈی یہہ تحقیق ہو — مری بات کی آج تصدیق ہو
دکہایا عقیلہ نے تازہ شجر — مری بات اُس نخل کا ہو ثمر

ذکر ایک بقّال کا جسنے بہ توجّہ علیؑ مرتضےٰ اپنے معشوق کو پایا بادشاہ بنا ملک و مال ہاتہہ آیا

لکہا ہے کہ اک روز شیرِ خدا — لبِ نہر بیٹہے تہے سب سے جُدا
نظر آئی کشتی مثالِ ہلال — جواں ایک کشتی پہ تہا جسنِ جمال
کنارہ پہ اُسکا ہوا جب گزر — سفینہ سے اوترا جواں بخطر
جواں آپ آیا حضورِ امام — ادب سے کیا اُسنے جہک کر سلام
ہوئی تہی سفر میں اُسے بیکلی — تو لے آئے خیمہ میں مولا علیؑ

بتایا جو مہماں کیا احترام
سبب اُنکے آنے کا پوچھا تمام

کہا یہہ علیؑ سے یمن ہے وطن
مگر دو ہیں سلطاں میانِ یمن

جو ہے ایک وہ کفر میں ایک ہے
جو ہے اک وہ دیندار ہے نیک ہے

جو کافر ہے اُسکی ہے دختر حسین
مناسب ہے اُسکو کہوں مہ جبین

یمن اُسکے پرتو سے ہے باغ باغ
وہ کاشانۂ حُسن میں ہے چراغ

زنانی وہی ہے جواں باپ کی
قضا عاشقوں کی ہے جان باپ کی

سرِ شام اک روز وہ گلعذار
ہوادار پر آپ ہو کر سوار

قیامت سی آئی یکایک نظر
غلام اپنی بیٹھا تھا دُکّان پر

سرِ راہ مجھہ سے مقدّر پھرا
جو گردش میں آیا زمیں پر گرا

ہُوئی شرم اُسکو مری دید سے
لگی آنچ کچھہ مجھکو خورشید سے

غشی میں جو دیکھا تو شرما گئی
وہی شرم اُسکی مجھے کھا گئی

مجھے عشق آنکھیں دکھانے لگا
کلیجہ مرا مُنہ کو آنے لگا

کیا تھا نہ مَس دامنِ یار کو
کہ تڑپا دیا پھول نے خار کو

غشی کا مری ہو گیا یہہ اثر
جھکا میری جانب کو رشکِ قمر

کہا میرے دربار میں آئیو
مٹھائی جو اچھی بنے لائیو

مجھے در پہ جانے کا حیلہ ہوا
مٹھائی مجھے اک وسیلہ ہوا

دربار پر روز جانے لگا
مرا دل نہ ہرگز ٹھکانے لگا

سواری ہیں دیکہا مجہو غور سے — وہ بگڑی تو ہمسر پڑے طور سے

قدم دمبدم بڑہ چلا عشق کا — زیادہ ہوا ولولہ عشق کا

سنا آہ و نالہ میرا بار بار — ہوئی پہر تو چاؤش بہی ہوشیار

ڈرے لوگ آہِ شرربار سے — کیا منع بندہ کو دربار سے

برا ہووے آہِ شرربار کا — کیا بند رستہ دربار کا

مجھے پہر جو روکا دربار سے — بنا کچھ نہ آہِ شرربار سے

یہانتک تو بے اختیاری ہوئی — نہ قابو میں پہر آہ و زاری ہوئی

نہ دم بہر بہی آنکھوں سے آنسو رکے — یہہ روئی کہ آکر لبِ جو رُکے

جوان ایک بندہ کا ہمراز تہا — محبت پہ اُس کی مجھے ناز تہا

نہ تھی یہہ خبر آہ کچھہ شاہ کو — کیا اُسنے آگاہ کچھہ شاہ کو

کہا، شاہزادی کا مشتاق ہے — اُسے ہجر میں زندگی شاق ہے

نہ ڈرنے سے اپنے اُسے کچھہ خطر — نہ کچھہ دین و دنیا کی اُسکو خبر

کہا یار نے جسقدر کہہ سکا — نہ کہنے پہ اُسکے بہی دل رہ سکا

ہوا جب محبت سے بے اختیار — گیا روبرو شاہ کے بار بار

رعیت تہا۔ کی ہمسری شاہ سے — ہوا خواستگار پری شاہ سے

سنا میرا پیغام تہرا گیا — یہہ غصہ ہوا جوش میں آگیا

کیا حکم چاوش کو ناگہاں — اسے لیچلو دشت کے درمیاں

یہہ دیتا ہی جان قامتِ یار پر
نہ سیدہا ہو کہینچوا سے دار پر

یہہ سنتی ہی چاؤش ہو راہبر
بیابانمیں لایا مجہے کہینچکر

کہوں کیا خیالِ قدِ یار میں
جہکایا تہا سر سایۂ دار میں

یہہ کی عرض اے خالقِ بحر و بر
دعا اِس بیابانمیں مقبول کر

نہو جبتلک وصل دلدار کا
اُٹہائے نہ صدمہ یہہ دار کا

اُٹہائی نہ سجدے سے ابتک جبیں
کہ اِک فوج چاؤش آیا وہیں

اُٹہایا مجہے کچھہ نہ کی گفتگو
غرض لیگیا شاہ کے روبرو

جو تہا بادشہ کا وزیرِ عقیل
بچانے کی اُسنے نکالی سبیل

کہا اُسنے اے خسروِ نیک خو
کیا قتل گر تونے بقال کو

نہ پہر تجہکو مخلوق عادل کہے
کہے تجہکو ظالم کہ جاہل کہے

مجہے اِسّے حیلہ یہہ منظور ہے
اِسے کر سکے کوئی مقدور ہے

نہ جب کام اِسّے وہ انجام ہو
پہر چپکا ہو خسرو نہ بدنام ہو

اِدہر کہہ چکا شاہ سے وہ وزیر
مخاطب ہوا اسطرف کو مشیر

کہا مجہہ سے اے مبتلائے بلا
اگر چاہتا ہی تو اپنا بہلا

تو لے آ ہنرِ مُرتضےٰ کاٹ کر
کہ نخلِ محبت بہی پائے ثمر

ملے سلطنت تجہکو سلطان سے
پری سی ملے تو سلیماں بنے

سنا یہہ تو سوچا نہ کچھہ بہی مآل
ہوا دل سے قتلِ علی کا خیال

تلاش علیؑ میں فقط ای جناب
یہانتک تو آیا یہہ خانہ خراب

علیؑ کو نہیں جانتا یہہ غریب
بتاؤ کہاں ہی نبیؐ کا حبیب

امام دو عالم نے اُسسے کہا
لب نہر کیوں یار چپکا رہا

لب نہر ہوتی اگر کچھہ خبر
اُسیوقت ہوتا ترا راہ بر

چلو اب بہی یہہ بات مشکل نہیں
بہت دور کچھہ یہانسے ساحل نہیں

یہہ کہہ کر اُسے ساتھہ لائی علیؑ
لب نہر خیمہ سے آئے علیؑ

علیؑ نے نہ کچھہ اور تقریر کی
حوالہ دلاور کے شمشیر کی

کہا ای برادر علیؑ ہی یہی
یہہ موجود ہے سر علیؑ ہی یہی

نکر دیر دم بہر خدا کے لیئے
مرا کاٹ لے سر خدا کے لیئے

بڑہا یہہ تو تلوار کو کہینچکر
زمیں پر جہکے سرور بحر و بر

نہ آساں ہے قتل امیر عرب
ہوا خشک اُوسکا ہوا ہاتہہ جب

یہہ دیکھی نئی بات ہر وار میں
ہوا پر رہا ہاتہہ ہر وار میں

شہ دیں کا یہہ معجزہ دیکھکر
گرایا وہیں تیغ کو خاک پر

محبت سے حضرت کی سینہ بہرا
بڑے شوق سے پاؤں پر سر دہرا

کہا عاشق زار نے ای جواں
زمانہ میں تجہہ سے بہادر کہاں

غرض کیا ہے اب بے وفا سے مجھے
محبت ہے شیر خدا سے مجھے

ملیں گر مجھے لاکھہ محبوب اب
تصدق کروں آپ پر آج سب

نہ اب ہے غرض نازنیں سے مجھے
کہ کھویا تھا دنیا و دیں سے مجھے

کیا شہ نے سر کو قدم سے جدا
یہہ کہنے لگے اُس سے شیرِ خدا

تسلّی ذرا دے دلِ زار کو
مِلا دینگے ہم تجھسے دلدار کو

یمن کیطرف جوش سے دیکھکر
چلائی اشارہ سے تیغ دو سر

یمنؔ میں جو دیندار اک شاہ تھا
اُسے خط میں یہہ مرتضےؑ نے لکھا

تری پاس کافر جو تھا بادشاہ
کیا تیغ سے ہمنے اُسکو تباہ

چلاکر ابھی تیغ سوئی یمن
کیا آج کافر کا ٹکڑے بدن

گیا وہ جہنّم میں اَی دوستدار
جو پہونچے وہاں عاشقِ بیقرار

اطاعت کرو عزّت و جاہ سے
کرو عقد پھر دخترِ شاہ سے

خزانے ہوں واں جسقدر مال کے
حوالہ کرو جلد بقّال کے

جو یہہ لکھہ چکے خاصۂ کبریا
وہ عاشق کے پھر خط حوالہ کیا

جواں خط کو لیکر یمن میں گیا
ہوا تھا کہ دم میں چمن میں گیا

پہنچکر وہ خطِ امامِ غیور
کیا پیش پھر بادشہ کے حضور

پڑہا شہ نے جب نامۂ بوتراب
کیا پھر یہہ درباریوں کو خطاب

کہ کچھہ شاہ کے حال سے ہے خبر
کہا ایک نے اَے شہِ نامور

تعجب کی ہے بات یہہ سر بسر
ہوا قتل وہ خود بخود تخت پر

ہوئی یک بیک تیغ اک شعلہ ور
کیا اُسنے سلطان کا ٹکڑے جگر

سُنا بادشہ نے جو یہ ماجرا | بجا لایا حکمِ شہِ لافتا
پڑھا عقد دلدار سے پیشتر | دیا مال اَور مُلک تھا جسقدر

قصہ رعدِ جنگی

یہ ہے ساقیا عرض آداب سے | چمک جائے تیغ زباں آب سے
بیاں ہووے جب کارزارِ علیؑ | زباں صاف ہو ذُوالفقارِ علیؑ
بیاں سے اگر خشک ہووے زباں | کوئی آبِ کوثر سے دھووے زباں
سُنے داستاں یہ کہیں حور بھی | کہے بات پر آفریں حور بھی
نبیؐ کا زمانہ تھا دُلدل سوار | گلستاں میں آتے تھے مثلِ بہار
نہ تھا دوستوں سے کوئی ساتھ میں | سپر تھی نہ تیغ دُو سر ہاتھ میں
نہ خادم کوئی خدمتِ شاہ میں | اکیلے فقط راہبر راہ میں
کوئی گو نہ رستہ میں ہمراہ ہے | خضر کا مددگار اللہ ہے
اِدھر اور اُدھر جب اُٹھائی نظر | سرِ راہ اِک گرد آئی نظر
اُٹھائے ہوئے راہ میں سر غُبار | دبانے کو موجود ابرِ بہار
یہ جانا جو دیکھا نشانِ غُبار | کوئی پہلواں ہے میانِ غُبار
بدن آبِ فولاد میں غرق ہے | بگولہ ہے آندھی ہے یا برق ہے
رواں بادپا ہے پر اِس زور سے | چلے اژدہا جسطرح شُور سے

بلندی میں قامت بھی اک تاڑ ہے — جو لپٹے کسیکو تو پھر جھاڑ ہے

کسیکا کوئی پیچ چلتا نہیں — لپٹے جسے وہ نکلتا نہیں

کمر میں دو تیغیں زرہ جسم میں — کمند و کماں کی گرہ جسم میں

جو ہوں لاکھہ عقدے نہیں کچھہ خطر — کہ عقدہ کشا تو ہے پیش نظر

لیئے ایک گرز گراں ہاتھہ میں — کماں دوش پر ہے سناں ہاتھہ میں

جو ہے خود سر پر سپر پشت پر — نظر ہر گھڑی ہے زد و کشت پر

کہا بڑھ کے حیدر سے ہشیار ہو — اجل آئی سر پر خبردار ہو

اگر زندگی چاہتا ہے یہاں — تو ہولے ابھی آگے آگے رواں

اگر ساتھ چلنے کا اقرار ہو — حسب اور نسب پہلے اظہار ہو

علیؑ نے کہا دور ہو راہ سے — نہیں خوف شیر و نکور و باہ سے

اڑا اسقدر دیو ہتیار پر — نہ سمجھا کہ تیغیں ہیں بیکار پر

جو کم نیشتر سے نہ شمشیر ہے — تو ساہی کا ہے خار جو تیر ہے

یہ نیزہ جو اسوقت ہے ہاتھہ میں — اڑے سر تو رہ جائے نے ہاتھہ میں

نہ افسانہ گرز بھی طول ہے — ادھر گرز ہے اور ادھر پھول ہے

سپر پشت پر دانہ خال ہے — زرہ طائر روح کو جال ہے

ابھی ہے یہ سب سرکشی خود پر — نہ آئیگا چار آئنہ میں نظر

کہا پھر کہ ما و منی دور کر — دل و جاں سے اسلام منظور کر

شہ دیں نے نیزہ اُٹھانے دیا — مگر پھر بدن تک نہ آنے دیا

لیا چھین نیزہ کو اس ہات سے — الگ پھانس جیسے کریں ہاتھ سے

اُٹھایا عدو نے جو گرز گراں — کیا سمت کوژہ نی دست جواں

گرا گرز دستہ گرا پاؤں میں — اُٹھاتا نہ سر تک پڑا پاؤں میں

ہوا ہاتھ بیکار گو ضرب سے — ہٹا دل نہ گمراہ کا حرب سے

نہ کھینچی گئی تیغ جب ہاتھ سے — پکار اُٹھی جان اَب ہاتھ سے

کیا زیر شہ نے نہ لڑ کر اُسے — اُٹھایا جو لنگر پکڑ کر اُسے

رہا ہاتھ قبضہ پہ زیں سے اُٹھا — کہا میں پر آزماں زیں سے اُٹھا

علیؑ نے کہا نام اظہار کر — خدائے دو عالم کا اقرار کر

زبردست کیا پست ہوتے نہیں — بہادر لڑائی میں روتے نہیں

اگر نیزہ و تیغ کی چاہ ہے — اسی کے سبب نالہ و آہ ہے

پھر اپنے ہتھیار پھر جنگ کر — نہ کر ریخ اکبار پھر جنگ کر

کہا اُسنے اَے پہلوان دلیر — یہاں آیا قسمت کا تھا ہیر پھیر

نگاہیں تھیں افلاک پر آجکل — زمیں آج دیکھی یہ اسکا بدل

رہے کل تلک تو زبردست ہم — ہوئے آج آگے ترے پست ہم

کریں کس لیے نالہ جانگداز — یہی ہے جہاں کا نشیب فراز

کبھی نیستی ہے تو ہستی کبھی — بلندی کبھی ہے تو پستی کبھی

بجے آج یا اور دشمن بجے
نہ پاتے ہیں ناٹوں سے فرصت کبھی
ہنسی میں کوئی دم گزرتا نہیں
یہہ رونا تو مرنے کی خاطر نہیں
یہہ ہے غرض اللہ مت دیر کر
کہے اب لڑائی کی ہے کچھ ہوس
نہ ساماں لڑائی کا درکار ہے
جو ہے دہیان ابروی خمدار کا
لگا ہو نمیں اک دانہ خال ہے
دو دیدہ ہیں دلمیں سمائے ہوئے
وہ دیدہ پرانے ہیں گھر تیر کے
جو ہے ناک وہ تیر کی بہال ہے
جو اک سرو سا قد ہے نیزہ مجھے
یہہ ہتھیار اس شان کے ساتھ ہیں
انہیں درزو بھی کوئی تکتا نہیں
کہوں کیا دکھانے کے قابل نہیں
نصیبہ ہے گو میرا یاور نہیں

تو رو وینگے کس زندگی کے لیے
ہنسے کون سے دن جو رو ئے ابہی
تو اس زندگانی پہ مرتا نہیں
دعا ہے یہی موت آئے کہیں
الگ ہو چہری حلق پر پہیر کر
دم تیغ بہرتا ہے ہر دم نفس
مرے پاس نیزہ ہے تلوار ہے
مرے سر پہ سایہ ہے تلوار کا
یہی مردم چشم کو ڈہال ہے
انہیں کو ہوں چہاتی لگائے ہوئے
تشفی کو مژگاں ہیں پر تیر کے
بہنویں کرچ ہیں زلف اک جال ہے
تو ہتیار بہر چاہیے کیا مجھے
کہ دلمیں ہیں سب جان کے ساتھ ہیں
عدو بھی کوئی چہین سکتا نہیں
سلح خانۂ جان ہے یہہ دل نہیں
مگر کوئی تجہہ سا دلاور نہیں

لڑے تو تو ہتیار کس کام کے سلاح بدن ہیں فقط نام کے
ادہر لا کہ رستم ہوں تو ایک ہے لڑائی کا انجام کب نیک ہے
مقابل میں تجہہ سے اگر شیر ہو اگر لا کہہ رستم ہوں پہر زیر ہوں
اگر ہو عدو سب ما نہ تیرا تو کافی ہے اک تازیانہ ترا
وطن کو اگر پوچہتے ہیں جناب غریب الوطن ہے یہہ خانہ خراب
حقیقت میں تو نام ناکام ہے غلط رعد جنگی مرا نام ہے
مری عرض ہے گو خلاف ادب تو کہتا ہوں رونیکا ہے یہہ سبب
سنیں آپ بندہ کی کچہہ داستاں بچا ہے مرا بادشاہ کلاں
مگر نام **حارث** ہے اُس شاہ کا بیاں طول ہے حشمت جاہ کا
بجز ایک دختر کے کوئی نہیں نہ ابتک ہوئی نام زد بھی کہیں
گیا ایک دن میں جو بہر شکار بیاباں میں آئی نظر گلعذار
کوئی گلبدن ہے کوئی نسترن بنا ہے خواصوں سے جنگل چمن
عجب ہیں ستارے عجب ماہ ہے طفیل قدم کہکشاں راہ ہے
پڑی شاہزادی پہ میری نظر ہوا مجہہ کو سودا اُسے دیکہکر
پہرائی صنم نے ادہر بہی نگاہ زیادہ ہوئی میری حالت تباہ
کمندیں تہیں زلفیں جفا کار کی بہنویں تہیں کمانیں طرحدار کی
دو آنکہوں سے صدمے نرالے ہوئے مجہے خار مژگاں کے بہالے ہوئے

نگاہوں نے صدمے دیئے بار بار
ہوا شیر دو آہوؤں کا شکار

زمیں سے فلک پر نگاہیں گئیں
نہ اوپر کو نیچی نگاہیں گئیں

تو آیا کہاں زخم کھا کر یہاں
قضا لائی مجھکو اٹھا کر یہاں

محبت سے آیا نہ دل راہ پر
گیا زخم کھا کر در شاہ پر

نہ تھا خوف کچھ حشمت و جاہ سے
کہا،، اسطرح جوش میں شاہ سے

جو ہو شاہزادی سے شادی مری
تو زوجہ بنے شاہزادی مری

اگر عقد سے آج انکار ہے
گلا آپ کا ہے یہہ تلوار ہے

کہا،، شاہ نے یہہ عبث شور ہے
بتاتے ہیں خدمت اگر زور ہے

جو شادی ہو اوس کی حصر شرط پر
اگر ہووے تجھکو نظر شرط پر

نہ ہووے توقف ابھی جائیے
علیؑ کا جو سر لائیے آئیے

خوشی سے کروں آج شادی تری
تو زوجہ بنے شاہزادی تری

جو انجام ہووے نہ اسکام کا
تو پھر نام لینا نہ گلفام کا

یہہ سنتے ہی ہتیار سب باندھکر
روانہ ہوا ہے یہہ بندۂ دہر

فقط پوچھتا تھا نشان علیؑ
کہ تھی جستجوئے مکان علیؑ

یہی رنج ہے آج سارا ہمیں
علیؑ نے نہ افسوس مارا ہمیں

لحد میں نہ منزل نہ ہوتی جگہ
مرے یار کی دل میں ہوتی جگہ

سنے آپ نے پاس کے جب کلام
اتر آئے گھوڑے سے اپنے امام

کہا ما آپ نے اب گھبرایئے ۔ نہ ملنے کا غم یار کے کھایئے

تسلّی دل زار کو دیجئے ۔ علیؑ ہو نہیں جو چاہئے کیجئے

ملے سر سے گر یار پیارا ترا ۔ خدا کے لیئے سر ہے حاضر مرا

سر و جسم دو تو مجھی کو دیئے ۔ جیئے تو مریں ہم خدا کے لیئے

سُنا رعد جنگی نے جب یہ بیاں ۔ کہا مرحبا آفریں اے جواں

جہاں میں ہیں گو خاصہ کردگار ۔ مگر تجھ سے کاہے کو ہیں جاں نثار

بہادر بہو ار ستم داستاں ۔ کہاں تجھ سے نسبت اسے اے جواں

تو ہی ایک ہو شاہ مرداں ہے کچھ ۔ نہ رستم نہ زال و نریماں ہے کچھ

کسے اب گوارا جدائی تری ۔ تو بندہ خدا کا خدائی تری

نہ سر کی ہے خواہش نہ فکر صنم ۔ یہ دل چاہتا ہے کہ چوموں قدم

علیؑ کی وہ جرأت سے حیراں ہوا ۔ گرا پانو پر اور مسلماں ہوا

مسلمان دل سے ہوا رعد جب ۔ یہ کہنے لگے پھر امیر عرب

اگر ہے تجھے کچھ خیال صنم ۔ تو ہو دیگا بیشک وصال صنم

ابھی میرے گھوڑے پہ ہوجے سوار ۔ رواں سوئے مغرب ہو اے ہوشیار

چڑھا پھر تو دلدل پہ رعد دلیر ۔ نہ دیکھا زمانہ کا کچھ ہیر پھیر

زمیں سے ادھر پاؤں ہیں پر گئے ۔ ادھر زیں سے اترے زمیں پر گئے

پلک بھی نہ جھپکی کہ پہونچے ادھر ۔ جو پھر رعد کو شہر آیا نظر

علیؑ نے کہا رعد سے ایجواں
کہا نسے تو ساعت میں آیا کہاں

علیؑ نے تو ساعت میں طے راہ کی
حقیقت سنو دختر شاہ کی

علیؑ آئے ظاہر ہیں مثل خیال
ہوا خواب میں مصطفےٰ کا جمال

کرم یہہ کیا دختر شاہ پر ؛
کہ لائیو اُسے خواب میں راہ پر

مشرّف کیا پہلے اسلام سے
علیؑ کے بھی واقف کیا نام سے

کہا یہہ جو آتے ہیں یاں بوترابؑ
کرو پیشوائی علیؑ کی شتاب

اُسے حال سے اپنے ماہر کرو
پڑھو کلمۂ اسلام ظاہر کرو

کھلی آنکھہ دختر کی جب خواب سے
چلی جانبِ دشت آداب سے

جو موقع پہ پہونچی کہا پھول پھول
سلام علیک ابنِ عمِّ رسولؐ

نصیبہ ترقی پہ ہے باپ کا
ہمارے سروں پر قدم آپکا

یہہ کہکر کہا خواب کا ماجرا
لگے کہنے اے سرورِ دوسرا

خبردار مجھہ کو نبیؐ نے کیا
کہ آتا ہے اب اشرفِ اوصیا

ملو اس سے اسلام تازہ کرو
رخِ دین و ایماں پہ غازہ کرو

فقط ہے رضا میری اس کام میں
کہ داخل ہوں اسوقت اسلام میں

نصیبوں نے اسوقت یاورا کیا
کہ اسلام تازہ دوبارہ کیا

ہوئی دیں سے آگاہ جب گلعذار
تو پیدا ہوئی ایک گرد و غبار

نظر آئی جنگل میں فوجِ کثیر ؛
بیابانمیں تھا خسرو بے نظیر

یہہ دیکہا تو کہنے لگی مہ لقا — پہرا لشکر سے حضرت مرپا بکا
گئے مرتضےٰ فوج کے جب قریب — پکارا یہی رعد بنکر نقیب
ہدایت کو بہیجا خدا نے اسے — نہ جانا ہے جسنے وہ جانی اسے
یہہ عقدہ کشائے دل خضر ہے — یہی رہبر منزل خضر ہے
طبیب مسیحا ہے افلاک پر — دوائے مریضاں ہے یہہ خاک پر
مددگار ادریسؑ کا اوج میں — یہہ حامی ہے الیاسؑ کا موج میں
یہہ ہے حامی انبیائے سلف — یہہ آیا ہوئے رنج و غم برطرف
خدا نے یہہ بخشی ہے طاقت اسے — اٹہیں وہ ہی مردہ اٹہاے جسے
اگر آپ کچھہ ہی اشارہ کریں — سلاح عدو سب کنارہ کریں
رواں آپ سے آپ ہتیار ہوں — چلیں اسطرح جیسے جاندار ہوں
نہ باندہے سے تیغیں رہیں ڈاب میں — اوڑیں مچہلیوں کیطرح آب میں
چلیں آپ نیزے سروں سے ابہی — اڑیں تیر سارے پروں سے ابہی
اشارہ جو پاکر ہوویں جدا — غضب مرتضےٰ کا ہو قہر خدا
کہٹیں آپ سے آپ وقت جدال — بنیں پہانس ناوک سناں ہو خلال
جو ہو تیغ لکڑی کی تلوار ہو — بنے نیشتر بہی تو بیکار ہو
زرہ صاف مکڑی کا جالہ بنے — بنے خود ببل کہ چہالہ بنے
بنے آبلہ گرز انگشت پر — سپر داغ ہووے رخ و پشت پر

بدن ہووے گھٹ کر یجا نہ نظر — تو چار آئینہ میں نہ آوے نظر
خدا نے دیا سب طرح اختیار — ہدایت سے ہے کام لیل و نہار
کبھی اپنی خاطر بگڑتا نہیں — یہہ کافر سے پہلے ہی لڑتا نہیں
عدو کا اگر وار سو بار ہو — ادہر سے ہی اکبار پہر وار ہو
نہیں ناز زور خداداد پر — محمدؐ کے چلتا ہے ارشاد پر
کسی سے نہیں امتحان زور کا — سلیماں ہے پر پاسباں مور کا
خبر ناتوانوں کی لیتا ہے یہہ — خدا کے لیے جان دیتا ہے یہہ
ادہر عد جنگی ثنا خواں ہوا — ادہر جوش میں شیر یزداں ہوا
بڑہے جب کہا اسطرح شاہ سے — خبردار ہو اب یداللہ سے
مقابل نہیں اب سوائے علیؑ — علیؑ کی طلب تھی تو آئے علیؑ
بڑہو جلد دین خدا کیطرف — کہ ہو دین دنیا کا حاصل شرف
جو دین محمدؐ سے اقرار ہے — خدا اُس سے خوش ہو وہ دیندار ہے
کہا پہر یہہ حارث نے للکار کر — گرا دو جوانو اسے مار کر
کیا فوج نے جگھڑی مار مار — بڑہا کھینچکر تیغ دُلدُل سوار
کرے صف دُلدُل کا کس کی مجال — نہ ہونچے قدم تک ہی پیک خیال
جو ہو صبح کا دیس ہووے رجوع — گہرے سایہ میں مہر وقت طلوع
چلائیں تو ہے چال ہی اسقدر — نہ لے سایہ و نور کو ٹہیہ پر

اشارہ سے کاوے میں گھوڑا ہوا
اُسے سایۂ تیغ کوڑا ہوا

علیؑ نے لیا بیچ میں فوج کو
کہ گھیرا ہو دریا نے اک موج کو

وہ کاوے میں گھوڑے کی رفتار ہے
کہ اک فوج کے گرد دیوار ہے

نہ ہے تیغ برقِ شرربار ہے
بنیٹی کا گل ہے نہ تلوار ہے

یہہ بیڑی ہو اک دل جلوں کے لیئے
یہہ اک طوق ہے سو گلوں کے لیئے

سروں پر جو تیغِ یداللہ تھی
نکلنے کو جانوں کی کب راہ تھی

کبھی گرز تھی وہ کبھی تیر تھی
قضا کی تھی بیڑی نہ شمشیر تھی

پڑی سر پہ گرزِ گراں کیطرح
گھسی دل میں تیر و سناں کیطرح

گلوں پر جو آئی تو شمشیر تھی
گئی پاؤں تک جب تو زنجیر تھی

کسیکو چمک اپنی دکھلا گئی
کسیکو سر و جسم تک کھا گئی

جھکی سر پہ گاؤ زمیں تک گئی
جو اُبھری تو چرخِ بریں تک گئی

کبھی سدرۃ المنتہےٰ تک گئی
جھکی جب تو تحت الثرا تک گئی

گلوں تک اسی تیغ کی آب تھی
جو سر بلبلہ تھے وہ گرداب تھی

نظر ہے کبھی آب وریاٹ پر
اوترتے ہیں سر تیغ کی گھاٹ پر

اسی سے تو اونچا سرِ موت تھا
نہ تھی تیغ وہ شہپرِ موت تھا

اثر نعرۂ حیدری کر گیا
گرا کوئی ڈر کر کوئی مر گیا

کسی صف میں گھوڑوں کے اوپر سوار / کسی صف میں اسوار پر راہوار
ڈرے اسپ اسوار دم پر گرے / جو سر پر چھکے تھے وہ سم پر گرے
نہ تھا چین جینے پہ مجروح کو / قفس جسم تھا طائر روح کو
گرفتار حارث کو جب کر لیا / تو آگے ہی سب فوج کو دھر لیا
گرے تیر گھوڑے تو سر مار کر / کہا فوج نے الاماں ہار کر
کہا شہ نے حارث کو سن اے اخی / کرے تو جو منظور دین نبی
رضامند تجھ سے خدا آج ہو / وہی تخت ہو اور وہی تاج ہو
اگر آج ہو عار اسلام سے / الگ سر کروں تیر صمصام سے
یہہ سنتے ہی حارث مسلماں ہوا / ہر اک فوج میں اہل ایماں ہوا
رہ دیں کھلا جب گھڑی شاہ پر / ہوئی فوج بھی شاہ کی راہ پر
بلا رعد پہلے جو اللہ سے / ہوا عقد پھر دختر شاہ سے

قصۂ دختر شاہ چین

غنیمت ہے یہہ ساقیا شب مجھے / توقع کہاں روز کی اب مجھے
مجھے ہر گھڑی موت کا ہے خطر / کہ ہو صبح تک کیا کسی یہہ خبر
لکھا ہے کوئی چین میں شاہ تھا / ہر اک دین ملت سے آگاہ ہو

رعیت سوا اپنی محبت اُسے ہر اک عالم دیں سے اُلفت اُسے
ولایت سے آباد گنج کثیر کمر بستہ ہر دم امیر و وزیر
سبھی کچھ ہے حاصل میان جہاں مگر ایک دختر ہے جان جہاں
نزاکت میں صورت میں اخلاق میں وہ دختر ہے مشہور آفاق میں
یہاں ور ہے رنگ آفاق کا کہ معشوق عاشق ہے مشتاق کا
نظر چاہیے گردش دور پر کہ ہے شمع پروانہ ہی اور پر
ہزاروں ہیں عاشق پری پر نثار یہ ہے چاند کبک دری پر نثار
دُر بے بہا جوہری پر فدا کہ زُہرہ یہ ہے مشتری پر فدا
نہ غافل ہے سرو رواں تاڑ سے کہ عاشق ہے قمری پہ اک آڑ سے
سمجھتے ہیں خوبی میں سب گُل اسے تعشق میں کہتے ہیں بُلبُل اسے
لکھا حال کچھ دختر شاہ کا بیاں ہے کسی اور کی چاہ کا
جو شہ کا وزیر خردمند ہے اُسیکا جواں ایک فرزند ہے
بیاں اُس کی خوبی کا ہے مختصر جوانو میں ہے ایک ہی وہ پسر
پسر اور دختر یہ شام و سحر محبت سے ہے بادشہ کی نظر
پسر کو سمجھتا ہے نور نظر سمجھتا ہے دختر کو لخت جگر
پسر ہے فدا دختر شاہ پر محبت سے دونو ہیں اک راہ پر
پسر کی ہے دختر پہ ہر دم نگاہ زیادہ ہے دختر کی حالت تباہ

جو پہرتا ہی ہی بالا بالا پسر کہ ہے چاند دختر تو ہالہ پسر
نگہہ میں نگہہ ہاتہہ میں ہاتہہ ہے کہ سایہ کی مانند وہ ساتہہ ہے
جدہر یار ہے اُسطرف وہان ہے نگہہ یار کی ساتہہ ہی جان ہے
جدائی گہڑی کی کسے شاق ہے یہاں ایک کا ایک مشتاق ہے
دلونمیں ہی دونو کی حالت عجیب کوئی نیمجاں ہی کوئی جاں بلب
ہوئی آہ عاشق کی حالت تباہ تو کی حال پر دوستوں نے نگاہ
نہ دونو کا قابو میں جب دل رہا کسی دوستنے رحم کہا کر کہا
تجہے دیکہتا ہی جہاں غور کر ہوا ہی تو عاشق کہاں غور کر
ستاتی ہی اب زندگانی تجہے گراتا ہی زور جوانی تجہے
نہ ایسے وسیلہ سے دی جان تو کسی اور حیلہ سے دی جان تو
ہوئی جبکہ ہی بادشہ کو خبر گلہ سر یہ ہی پہر نہ سر جسم پر
زباں آہ و نالہ سے بس تہام لے نہ تو شاہزادیکا اپنا م لے
سنبہل یار ہر طور کی بات کر نہ یہ ذکر کر اور کی بات کر
محبت سے سُن لے مری بات کو جگہہ کان میں دی مری بات کو
اگر عشق ہی تجہکو مرغوب ہو لگا ہو نہیں پہر اور محبوب ہو
کہا یار نے جب یہہ مشتاق سے کہا پہر یہہ عاشق نے اخلاق سے
بہرے کان با تو نسے دلدار کی کہاں ہی جگہہ اور گفتار کی

شکر لب کی باتیں بھی قند ہیں — مری میٹھی باتوں سے لب بند ہیں

جو آنکھو نہیں زلفونکا ڈیرا ہوا — یہہ گھر بھی ہے سانپونکا گھیرا ہوا

وہی ایک ہے ہر جگہہ کیا کروں — کہوں کیا سُنوں کیا نگہ کیا کروں

محبت سے دونو پریشاں ہوئے — مقدر سے مرنیکے ساماں ہوئے

یہہ معشوق عاشق کا تھا اتحاد — کہ وہ خاک یہہ دامنِ گرد باد

ادھر عاشق زار ہے سر بکف — قدم ہے صنم کا فنا کیطرف

صنم ہے یہہ راہِ عدم پر رواں — چھپا آپ یہہ رشکِ آسماں

جو ابرو ہلالِ سرِ شام ہے — جبیں آفتابِ لبِ بام ہے

رخِ آتشیں جب ہوا لاگ پر — تو ہے مردمِ چشم بھی آگ پر

ادھر رخ پہ زلفِ سیہ فام ہے — رواں ساتھہ ہی صبح کے شام ہے

نشانِ اجل برملا ناک ہے — جو قرآن ہے رخ لفظِ لا ناک ہے

لبوں پر ہے ہر دم کلامِ اجل — کہ ہیں ان عقیقوں پہ نامِ اجل

جھکے کیا ذقن کی کوئی چاہ پر — کہ ہے چاہ بھی موت کی راہ پر

گلے کی نہ خنجر کی تقصیر ہے — ہوا آپ اپنا گلو گیر ہے

لیئے ہاتھہ میں ہے قضا ہاتھہ کو — قدم گرم ہیں موت کے ساتھہ کو

رواں ہے جو فانی ہیں دلدار ہے — تو پیچھے ہی بس عاشق زار ہے

نہیں فاصلہ کچھہ اگر وار ہیں — یہہ دونو ہی دو ہاتھہ میں پار ہیں

ہوئی شہرت عشق جب گھر بہ گھر | تو پھر ہو گئی بادشہ کو خبر
سنا ایک کی بھی نہ فریاد کو | دیا قتل کا حکم جلاد کو
بہت آہ دونوں نے فریاد کی | محبت نے کچھ بھی نہ امداد کی
چلی آہ تیغ دو دم حلق پر | ہوئی ذبح دونوں ہی دخت و پسر
محل میں رہی بادشہ کے قریب | ہوئی مر کے گورِ غریباں نصیب
دلا ہر گھڑی موت کو یاد کر | نہ یا تو یہیں یہہ عمر برباد کر
جو عاقل ہے کر اس طرح زندگی | کہ ہووے نہ مرنے پہ شرمندگی
نہ ہو محو دنیا کے سامان میں | بگڑتا ہے یہہ آن کی آن میں
دو روزہ یہہ حسن جہانتاب ہے | کہ شبنم کے موتی کی یہہ آب ہے
یہہ حسن کو چار دن ہے کمال | زیادہ جیے پھر تو آیا زوال
قضا آگئی گرمیانِ کمال | نہ وہ حسن ہے پھر نہ شانِ کمال
مقدّر سے جب دم ہے خاک میں | تو ملتے ہیں سارے ہنر خاک میں
نہیں ہے سو پھر بھی گل خاک میں | نکلتے ہیں لفظوں کے بل خاک میں
ذرا تیغ ابرو میں پا کر کجی | نکالی زمیں نے دبا کر کجی
ہر اک آنکھ مٹی میں پتھرا گئی | خدا جانے کس کی نظر کھا گئی
نہ تھی عطر و گل کو جگہہ ناک میں | وہی ناک ہے اس گھڑی خاک میں
نہ ٹھہری نگہ روئے دلدار پر | جمی اس گھڑی گرد رخسار پر

وہ سیب ذقن ہو تلے خاک کے — پڑی آہ گل کر گلے خاک کے

قضا نے لحد میں سلایا انہیں — نہ پھر عشق نے بھی جگایا انہیں

لحد ایک کی ایک کے پاس ہے — کسیکو نہ ملنے کی اب آس ہے

ہنسی کی وہ اس وقت باتیں کہاں — ملاقات کی اب وہ راتیں کہاں

کہاں ہیں وہ آپس کے راز و نیاز — کہاں وہ دلوں کی نشیب و فراز

کسیکو کوئی یاد کرتا نہیں — قدم کوئی الفت میں دھرتا نہیں

نہیں ہے وہ الفت نہیں ہے خیال — ہوئی ہے کسیکو کہیں ہے خیال

یہیں ہے نظر ایک کی ایک کو — نہیں اب خبر ایک کی ایک کو

وہ آنکھیں جو ہر دم تھیں افلاک میں — بتائیں وہ دیکھا ہے کیا خاک میں

بہنووں کے کدھر آج آرے گئے — کہاں مار کاکل کے مارے گئے

بتائیں بدن کا وہی طور ہے — وہی جسم ہے اب کہ کچھ اور ہے

ہمیں اب بتائیں کریں سب یقین — لحد میں وہ مٹی ہیں اور کچھ نہیں

انہیں جسنے دیکھا دکھائے ہمیں — وہی ہو جو صورت بتائے ہمیں

بتائے جبیں کا نشان خاک میں — کہ ڈوبا ہے سورج کہاں خاک میں

سمجھ ہو تو بھاگے بت چین سے — محبت کرے آل یٰسین سے

ہوا ایک دن شاہ کو یہ خیال — کہ ہار گئے مفت دونو جمال

بہت سوچکر کچھ پشیماں ہوا — ہوا دلمیں حیران پریشاں ہوا

کیے جمع اک روز عالم تمام
ادب سے کیا اسطرح سے کلام

مجھے ہے یہی بات مدِّ نظر
کہ زندہ ہوں و نوجہ خفت بسر

بتاؤ مسیحا زمان کا نشان
تسلّی ہو جس سے کرو کچھہ بیان

کہا عالموں نے یہہ آساں نہیں
کریں انکو زندہ وہ انساں نہیں

جنابِ حسنؑ ہیں نشانِ علیؑ
نبیؐ کے ہیں دلبند جانِ علیؑ

مدینہ سے آئیں جنابِ حسنؑ
تو بیشک جلائیں جنابِ حسنؑ

سنا شہ نے اسم شہِ نیک کو
بلاکر کہا اسطرح ایک کو

مدینہ کی جانب ابھی ہو رواں
حسنؑ ہیں وہاں پر امامِ زماں

جو لاے انہیں جلد ای نیکنام
تو جاگیر و خلعت سے ہو شادکام

جو یہہ کام تجھہ سے نہ انجام ہو
تو پہر قتل تو برسرِ بام ہو

شہِ چیں نے جسکو اشارہ کیا
تو اسنے وطن سے کنارہ کیا

بیاباں تہا اک شہر کے جو قریب
وہیں جلد پہنچا جوانِ غریب

وضو کی لب نہر پر بیٹھہ کر
کہا رو کے ای خالقِ بحر و بر

بلادے علیؑ کے پسر سے مجھے
بلا راہ میں راہبر سے مجھے

ہوئی تہی ابہی تک نہ پوری دعا
غرض آن پہونچے وہیں رہنما

کہا پہر جواں کو یہہ آواز سے
حسنؑ آن پہنچا ہے اعجاز سے

نظر راہ میں آئے جب راہبر
جہکایا سرِ عجز کو پاؤں پر

ملے جس گھڑی راہبر راہ میں
اُنہیں لیگیا خانۂ شاہ میں

شہ چیں نے حضرت کو تسلیم کی
بٹھایا سرِ تخت تعظیم کی

ہوئے مہرباں جب امامِ زماں
تو سب حال کہہ کر کیا یہ بیاں

جلائیں اگر آپ کیا بات ہے
مسیحِ زماں آپ کی ذات ہے

سرِ قبر پہونچے امامِ زماں
دُعا کی کہ اے خالقِ دو جہاں

نبیؐ کے بیٹے مرتضےٰ کے لئے
جِلا دے انہیں مجتبےٰ کے لئے

ہوئی تھی نہ پوری دعا اب تلک
کہ سینہ سے پہنچی نہ تھی لب تلک

ہوئے دو نو زندہ بحکمِ خدا
چلے آئے قبروں سے ہو کر جدا

یہ دیکھا تو سب لوگ حیراں ہوئے
جنابِ حسنؑ کے ثنا خواں ہوئے

قصّہ دختر زاہد کا

سنو تھا مدینہ میں زاہد کوئی
برابر نہ تھا اُسکے عابد کوئی

وہ دینِ مسیحا کا پابند تھا
اُسی حال میں اپنے خورسند تھا

جو کی اُس نے تحقیق لیل و نہار
تو دینِ محمدؐ کیا اختیار

ریاضت میں طاعت میں اخلاق میں
ہوا اور مشہور آفاق میں

جو تھی دختر عابدِ نیک ذات
لعابِ دہن جس کا آبِ حیات

ہر اک نیک و بد میں تھی اُسکو تمیز
وہ عصمت میں تھی فاطمہؑ کی کنیز

عبادت میں فخر مدینہ غرض
ہنسا کی سدا روئے خورشید پر
حسینوں میں دُنیا کی مشہور تھی
حسینوں کو دولت ہے حسن و جمال
جنھیں ہو نظر عصمتِ خیر پر
چھپانا جسے اپنا منظور ہے
جسے موت شام و سحر یاد ہو
بھنوؤں سے جبیں کا ہے دونا جمال
بھنوؤں سے نہ کچھ آنکھ بھی دور ہے
جو عارض نے کاکُل کی باندھی ہوا
ستارہ ہے ہر دانت اُس حور کا
جبیں سے زنخداں کی ہے آب و تاب
جو ہے حسن سے شرم کھائے ہوئے
نکلنے کو اُگلی ہوئی چشم ہے
جمائیں تھی پردہ پہ اپنے نظر
حیا سے نہ آتی کبھی در تلک
سمجھتی تھی طاعت کو وہ یک جنز

شکیلہ جمیلہ حسینہ غرض
رہی طعنہ زن گوئے خورشید پر
وہ کہنے کو بت تھی مگر حور تھی
زنِ پارسا کے لیے ہے وبال
سمجھتے ہیں وہ حسن میں لاکھ شر
اُسی کیا پڑی ہے کہ وہ حور ہے
رخ و زلف و ابرو سے کیا شاد ہو
کہ اک بدر کے پاس دو ہیں ہلال
جو دیکھو دو چشموں میں ہی نور ہے
پڑا صبح کا شام پر پرتوا
دہن گھر ستاروں کی ہے نور کا
بلا چاہ سے چشمۂ آفتاب
تو اس شکل کو ہے چھپائے ہوئے
تو پردہ میں بھی آنکھ پر خشم ہے
عبادت میں رہتی تھی آٹھوں پہر
نہ جاتی عزیزوں کی بھی گھر تلک
جو ہمسایہ تھا ایک اُسکا عزیز

مرض ایک اُسکو قضارا ہوا ‏ نہ پہر جز عیادت کے چارہ ہوا

محل سے عیادت کو اُٹھی شتاب ‏ ہوا نے سر راہ کھینچی نقاب

مکاں تھا جہاں آہ بیمار کا ‏ وہیں تھا محل ایک زردار کا

نہاں نہ تھی یہہ حسن کی آڑ میں ‏ رہے سرو قد کے سبھی تاڑ میں

تونگر کا تھا ایک بیٹا جواں ‏ اُسے یہہ نظر آگئی ناگہاں

گیا عشق سے جان و دل کا قرار ‏ ہوا دیدہ یار سا پر نثار

جو کی آہو نے جھپٹ شیر کی ‏ وہیں پی لیا خوں نہ کچھ دیر کی

چھپی وہ نہ رہی تو ہمیں آنکھیں رہیں ‏ گیا دل نگاہوں میں آنکھیں رہیں

تپ عشق ہر روز رہنے لگی ‏ ہر ایک چشم چشمے سی بہنے لگی

گھٹا صبر بڑھنے لگا اضطراب ‏ دیا صاف خواب و خورش نے جواب

گیا صدمہ ہجر نے ناتواں ‏ جو اُٹھے تو اُٹھنے کی طاقت کہاں

اسی طور گزرے اُسے چار سال ‏ رہا کوچہ عشق میں پائمال

ہنسی سب گئی آہ و زاری رہی ‏ اڑا صبر اب بیقراری رہی

نصیحت تو کی یار و اغیار نے ‏ مگر کچھ نہ مانا دل زار نے

جواں نے کیا نہ کہنا سنا ‏ رفیقوں نے افسوس سے سر دھنا

جھکا یہہ بت دلستاں کیطرف ‏ جھکا بت خدائی جہاں کیطرف

جو یاں رخ ہے بیت الصنم کیطرف ‏ تو سجدہ میں بت ہے حرم کیطرف

کبھی ملتمس یاں رُخ ہے قامت کبھی — کبھی واں ہے سجدہ قامت کبھی

یہاں رات دن نالۂ جاں گداز — وہاں ذکر روزہ ہے شب کو نماز

یہاں شب کو یادِ بُتِ بے ریا — وہاں رات بھر طاعتِ کبریا

یہاں ہر گھڑی زلف و رُخ پر نگاہ — وہاں ہمیاں سجدے شام و پگاہ

یہاں رات دن چینِ بھوؤں پر نظر — وہ محرابِ طاعت میں خم سر بسر

نگاہوں میں یاں دیدۂ یار ہیں — تو خوفِ خدا سے وہ خونبار ہیں

اِدھر دیدۂ دلربا پر نظر — وہاں رات دن ہے خدا پر نظر

رگڑتا ہے یہ ناک جس ناک پر — وہی ناک سجدہ میں ہے خاک پر

یہاں وصفِ لعلِ لبِ یار کا — وہاں ذکر لب پر ہے ستّار کا

زباں پر یہاں ہے دہن کی ثنا — وہاں لب پہ ہے پنجتن کی ثنا

اِدھر سے ملاقات کے ہیں پیام — وہ سنتے نہیں اس طرح کے کلام

اِدھر سے ہے اصرار انکار پر — صنم کو ہے انکار انکار پر

وہ سنتی نہیں وصل کے نام کو — سمجھتی ہے دشنام پیغام کو

اسی طور سے عاشقِ نیکنام — ہر اک ماہ میں بھیجتا تھا پیام

بُلا کر کسی شخص ہشیار کو — پڑھایا کہ کہیو یہ دلدار کو

نہ تم دشمنِ دین و ایماں بنو — رہو بُت مری جان مسلماں بنو

ستاتی ہے اب آہ و زاری مجھے — دکھا شکل پھر ایک باری مجھے

اگر غرض سنکر کنارہ کیا ۔ سمجھنا ہی خوش ہمارا کیا

نہ دنیائے فانی میں گو ہم رہے ۔ مرا خون گردن پہ ہر دم رہے

اسے خواہش دل پہ ہی اختیار ۔ یہہ ہی توسن نفس پر خود سوار

اسے شرم آتی ہی پیغام سے ۔ لہو خشک ہی وصل کے نام سے

غرض ہر طرح سے ہٹایا اسے ۔ اسی راستہ پر جو پایا اسے

ہوئی تنگ بدنامیوں سے پری ۔ زیادہ جو شہرت ہوئی کچھہ ڈری

جو سمجھی کہ وہ باز آتا نہیں ۔ جو جھڑکا ہی پر دور جاتا نہیں

بلا کر کہا یہہ کسی شخص کو ۔ کہ عاشق کو کہتا کہ اے نیک خو

نصیحت تجھے کی ہر اک راہ سے ۔ ڈرا تو نہ مجھ سے نہ اللہ سے

کہا یہہ سیہ منہ ہمارا نہ کر ۔ کنایہ نہ کر کچھہ اشارہ نہ کر

سبھی کچھہ کہا تو نے مانا نہیں ۔ مجھے کیا خدا کو بھی جانا نہیں

مجھے جلد مطلب سے آگاہ کر ۔ کہ عاشق تو ہی کونسی چیز پر

گیا لیکے پیغامبر جب پیام ۔ کیا اسکا مشتاق نے احترام

ادب سے محبت سے تسلیم کی ۔ بٹھایا اسے سر پہ تعظیم کی

سنا تھا جو قاصد نے آکر کہا ۔ جو اس سے سنا اس سے جاکر کہا

عیاں ہو گیا جب کہ دلدار پر ۔ کہ مرتا ہے وہ چشم بیمار پر

تو ہاتھوں میں چاقو بہا لا وہیں ۔ دو آنکھوں کو اپنی نکالا وہیں

طبق ہیں وہ رکھیں کیا کب قلق — کسی شخص کے ہاتھہ بھیجا طبق
جتایا کہ یہہ بات کہنا ضرور — کہ آنکھوں نے میری کیا تہا قصور
یہہ آنکھیں نہیں اب مری کام کی — جو دیکھا تجھے ہیں تری کام کی
جو کرتی تہی نامحرموں پر نگاہ — نکالی گئی اس لیئے روسیاہ
جو مشتاق کے پاس لایا طبق — پڑہایا تہا جو کچھہ سنایا سبق
دیا اک قلق عاشق زار کو — کیا اور بیمار، بیمار کو
پشیماں بہت دلمیں ہوتا ہوا — علیؑ کے گیا پاس روتا ہوا
طبق آپکے روبرو جب دہرا — یہہ کہنے لگے خسرو دوسرا
خطا کی صنم کا جو دیکھا جمال — کیا کچھہ نہ دلمیں خدا کا خیال
وہ بولا کہ اے خاصۂ کبریا — خطا کی برا کام میں نے کیا
ہوا اب تو بدنام توبہ مری — کرونگا نہ بدکام توبہ مری
جواں یہہ عرض کر رہا تہا بیاں — ضعیفہ بہی آئی کوئی ناگہاں
قدم پر گری آپکے بار بار — کیا حال بیٹی کا سب آشکار
ترس آگیا آپ کو دیکھہ کر — کہا اے ضعیفہ نہ رو اسقدر
نظر کر خدا پر نہ کر یاس تو — کہ دختر کو لے آ مرے پاس تو
ضعیفہ گئی گہر میں آئی شتاب — پکڑ کر اسے ساتھہ لائی شتاب
قدم پر گری دختر دلفگار — پہری گرد صدقہ ہوئی بار بار

دہرین کا سہ سر میں آنکھیں شتاب　　تو کی ایک چادر کی منہ پر نقاب

پڑھا جلد آنکھوں پہ کچھ شاہ نے　　عطا کی اُسے آنکھہ اللہ نے

دیا اُسکو دونو جہاں کا شرف　　ادہر آنکھہ روشن تھی منہ اسطرف

رخِ پاک آنکھوں سے آیا نظر　　دوبارہ تصدق ہوئی آپ پر

ہوئے لوگ آگاہ اعجاز سے　　کہا آفریں سب نے آواز سے

علیؑ پر مسلماں تو قرباں ہوئے　　یہودی تھے جتنے مسلماں ہوئے

علیؑ نے کہا پھر کہ اے نیک زن　　جو اس نے اُٹھائے ہیں رنج و محن

مصیبت اُٹھائی تری چاہ میں　　نہ کچھ بات پائی تری چاہ میں

ترے عشق میں رات دن سے ملول　　مناسب ہے تو بھی اسے کر قبول

وہ بولی کہ ای خسرو بحر و بر　　کنیزک کی یہہ عرض ہے مختصر

کوئی اور ہو عاشق زار ہو　　جسے بخشدو آپ مختار ہو

ہوا شاد پھر اشرف الاوصیا　　پڑھا عقد دونو کو رخصت کیا

حضوری میں آئے تھے روتے ہوئے　　گھر انکو گئے شاد ہوتے ہوئے

دلوں کی ہوئی دور سب بے کلی　　زباں پر تھا وصفِ جنابِ علیؑ

ذکر ایک بادشاہ کا

رہے ساقیا رات دن پاس میں　　ہمیں آب ملتا نہیں پیاس میں

ہمارا ہی دل ایک بیتاب ہے | جہاں تیری ہاتھوں سے سیراب ہے
کوئی جام پی لیں اگر ایکبار | کھلے غنچۂ دل میانِ بہار
جو سایہ ہو ہم پر یدُ اللہ کا | کریں عرض قصّہ کسی شاہ کا
کیا نظم جسنے اسے پیشتر | لکھا فارسی میں مگر مختصر
یہی تھی اختصارِ سُخن سے مراد | سُنیں شوق سے صاحبِ اعتقاد
یہہ شاعر کا ہی فارسی میں بیاں | اسی سے سمجھہ لیں گے خُرد و کلاں
چہل روز ایں را کسے بشنود | مُرادش بدارین حاصل شود
عجب کیا مرادیں جو ہوویں حصول | عبادت ہے ذکرِ وصیِ رسولؐ
جو تھا مختصر طول میں نے دیا | کہ اُردو میں پھر فارسی سے کیا
کوئی شاہ یاں صاحبِ داد تھا | بہت فوج بھی ملک آباد تھا
خزانوں میں دولت خداداد تھی | سبھی چیز تھی پر نہ اولاد تھی
جہانمیں بہت کی دوا و دعا | نہ حاصل ہوا گوہرِ مُدّعا
نہ کھیلا بغل میں جو فرزند کو | بُلایا وزیرِ خردمند کو
جو حاضر ہوا پھر کہا ای وزیر | ملا خاک میں سب یہ تاج و سریر
مرض کا بہت اپنے چارہ کیا | مقدّر نے کچھہ بھی نہ یارا کیا
بنا جلد اک حجرۂ بے نظیر | چھڑک مشک و صندل گلاب و عبیر
تکلّف سے سب قصر و دیوار ہو | خبر کر جو حجرہ وہ تیار ہو

نہ ٹھہرا مگر جب حکم پا کر وزیر
بنایا بس اک حجرۂ دلپذیر

جو حجرہ کی پائی خبر شاہ نے
کیا پھر تو حجرہ میں گھر شاہ نے

نہ پھر سلطنت کا ذرا غم رہا
دعا میں غرض محو ہر دم رہا

کسی وقت جاگا کبھی سو گیا
جو بھوکا رہا ناتواں ہو گیا

کسی روز آئے علی خواب میں
ہوئی دور سب بیکلی خواب میں

کہا آپ نے کر نہ آہ و فغاں
ہے تیرا دختر سے نام و نشاں

اٹھا جس گھڑی خواب سے دیکھ کر
کہا شکر ہے خالق بحر و بر

جو آنکھوں میں ہو مردمک کا نشاں
تو نور نظر ہو اسی سے عیاں

اثر خواب کا دل کے اندر ہوا
یہ پھولا کہ حجرہ سے باہر ہوا

کبھی کام کی اب فرصت اسے
بتوں سے ہر اک وقت صحبت اسے

صدف میں جو گوہر نے پایا محل
نکلنے کا بھی آج آیا محل

ہوئی ایک لڑکی حسین اسقدر
جسے دیکھ کر غش ہوں جن و بشر

پدر دیکھ کر کیوں نہ ہو باغ باغ
عطا کی یہی مشعل جو مانگا چراغ

کہا ایک عورت نے منہ دیکھ کر
کسی کی نہ لگ جائے منہ کو نظر

ہوا ہے تصدق کو حکم خدا
کہ ردِ بلا ہو کرو زر جدا

زر و مال حسبِ معمول دو
تو پہلے نمازی کو کچھ پھول دو

نہ دیکھو دھواں آہ کا گال یہ
ہے آتشِ حسن سے لال یہ

نہ دنداں و لب کو بھی پہونچے ضرر
تصدق کرو اپنہ لعل و گہر

جو خیرات پائے کرے یہہ دعا
رہے یہہ ہمن موتیوں سے بھرا

ذقن پر فدا نقرہ سیب ہوں
الگ تا زمانہ کے آسیب ہوں

نہ ناحق گلے کا کوئی ہار ہو
فدا اس پہ سلک گہر دار ہو

کرو باغ رشک چمن پر نثار
بت نقرہ ہوں بدن پر نثار

یہہ خسر ہے آفاق میں بے مثال
اسے دلمیں رکھو مثال خیال

ہوئے جدا ایک پل آنکھ سے
الگ ہو نہ یہہ مردمک آنکھ سے

نہ آئے نسیم چمن گال تک
ہوا کو نہو دخل بھی بال تک

جو ہو دامن دایہ سے یہہ جدا
تو دکھلائیو سب کو بہر خدا

جو لی دایہ نے شمع آغوش میں
کہا سب نے رہیو ذرا ہوش میں

سبھی عکس سے سرخ ملبوس تھا
اسے دامن دایہ فانوس تھا

سمجھتی تھی گھر کا اجالا اسے
بڑے ناز و نعمت سے پالا اسے

کروں اسکے بڑھنے کی کیونکر ثنا
جو پہلے شرر تھا وہ شعلہ بنا

بلندی پہ کچھ سرو قامت ہوا
جو آفت تھا پہلے قیامت ہوا

ہوئی ہر طرف حسن کی دھوم دھام
بڑے شاہزادوں کو آئی پیام

ہوا شعلہ حسن سے ایک رنگ
گرے شاہزادے مثال پتنگ

ازل سے تو سر پر تھی زلف دراز
جھکاتی تھی پاؤں پہ فرق نیاز

جو سر سے اوتر کر پڑی پاؤں میں ہوئی زلف ٹیڑی گرہی پاؤں میں
نہ ابرو کی جنبش ہی اک بال ہے زمیں سے ہی بالا یہہ ہو چال ہے
جواں جسگھڑی شاہزادی ہوئی تو پھر شاہ کو فکر شادی ہوئی
وزیروں سے کی ایک دن بات یہہ مجھے فکر رہتی ہے دن رات یہہ
کہ منسوب ہو شاہزادی کہیں کروں خیر سے جلد شادی کہیں
جو خوبی میں دختر ہے بدر منیر کوئی شاہزادہ بھی ہو بے نظیر
ہو جب حکم شہ بے نظیر ہر اک ملک و کشور میں پہنچے وزیر
کوئی شاہزادہ نہ عاقل ملا ملا بھی تو اسکے نہ قابل ملا
وزیروں نے ہر ملک میں دیکھکر جو دیکھا کہا شاہ سے سربسر
کہا جب وزیروں نے ہو کر حزیں کوئی شاہزادی کے لائق نہیں
تو پھر غیر حالت ہوئی شاہ کی بڑی دیر تک سوچکر آہ کی
وزیروں نے کی بات آواز سے خبردار سارے ہوئے راز سے
گئی پھر تو آواز ہی بام تک ہوئیں خاص باتیں سبھی عام تک
ہوا ایک لونڈی کو سنکر ہراس گئی رنج میں شاہزادی کے پاس
فقط رنج ہی میں نہ ہو کر کہا کہا یوں ہنسی میں نہ رو کر کہا
کرے کوئی کیا ایسی صورت عجیب سبب ہے نہ جسکے ہو وصل حبیب
نہ ایسی ہی حسن و جوانی ملے کہ ڈھونڈے سے جسکا نہ ثانی ملے

کہاں پر ہوئی لاگ اس حسن کو
الٰہی لگے آگ اس حسن کو

کہاں شاہزادی فی ایسے شعور
بھلا اسمیں میرا بھی ہے کچھ قصور

یہ کچھ میری جانب سے ایجاد ہے
جوانی و خوبی خداداد ہے

کہاں میں کہاں حسن بہتان ہے
یہ لونڈی پہ آقا کا احسان ہے

نہ کرنا کبھی سطح کے کلام
بچی قید سے شکر کا ہے مقام

اماں پائی اک شخص کی تاڑ سے
رہا پھول سا دل الگ جھاڑ سے

گلے کا کوئی ہار ہوتا عبث
مرے دل پہ اک بار ہوتا عبث

ہوئی شاد قسمت سے لیل و نہار
ہمیں طرح کا ہے اب اختیار

کہیں نم ہوویں کرن ہیچ کہیں
کہیں جا کے ٹھہیں ٹھہری ہوں کہیں

اسی میں ہے خوش دل نہ جوڑا ملا
بھلا ہے نہ کوئی نگوڑا ملا

الگ خلق ہے عشق کے طوق سے
جہاں جاہیں ہٹیں اٹھیں شوق سے

رہیں غش خدا پاک کی شان پر
خدا پر نظر آنکھ قرآن پر

زباں پر ہو ذکر جناب رسول
سنیں کان وصف علی و بتول

نہ تھی آئینہ سے کبھی کچھ غرض
نہ تھا خودنمائی کا اسکو مرض

لیا ہاتھ میں آ نہ طور سے
لگی شکل کو دیکھنے غور سے

وہ آئینہ اسنے نہ اٹھکر لیا
غضب آپ سے اپنے اوپر کیا

لڑی آنکھ زلف سیہ فام سے
الجھنے لگا آپ دل دام سے

جگر یار کا گل دکھانے لگا | یہہ ہاتھو نکالا ہی کھانے لگا
ہُوا عشق ابروئے خمدار کا | لگا زخم اپنی ہی تلوار کا
لگا ہونیہ اپنی ہی مائل ہوئے | غرض اپنے تیروں سے گھائل ہوئے
ذرا آنکھہ پر بہی نہ قابو ہوا | اُسی تیر اپنا ہی آہو ہوا
ہُوا انسے عارض کے دل داغ داغ | جلا آپ اپنے ہی گل سے چراغ
نہ جلنے کا دل کی ہوا کچھہ خیال | کیا لال لبنے اُسے اور لال
دہن سے ہوئی تنگ غنچہ دہن | ہوئی بیکلی کچھہ نہ نکلا سخن
طبیعت پہ دانتوں سے بڈہب بنی | ہوئی دانت ہیرے کے دل پر کنی
ذقن نے کیا بڑہ کے حیران اُسے | ہُوا چاہ چاہ زنخدان اُسے
جو دیکھی ذرا اپنی گردن بلند | لگا دی صراحی نے آتش دو چند
اُسے رنج پستان سے بڑہکر ہوئے | یہہ پہوڑے بہی چہاتی پہ پتہر ہوئے
پڑی آہ ہاتہوں پہ جب دم نظر | کف دست ملتی رہی بیخطر
نشان کمر سے عجب حال ہے | کہ آئینۂ دل پہ اک بال ہے
نظر کی جو پاؤنپہ مغموم نے | لگی آپ اپنے قدم چومنے
نظر میں بلندی قامت ہوئی | تو پہر اور برپا قیامت ہوئی
لگی کہنے مقصود حاصل ہوئے | کہ ہم آپ اپنے ہی قابل ہوئے
لگا آئینہ رہنے پیش نظر | محبت میں اپنی ہوئی بیخبر

نگہ سے جو اپنی وہ گھائل ہوئے — تو اپنے ہی کشتو مین شامل ہوئے

کسی سے نہ دُنیا میں کچھہ کار تہا — فقط آئینہ سے سروکار تہا

جو کی شہ نے دختر کے اوپر نگاہ — ہُوئی دیکھہ کر شکل حالت تباہ

کہا پھر بہہول سے نہو بیقرار — مددگار تیرا ہے پروردگار

یہہ کہکر رہا پھر نہ اندوہگین — ہُوا جاکے حجرہ میں گوشہ نشین

دُعا کرتے کرتے جو رُونے لگا — ہُوئی بیخودی سے تو سُونے لگا

نظر آئے شکلکتا خواب میں — ہُوا چین کچھہ جانِ بیتاب میں

کہا بادشہ سے بہُول ملول — دُعا کی خدای جہان نے قبول

نصیبو نمین دختر کے ازوج ہے — وہی مالکِ کشور و فوج ہے

بتایا اُسے خواب میں سب نشان — کہ وُہ ملک ہے اُس طرف ہے مکان

اُٹھا خواب سے جب شہِ نامور — سمایا نہ حجرہ میں پھر پھول کر

جو کچھہ خواب میں شہ کو آیا نظر — وزیروں پہ ظاہر کیا سربسر

بیان خواب کا جب وفا نہ کیا — کسیکو وہیں سے روانہ کیا

بتائی بھی مہ لقا کے نشان — زمین و مکان کے کئے سب بیان

مقدر کی تائید سے ناگہان — جہان اُسکو جانا تہا پہنچا وہان

بتائے تہے جو کچھہ نشان ان میں — قرینہ سے پائے میانِ زمین

زمین و مکان دیکھتا تہا وزیر — نظر آگیا ایک ماہِ منیر

جواں کوئی بیٹھا ہے اِک تخت پر
ٹھہرتی نہیں ہے نگہہ رخت پر

وزیرِ خردمند نے نیز ملا
کہا دیکھہ کر مُنہ کو صلِّ علیٰ

تعجّب سے کہنے لگا شان ہے
کہ دُنیا میں ایسا ہی انسان ہے

کہا شکر ہے مہ لقا ہے یہی
نشانِ گُلِ مدّعا ہے یہی

ادب سے کیا اِسطرح پھر خطاب
مجھے عرض کرنا ہے کچھ اے جناب

سفر میں ہمارا دن صُبح و شام
زیارت ہوئی شُکر کا ہے مقام

بڑھا پاؤں سے سر سے مجرا کیا
کہا پھر کہ اُسنے خاصۂ کبریا

ہوئی مجھہ کو امّید سب آپ سے
کہوں حاضری کا سبب آپ سے

کہا،، کچھہ نہ کہئے زباں سے جناب
وُہ ظاہر ہے پہلے بیانسے جناب

اُٹھائے ہیں تمنے صعوبِ سفر
کوئی روز ٹھہریں یہاں بیخطر

غُبارِ سفر جسگھڑی دُور ہو
چلیں آپ یاں سے جو منظور ہو

بسر دُو مہینے کئے شوق سے
اُٹھا جی تو پھر چلدئے شوق سے

بُہت جلد دُونوں نے طے راہ کی
مُیسّر حضوری ہوئی شاہ کی

جواں کو کہا دیکھکر شاہ نے
اثر کچھہ کیا نالہ و آہ نے

مجھے بخت کا اب نہیں کچھہ گلا
پسر آج دُختر سے بہتر ملا

وہیں پھر کہا شاہ نے اُسنے وزیر
جو وُہ بے بدل ہے تو یہہ بےنظیر

یہہ کہنے لگا وضع کی راہ سے
ملا مجھکو یُوسف بڑی چاہ سے

کرو آج درباریونکو خبر | محبت سے دیکھیں جمال پسر
کیا چوبداروں نے سب انتظام | ہوئی جمع سارے خواص و عوام
بدل کر قمر رو نے اک پیرہن | کیا بزم شاہی کو رشک چمن
نظر رخ پہ کی شاہ نے غور سے | کہا پھر وزیروں کو اک طور سے
جو خال سیہ بر سر عین ہے | اسی ایک نقطہ سے وہ غین ہے
سر لام بینی ہے اعجاز سے | الف قد زیبا ہے انداز سے
دہن میم ہے دیکھو لاکھہ بار | کہ ہے عین قدرت سے چشم یار
مقدر سے ہے لام زلف سیاہ | بھنویں یائے کج ہیں یہہ تو نگاہ
عیاں نصف چہرہ سے نام علیؑ | تو ثابت ہے سب سے غلام علیؑ
یہی ایک ہے مہ جبیں لاکھہ میں | جواں لاکھہ میں ہے حسیں لاکھہ میں
ثنا کی محبت سے رخصت کیا | یہہ اک خاص نوکر کو سمجھا دیا
کہ ہے قلعہ کے بیچ میں اک مکاں | وہیں پر یہہ ٹھہریگا غنچہ دہاں
بنا ہے یہیں پیچھے مکان باغ میں | رہے جا کے سرو رواں باغ میں
گیا شاہزادہ میان چمن | کروں مختصر کچھہ بیان چمن
چمن میں مکان صاف بلور کے | کروں ٹرہ کی تعریف میں نور کے
قرینہ سے آباد سارے مکاں | یہ صحن چمن سے کنارے مکاں
جواں نے کیا باغ میں جب مقام | محل میں تھی چلنے خواص و عوام

تو کرنے لگے چلمنوں سے نگاہ
جو دیکھا پکارے خدا کی پناہ

ہٹو اب قیامت کا ساماں ہوا
مسیحا یہاں قابض جاں ہوا

جو دیکھو اسے آج بیجا کرو
نہ سینہ سے باہر کلیجہ کرو

گھروں کو چلو جلد اک آن سے
جو ٹھہرے گئے پھر دل و جان سے

کہا ایک نے آپ چپکے رہیں
خدا کے لیئے کچھ نہ منہ سے کہیں

موئے آج ہم جب اسے دیکھہ کر
جئیں گے بھلا پھر کسے دیکھہ کر

جو مرنا ہے شوق اجل چاہیے
کہ مرنے کو ایسا محل چاہیئے

جو ایسے پہ ہم جان کھو کر مریں
ہنسی میں مریں ہم نہ رو کر مریں

کرو دیکھنے میں نہ ہرگز کمی
زمانہ میں ایسے کہاں آدمی

پکاری یہہ دایہ ڈرو شاہ سے
ذرا خوف دل میں کرو شاہ سے

اسے دیکھنے سے تو سیری نہیں
یہیں سب میں رائے میری نہیں

سبھی کا اگر ایک ہو مشورا
چلو شاہزادی کو چھیڑو ذرا

وہ کہتی ہے دنیا میں مجھہ سا نہیں
اسے بھی تو اسکو دکھاؤ کہیں

بھلائے وہ سب کچھہ اسے دیکھکر
کہ حیراں ہوئی تم جسے دیکھہ کر

سنی جس گھڑی بات حسب مراد
محل میں چلیں گئیں شاد شاد

سبھی نے ٹھہر کر ذرا دم لیا
بیاں ایک نے بے تامل کیا

تمہیں تو نہیں خوبصورت بڑی
جو دیکھا کرو آئینہ ہر گھڑی

ہوئی سیر اپنے ہی لب چاٹ کر
مزا یوں ہی ملتا ہے کب چاٹ پر

مزا دل اُٹھاوے وہاں آپکا
کسی کی زباں ہو وہاں آپکا

کہلے پہر طبیعت وہاں آپکی
کسی کے تو لب ہیں زباں آپ کی

نہو شاد اپنا ہی مُنہ دیکھہ کر
نظر چاہیئے اب کسی اور پر

نہ سمجھو کوئی اور مجھہ سا نہیں
کہ اچّھوں سے اچّھے ہیں حاضر یہیں

یہاں ایک پر ایک کو فوق ہے
دکھاؤں اگر کچھہ تمہیں شوق ہے

کسی آئینہ رُو کو دیکھو ابھی
نہ لوہا تھہ میں آئینہ پہر کبھی

پڑی ہے نظر ایک انسان پر
پری کی قسم ہے بنی جان پر

اُوڑائے پری کو وُہ انسان ہے
الگ ہے جو سینہ سے وہ جان ہے

مری بات سُنکر نہ مانو ابہی
ابہی دیکھہ لو تم تو جانو ابہی

وہ انساں ہے آئے نظر دیکھہ کر
اِدہر جائے دل جان آئے اُدہر

سراپا پہ اپنے نظر ہے تمہیں
کسی اور کی کب خبر ہے تمہیں

دکھاؤں وہ گیسو مری جان تمہیں
کریں جو مہینوں پریشاں تمہیں

جسے دیکھکر جان بیکل رہے
اُلجھ کیا نہ زُلفوں میں ہی بل رہے

جو اُلجھے وہاں کب سُلجھنے لگے
یہہ سُلجھا ہو دل اُلجھنے لگے

نظر آئی کا کل اگر خواب میں
رہو پہر تو شام و سحر خواب میں

اُدب سے جو لونڈی جگائے تمہیں
کہلے آنکھہ جب نیند آئے تمہیں

ذرا آپ دیکھیں اگر آنکھ کو — لگے اس نظر سے نظر آنکھ کو

گراں ہو وہ اپنی نظر آنکھ میں — سمائے وہی آنکھ ہر آنکھ میں

اگر آنکھ سے آنکھ وہ دور ہو — تو پھر آبلہ ہو کہ ناسور ہو

پھر رویا کرو چشمِ تر کی قسم — بہیں پاؤں تک اشک سر کی قسم

نہ سلکِ دُرِ اشک توڑو کبھی — گلے سے لگا کر نہ چھوڑو کبھی

کماں ہووے ابرو کہ تلوار ہو — وہ کچھ ہو گلے کا مگر ہار ہو

رہے وہ ہی محراب پیشِ نظر — کرو سجدۂ شکر شام و سحر

اگر آج ہیں آپ بدرِ کمال — نظر میں ہیں پر وہی دو ہلال

کھنچی ناک سے دل پہ سیدھی لکیر — بنو شاہزادے اوسی پر فقیر

اگر دیکھ لو آج رخسار تم — جو ہو پھول بھی پھر بنو خار تم

زباں بند ہو لب جو آئے نظر — لبِ تر کو ہو خشک منہ دیکھ کر

نہ پھر آج گل بیکلی سے پڑے — پڑے بھی تو نامِ علیؑ سے پڑے

لبِ بام بیٹھی ہو غنچہ دہن — کہاں تم نے دیکھا ہے چاہِ ذقن

کہاں تم ہو واقف ابھی چاہ سے — گرو جب نکلو کبھی چاہ سے

جو گردن کوئی دیکھ پاؤ ابھی — خجالت سے سر کو جھکاؤ ابھی

نظر اسکے سینہ پہ دشوار ہے — خدا جانے کیا اسمیں اسرار ہے

تمہارے تو ہاتھوں کے ہیں طور کچھ — جو ان کی مگر ہاتھ ہیں اور کچھ

وہ بیعت ہیں سنّتِ خدا سے ڈرو
ابھی اُس کے ہاتھ پہ بیعت کرو

وہاں پر نشانِ کمر چاہیے
تمہیں دیکھنے کو نظر چاہیے

ہنسی میں جو بیٹھو تو اٹھ کر اٹھو
جو دیکھو قدم پاؤں پڑ کر اٹھو

رخ چشم و ابرو کو سب دیکھ لو
قیامت کو سنتے ہیں اب دیکھ لو

سنو تم نہ باتیں یہیں بیٹھ کر
اٹھو دیکھ لو اب کہیں بیٹھ کر

نگاہیں کرو سرو کی آڑ میں
اسے کیا خبر پھول ہے جھاڑ میں

پھر جانا کہ ہے شاہزادہ جواں
مگر ہے بہت سیدھا سادہ جواں

قیافہ سے جانا یہ میں نے وہیں
کہیں سنے عورت کو دیکھا نہیں

ہمیں دیکھ کر آپ شرما گیا
ہنسے ہم تو رونا اسے آگیا

کیا عندلیبوں سے گل نے حجاب
چکوروں سے پھیکا ہوا ماہتاب

زیادہ حقیقت میں گو ہے تبسم
ہنسی میں جو روئے تو وہ ہے ہنر

تمہارے ہی اب ہاتھ انصاف ہے
کہ دیکھو تو منہ آئینہ صاف ہے

جو دیکھو گل حسن کو بھول کر
نہ منہ اپنا دیکھو کبھی بھول کر

ابھی حسن خوبی پہ مغرور ہو
مرض خود نمائی کا سب دور ہو

تو ہے شاہ کے بعد ظلِّ الٰہ
تری جھوٹ کھاؤں قسم ہے گناہ

یہ صورت تو فرقان کی ہے جگہ
ترا سر ہی قرآن کی ہے جگہ

یقیں کر تجھے تیرے سر کی قسم
نہیں جھوٹ یہ تیرے سر کی قسم

کہا شاہزادی نے سنکر کلام — عبث مجھپہ نخوت کا ہے اتہام

جو منہ دیکھنے کی گنہگار ہوں — تو اس شکل سے میں بھی بیزار ہوں

بہانا تو تمھیں کو دیا آئینہ — خطا کی جو میں نے لیا آئینہ

جو ہو آئینہ کی ضرورت کبھی — قسم تو جو دیکھوں میں صورت کبھی

جو کی میں نے توبہ نہ مجھسے لڑو — خدا کے لیئے اب پیچھے پڑو

کرو تنگ اتنا نہ اب جان سے — خطا ہی تو ہوتی ہے انسان سے

جہاں میں نہووے جسے کچھ مرض — مسیحا سے اسکو بھلا کیا غرض

نہیں جب تمنائے آبِ بقا — پھریں خضر کے ساتھ کیوں جا بجا

جسے آج مطلق نہ کچھ پیاس ہو — اُسے کیا اگر چاہ بھی پاس ہو

تو پھر کیا کرے بھی سوال طعام — نہو بھوکہ پھر کیا خیال طعام

پریشاں جو ہو زلف کو دیکھ کر — کرے کس طرح زلف پر وہ نظر

گراں بار سرمہ ہو جب آنکھ میں — سمائے کوئی اور کب آنکھ میں

زمانہ میں معشوق و عشاق ہیں — تو ہم آپ اپنے ہی مشتاق ہیں

کہا ہمنشینوں نے رشکِ قمر — ہمیں چھیڑ منظور تھی اسقدر

نظر آئینہ پر کرو تم مدام — نہ اتنا کہ چرچا کریں خاص و عام

بھی چیز کا دیکھنا خوب ہے — بس اک چیز کا شغل معیوب ہے

کنارہ حسینوں سے کرتے نہیں — فقط اپنی صورت پہ مرتے نہیں

بیاں جب بنا ہر طرحدار سے — تعشق ہوا دل میں گفتار سے
پلا ساقیا بھر کے جام بلور — زیادہ نہو نشہ کچھہ ہو سرور
جہاں میں نشان خوشی ہے کہاں — بھلا ذکر شادی کا کریں یہاں
بلاتے ہیں وہ وہاں دلہن کو قریب — بچھڑ جائینگے چار دن میں غریب
فقط خندۂ گل ہنسے تھے یہاں — ہنسی میں ہی کریں خوشی کا بیاں
جو نزدیک آیا وہ روز سعید — تو حاضر ہوئے سب قریب بعید
بڑے شاہ آئے بڑی شان سے — سواروں سے فیلوں سے سامان سے
ٹھہرنے کو اچھے ٹھکانے ملے — قرینے سے موقع سے کھانے ملے
ہوا عقد جس دم شب طور کو — تصدق کیا زیور و نور کو
کروں مختصر اب بیان جہیز — دیا ملک سارا میان جہیز
غرض تھی جواں کی نہ کچھہ لیجئے — تمنا تھی سلطاں کی سب دیجئے
کبھی کچھہ ملا اور کبھی کچھہ ملا — زر و نقد و زیور بھی کچھہ ملا
خدا کے لئے سب تصدق کیا — دیا جس نے اسکو اسی کو دیا
نہیں یہہ کوئی چیز بہتر نہ کی — مگر شرع سے بات باہر نہ کی
ادہر ملک و دولت سے ساماں ہوا — ادہر غیب و قدرت سے ساماں ہوا
ملے غیب سے خلعت و پیرہن — وہ تھے رخت جس سے ہو فخر بدن
جو خلعت دلہن کو روانہ ہوا — تو دنیا میں اسکا فسانہ ہوا

کہا ایک نے ہے عجب پیرہن — یہہ حلہ ہے جنت کا رشک چمن

دلہن کے لئے حلۂ نور ہے — وہ پہلے پری تہی تو اب حور ہے

صفائی نہ کیونکر ہو پوشاک پر — کہ دہوئی گئی ہی یہہ افلاک پر

بگڑتے ہوئے دیریاں کیا لگے — نہ دیکھو نظر سے نہ دہبا لگے

کہا ایک نے کچھہ نہ فرمایئے — دکہانے کی چیزیں ہیں کہلایئے

لگا ہوں سے بچنا ہی اسکا محال — کہ بگڑیگا دامن کو دست خیال

بچانے سے بچتا ہی کپڑہ کہاں — محافظ ہے وہ جسنے بہیجا یہاں

نزاکت کو اوسکی لکہوں کیا مجال — ہوئی بال سر کے بہی سر پر وبال

اوتر کر جو سر سے پڑی پاؤں میں — ہوئی زلف بیڑی کڑی پاؤں میں

اشارہ ہے ابرو کے اک حال ہے — زمیں سی بہی بالا یہہ بہونچال ہے

جو دنبالۂ سرمۂ چشم ہے — اسی سی غضب میں ہی پر خشم ہے

نہیں چین چشم طرحدار کو — یہہ گنڈہ بہی بہاری ہی بیمار کو

کسی سی کرے بات کیا پیار سے — دہن تنگ ہوتا ہے گفتار سے

نہیں چین دل کو کسی بات میں — پڑی ہی نزاکت کے وہ ہاتہہ میں

جو تار زری کے بہی نشتر ہوئے — چہدا کر مگر کان مضطر ہوئے

کیا پہر جو تنکوں نے گہر کان میں — ہوئی ہیجان آن کی آن میں

دل نازنین مضطرب آہ تہا — اسے کوہ ہر دم پر کاہ تہا

دہن میں جو تنکوں سے تنکا کیا
نہ پھر آجتک نام ان کا لیا

بڑھا دل نہ زیور کی تعریف سے
ہوئے کان کانوں کی تکلیف سے

رہے نور تن صاف تن سے الگ
ہوئیں بالیاں بالہ پن سے الگ

ہوا آہ بالا نہ مس کان سے
رہا بالا، بالا ہی بس کان سے

خواصوں نے باہم کیا مشورہ
کہ شادی میں ہووے تکلف ذرا

نہیں آجکل کچھ ادب کا مقام
پنہا دو اسے آج زیور تمام

پہننے کو جس وقت جھومر دیا
تو ماتھے پہ بس ہاتھ کو رکھ لیا

کہا، شاہزادی نے پھر بار بار
مجھے اچھا لگتا نہیں یہ سنگار

چھدائیں عبث کان کیوں نوک سے
گریں کیوں کرن پھول کی جھوک سے

جو جھومر کو دیکھیں تو ہمسر نہیں
خریدیں بلا درد سر میں پھنسیں

اگر ہار پہنوں نہیں شوق ہے
یہ چنپا کلی بھی مجھے طوق ہے

جو چھلچھال سے پاؤں پھر پائے زیب
قدم پاک ہوں خاک میں جائے زیب

کہا سن کے لونڈی نے آواز سے
پہنائیں گے زیور یہ انداز سے

بندھی زلف موباف سے جگھڑی
کہا سنئے بادل پہ بجلی پڑی

فقط ایک ہی ہار پہنا دیا
جو گل تھا تو پھولوں کا گہنا دیا

ہوئی کچھ نہ زیور کے پہنے سے زیب
قمر کی ہو کیا خاک گہنے سے زیب

جو پہلے ہی زیور یہ پہنا نہیں
تو اب ہے یہ بہروپ گہنا نہیں

نہ آتا تھا پھولوں کی چادر پہ خواب ۔۔۔ اُسے بار تھی چادرِ ماہتاب

بدن پر بھی پشواز تھی شعلہ ور ۔۔۔ کہ ہو رات کو جیسے جگنو کی پر

نگلوں کے بھی زیور سے بیزار تھی ۔۔۔ رگِ گل اُسے نشترِ خار تھی

گراں تھا اُسے جسم پر پیرہن ۔۔۔ مگر ہو گیا ہے وہ جزوِ بدن

جو تھا ایک قدرت سے سینہ پہ تل ۔۔۔ اُسی کو سمجھتی ہے چھاتی پہ سِل

سرائے میں اب دخترِ شاہ ہے ۔۔۔ مسافر ہے اور بر سرِ راہ ہے

کئی روز رخصت کے ساماں ہوئے ۔۔۔ جو تھے میزباں وہ مہماں ہوئے

جو شادی میں تھا اب الم کا بیاں ۔۔۔ ہنسی میں کریں آج ذکرِ فغاں

نزاکت طرحدار کی دیکھ کر ۔۔۔ ہوئی تھی نظر سختی سوت پر

رہیگی نزاکت نہ یہ اُس گھڑی ۔۔۔ جو پنجے میں شیرِ اجل کی پڑی

ابھی تھی گراں چادرِ ماہتاب ۔۔۔ کبھی مُنہ پہ فرشِ زمیں ہو نقاب

ابھی کوہ ہے یہ غبارِ زمیں ۔۔۔ پڑے سر پہ اک روز بارِ زمیں

ابھی تھی نزاکت بھی اک روز میں ۔۔۔ چلے زور کب جب گئے گور میں

زمیں کے تلے جس گھڑی سو گئے ۔۔۔ نہ کیونکر نزاکت کو پھر رو دیئے

بہت ہم نزاکت کو دیکھا کئے ۔۔۔ تو روتے ہیں اب نازنیں کے لئے

ہمیشہ جو نازو نعم سے پلے ۔۔۔ وہ زندہ ہی مُردہ کی صورت چلے

کروں آہ رخصت کا کیونکر بیاں ۔۔۔ کہ آنسو نئی میں ہیں میرے رواں

کریم بخش

پدر کی بیاں بیقراری لکھوں | کہ مادر کی اب آہ وزاری لکھوں
جو چھاتی لگا کر ہوا بیقرار | تو کہنے لگا خسرو نامدار
کہیں اور اسکے سوا کیا تمہیں | خدائے دو عالم کو سونپا تمہیں
لیا پھر تو مادر نے آغوش میں | کہاں آہ دونوں رہے ہوش میں
کہا شاہزادی نے رو کر ادھر | کیا آپنے سخت ہم سے جگر
یہیں ایک کونہ میں ڈالو پھر | بلا کی طرح مت نکالو ہمیں
جہاں ہیں محل میں کنیزیں ہزار | انہیں میں ہی لونڈی کا ہووے شمار
چڑھوں سر نہ زلف دوتا کیطرح | رہوں پاؤں میں نقش پا کیطرح
ہمیشہ تو آنکھوں میں پالا ہمیں | نگاہوں سے اب دور ڈالا ہمیں
کبھی تھی ہماری جگر میں جگہہ | نہیں آج افسوس گھر میں جگہہ
یہی عرض ہے آج بہر خدا | کلیجہ سے اماں کرو مت جدا
کہا ماں نے پیاری یہہ کیا بات ہے | تمہارے لیئے سب طلسمات ہے
مہیا ہے گوشہ ہمارے لیئے | یہہ سب سلطنت ہے تمہارے لیئے
کلیجہ کو کرتا ہے کوئی جدا | مگر کیا کریں ہے یہہ حکم خدا
یہی سب زمانہ کا دستور ہے | تو اس رسم سے ماں بھی مجبور ہے
سنا یہہ جلیسوں سے رو کر ملی | ملی بھی تو اک جان کھو کر ملی
دل وجاں کو بے چین کرنے لگی | کہ شادی میں یوں بین کرنے لگی

سدا دل کو رونے سے نفرت رہی
ہنسی سے ہمیشہ ہی عشرت رہی

گئے دن ہنسی کی ہنسی میں گزر
ہوا ابتو رونا ہی مدِّ نظر

جدائی کی ساعت ہے سر پر کھڑی
غنیمت ہے رونیکو بھی یہہ گھڑی

یہہ موقع ملیگا کہاں روئیے
یہاں کی ہنسی کو یہاں روئیے

نہ رونے کو آنکھوں سے کم کیجئے
تو شادی میں اپنا ہی غم کیجئے

کہاں بیٹھنا ساتھ سونا کہاں
کہاں وہ ہنسی اور یہہ رونا کہاں

جدائی میں خورد و کلاں روئینگے
یہہ ملکہ بھی رونا کہاں روئینگی

چلے جس جگہہ واں سے ملنا کہاں
کہاں میرا پیغام ملنا کہاں

یہی جانیو تم قضا کر گئی
سمجھنا یہہ جیتے ہی جی مر گئی

جدا اور ان تو مر کر ہوئے
وہ ہم ہیں کہ مرنے سے پہلے موئے

کسی کا ہوا ہو کہیں اختیار
ہمیں آہ اپنا نہیں اختیار

جو پہرے خوشامد سے یاں دو پہر
ہنسے تو نہیں روئیں ذرا ٹھہکر

جدا میں تو ہوتی ہوں آپ سے
شکایت ہے یہہ میری ماں باپ سے

کہا پھر جلیسوں نے ہم کیا کہیں
تمہاری طرح ہم بھی مجبور ہیں

جدا کون کرتا رُلا کر تمہیں
جگر میں ہی رکھتے چھپا کر تمہیں

دو آنکھوں کے اندر بٹھاتی تمہیں
ان آنکھوں کی پُتلی بناتی تمہیں

کریں کس سے فریاد اے مہ جبیں
ہماری کوی بات سنتا نہیں

الگ عورتیں آہ رو کر رہوئیں ۔ جلیبیں جدا جاں کہو کر رہوئیں
دیا بادشہ نے سبھی ملک و مال ۔ کیا پر نہ دولہانے سطلق خیال
سبھی فوج و نوکر کنیز و غلام ۔ کیئے ساتھہ پھر حفاظت تمام
نہ رکھی غرض حشمت و جاہ سے ۔ ہٹایا سبھی فوج کو راہ سے
کنیزیں تو ہمراہ تھیں بیشمار ۔ حفاظت کو رکھیں فقط تین چار
کئی روز کے بعد مرد جواں ۔ جہاں اسکو آنا تھا آیا وہاں
کہاروں کو پھر واں سے رخصت کیا ۔ دیے اسپ اماں سو رخصت کیا
دُلہن کے محافہ کو رکھا جہاں ۔ وہاں سے ہی دیکھے دو کوہ کلاں
بیاں ہو سکے کچہہ نہ جنکی طرح ۔ سپید و سیاہ رات دن کی طرح
دُکانِ طلائی دو گنجِ غریب ۔ کہ دو خوان نعمت دو برج عجیب
جوانے دُلہن سو کہا اے حبیب ۔ پہاڑوں سے ہر چیز ہوگی نصیب
خدا سے ہر اک وقت رکھو امید ۔ جو مانگوگے بخشنے گا کوہ سفید
یہہ کہہ کر کہا بند آنکھیں کرو ۔ رہو یوں ہی دم بھر نہ جی میں ڈرو
گہڑی ہیں اگر آنکھہ پہر وا کرو ۔ جو کچہہ حال دیکھو نہ پروا کرو
نہ گھبرائیو اپنے دلمیں کبھی ۔ تمہارے لیئو ہیں وہ ساماں سبھی
یہہ کہتے ہی دولہ روانہ ہوا ۔ وہاں اور کچہہ کارخانہ ہوا
ہوا آپ قصرِ منوّر بلند ۔ زمیں کا ہوا چرخ سے سربلند

مکان مطلّا کا وہ رُوپ ہے
جہاں چاندنی فرش کی ہو بچے

کرے فخر کیونکر نہ دنیائے زشت
کہ دوزخ نے پایا مکانِ بہشت

زمیں کو ملے اس طرح جب محل
تو ہے چرخ کو رشک کا اب محل

گلوں سے مکانوں میں نقش و نگار
خزاں سے الگ ہے چمن کی بہار

جو دن میں ہیں فانوس بلّور کے
وہی رات کو جھاڑ ہیں نُور کے

کہیں گل مکانوں میں بوٹا کہیں
نظر کی جہاں پر رہے پھر وہیں

کریں پھول دن میں معطّر دماغ
وہی شب کو روشن سجائے چراغ

یہی کچھہ ہے موجود حور و قصور
جوانِ بہشتی کا ہے اک قصور

جو دُولہا نگاہوں سے غائب ہوا
تو نقشہ دُلہن کا عجائب ہوا

ابھی تھا دماغ پری عرش پر
گرا چاہتی ہے ابھی فرش پر

طبیعت تو غوطہ میں آنے لگی
زیادہ نزاکت ڈُبانے لگی

ہوئی بیخودی کچھہ جنوں ہو گیا
جو نقشہ تھا زیبا زبوں ہو گیا

اُسی عالمِ بیخودی میں دُلہن
تو دُولہ سے کرنے لگی یہہ سخن

بتاؤ تو مجھہ سے ہوا کیا گناہ
نہیں مجھکو معلوم اپنا گناہ

کیا جرم کیا میرے ماں باپ نے
کہ جس کا یہہ بدلا دیا آپ نے

کوئی بات مینے کہی طعن کی
کہ اس حسن پر آپنے لعن کی

کسی نے کہیں کچھہ اشارہ کیا
کہ لونڈی سے تم نے کنارا کیا

نہ دیکھی تھی صورت ابھی آپ نے ۔ جو کی مجھہ سے نفرت ابھی آپ نے
جو منہ دیکھہ لیتے کبھی آہ تم ۔ تو نفرت بھی کرتے جبھی آہ تم
جو دل میری صورت سے بیزار تھا ۔ تو پھر یاں کے لانیسے کیا کار تھا
اگر آپ سے مجھہ کو الفت نہ تھی ۔ تو ایسی بھی پیارے عداوت تھی
کہ یوں ہی وطن سے نکالو ہمیں ۔ اکیلا بیاباں میں ڈالو ہمیں
کہوں کس طرح آپ کا ہے قصور ۔ یہہ سب میرے باپ کا ہے قصور
جو آنکھوں کی پتلی بنایا ہمیں ۔ تو تمنے نظر سے گرایا ہمیں
سبھی دختران امیر و وزیر ۔ ہمیشہ تھیں میری جلیس و مشیر
ہوئیں دور ساری سبب آپ کے ۔ قدم بھی چھٹے مجھہ سے اب آپ کے
لیا ساتھہ سب سے چھوڑا کر ہمیں ۔ گئے آپ بھی یاں بٹھا کر ہمیں
بتاؤ تو اسکو کہاں فجر ہو ۔ شب وصل جسکی شب ہجر ہو
ہوئی ناتواں رنج میں اسقدر ۔ کھڑی تھی کہ رونے لگی بیٹھکر
یہہ دل سے تو باتیں اٹھا کر گری ۔ گری بھی چھپر کھٹ پہ آکر گری
کنیزیں سرہانے پہ رونے لگیں ۔ کیا غش تو بیتاب ہونے لگیں
ہلا کر کہا سب نے بولو ذرا ۔ خدا کے لیئے آنکھہ کھولو ذرا
تمہیں رنج ہے آج غم ہے ہمیں ۔ تمہیں غش ہے خواب عدم ہے ہمیں
کرو اب کنیزوں کے اوپر نظر ۔ نہیں کوئی اپنا ادہر اور ادہر

مکاں بھی نہیں ہے وطن بھی نہیں
موئے جب تو غسل و کفن بھی نہیں

دعا ہے یہی حق تعالےٰ کرے
ہمیں بھی قضا اب نوالا کرے

تجھے ہاتھ سے یاں نہ دیکر مریں
کنیزیں بن بلا تیری لیکر مریں

نہ جنگل میں سونا جگا کر ہمیں
کرو بند آنکھیں سلا کر ہمیں

یہہ غفلت میں باتیں سنیں غور سے
کہا کھولکر آنکھہ اس طور سے

یہہ ہے آرزو موت آئے یہاں
بلانے سے پر موت آتی کہاں

کسے دخل ہاتے کی تحریر میں
ابھی دیکھیے کیا ہے تقدیر میں

خبر ہے کسے ہیر مقسوم کی
کہ ہوں ہند کی خاک یا روم کی

کنیزیں پکاریں نہ ایسا کہو
خدا یہہ کرے تم سلامت رہو

جو دل چاہتا ہے وہی آج ہو
ترے سر پہ قائم ترا تاج ہو

کنیزو نہ بی بی کا سایہ رہے
ترا تخت ہوابنا پایہ رہے

وہ گل آئے بی بی ترا گھر بسے
عرق سے تو مثل گل تر بسے

خدا یہہ کرے تو بھی آباد ہو
دعا ہے یہہ کثرت سے اولاد ہو

کوئی صحن میں ہو محل میں کوئی
کوئی دوش پر ہو بغل میں کوئی

گلوں سے ترا قصر گلشن رہے
چراغوں سے گھر تیرا روشن رہے

ہوا کوئی ایسی چلے خلق میں
ترا باغ پھولے پھلے خلق میں

کنیزوں سے باتیں کہیں پیار سے
بہے اشک کچھ دیدہ زار سے

کہا کوہ سے لاؤ خوانِ طعام
وہ ہوں خوان جسمیں ہوں کہانے تمام

گئے خوان لونڈی نے جا کر طلب
دیئے کوہ نے خوانِ نعمت عجب

دو خوانوں میں ہر ایک نعمت ملی
وہ کہانے ملے جسمیں لذّت ملی

طلب صبحکو پیرہن جب کیا
تو سب رخت کوہِ سیہ نے دیا

ہوئی جب عنایت یہہ اللہ کی
تسلّی ہوئی دخترِ شاہ کی

کہا دایہ سے مادرِ مہرباں
بنے ایک حجرہ میانِ مکاں

ہوا دور جس سے ملالِ پدر
وہی چلّہ کہینچوں مثالِ پدر

مجہے ہے علیؑ ولی سے یقیں
وہ ہیں بادشاہِ زمان و زمیں

علیؑ پر خدائے جہاں مہرباں
علیؑ ہوئیں مجہپر یہاں مہرباں

کہ ہیں جان و جسمِ پیمبرؐ وہی
وہی قبلۂ دیں ہیں رہبر وہی

اُسی کو خیالِ دلِ زار ہو
وہ حکمِ خدا سے مددگار ہو

سُنا جس گہڑی حکم مجرا کیا
بنا دایہ نے ایک حجرہ کیا

وہ حجرہ میں بیٹہی بصد اشتیاق
ہوا آپ سے مہ میانِ محاق

دل و جاں سے محوِ عبادت ہوئی
مبارک نصیبوں سے عزلت ہوئی

علیؑ سے کہا اے امامِ جہاں
ترے ذر سے قایم ہے نامِ جہاں

اسیوقت لونڈی کی امداد ہو
یہہ بندی تردّد سے آزاد ہو

ادہر یہہ تو چلّہ میں دن رات تہی
ہر اک وقت محوِ مناجات تہی

کسی روز صحرا میں اک خارکش — جو فاقہ کے مارے گرا کہا کے غش

اُسی غش میں جب راہ پر کی نگاہ — تو تہی راہ مُوروں سے مارِ سیاہ

اُنہیں ہے مشقت سے حاصل ثمر — کہ لاتے ہیں سب قسمتیں کہینچکر

رہا پہر نہ فاقہ سے بیہوش یہہ — یہہ چاہا چہوڑا کرے نوش یہہ

جو اک چیونٹیوں کا سردار تہا — ارادہ سے وہ کچھ خبردار تہا

کہا اُس نے رو کر یہہ غفار سے — چہوڑا دی ہمیں مردِ نادار سے

اماں دے خدائے جہاں سے ہمیں — الگ کرلے یا زباں دے ہمیں

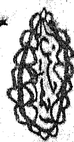
خدائے جہاں نے سُنا شور کو — جو فریاد کی دی زباں مُور کو

کیا مُور نے یہہ فضیحت اُسے — بُرا کہہ چکا کی نصیحت اُسے

کہا پہر جو میوہ بہی درکار ہے — وہ رستہ وہ باغِ ثمردار ہے

یہیں پاس ہے وہ نہ گہبرائیو — وہاں جاؤ جو چاہیو کہائیو

اگر ہو وے اُسمیں تجھے شب نصیب — تو دیکھے تماشے عجیب و غریب



ہوا شاد سنتے ہی مردِ جواں — گیا باغ میں مثلِ سیلِ رواں

یہہ دیکھا کہ مثلِ ارم باغ ہے — کہ بلبل ہے اُسمیں اگر زاغ ہے

چمن دیکھ کر نوش میوے کئے — وہ میوے فرشتے ہی دیکھے جئے

ہوئی رات دہشت سے آیا نہ خواب — ترقی پہ تہا دمبدم اضطراب

کہیں آپ سے آپ جاروب ہے — کہیں آپ چہڑکاؤ سرڈوب ہے

کہیں آپ سے فرش پیدا ہُوا — کہیں تخت شاہی ہُویدا ہُوا

کہیں آپ سر و چراغاں ہوئے — عجب ایک ساعت میں ساماں ہوئے

وہیں تخت شاہی پہ آیا جواں — جو دیکھا تو ایسا نہ پایا جواں

نہ خود ہاتھ میں آفتابہ لیا — کہ آ اس طرف یہہ اشارہ کیا

چلا آپ بیت الخلا کو جواں — ہوا آفتابہ بہی پیچہے رواں

طہارت سے جب دم فراغت ہوئی — طبیعت رجوعِ عبادت ہوئی

خدا سے کیا اپنے راز و نیاز — پڑہا دل سے قرآں ادا کی نماز

ہوا پہر تو موجود خوانِ طعام — کئے نوش کہانے پیئے سُر جام

ادب سے ہوئی شمع پہر روبرُو — جواں سے یہہ کی شمع نے گفتگو

بتاؤ دُلہن کا جو کچہہ حال ہے — کہا وہ تو گوشہ میں فی الحال ہے

جو باقی ہیں چلہ میں اب تین دن — اُسے ہجر میں ہیں غضب تین دن

ہوئی رات سب گفتگو میں تمام — یہہ سُنتا رہا رات بہر سب کلام

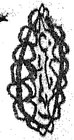
ہوئی صبح دن کی خبر کب ہی — نگاہوں میں کیفیتِ شب ہی

لیا میوہ خشک و تر باغ سے — چلا گہر کو وقتِ سحر باغ سے

گیا جب قریبِ قصورِ عروس — وہاں کا بہی دیکہا عجائب جلوس

ہوائی چمن کا اثر ہو گیا — جو اُٹہنے کو بیٹہا وہیں سو گیا

خواصوں نے دیکہا جوانِ غریب — تو آہستہ آہستہ پہنچیں قریب



ہنسی میں ہی کشمش کے دابے لئے ہنسی میں ہی کپڑے پرائے لئے

ہراک پہول پہل رہزنوں نے لیا سبہی بار نازک تنوں نے لیا

اُسے لوٹ کر پہر کیا قاہ قاہ جواں چوک اُٹہا اُدہر کی نگاہ

کہا مفت سر پر نہ یہ بار لو بہ کہ تُو باغ میوہ کا انبار لوُ

اگر لوٹ میوہ کی منظور ہے یہیں باغ ہے کچہہ نہیں دور ہے

عجب پہل عجب ہے ہر اشجر عجیب رہو شب کو دیکہو تماشے عجیب

خواصوں نے سُنکر کہا اے جواں ہماری ہے بی بی میاںِ مکاں

کہیں حال بی بی سے اِکبار ہم غنی تمکو کردیں یہہ ہیں بارہم

کہا ایک نے سب یہیں پر رہو کوئی حال بی بی سے جا کر کہو

اور اِسی پہر تو لونڈی مثالِ صبا گئی پاس بی بی کے ہو کر ہوا

خبر سُن کے جان آگئی جان میں غرض آن پہونچی بس آ گئیں

سراپا جواں کا جو ان سے سُنا جو آنکھوں سے دیکہا زباں سے سُنا

سُنا حال جس دم عجیب و غریب کہا لونڈیوں سے وہی ہے حبیب

کہا پہر بتا راہ گلزار کی ؛ نظر آئے صورت طرحدار کی

جو چاہے تجہے اور بہی بار دیں ابہی درہم زر کا انبار دیں

لیا مرد کو ساتہہ اک راہ سے چلا سرو قد باغ کو چاہ سے

گئے دونو گلزار میں بخطر ؛ سُنا رات کا حال ہی سربسر

ہوئی شب وہی تخت اور تاج ہے — ہُوا کل جو ساماں وہی آج ہے
مخاطب ہوا وہ جواں شمع سے — کیا پھر دُلہن کا بیاں شمع سے
کہا شمع نے ہے دُلہن باغ میں — وہ سُنتی ہی بارے سخن باغ میں
سُنا جب دُلہن نے ہوئی رُوبرُو — جواں سے یہہ کرنے لگی گفتگو
بُرا رنج مجھہ کو دیا آپ نے — بُرا ساتھ میرے کیا آپ نے
کسی اور پر آپ مائل ہُوئے — جو بےطور لونڈی سے غافل ہوے
کسی اور سے کب یہ فریاد ہے — تمہیں سے مری داد بیداد ہے
مقدّر کا شکوہ ہے یا باپ کا — نہیں اسمیں کچھہ بھی گلہ آپ کا
کہا کچھہ نہیں رنج مقسُوم کا — یہہ خادم ہو پابند مخدُوم کا
مرا کھینچ دامن نہ تو چاہ میں — کہ جاتا ہوں میں خدمتِ شاہ میں
جُدائی کا میری کرو مت خیال — کہ آیا ہے نزدیک وقتِ وِصال
اُسی دم بحکمِ خدائے جہاں — ہوئی بند آنکھیں اُڑا وہ جواں
کُھلی آنکھہ دُولہا نہ آیا نظر — لگی دیکھنے وہ اِدہر اور اُدہر
محبّت دل و جاں کی اندر ہُوئی — تصوّر میں تصویرِ شوہر ہوئی
بگاڑا نزاکت نے انداز کو — سنبھالے بدن کو کہ شہباز کو
ہوئی لاگ زلفِ گرہ گیر کو — لگا ڈھونڈنے دامِ نخچیر کو
نہیں ہے نشانہ جو پیشِ نظر — لگے تیر جانے اِدہر اور اُدہر

بہووں سے بچاے خدا خلق کو — یہہ تیغیں لگیں ڈہونڈنے حلق کو
نہیں ہے جو بوے صنم ناک میں — تو کرنے لگی ناک دم ناک میں
چمن سے صبا تو ہی لا ڈاک کو — کہ ہے خواہش بوے گل ناک کو
کہ عارض ہواے چمن سے کہلے — یہہ گل ہی تو آب دہن سے کہلے
ابہی منہ کو چومے جو آے صبا — کہ غنچہ کو ہے اب ہواے صبا
بہونکو ہے شوہر کے داغوں کی لو — چراغونکو اب ہے چراغوں کی لو
ذقن ڈہونڈتا ہے کسی ماہ کو — ہوی چاہ یوسف کی اس چاہ کو
عیاں تم ہنگ سے ہے یہہ شوق گلو — کہ ہوں ہاتہہ شوہر کے طوق گلو
دو انار سینہ پہ پکنے لگے — ثمر یہہ بہی ہاتہونکو تکنے لگے
یہہ ظاہر ہے دست حنای کا شوق — کہ ہاتہونکو ہے ہاتہا پای کا شوق
سبہی تنگ جس دم نمایاں ہوے — تو پنجے بہی دہن کے خواہاں ہوے
کمر کی دعا ہے یہہ ہر حال میں — گرہ ہاتہہ کی ہووے اس بال میں
چلے جلد یہہ کوے دلدار کو — قدم ڈہونڈتے ہیں رہ یار کو
یہہ کہتا ہے پہلوے سرو رواں — کہ قمری سے خالی ہے دامن یہاں
بہی پہلے شمشاد تہی گل بہی — ہے آج قمری ہے بلبل بہی
پہری اس طرح باغ میں جابجا — چمن میں پہرے جس طرح سے صبا
چمن میں جو ٹہہری تو وحشت ہوی — گلستاں میں بلبل کو دہشت ہوی

پھری دشت میں جب ادھر اور ادھر
عجائب چمن میں یہ آیا نظر

وہاں نخل دیکھے بہت دور کے
شجر نور کے ہیں ثمر نور کے

روش کی ثنا ختم اس بات پر
کہ پاؤں کو ہے فخر واں ہات پر

تر و تازہ پھل ہیں نہ سوکھے گلے
فرشتہ کا بھی دیکھکر دل چلے

گلستاں میں حجرہ وہ آیا نظر
فدا جسپہ ہو مردم چشم تر

وہ حجرہ عجب جس کی دیوار ہے
کہ آئینۂ روئے دلدار ہے

نظر اسمیں آیا جواں ناگہاں
کھڑا ہے حضور امام جہاں

کیا جب دلہن نے ادب سے سلام
جواں سے کیا یہ علیؑ نے کلام

میسر تجھے حشمت و جاہ ہو
رواں شاہزادی کی ہمراہ ہو

ابھی ساتھ ہو لے نہ کچھ دیر کر
شکم نعمت حسن سے سیر کر

اجازت ملی جب یداللہ سے
مرخص ہو خدمت شاہ سے

مکاں میں گیا سب کیا انتظام
لیئے ساتھ فوج و کنیز و غلام

نہ واں سے کسی مملکت میں گیا
فقط شاہ کی سلطنت میں گیا

کسی نے جو دی شہ کو آکر خبر
کہا پھر وزیروں سے پاکر خبر

کہ لاتا ہے اک شاہ فوج کثیر
تردد میں سب ہیں صغیر و کبیر

تو جاؤ ابھی فوج میں مت ڈرو
جو آنکھوں سے دیکھو بیاں پھر کرو

گئے فوج میں جب مشیر و وزیر
تو جانا وہی ہے مہ بےنظیر

گیا پہلے آداب پہچان کر
کہا شہ سے پہر سب طرح جانکر

چمن کیطرف روئے شمشاد ہے
نہیں غیر حضرت کا داماد ہے

جو چلّے میں تہا خسرو نامور
گیا روتے روتے ہی نورِ نظر

ارادہ ہوا تہا یہی شاہ کا
ملے گزشتاں کچہہ اُس ماہ کا

نہ پہر ملک و دولت سے رغبت کرے
جو چلّے ہی نکلے تو ہجرت کرے

ہوا تہا جو چلّے میں ضعفِ بصر
تو پایا یہی چلّے میں نورِ نظر

جو آنکہوں سے دیکہا وہ نورِ نظر
گیا دیدۂ تر سے ضعفِ بصر

ہوئے رنج و غم سے جو برباد وہ
خدا کے کرم سے ہوئے شاد وہ

مجھے بہی الٰہی تو دلشاد رکہہ
غم و درد و کلفت سے آزاد رکہہ

الگ ہووے ضعفِ بصر آنکہہ سے
ہو ور نورِ نظر آنکہہ سے

نہ دنیا میں کوئی مجھے فکر ہو
ہمیشہ زباں پر ترا ذکر ہو

محفل چہارم

اُن عاشقانِ خدا کے بیان میں کہ جنہوں
نے ملک و مال نہ جاہ و جلال نہ معشوقان

خوش جمال پر نظر کی خدا کے عشق میں عمر بسر کی

پہر ہے فقط ساقیا رات میں ہوئی بزم جو تھی بہی بات میں

نہ یاں پر کوئی بات مشکل رہی رہی بہی تو دو ایک محفل رہی

اگر موت نے کچھ نہ ڈالا خلل تو انکا بہی ہے خاتمہ آجکل

سُنئے کل جو قصّے پُرانے ہوئے سنے آج لب پر فسانے ہوئے

جو کل بات تھی آج ہے وہ کہاں نیا آج دفتر نئی داستاں

یہہ نگ جہاں سے ہوا آشکار بدلتی ہے ہر بات لیل و نہار

جو ہے اب طلسمات کل پہر کہاں جو ہے آج یہہ بات کل پہر کہاں

اجل سر پہ ہے دیر اک پل نہ کر پلانا ہے گر جام کل کل نہ کر

گئے لوگ پی کر مرے ساتھ سے مجھے بہی پلا جام اب ہاتھ سے

نشے میں جو کہل جائے میری زباں کروں عاشقان خدا کا بیاں

عقیلہ پکاری سنو اب بہن کئے آپنے دور رنج و محن

کیا بزم میں آپنے جو بیاں کروں شکر اسکا کہاں سے زباں

جو دنیا میں ہیں عاشقان خدا نہیں حکم سے انکے بت بہی جدا

جدہر کا کریں حکم گہر سے چلیں جو پکڑے خدا پاؤں سے سر چلیں

جو پتھر بہی بت ہوں چلیں پاؤں سے اگر حکم ہو سر ملیں پاؤں سے

خدا کا جو عاشق ید اللہ ہے / بڑی ایک حیدر کی درگاہ ہے

کرے وہ جدا جو ارادہ کریں / نہ کہنے سے بُت کم زیادہ کریں

جو وہ رہبر دین و اسلام ہیں / تو نقش قدم سے صنم رام ہیں

کرم کا سدا گرم بازار ہے / نہ کچھہ دوست دشمن سے انکار ہے

سخی ہو کوئی یا بخیل و لئیم / جو سائل ہو دیتا ہے اسکو کریم

ہر اک شے کا حیدرؑ نے سود و زیاں / کیا سب بہ حکم خدا سے عیاں

یہاں دیں و دنیا کی ہر چیز ہے / تو مانگے سمجھکر جو تمیز ہے

ٹھکانہ یہ پہونچے تو ہے یہہ غضب / کرے خسرو دیں سے دنیا طلب

پہنچ جائے جبدم در پاک پر / تو سمجھے کہ آیا ہوں افلاک پر

جدا پھر قدم سے نہ دم بھر رہے / تو جینا یہی ہے کہ یاں مر رہے

جناب علیؑ کے قدم دیکھہ کر / ہو شاد روی صنم دیکھہ کر

جو ہو عاشقان خدا پر نثار / بڑا انکا رتبہ ہے اے غمگسار

کرے فرض جنکی محبت خدا / تو ہو دوستی سے نہ انکی جدا

خدا ایسے بندوں سے کب ہے جدا / محبت ہے اونکی بھی عشق خدا

وہ ہیں کون سن اے کنیز بتولؑ / نبیؐ و علیؑ ہیں کہ آل رسولؐ

شرف دوستی کا کروں اب بیاں / کہو مجھہ کو سچا سنو حب بیان

یہہ کہتی نہیں مجھہ کو امداد دو / مگر ہاں مری بات کی داد دو

نقل ایک غلام ذوی الاحترام محب جناب امام علی علیہ السلام کی

اکہٹے تھے دونو نبیؐ و وصیؑ | کہ ظاہر ہوئی لاش اک شخص کی
جنازہ لیئے چار زنگی جواں | تو مشکلکشا کی طرف ہیں وہاں
نبیؐ نے جو پوچھا پکارے وصیؑ | مرا دوست تھا یہہ جوان یا نبیؐ
ہر اک پاؤں میں لنگ تھی اسقدر | کہ چلنا تھا مشکل سے راہ پر
اگر دور سے دیکھہ پاتا غریب | اچھل کر مرے پاس آتا غریب
جو آقا ہی رکھتا اسے باندھ کر | پہنچتا وہیں پھر زمیں پہاند کر
نہ اتنی کسی سے تھی الفت اسے | کہ جتنی تھی مجھہ سے محبت اسے
سنا جب وصی سے سخن آپنے | دیا اسکو غسل و کفن آپنے
چلے ساتھہ جدم نبیؐ و علیؑ | تو اصحاب کی بھی جماعت چلی
جنازہ کو لیکر ہوئے جب رواں | تو آہستہ چلتے تھے شاہ زماں
نبیؐ ایسے رکھتے اٹھا کر قدم | چلے جیسے کوئی بچا کر قدم
صدا آتی کانوں میں اک شور سے | کہ آندھی چلے جسطرح زور سے
اسے لیگئے قبر پر جب جناب | لحد میں اتارا نبیؐ نے شتاب
کوئی خشت رکھتے اگر لحد پر | تو منہ پھیر لیتے وہیں راہ بر

لحد میں نہاں ہو چکا جب غلام — کیا ایک نے آپ سے یہہ کلام
نہ تھا پاس کوئی اِدہر اور اُدہر — اُٹھاتے تھے کیوں پاؤں منہ دیکھکر
تو پوچھا اُسی نے لبِ گور یہہ — کہ کیسا تھا افلاک پر شور یہہ
کہا آپ نے اِس طرف کر نظر — جو دیکھا ہے تونے تعجب نہ کر
محبّ علیؑ کے ہیں سب پر حقوق — جنازہ پہ آئے ملک جوق جوق
سنبہل کر تو رکھتے تھے ہم یوں قدم — کہ رکہا نہ جائے قدم پر قدم
پڑہی ہی ملایک نے بڑہ کر نماز — گئے آسمانوں پہ پڑہ کر نماز
ہوا کا کہ آندہی کا کب شور تہا — پروں کا فرشتوں کے سب شور تہا
کہا اُسنے پہر اے رسولِ عرب — کہ مُنہ پہیر لینے کا کیا ہی سبب
یہہ فرمایا رکھی لحد پر جو خشت — تو آتی تھیں ملنے کو حورِ بہشت
زیادہ تہی لوگوں میں غیرت اِسے — مری دید سے ہو نہ حیرت اسے
پہر آتا تہا منہ دیکہہ کر دُور سے — کہ خوش ہوکے باتیں کرے حور سے
کہا دُو خبر آج اِس بات سے — کہ رتبہ ملا ہے یہہ کس بات سے
کہا پہر نبیؐ نے کہ اے ذی شعور — یہہ ہے دوستیٔ علیؑ کا ظہور
کیا جب محبِّ علیؑ کا بیاں — **نفیسہ** سے بولی کہ دیکھو یہاں
کریں جان اُس دوستی میں تلف — کہ مرکر ہو عقبیٰ میں جسکا شرف
نہ اُنسے کرے عشق گر حور ہو — جو نزدیک ہو آج کل دور ہو

کیا تم نے جن عاشقوں کا بیاں
برا انکو کہتے نہیں ہم یہاں

صفائی ہے ان سے لڑائی نہیں
ملے گر بتوں سے برائی نہیں

جو مرتے ید اللہ کے پاؤں پر
تو بت جان دیتے سبھی چہاؤں پر

جو یاں کہتے چار دن کو جمال
تو عقبیٰ میں ہوتا ہمیشہ وصال

مسیحا کو چہوڑا الگ دار پر
موئے بھی تو پھر چشم بیمار پر

نظر کی ہے کانٹوں پہ گلگشت میں
خضر گھر میں آوارہ ہیں دشت میں

زباں پر خدا دل میں بت ہو جہاں
تو ان وحشیوں کا ٹھکانا کہاں

کہاں ہو گزر کوچہ خیر میں
مکاں میں تو قبلہ پھرے دیر میں

خدا کو نہ ڈھونڈا صنم سے ملے
کہ آقا سے بھاگے حرم سے چلے

ہے ایک سا دل کو یہی بات ہے
محبت بھی یہ ہات کی رات ہے

جدائی کہاں کی ہے کس کا وصال
تماشے ہیں دنیا کے خواب و خیال

یہہ بت خاک ہیں سنگ مرمر نہیں
کوئی دن جو ٹھہریں وہ پتھر نہیں

کسی روز ہے خاک ہونا انہیں
تو مٹی کا جانو کھلونا انہیں

یہہ طاقت ید اللہ کی دیکھکر
نہ کی پھر بھی انجام پر کچھہ نظر

نہ سمجھی کہ ایسی ہے طاقت جنہیں
تو کیوں ہے حسینوں سے نفرت انہیں

جو دانا کوئی گردش دور سے
بتوں پر گرے دیکھہ کر غور سے

بہلتا ہے لغزش سے گر کر وہیں
ٹہکانے پہ آتا ہے پھر کر وہیں

کہوں بات ایسی اسی رات میں | کہ سچا سمجھہ لو مجھے بات میں

قصہ پسر خارکش کہ جسنے مسیحا کی دعا سے معشوقہ او سلطنت کو پایا اور محبت خدا میں سب سے ہاتھہ اُٹھایا

میان سفر عیسےٰ راہ بر | ہدایت میں تھے محو شام و سحر

گئے پاس اک شہر کے جب جناب | خزانہ ملا آپ کو بے حساب

مصاحب مسیحا کے زر دیکھہ کر | یہہ بولے اجازت ہمیں ہو اگر

ملا ہے خزانہ جو بے رنج یہہ | حفاظت کریں تا رہے گنج یہہ

کہا رنج ہے ساتھہ اس گنج کے | ثمر ہے نہ اسکا سوا رنج کے

عجائب ہے اک گنج اس شہر میں | وہ ہے گنج بے رنج اس شہر میں

جو بستی میں پہنچوں اسی راہ سے | کروں اسکو باہر کسی راہ سے

رہو تم یہیں گر ہو خرم یہیں | کہ لاتے ہیں اس گنج کو ہم یہیں

وہ بولے وہاں گو ہے گنج عجیب | پہنچا ہے اس شہر میں جب غریب

مسافر پہ کچھہ رحم کرتے نہیں | اُسے ذبح کرنے سے ڈرتے نہیں

یہہ بولے مسیحا مجھے کیا خطر | نظر میری یاں کے نہیں مال پر

اگر کوئی رکھے غرض مال سے | اُسے قتل کرتے ہیں وہ چال سے

مسیحا کا دشوار اب تھہ ہے | اُنہیں کیا قدم مال پر ہاتھہ ہے

خزانہ پہ جب عمر ہے یار غار | گئے شہر میں عیسیٰ نامدار
ہوئی پھر تو دیوار و در پہ نظر | جو کی آہ ہر ایک گھر پر نظر
نظر اک اُجڑا سا آیا مکاں | یہہ کہنے لگے پھر مسیح زباں
کہ ویرانہ ہوتا ہے ظاہر جہاں | خزانہ بھی ہوتا ہے وانپر نہاں
جو ملنے کے قابل نہیں ہے بشر | تو سب شہر میں وہ نہیں ہے بشر
مسیحا نے دی در پہ دستک ادہر | تو اک پیرزن آئی آواز پر
وہ بولی کہ تو کون ہے اے حبیب | یہہ بولے کہ میں بھی ہوں مرد غریب
ہوا روز آخر یہاں پر مجھے | ٹھہرنا ہے شب بھر مکاں پر مجھے
جو تیری اجازت ہو ٹھہروں یہاں | ضعیفہ پکاری کہ سن اے جواں
ہمیں شاہ کا ہے یہہ حکم عجیب | کسی گھر میں ٹھہرے نہ مرد غریب
جو ہیں تیرے ملتے پہ انوار کچھہ | اُسی سے نہیں مجھہ کو انکار کچھہ
وہ تھی زوجۂ خارکش پیرزن | گئے جبکے گھر میں سول زمن
جہاں سے ہوا خارکش کا گزر | تو باقی رہے پیرزن یا پسر
جو گھر کو مشرف قدم سے کیا | زیادہ منوّر ارم سے کیا
پھرے ایسے دیوار و در نور سے | کہ جیسے بنایا ہو گھر نور سے
جو کچھہ خارکش نے کیا کاروبار | پسر نے بھی وہ ہی کیا اختیار
بیاباں سے لایا جو کچھہ خشک و تر | کہا اُس کی ماں نے کہ سن اے پسر

مری گھر میں مہماں ہی مرد غریب / اُسے دیکھکر دل ہی رکھتو قریب
جو لایا ہے کچھہ وبرو کرا ہی / ہنو اُسکی خدمت سے باہر کبھی
وہیں نذر کی خشک روٹی شتاب / یہی پاس کہتا تھا وہ دل کباب
اُسی خشک روٹی سی کچھہ کھا لیا / پسر کو ہر اک بات سے پا لیا
جسے ڈھونڈتے تھے رسول کریم / ملا اس جگہہ پر وہ دُرِ یتیم
یہہ جانا کسی غم سے بیتاب ہے / بدن خشک ہے چشم پُر آب ہے
مسیحا نے اُسکو کہا بار بار ؛ / کہ کیا رنج تجھہ کو ہے اے دلفگار
جواں حال اپنا چھپایا کیا / بناوٹ سے باتیں بنایا کیا
اُٹھا واں سے ماں سے کیا یہہ بیاں / ہمارے جو گھر میں ہے یہہ میہماں
مجھے رنج کا پوچھتا ہی سبب / خدا جانے اسمیں ہی کیا ہی عجب
کہ وعدہ بھی کرتا ہی یہہ نیک مرد / کرونگا دوا کچھہ کہو رنج و درد
جو مرضی تمہاری ہو قصہ کہوں / وگرنہ بناوٹ سے چپکا رہوں
ضعیفہ پکاری کہ سُن اے پسر / کہ لائق ہے ہر بات کے یہہ بشر
نظر آیا یہہ اہلِ دیں سی مجھے / یہہ روشن ہے نورِ جبیں سی مجھے
زمانہ کی یہہ حلِ مشکل کرے / جو چاہی تجھے بھی یہہ خوش دل کرے
کرو اُسسے رازِ نہاں آشکار / اُسے حلِ مشکل کا ہے اختیار
سُنی اپنی ماں سے جو یہہ گفتگو / گیا پھر مسیحا کے یہہ روبرو

یہہ کی عرض اُنے خسرو نامدار پسر خارکش کا ہے یہہ دل فگار

چھٹا مجھ سے چھٹپن میرا پدر تو کار پدر پر ہوا یہہ پسر

ہمارا جو ہے شاہ اے راہ بر وہ رکھتا ہے دختر مثالِ قمر

نہایت حسینہ جمیلہ ہے وہ مرے درد و غم کا وسیلہ ہے وہ

اُسے شاہ ہے دیکھہ کر باغ باغ گلِ شمع ہے وہ بجائے چراغ

ہر اک شاہ طالب بے ہوا مگر شہ کو انکار سبے ہوا

اُسی شاہزادی کا ہے اک محل اُسی میں ہی تھی ہے وہ آج کل

جو اک روز قسمت سے زیرِ مکاں مرا بھی گزر ہو گیا ناگہاں

نظر آگئی مجھہ کو وہ سیمبر کیا عشق نے پارہ پارہ جگر

اُسی دن سے بیتاب ہوں اب تلک نہیں چین ملتی نہیں جب تلک

سبھی سے چھپایا ہے دردِ نہاں فقط اپنی ماں سے کیا ہے بیاں

عیاں آپ پر حال سب ہے حضور مگر رنج کا یہہ سبب ہے حضور

کہا آنے چاہتا ہے اگر تو لوں تیری خاطر اُسے آپ بر

یہہ بولا کہ اے رہبرِ نیک فال ملے دخترِ شاہ ہے یہہ محال

حقیقت پہ اپنی مجھے ہے نگاہ کجا میں کہاں دخترِ بادشاہ

یہہ دیوانۂ الفت میں مجنوں ہوا محبت کا کچھہ اسپہ افسوں ہوا

ہوا جب یہہ دیوانہ و بیقرار تو مجنوں کی باتوں کا کیا اعتبار

یہاں تنگ دامن ہے امّید کا — کہاں قرب ذرّہ کو خورشید کا

زمانہ ہے گو تہِ خاک سے — ملیگی زمیں پر نہ افلاک سے

نہ ذلّت کو رتبہ ہے توقیر پر — کہاں خاک کو فوق اکسیر پر

مگر آپ سا عالم و ہوشمند — کہ جسکی ہوں باتیں خدا کو پسند

تو پھر آپکا ہی ادھر ہو خیال — کہ انجام جس چیز کا ہے محال

یہہ دیوانہ ہے لقمۂ شیر و گرگ — ہنسی اس سے کیا چاہیے اے بزرگ

کہا سن کے عیسیٰ نے اے بیقرار — ہنسی ہے یہاں جاہلوں کا شعار

جو قدرت نہوتی مجھے اسقدر — تو کہتا نہ تجھ سے کبھی اے پسر

کروں وہ اگر تو کہے چاہ سے — کہ مل جائے گل دخترِ شاہ سے

یہہ سنتے ہی وہ عاشقِ نیکخو — گیا جب ضعیفہ سے کی گفتگو

ضعیفہ نے سنکر کہا راہ سے — کہے جسطرح کر اُسے چاہ سے

مسیحا تھے غنّا کی یاد میں — کٹی شب اسی یار کی یاد میں

تڑپتا رہا رات بھر اسقدر — نہ جھپکی پلک فرش پر رات بھر

مسیحا نے اُسکو وقت سحر — بلایا کہا جا درِ شاہ پر

درِ شاہ پر ہیں امیر و وزیر — یہہ کہنا جو ملجائے کوئی مشیر

کہ ہے ایک حاجت مجھے شاہ سے — جو پوچھے بھی کچھ یہہ کہو راہ سے

نہ مشتاق ہوں حشمت و جاہ کا — کہ طالب میں ہیں دخترِ شاہ کا

تری شاہ سے جب ملاقات ہو — سب مجھے دے خبر جلد جو بات ہو
غرض اُسنے جاکر درِ شاہ پر — وزیروں سے مطلب کہا سربسر
وزیروں نے سنکر تعجب کیا — کسی نے نہ پہر ساتھہ اُسکو لیا
گئے شہ کے دربار میں جب مشیر — ہنسی میں سُناتے تھے مطلب وزیر
ہنسا شاہ سُنکر بجائے غضب — پسر کو کیا پاس اپنے طلب
گیا شاہ کے روبرو جب پسر — جو دیکھا پسر کو یہہ آیا نظر
نشانِ شرافت عیاں ذات سے — جنوں بھی نہ ظاہر کسی بات سے
تعجب ہوا شاہ کو دیکھہ کر — کہا امتحاں سے کہ سُن اے پسر
جو ہو مہر دینے کی قدرت تجھے — مُیسّر ہو دختر سے صحبت تجھے
بتاکر کہا وزن بیغم نہ ہو — کہ یاقوت ہو اسقدر کم نہو
یہہ ہو ایک یاقوت جس قسم کا — بہرا ہووے اک خوان اس قسم کا
اگر اس طرح سے ادا مہر ہو — ملے تجھکو بہی دخترِ نیک خو
کہا ہو جو مہلت کسی راہ سے — تو آکر کروں عرض پہر شاہ سے
جو پہر شاہ سے کچھہ اشارہ ہوا — ٹہرنیکا دم پہر نہ یارا ہوا
کہا جاکے عیسےٰ سے احوال سب — نبیؑ نے کیا خواں اُس سے طلب
بیاباں میں پہنچے جنابِ رسولؑ — ادہر تہی دعا اُس طرف تہی قبول
بنے پہر تو یاقوت سارے خذف — جواہر یہ دنیا کے جنکو شرف

کہا آپنے لو اُٹھاؤ سبھی کہ لے جاؤ اک خوان بھر کر ابھی
گیا واں سے اک خوان لیکر سپہ ہُوا مجلسِ شاہ میں جب گزر
جو کپڑا کنارہ کیا خوان سے جواہر نظر آئے اس شان سے
کہ خیرہ ہوئی آنکھہ ہر طور سے جواہر نہ دیکھے گئے غور سے
سبھی کو تعجّب ہوا دیکھہ کر جو تھی شاہ کی اور بھی کچھہ نظر
یہہ چاہا زیادہ کرے امتحاں کہا کم ہے یہہ لاؤ دس اور خواں
ہر اک خوان میں ہوں جواہر سبھی کہ ہوں صفِ قیمت سے باہر سبھی
کیا اسطرح شاہ نے جب خطاب یہہ عیسیٰ کی خدمت میں آیا شتاب
بیاں سب مطالب پسر نے کیے طلب خوان دس راہبر نے کیے
دیئے خوان حضرت نے پُر کر دیئے حوالے وہ الماس و دُر کر دیئے
نہ دیکھے تھی ایسے کبھی آنکھہ نے جو دنیا میں دیکھے ابھی آنکھہ نے
گئے خوان جب شاہ کے رُوبرو زیادہ تعجّب ہوا خلق کو
کیا شہ نے خلوت میں اسکو طلب کہا پھر تری ذات سے ہے عجب
کہ تو خود بخود ایسی جرأت کرے یہہ ساماں کرے اور یہہ ہمت کرے
کرے تو جوابا یہہ دشوار ہے بتا کون تیرا مددگار ہے
یہہ بولا کہ اے بادشاہ جہاں جو کچھہ عرض ہو سب سمجھیں بیاں
مرے گھر میں ٹھہرا ہے مردِ ضعیف کہوں کیا کوئی آدمی ہے شریف

خدا کی عبادت میں دن رات ہے | کوئی شخص اہلِ کرامات ہے
کہا جلد لے آ اسے انجو پسر | پڑھے عقد تیرا وہی راہ بر
یہ لے آیا عیسیٰؑ کو جا کر شتاب | پڑھا عقد عیسیٰؑ نے آکر شتاب
تھی ایک دختر تھی نام و نشاں | بجائے لب لب ہوا یہ جواں
سجایا اسے شہ نے سامان سے | محل میں بھی بھیجا بڑی شان سے
ہوا رات کو عقد خلوت ہوئی | ہوئی صبح کچھ اور نوبت ہوئی
ولیعہد اپنا کیا شاہ نے | جو کچھ پاس تھا سب دیا شاہ نے
حوالے کیا اسکے تاج و سریر | کئے اسکے تابع امیر و وزیر
ہوئی رات شہ کو ہوا کچھ مرض | اسی رات کو مر گیا وہ غرض
پسر ہر طرح سے ہوا بادشاہ | ہوا ہاتھ میں ملک و مال و سپاہ
ادھر یہ تو اک کشمکش میں رہا | نبیؑ خانۂ خارکش میں رہا
ہوا روز چوتھا بصد آب و تاب | اٹھے خانۂ خارکش سے جناب
سرِ تخت بیٹھا ہوا تھا پسر | گئے تخت کے پاس جب راہبر
یہ مطلب پسر سے ہوں رخصت جناب | چلے اپنی منزل کو پھر آفتاب
نظر آئے جب عیسیٰؑ راہبر | تو اوترا وہیں تخت سے وہ پسر
لیا دامنِ پاک کو ہاتھ میں | کہ قطرہ ہوا بحر کے ساتھ میں
یہ کی عرض اے کبریا کے حبیب | اگر عمر دنیا کی پائے غریب

گرے رات دن تیری خدمت سدا … ترا حق خدمت نہو کچھہ ادا
جو ہی شبہ بندہ کو اک بات سے … اسی ہی پریشاں ہوں دن رات سے
ہتا گرچہ اسباب عیش و نشاط … اسی تک نہیں صحبت اختلاط
مہیا ہوئی ہیں وہ اسباب سب … کروں جسے ہر روز عیش و طرب
یہہ دل ہوا اسی شبہ میں مبتلا … پری بہی نظر آرہی ہے بلا
فراکت ہٹایا کسی کار سے … غرض ملک سے ہے نہ دلدار سے
نہ عقدہ کہلے گا اگر بخت سے … نہ بہرہ ہے مطلب کچھہ تخت سے
یہہ بولے پریشاں ہو کس بات سے … بتاؤ کہ حیراں ہو کس بات سے
پہر ایسے یہہ کی عرض نہ راہ بر … مجھے اب اسی بات پر ہے نظر
جو قادر ہوا ایسا بفضل اله … کرے تین دن میں مجھے بادشاه
تو پہنچے ہو کیوں ہو کہنہ لباس … نہ ہمدم نہ خادم کوئی آس پاس
نہ یار کوئی ہے نہ محبوب ہے … نہ طالب کوئی ہے نہ مطلوب ہے
مسیحا یہہ بولے کہ اے خوش نہاد … بھلا تجھہ کو خواہش ہے بھی کچھہ زیاد
زیادہ ہوس ہے بھلا جب تجھے … مرے حال پر کیا ہے مطلب تجھے
یہہ بولا کہ اے حامی ہر بشر … نہ کی آج عقدہ کشائی اگر
سمجہنا کہ مجھہ پر نہ احساں کیا … کیا ہی تو مجھہ کو پریشاں کیا
دیا ہے جو کچھہ آپنے اب مجھے … نہیں پھر کسی شے سے مطلب مجھے

یہہ سُن کے سمجھا کہ اے نیک ذات — یہہ راہِ فنا ہے یہ سب کائنات
ہو لذاتِ فانی پہ کیا کسکو نظر — جو لذاتِ باقی سے ہووے خبر
تعلق ہو دارِ فنا سے کسے — غرض ہو نہ مُلکِ بقا سے جسے
نہ کچھہ روز گزرے میانِ نگاہ — اسی تخت پر اور تھا بادشاہ
کسی روز مغرور تھا تخت پر — پڑا ہے وہ نازک گِل سخت پر
جہاں کی یہہ عزت ہے ذلت یہہ ہے — جو سمجھے کوئی جائے عبرت یہہ ہے
نہ کیونکر ہو دُنیا سے دانا جدا — جو چھوڑے اسے ہووے قربِ خدا
وہ عزت جو ذلت سے تبدیل ہو — جو لذت مصیبت سے تبدیل ہو
نہ آخر میں ہو شکل آرام کی — بتاؤ یہہ دُونو ہیں کس کام کی
سمجھانے دی اس طرح جب مثال — تو بولا کہ سمجھا یہہ سب قیل و قال
الگ ایک شبہہ دوسرا شک ہوا — ہٹا ایک شک دوسرا شک ہوا
کہا آپنے شوق سے اے پسر — جو ہو شبہہ مجھہ سے بیاں صاف کر
کہا آپ سے نہیں آدمی — کسی کے کریں پند میں کچھہ کمی
نصیحت پہ جب آپ معمور ہو — تو حقِ نصیحت کہاں دور ہو
جو بندہ پہ یاں تک ہوئے مہرباں — کہ گھر میں ہو آپ سے یہہ مہماں
تو لائق نہیں بات یہہ آپ کو — عطا وہ کریں جو نہ کچھہ خیر ہو
کہ بخشیں تو دارِ فنا کو مجھے — دکھائیں نہ مُلکِ بقا کو مجھے

کہا پھر یہہ عیسیٰؑ نے سن اے جواں
کیا ہے یہہ میں نے ترا امتحاں

کہ دیتا ہی تو جاں زمیں کے لیے
کہ دنیا کو چھوڑیگا دیں کے لیے

جو چھوڑیگا دنیا کی لذات کو
تو پائیگا عقبیٰ کی لذات کو

تجھے ہوگا حاصل ثواب عظیم
کہ ہوئیگا دیں میں ہمارا ندیم

یہہ سنکر کنارے کیا تاج و تخت
ہوا ساتھہ عیسیٰؑ کے وہ نیک بخت

رکا ملک سے دل نہ دلدار سے
ہوا پھول سا دل الگ خار سے

جو وہ راہبر ساتھہ لایا اسے
رفیقوں سے اپنے بلایا اسے

کہا جسکو سمجھا تہا گنج عظیم
وہ گنج گراں تہا یہہ در یتیم

کہا تین دن میں خدا ہی گواہ
کیا خارکش سے اسے بادشاہ

کیا بات میں کچھہ سمجھکر الگ
قدم تخت سے تاج سر سے الگ

غرض سلطنت چھوڑ کر ہے جواں
ہماری اطاعت میں پہنچا یہاں

ہے مدتوں تم مرے ساتھہ میں
ہوئے دور آیا جو زر ہاتھہ میں

کیا دیں جو دنیا کی خاطر قبول
کریں کیا وہ پھر پیروی رسول

پیمبر سے دم میں پھرے گنج پر
نبی کو تو چھوڑا گرے گنج پر

یہہ لکھا ہے جبدم جواں یہہ ہوا
دعا سے مسیحا کی زندہ ہوا

تو لکھا ہی یہہ بھی ہزاروں بشر
ہدایت سے اس کی ہوئے راہ پر

کہوں اور قصہ اسی ڈھنگ پر
چھڑے رنگ کچھہ اور اس رنگ پر

ذکر برادرزادہ شاہ حبش کہ جو ملک و مال و معشوقہ صاحب جمال کو چھوڑ کر علیؑ کا غلام ہوا پہلے نام فتاح تھا پھر قنبر ہوا

جبش میں جو اک شاہ تھا اشکبوس
تو تھی سلطنت اُسکی مشہور و بس

بھتیجا تھا فتاح اُسکا جری
کہ جس کی نہ ہو کسو سے ہمسری

چچا اور بھتیجے میں تھا کچھ نفاق
لڑائی سے دونوں کو تھا اشتیاق

چچا کو ہوا سوچ اس بات پر
بھتیجا یہ لڑتا ہے کس بات پر

کہا شہ نے اک روز اُس سے پسر
تری جنگ مجھ سے ہے آٹھوں پہر

بتا یہ لڑائی کا ہے کیا سبب
ہمیشہ ہے کیوں مجھپہ ظلم و تعب

کہا ہے مری جنگ سے دو مراد
جو ہو جائیں دونوں نہ ہو کچھ فساد

مری اپنی بیٹی سے شادی کرو
مرے باپ کا مال آگے دھرو

تو ہو سلطنت بھی مرے نام پر
پدر کی جگہ آپ اور میں پسر

یہ سنکر کہا شاہ نے اے جواں
جو دو مہر شادی ہو تم سے یہاں

کہا پھر یہ فتاح نے اے چچا
جو دوں آپکو ہے مرا پاس کیا

جو کچھ مال اور ملک ہے باپ کا
مقدر سے ٹھہرا ہے وہ آپکا

کہا کس طرح یہ بھلا آپ نے
مرے پاس چھوڑا ہے کیا آپنے

کہا شہ نے طالب نہیں مال کا — کیا ذکر ہمنے کہیں مال کا
نہیں مال سے کچھہ مرا مدعا — مجھے کاٹ کر دو سرِ مرتضےٰ
اگر یہہ کرو مال لو باپ کا — کروں عقد دختر سے بھی آپکا
یہہ مشتاق تہا دخترِ شاہ کا — عدو بنگیا پہر ید اللہ کا
جو تہا فضل فرزند اک شاہ کا — کہ تہا فضل پر فضل اللہ کا
کہا پہر یہہ فتاح نے شاہ سے — کہ سر لاتہہ آتا ہے دُو راہ سے
کہ کچھہ فوج ہو فضل ہو ساتھہ میں — تو لے آؤں سر کاٹ کر ہاتھہ میں
غرض شہ نے اُسکو روانہ کیا — کیا فضل کو ساتھہ لشکر دیا
سہے ایک مدت تلک راہ میں — گئے پہر مدینہ کو دُو ماہ میں
جو خیمہ لگائے تو اِس ڈہنگ پہ — مدینہ جہاں سے تہا فرسنگ پر
لیا دم جو منزل میں فتاح نے — کہا پہر یہی دلمیں فتاح نے
کہ دیکھو مدینہ میں جاکر شتاب — کہ ہے کس طرح کا بشر بوتراب
غرض فضل و فتاح دُو نوجواں — ہوئے لیکے بارہ بشر کو رواں
مکاں سے مدینہ کے دَر پر گئے — جواں ساتھہ بارہ برابر گئے
تو بابِ مدینہ بہی دَر پر ملے — جو گمراہ تہے یہہ تو رہبر ملے
گلِ گلشنِ قدرتِ کردگار — جو آتا تہا گلشن کو مثلِ بہار
نہ تہی ذو الفقار دو سر ہاتہہ میں — فقط بیلچہ تہا مگر ہاتہہ میں ؎

کہا پھر تو فتاح نے فضل کو | بلا جلد اس شخص کو روبرو

کہ پوچھیں جواں سے نشان علیؑ | جو دیکھیں نظر آئے شان علیؑ

کہا فضل نے دور سے ای جواں | کہ کچھہ پوچھتا ہے جو آؤ یہاں

یہہ سنتے ہی پہونچے وہاں راہبر | مقابل میں فتاح کو دیکھہ کر

وصی نبی نے کیا یہہ کلام | ہوا راست قول رسول انام

یہہ فتاح نے عرض کی مہرباں | علیؑ کو بھی تم جانتے ہو یہاں

کہا جانتا ہے اسے ہر کوی | نہیں جانتا مجھہ سے بہتر کوی

کہا یہہ تو مطلب بتاؤ ہمیں | غرض کیا ہے اُسے سناؤ ہمیں

یہہ فتاح بولا کہ اے مہرباں | جو آیا ہوں میں دور سے یہاں

یہہ مطلب وہ ملجائے تدبیر سے | گلا کاٹ لوں اسکا شمشیر سے

جو لیجاؤں سر دیکھہ کر وہ جیئے | وہ تحفہ ہو شاہ حبش کے لیئے

یہہ سنکر پکارے کہ اے ذی شعور | کیا ہے علیؑ نے ترا کیا قصور

یہہ فرما چکے جب شہ لافتا | تو فتاح نے اپنا قصہ کہا

کہا سہل ہے بات اک کار کر | ابھی بت پرستی سے انکار کر

زباں پر جو کلمہ کو جاری کرے | علیؑ آپ سے جاں نثاری کرے

یہہ بولا کہ فرماؤ اے مہرباں | کہ قد کیا ہے کس شکل کا ہے جواں

کہا آپنے یار کرنا یقیں ؛؛ | کہ مجھہ میں علیؑ میں تفاوت نہیں

یہی اُس کی صورت یہی شان ہو
یہی قد یہی تن یہی جان ہے

جو لڑنے میں مجھہ سے زبردست ہو
تو آتے علیؑ جنگ میں پست ہو

یہہ بولا کہ ارماں نکالوں ابھی
لڑوں آپ سے آزمالوں ابھی

اگر آپ سے کچھہ مقابل ہوا
جو ٹھہرا تو لڑنے کے قابل ہوا

یہہ کہتے ہی فتاح نے بےخطر
لگائی جو تلوار اک فرق پر

علیؑ نے وہیں ہیلچہ مار کر
کیا ٹکڑے تلوار کو سر بسر

لیا گرز فتاح نے ہاتھہ میں
لیا چھین وہ بات کی بات میں

کہا آپ نے کر چکا وار تو
پھرے وار سے ہو خبردار تو

علیؑ نے وہیں ہیلچہ کو ذرا
جو آہستہ اُس کی کمر پر دھرا

جو چاہا بچا لے بدن بھاگ کر
اُٹھایا علیؑ نے پکڑ کر کمر

کہا رحم آتا ہے تجھہ پر ذرا
اُسے پھر اُٹھا کر زمیں پر دھرا

جو کی دُور چہرہ سے اُسکے نقاب
تو دیکھا جواں کا ہے عین شباب

یہہ کہنے لگے پھر وصی رسولؐ
کہ فتاح اسلام کو کر قبول

تو فتاح سمجھا علیؑ ہے یہی
جہا تمیں خدا کا ولی ہے یہی

کہا تین شرطوں سے منظور ہے
یہہ بندہ ہے کب حکم سے دُور ہے

کہا کچھہ تامل نہ اسے یار کر
وہ شرطیں ہیں کیا کیا خبردار کر

کہا شرط پہلی ہے یہہ یا امام
کہ بندہ کو اپنا بناؤ غلام

یہہ ہے دوسری شرط شاہ نجف
ملے حلقۂ بندگی کا شرف

جو حلقہ غلامی کا ہو کان میں
وہ حلقہ ہو گوش دل و جانمیں

یہہ ہے تیسری شرط شیر خدا
کہ کرنا نہ خدمت سے اپنی جدا

ہر اک شرط منظور کی آپنے
ضلالت جو تہی دور کی آپنے

مسلماں ہوا نیت خاص سے
پڑہا کلمۂ پاک اخلاص سے

ہوا لڑکے فتاح جب راہ پر
ہوئے لشکر و فضل سب راہ پر

وہ خوش خلعتِ دیں پہنکر ہوا
جو فتاح تہا نام قنبر ہوا

وہ حکم شہِ لافتا سے جبہی
ملے اشرف الانبیا سے سبہی

جو قنبر پیمبرؐ کو آئے نظر
ہوئے دیکھکر شاد خیر البشر

کہا فضل نے اے شہِ انبیا
یہہ بندہ نے اسدم ارادہ کیا

پدر کو بہی اپنے مسلماں کروں
اگر ہو سکے اہل ایماں کروں

نبیؐ نے اسے جلد خلعت دیا
بڑی ایک عزت سے رخصت کیا

نبیؐ سے اجازت ملی فضل کو
وصی سے بہی رخصت ملی فضل کو

گئی فضل کے ساتہہ فوج کثیر
رہے پاس قنبر کہ فخر و بصیر

چلا جب علیؑ نے یہہ کی گفتگو
کہ مشکل ہیں کرنا مجہے یاد تو

وصی محمدؐ کے اعجاز سے
گیا صبحکو شہر میں ناز سے

خبر فضل کی جلد پاکر وزیر
اسے لیگیا ساتہہ آکر وزیر

جو بہیجا تہا کچہہ فضل کو شاہ نے ۔ لیا کب علیؑ کے ہوا خواہ نے
کہا تہا یہہ میرا کر دست نجس ۔ کہ ہو بت پرستونکا خلعت نجس
سنا یا وہاں فضل دیندار نے ۔ کہا شاہ سے یہہ خبردار نے
کیا دور اس نے ترا پیرہن ۔ محمدؐ کا خلعت ہے زیب بدن
جو بت تہا گلے میں نکالا اسے ۔ نکالا تو کیا توڑ ڈالا اسے
سنا حال جب فضل دیندار کا ۔ اوڑا رنگ چہرہ سے بدکار کا
وہ کچہہ سوچتا تہا دل زار میں ۔ گیا فضل لشکر سے دربار میں
کیا زور سے اس طرح سے کلام ۔ کہ ہے میر مجلس ہی آسکو سلام
جو سمجھے کہ ربّ تعالا ایک ہے ۔ خدا ہی ہیں جانے خدا ایک ہے
کہے یہہ محمدؐ ہے اسکا نبیؐ ہے ۔ علیؑ کو ہی جانے نبیؐ کا وصیؑ
کہا شاہ نے فضل سے اے پسر ۔ یہہ ہے کس خدا کا بیاں سربسر
کہا اے پدر اب بتاؤں تجہے ۔ حقیقت بہی اسکی سناؤں تجہے
اسی نے زمین و زماں کو کیا ۔ اسی نے ہی دونو جہانکو کیا
اسی کو بقا ہے اسی کو ثبات ۔ فنا پر ہے سب فقر کائنات
سمجہہ کر کہا شاہ نے ایجواں ۔ جو فلاح ہمراہ تہا ہے کہاں
کہا وہ بہی دل سے مسلماں ہوا ۔ ہوا اہل دیں اہل ایماں ہوا
میسّر علیؑ کی ہے خدمت اسے ۔ ملی دو جہاں کی سعادت اسے

مسلماں ہنو تم بہی توقیر سے — نہیں قتل کرتا ہوں شمشیر سے

سدا شاہ نے دی یہہ کفّار کو — کرو قتل تم فضل دیندار کو

نظر فضل نے کی سوئے آسماں — کہا اے خدائے زمین و زماں

تصوّر ہے میرا ترے فضل پر — کہ ہو فضل تیرا ترے فضل پر

نہ دوں جان میں جنگ پر کر — رہوں شاد کفّار کو مار کر

نگاہوں سے دیکہوں علیؑ کا جمال — نظر آئے تیرے وصیؑ کا جمال

کہا یہہ ہوا جوش دیندار کو — کیا قتل پہر بیس کفّار کو

جو دیکہا یہاں اور ہی رنگ کو — کہڑا ہو گیا شاہ بہی جنگ کو

دیا شاہ کا ساتہہ جب فوج نے — کیا فضل کو قید سب فوج نے

بلا کر کہا جلد جلّاد کو — ابہی قتل کر فضل ناشاد کو

جو تہے فضل کے ساتہہ سامان سے — مسلماں ہوئے تہے دل و جان سے

انہوں نے کہا اے شہِ نامور — نہیں قتل کرکے اسے قتل کر

کہا شہ نے گر چاہتے ہو یہی — نہو فضل ہاتہوں سے ٹکڑے ابہی

کرو بند آنکہونکو بایک دگر — کسی کی ہتیلی کسی کی نظر

جو سب بند آنکہیں کرالکیا — نہ پہر فضل بہی قتل ہو زینہار

نظر بند کی ہر ہوخواہ نے — کیا اور ہی ڈہنگ پہر شاہ نے

نہ شہ نے ستم سے کنارا کیا — یہہ ہمراہیونکو اشارا کیا

کہ مشکیں بندہیں ہر وفادار کی ۔ ہو لو وہ جو مرضی تہی غدار کی
کہا پہر یہہ اک شخص جرار سے ۔ کرو فضل کو قتل تلوار سے
اگر فضل کو مار لو پیشتر ۔ تو لو جلد ہمرائیوں کی خبر
کہا اس طرح جب جفا کار نے ۔ یہہ سنتے ہی پہر فضل دیندار نے
کیا منہ مدینہ کی جانب شتاب ۔ کہا لو خبر جلد یا بو تراب
مدد کو بہت جلد آؤ جناب ۔ موا چاہتا ہوں بچاؤ جناب
سنی فضل کی جب صدا آپ نے ۔ کیا پہر نہ وقفہ ذرا آپ نے
مدینہ میں اللہ اکبر کہا ۔ حبش میں کسی میں نہ کچہہ دم رہا
فدا جان حیدرؑ کے اعجاز پر ۔ حبش میں گئے آپ آواز پر
ذرا آیا اہل حبش کو جو ہوش ۔ نظر آیا اسوار پشمینہ پوش
کہ آتا ہے دربار سے وہ ادہر ۔ کہڑا ہو گیا فضل کو دیکہہ کر
جو پایا سرہانے مددگار کو ۔ خوشی سے نہ تہا ہوش دیندار کو
علیؑ کے کرم کی یہہ تاثیر تہی ۔ نہ تہا طوق تن میں نہ زنجیر تہی
یہہ دیکہا تو بوسہ دیا پاؤں کو ۔ محبت سے چوما کیا پاؤں کو
علیؑ سے کیا پیار میں یہہ کلام ۔ بچاؤ جو مولا بچے یہہ غلام
دلاسا دیا آپنے فضل کو ۔ وہیں خوش کیا آپنے فضل کو
کہا فضل سے شاہ نے ای پسر ۔ بتا تو مجہے کون ہی یہہ بشر

یہہ بولا علیؑ ہیں یہہ میدان میں ❊ مدینہ سے آئے ہیں اک آن میں

کیا شہ نے پہر مرتضےٰ سے خطاب ❊ کہ ہے عرض دیں صاف اسکا جواب

یہہ فرمائیے کب مکاں سے چلے ❊ تو کب آئے یاں کب وہاں سے چلے

تو بولے علیؑ دافع ہر بلا ❊ بندہے فضل کے ہاتہہ جب میں چلا

مدد کو چلا فضل کی یاں تلک ❊ مدینہ سے آیا نہ جہپکی پلک

بچیگا جبہی جب مسلماں ہوا ❊ وگرنہ سمجہنا کہ بے جاں ہوا

کیا معجزہ اک طلب شاہ نے ❊ ادب سے یہہ کی عرض گمراہ نے

کروں دل سے منظور تیرا طریق ❊ مری سامنے ہے جو سنگ عقیق

جو دو چشمے جاری ہوں اس سنگ سے ❊ بنوں پہر مسلماں ہر اک ڈہنگ سے

وہیں مار کر سنگ پر ذوالفقار ❊ دو چشمے کیئے صورت آبشار

جو شہ کے ملازم نے پانی پیا ❊ مزا زہر قاتل کا اسکو دیا

جو ہمرائیوں نے پیا فضل کے ❊ زیادہ تہا میٹہا انہیں شہد سے

کہا پہر کہ بتلائیے صاف صاف ❊ کہ کیوں ذائقہ میں ہوا اختلاف

کہا آپنے کیا ہے اسکا عجب ❊ یہہ ہے کفر و اسلام کا اک سبب

جو یہہ آب شیریں ہے دیندار کو ❊ تو ہے زہر سے تلخ کفار کو

یہہ سنکر پکارا غضب ہے لعیں ❊ کہ تجہہ سا زمانہ میں ساحر نہیں

نہ کلمہ یہہ حضرت کو آیا پسند ❊ پکڑ کر کیا اسکو سر سے بلند

زمیں پر جو غصہ میں پٹکا اُسے ۔ گرا کر دیا اور جھٹکا اُسے
کہا فضل نے صاحب ذو الفقار ۔ مسلماں بنو پھر کہو ایکبار
مسلماں اگر شاہ ہو خوب ہے ۔ وگرنہ وہ کرنا جو مرغوب ہے
کہا شاہ کو آپنے بار بار ۔ مسلماں ہوا پر نہ وہ زینہار
نہ سمجھا تو وقفہ نہ دم بھر کیا ۔ جدا فضل نے باپ کا سر کیا
مُوا شاہ جب دم تو حیراں ہوئے ۔ جو اہل حبش تھے مسلماں ہوئے
جو ترغیب دیتا تھا شہ کو وزیر ۔ ہوا ساتھہ ہی قتل شہ کے شریر
حبش کا کیا فضل کو بادشاہ ۔ بنیں مسجدیں دیر ہو کر تباہ
کہا فضل نے اے شہ دو جہاں ۔ کہ رکھتا ہے قنبر جو وردِ زباں
اُسے عشق ہے میری ہمشیر سے ۔ نہ چارہ ہوا جس کا تدبیر سے
اُسے دُور رنج و محن سے کروں ۔ ابھی عقد اُسکا بہن سے کروں
علیؑ سے سنا جب بیاں فضل کا ۔ کیا اُسنے کہنا کہاں فضل کا
ادب سے کہا ہاتھہ کو جوڑ کر ۔ کرونگا اُسے کیا تمہیں چھوڑ کر
نہیں جب ہوس عیش و آرام کی ۔ بہن فضل کی پھر ہو کس کام کی
ہوس تھی نہ تھا عشق اے رہبر ۔ اسی سے پشیماں ہوں آٹھوں پہر
نہ بت پر نظر ہے نہ دل دیر پر ۔ قدم آج ہیں جادۂ خیر پر
قدم آپکے ہیں مرے ہاتھہ میں ۔ تو دنیا و عقبیٰ ہیں ہم ساتھہ میں

سُنا جب یہہ اور ونکو رخصت کیا ۔ مدینہ کا حضرت نے رستہ لیا
یہودی نے دیکہا جو کارِ عجب ۔ یہہ قنبر سے پوچہا کہ کیا ہے سبب
حبش سے علیؑ دم میں آئے یہاں ۔ تو پیدل چلا کس طرح اسجواں
یہہ بولا کہ شیرِ خدا ہیں امام ۔ چلا آیا اون کی جلو میں غلام
عقیلہ نے پہر اک نظارا کیا ۔ جو کچہہ کہہ چکی کب کنارا کیا
کہا جو زمانہ میں ایسے ہوئے ۔ جیئے یعنی دُنیا میں کسو موئے
نہ موقع پہ اپنے ٹلے راہ سے ۔ گئے راہ پر یہہ چلے راہ سے
گئے گُل سلطنت سے نہ بہولی یہاں ۔ نہ حُسنِ دو روزہ پہ بہولی یہاں
نہ یہہ شہنشہ مُلکِ فانی ہوئے ۔ شہِ عالمِ جاودانی ہوئے
نظر ملک پر کی نہ بت پر نگاہ ۔ جو دو نو کو چہوڑا بنے بادشاہ
یہہ بی بی نے قصّے سُنے غور سے ۔ بیاں اب کروں اور ہی طور سے

ذکر اس شخص کا کہ جو پہلے ایک شاہزادی پر عاشق ہوا پہر عشقِ مجاز سے عشقِ حقیقی میں آکر عشقِ خدا میں مُوا

بڑہاؤں تو ہو طول یہہ داستاں ۔ کروں مختصر یاد آئے جہاں

گئی شاہزادی کوئی سیر کو ۔۔۔ پھرا سیر کر کے صنم دیر کو

محافہ پہ تھی اک جواں کی نظر ۔۔۔ ہوا سے جو پردے اُٹھے سر بسر

نہ دیکھا تھی صاف چشم و دہن ۔۔۔ نظر آگیا کوئی جز و بدن

رہی اُسکے جز و بدن کی خبر ۔۔۔ نہ سر کی خبر تھی نہ تن کی خبر

لب نہر تھا گلبدن کا مکاں ۔۔۔ کہ دیکھے تماشائے آب رواں

پھنسا تھا محبت کے گرداب میں ۔۔۔ بہانہ سے رہنے لگا آب میں

کسی روز آئی پری بام پر ۔۔۔ لگی پھرنے کبک دری بام پر

سر شام آخر وہ جان جہاں ۔۔۔ جواں کو نظر آگئی ناگہاں

مقابل ہوئی چار آنکھیں ہوئیں ۔۔۔ نگاہوں میں بیمار آنکھیں ہوئیں

ہوئی پار سینہ سے تیر نظر ۔۔۔ بہا اشک کے ساتھ خون جگر

یہ دیکھا کیا جوش آیا اُسے ۔۔۔ یہ بیخود ہوا ہوش آیا اُسے

نہ ٹھہری نہ لی سانس بھی بام پر ۔۔۔ نہ جانا کسی نے کہ تھی بام پر

گھڑی میں جو جاتی تو پل میں گئی ۔۔۔ ہوا کی طرح سے محل میں گئی

گئی دختر شاہ جب بام سے ۔۔۔ رہا پھر نہ مشتاق آرام سے

چھپے زلف و رخسار جب ایکبار ۔۔۔ تو دیکھا تماشائے لیل و نہار

دنوں نے دکھایا شتابر کو ۔۔۔ پکڑنے لگے ہاتھ دیوار کو

قدم ضعف سے تھرتھرانے لگے ۔۔۔ زمیں تک بھی اب ہاتھ جانے لگے

کئی روز کے بعد وقت سحر — جو کی شاہزادی نے چھپکر نظر
تو دیکھا کہ اٹھنے کی طاقت نہیں — گرا تھا جہاں پر پڑا ہے وہیں
کہا دایہ سے مادر مہرباں — جو زیر محل وہ پڑا ہے جواں
ہوا ہے مجھے دیکھہ کر بیقرار — نظر ہے لب بام پر بار بار
اگر شاہ پر راز ہو کچھہ عیاں — تو پھر مفت میں قتل ہو یہہ جواں
جو انکو اٹھا دے کسیطور سے — یہہ کہنا نہ کہہ راز یہہ اور سے
جو مرنے سے پہلے موا ہو جواں — لب گور بیٹھا ہوا ہو جواں
نہ للہ پھر سخت کرنا کلام — جو مرنے کو ہو رحم کا ہے مقام
یہہ کہنا کہ حاصل سعادت کرو — بیابانمیں جاکر عبادت کرو
ہوئی جب عبادت میں مشہور عام — زیارت کو آئے خلایق تمام
گئی جب زیارت کو فرمانروا — اجازت سے پہونچیگی واں مہ لقا
اگر آپ سے خود بدولت ملے — تو دختر بھی لیکر اجازت ملے
زیارت سے جو آپ کی ہو فراغ — تو غنچہ دہن بھی پھرے باغ باغ
کرے پہلے اظہار کچھہ باپ سے — تو پھر آپ شادی کریں آپ سے
توقع رہے وہ بہانہ کرو — ہنسا کر یہاں سے روانہ کرو
نہ ایسی کہو بات رو کر اٹھے — ہنسی سے چلے شاد ہو کر اٹھے
اشارہ میں دایہ کو سمجھا دیا — جو مضموں چھپا تھا بتلا دیا

غرض شاہزادی کا لیکر پیام — گئی پھر پہ دایہ نیک نام
کہا یہہ جواں سے کہ سُن اے عزیز — کہ ہوں دختر شاہ کی میں کنیز
نہ ہو خوش فلک کی طرف دیکھکر — تجھے چاہیئے اب ہیں پر نظر
حقیقت پہ اپنی ذرا کر نگاہ — کجا تو کجا دختر بادشاہ
نہ بگڑے کہیں مُنہ کڑی بات ہے — ترا مُنہ ہے چھوٹا بڑی بات ہے
جو شہرت ترا عشق پائے ابھی — تو تو قید ہو مارا جائے ابھی
جو سودا ہے زلفِ گرہ گیر کا — تو دیوانہ مجنوں ہے زنجیر کا
الگ ہو جو ابروئے خمدار سے — تو پھر چین آتا ہے تلوار سے
نہ دل زلفِ پیچاں سے بہلایئے — یہ بیڑی ہے پاؤں نہ پھیلایئے
نہ دیوانہ بن اپنی تقریر سے — الگ پاؤں کر جلد زنجیر سے
بھنویں ذبح کرنے کو شمشیر ہیں — وہ آہوئے چشم صنم شیر ہیں
نگاہیں ہیں برقِ بلا خوف کر — تو سایہ میں اُن کے نہ جا خوف کر
اماں ہے کسے دامن برق سے — بلا ٹال اپنے تن و فرق سے
جلائیگا اک روز بالکل تجھے — وہ عارض بھی ہے شمع کا گل تجھے
تجھے چاہیئے کب دہن پر نظر — کھلیگا نہ غنچہ کو تو دیکھ کر
ذقن کی جگہہ دلمیں بے زیب ہے — کہ وہ زہر آلودہ اک سیب ہے
پیا کس نے دنیا میں جام وصال — یوں ہی سنتے آتے ہیں نام وصال

جواں نے کہا مادرِ نیک نام — نصیحت میں کب ہے محل کلام

سخن میں تفاوت سر مو نہیں — کروں کیا مرا دل پہ قابو نہیں

زیادہ کروں اور کیا التماس — نہیں ہیں بجا میرے ہوش و حواس

ہوئی خاک اس غم میں جوانی مری — تو مرنے میں ہے زندگانی مری

کہا دایہ نے تم نہ یوں ہی مرو — کہوں جس طرح سے تمہیں وہ کرو

جو سیکھی نہیں باتیں سکھائی اُسے — عبادت کے رستہ پہ لائی اُسے

ادہر دایہ سے کچھ ہدایت ہوئی — اُدہر غیب سے کچھ عنایت ہوئی

دل و جاں سے عاشق گیا دشت میں — کھلایا شگوفہ نیا دشت میں

ادہر کچھ خیالِ ریاضت ہوا — اُدہر سبز باغِ عبادت ہوا

ہوئے معتقد سب خواص و عوام — زیارت کو آیا شہِ نیک نام

نہ کی عابدِ باخدا نے نگاہ — قدم بوس ہو کر پھرا بادشاہ

ملا جس سے عابد کی تعریف کی — گیا گھر میں زاہد کی تعریف کی

سُنے وصف جب دخترِ شاہ نے — کہا باپ سے غیرتِ ماہ نے

زہے بخت عابد سے حضرت ملے — ملے یہہ بھی لونڈی جو رخصت ملے

اُسے شاہ سے جب اجازت ملی — تو سمجھی کہ دُنیا کی دولت ملی

گئی پاس عابد کے اک ناز سے — پھر کی عرض آہستہ انداز سے

جہاں آپ بیٹھے ہمارے لیے — وہیں ہم بھی آئے تمہارے لیے

بہراساتگ تم نے یہاں جان نثار
یہیں آپ کہیں ہے ہار سنگار

تجہے دیکہہ کر رحم آیا ہمیں
بگڑنے نے تیرے بنایا ہمیں

سنا کر حقیقت تری باپ سے
کرونگی ابہی عقد میں آپ سے

غرض اب کیے تخت اور تاج سے
تمہارے ہی عاشق ہوے آج سے

کہا سنکے عابد نے اے پارسا
سنیں آپ میری حقیقت ذرا

ہو ہم خاک الفت میں سوا ہوے
سر راہ نقش کف پا ہوے

قدم سے مرا سر مقابل نہ تہا
تو رستہ بہی رکہنے کے قابل نہ تہا

نہ رستہ میں پوچہا گرا کر ہمیں
بیابان میں پہینکا اٹہا کر ہمیں

صنم نے بیابان میں ڈالا ہمیں
خدا نے ہمارے سنبہالا ہمیں

در حق پہ آکر نہ کچا ہوا
یہہ ہوتی تہا جہوٹا یہ سچا ہوا

جو تہا خار پہلے گل تر بنا
کیا تم نے گمراہ رہبر بنا

سر تخت تہے اب ہم فرش پہ
بس اب فرش پر تم ہو ہم عرش پر

ہوی جستجو اور ہی راہ کی
کسے ہے ہوس آجکل بیاہ کی

بیابان میں بیٹہے ہیں کیا بیاہ کو
چلو یاد کرنے دو اللہ کو

نہیں خوش تمہاری ملاقات میں
نہ ڈالو خلل میرے اوقات میں

یہہ کہتے ہی بت سے کنارا کیا
اٹہو ہاتہہ سے یہہ اشارہ کیا

پری ہو تو ہو جاؤ مجہہ سے پرے
تمہیں راہ پر میرا خالق کرے

جسے ہو خدائے جہاں کا خیال | اُسے کیا ہو غنچہ دہاں کا خیال
ہُوا جو خدائے جہاں پر نثار | اُسی پر فدا بُت ہیں لیل و نہار
نہیں جسکو عشق خدائے جلیل | اُسی کو سمجھتے ہیں بُت بھی ذلیل
صنم پھر تو پابُوس ہو کر چلا | چلا ہی تو پابوس ہو کر چلا
جو گُل تھا کبھی آنکھ میں خار ہے | ٹھہرنا ہی زاہد کو اب بار ہے

ذکر حنظلہ کا جس نے بڑے شوق سے بیاہ کیا جب دلہن کو گھر پر لایا منادی جہاد کی سنی شوقِ شہادت میں میدان کا راستہ لیا

پلا جام اے ساقیٔ حق پرست | نہ کر میری جانب سے کوتاہ دست
ہمارا ہی دل ایک بیتاب ہے | جہاں تیرے ہاتھوں سے سیراب ہے
نظر آیا سوتے میں خواب بہشت | ملی جاگتے پر شراب بہشت
اُٹھوں جس گھڑی عالمِ خواب سے | فرشتے مجھے غسل دیں آب سے
مریں جب ملاقات ہو حور سے | غرض یہہ کوئی بات ہو حور سے

لکھوں مختصر حنظلہ کا بیاں
گیا گھر سے اک روز باہر جواں

گلی میں کسی کی گزر ہو گیا
مقابل کوئی سیمبر ہو گیا

جواں ہے جوانمرد گو لاکھ میں
وہ زن راہزن لاکھ میں لاکھ میں

فسانے سُنے عشق کے دُور سے
نہ واقف محبت کے دستور سے

نہ دیکھی بلائے محبت کبھی
لگی کب ہوائے محبت کبھی

زنِ خوبصورت پہ دل آگیا
ہوا غلبۂ عشق گھبرا گیا

وہ ہرچند اُلفت کا پابند تھا
مگر دل شریعت کا پابند تھا

زیادہ ہوا جب خیالِ وصال
کیا عقد کا ماہرو سے سوال

صنم نے حیا سے نہ گفتار کی
مگر باپ نے اُس کے انکار کی

سرِ راہ ہوتا رہا پائمال
درِ یار کا پر نہ چھوڑا خیال

نہ کچھ دھیان رشکِ قمر نے کیا
اثر کچھ دعائے جگر نے کیا

رضامند جب مہ لقا ہو گئی
تو پھر شادی حنظلہ ہو گئی

دُلہن کو لیا ساتھ سامان سے
پھرا حنظلہ گھر کو اک شان سے

گیا حنظلہ در تلک شاد شاد
منادی سُنی در پہ بہرِ جہاد

ہوا خوش نہ پھولا سمایا جواں
یہ پھولا کہ گھر میں نہ آیا جواں

محافہ کو باہر سے اندر کیا
قدم اپنا ڈیوڑھی سے باہر کیا

کسی سے نہ گھر میں ملاقات کی
دُلہن سے ٹھہر کر نہ کچھ بات کی

عزیزوں نے کتنا اشارا کیا ‌ ‌ ‌ نہ منہ دیکھنا بھی گوارا کیا

نگہ حسن پر ہے نہ دل چاہ پر ‌ ‌ ‌ قدم آج ہیں اور ہی راہ پر

جواں کو ہے اب جستجوئے رسول ‌ ‌ ‌ گیا شوق سوئے روبروئے رسول

جو دیکھا نبیؐ بر سر راہ ہیں ‌ ‌ ‌ ستارے ہیں غازی نبیؐ ماہ ہیں

قدم پر گرا جلد بوسہ دیا ‌ ‌ ‌ یہ کہنے لگے خاصۂ کبریا

مناسب نہیں اب سفر میں چلو ‌ ‌ ‌ سفر سے تو آئے ہو گھر میں چلو

ملاقات ہو زوجۂ و زوج میں ‌ ‌ ‌ سحر ہو تو آجائیو فوج میں

اسے منزل حشر اب ہے محل ‌ ‌ ‌ محل میں یہ جائے یہ کب ہے محل

کسے اب تمنائے دلدار ہے ‌ ‌ ‌ پیمبر کا ہے حکم ناچار ہے

گیا گھر میں حکم نبیؐ سے جواں ‌ ‌ ‌ نہ زوجہ سے ملکر ہوا شادماں

کوئی کام کب اپنے جی سے کیا ‌ ‌ ‌ کیا کچھ تو حکم نبیؐ سے کیا

کہاں آنکھ ابروئے خمدار پر ‌ ‌ ‌ نگہ جنگ پر ہاتھ تلوار پر

پھنسا دل لڑائی کے سامان میں ‌ ‌ ‌ بدن گھر میں ہے جان میدان میں

گیا رات بھر صبح کا انتظار ‌ ‌ ‌ مکاں سے گیا صحن میں بار بار

ریاض شہادت پہ ہر دم نظر ‌ ‌ ‌ حصول سعادت پہ ہر دم نظر

اسے خار روئے گل اندام ہے ‌ ‌ ‌ اگر ہے تو اب صبح سے کام ہے

مکاں میں رہا حنظلہ دوپہر ‌ ‌ ‌ تو لشکر میں پہنچا ہوئی جب سحر

لیا پہلے احمد سے حکم جہاد / گیا جلد میداں کو پہر دشاد

گہسا اِس طرح حنظلہ فوج میں / پہرے بُلبلہ جس طرح موج میں

نہ پیچہے ہٹا مرد للکار کر / رُکے بہی جو کافر تڑہا مار کر

جو تہی آنکہہ دشتِ وغا کیطرف / قدم بڑہ رہے تہے قضا کیطرف

لگی تیغ جب حنظلہ پہر ہُوا / جو ثابت قدم تہا تو ٹکڑے ہُوا

گیا خُلد کو جس گہڑی نوجوان / تو کیا دیکہتے ہیں رسُول زمان

کہ دُہوتے ہیں اُسکا ملایک بدن / فرشتے اُسے دے رہے ہیں کفن

نظر جس پہ کی روز و شب دُور سے / ملا جان دیکر اُسی حور سے

پہرے فتح پاکر رسالت مآب / دُلہن کہ گئے پاس پہلے جناب

یہہ پہر حنظلہ کی دُلہن سے کہا / کہو حنظلہ گہر میں کیونکر رہا

دُلہن نے کہا اے خدا کے حبیب / گہڑی بہر رہا پاس میرے غریب

حصُولِ سعادت میں تڑپا کیا / خیالِ شہادت میں تڑپا کیا

کبہی گہر کے اندر تو باہر کبہی / کبہی صحن میں تہا تو در پر کبہی

نہ مُنہ ہاتہہ دُہویا نہ شانہ کیا / یوں ہی بس قضا نے روانہ کیا

نبیؐ نے کہا رہنے دے اے دُلہن / ملایک نے اُسکو دیا ہے کفن

دیا دل کسی نے صنم کے لیئے / موا کوئی جاہ و حشم کے لیئے

کوئی خیر جاں کو مقابل نہیں / یوں ہی جان کہونے کے قابل نہیں

جو دنیا میں آئی ہے شان سے | تو لے کام عقبیٰ کا اس جان سے
نہ دنیا میں دنیا کے اوپر مرے | خدا کے لیے جان صدقہ کرے
سنا آپنے حنظلہ کا بیاں | جوانمرد ہوتے ہیں ایسے کہاں
نہ کھویا عبث دین و ایمان کو | ٹھکانے لگایا دل و جان کو
گل زندگانی سے پایا ثمر | نہال جوانی سے پایا ثمر
ہزاروں میں کہتے ہیں ایمان کی | اسی نے ہی کی قدر اس جان کی
سنو اور بھی کچھ ہمارا بیاں | کہ ہے قابلِ داد سارا بیاں

ذکر ایک شاہزادہ کا کہ جس نے سوتے ہوئے اپنی عروس کو چھوڑا دوسری شاہزادی راہ میں دیکھہ کر عاشق ہوئی اوس سے بھی سلسلہ محبت توڑا دنیا میں سوای ہدایتِ خلق اور یادِ خدا کے کچھہ نہ کیا اسی کی یاد او ذکر میں رہا جبتک کہ جیا

جو آخر ہوئی ساقیا رات ہے | تو باقی بھی تھوڑی ہی بات ہے

مری بات میں خلق مشغول ہے — انہیں مختصر ہے مجھے طول ہے
پلا دے اگر مے ترا نام ہو — تجھے قطرۂ مے مجھے جام ہو
رہی ہو ہمیشہ عنایت تری — یہاں ہی ہو مجھ پہ عنایت تری
فقط ایک قصہ ہے اس نظم میں — وہی ہے جو حصہ ہو اس نظم میں
کسی شاہ کے تھا نہ نورِ نظر — ہمیشہ رہی آرزوے پسر
بہت کی جہاں میں دوا و دعا — نہ حاصل ہوا گوہرِ مدعا
جواں سے ہوا پیر جب بادشاہ — خدا نے دیا اس کو نورِ نگاہ
طرحدار لڑکا وہ پیدا ہوا — اسے دیکھ کر باپ شیدا ہوا
چلا جب زمیں پر وہ پہلے پہل — کیا ہر قدم پر خیالِ اجل
زمیں پر چلا جب نہ چپکا رہا — اٹھایا قدم ایک اور یہہ کہا
پھریگا کبھی سوئے روزِ معاد — جفا اس پہ کرتا ہے ای نامراد
اٹھا کر کہا دوسرا پھر قدم — یہی انتہا ہے کہ ہوں پیر ہم
کہا پھر اٹھا کر قدم تیسرا — کہ ہے بعد پیری کی آخر قضا
یہہ باتیں کہیں اس نے جب بال کی — لگا کھیلنے مثلِ اطفال کی
پدر نے جو دیکھا یہہ احوال سب — نجومی و عالم کیے سب طلب
کہے اسنے سب رازِ دلبند کے — کہ دیکھو تو طالع کو فرزند کے
نجومی و عالم تھے جتنے وہاں — نہ کچھ کر سکے حال اسکا بیاں

جو عاجز نجومی ہوئے سربسر / حوالہ کیا دایہ کے وہ پسر

کیا اک نجومی نے اتنا بیاں / کہ ہووےگا یہہ پیشوائے جہاں

کئی منتخب شہ نے انساں کیئے / پرکھ کے وہی سب نگہباں کیئے

یہہ تہا پاسبانوں کو حکم پدر / نہ آگاہ ہو موت سے یہہ پسر

غرض رفتہ رفتہ بڑہا وہ پسر / ہوئے شاد چہوٹے بڑے دیکھ کر

کسی روز لڑکا گیا سیر کو / نہ دیکھا تہا پہلے کسی غیر کو

نہ ویسی ہی گہر سے وہ آکر گیا / نگہباں سے اُنگلی چہڑا کر گیا

جدا ہوکے بازار میں جو گیا / جنازہ کوئی روبرو ہو گیا

پکارا یہہ لوگوں کو لڑکا ذرا / یہہ کیا چیز ہے کچھہ کہو ماجرا

بتانے میں ہرگز کرو مت کمی / کہا سب نے مردہ ہے یہہ آدمی

ہوئی سن کے لڑکے کو حیرت عجب / کہا اسکا ہی کچھہ بتاؤ سبب

کہا سب نے یہہ شخص بوڑہا ہوا / ہوئی عمر آخر یہہ آخر مُوا

یہہ پوچھا کہ پہلے تہا یہہ تندرست / توانا ہی تہا کچھہ کہ تہا یوں ہی سست

کہ تہی چلنے پہرنے کی طاقت کہیں / کہا سب نے سب کچھہ تہا اب کچھہ نہیں

ٹہلا پہر جو آگے پسر سوچ کر / پڑی ایک بوڑہی پہ اُسکی نظر

کسی سے پسر نے کیا یہہ بیاں / یہہ کیا چیز ہے کچھہ بتاؤ نشاں

کہا اُسنے کیسی یہہ تقریر ہے / تو واقف نہیں ہے کہ یہہ پیر ہے

پکارا وہ لڑکا کہ سن اے حبیب کہ طفلی سے ایسا ہی ہے یہہ غریب
کہا اسنے لڑکا یہہ تھا بشیر بڑھاپے سے پہنچا ہے اس حال پر
پڑی پھر نظر ایک بیمار پر لگا پوچھنے حال اسکا پسر
کہا اسنے پہلے یہ تھا تندرست مرض نے کیا اسقدر آج سست
کہا شاہزادے نے اے مہرباں تمہارا اگر راست ہے یہہ بیاں
تو انساں ہیں دیوانہ و بیخرد نہیں سوجھتے اپنا کچھہ نیک و بد
ادہر کر رہا تھا پسر یہہ بیاں ادہر جستجو میں ہوئے پاسباں
غلام و نگہبان تھے جسقدر مکانوں میں اسکے لیگئے ڈھونڈکر
گیا خوابگہہ میں پسر جسگھڑی نظر اس کی سقف مکاں پر پڑی
کنیزوں سے کہنے لگا وہ پسر حقیقت کہو چوب کی سربسر
اسی ڈھنگ سے ہے یہہ چوب مکاں کہ تھی پہلے کچھہ او کیجے بیاں
کہا اسنے اے مالک تاج و تخت زمیں سے اُگا پہر ہوا یہہ درخت
اسے کاٹکر پھر جو لائے یہاں بنائی ہے پھر اسکے سقف مکاں
یہہ باتیں تھیں اک خادم شہریار نگہباں سے بولا کہ اے ہوشیار
تماشا شاہزادہ کا اب حال تو یہہ لوگوں سے کرتا ہے کچھہ گفتگو
کہا اسنے جیسا ٹہرتا ہے وہ سخن مثل دیوانہ کرتا ہے وہ
نگہباں سے باتیں سنیں جسقدر وہ خادم نے شہ سے کہیں سربسر

بلاکر نجومی و رمّال کو کہا شاہزادہ کے پھر حال کو

کہا سب نے اے بادشاہ میں سمجھ میں کوئی بات آتی نہیں

تو کہنے لگا اک خردمند یوں کہ شادی کرو رفع ہوتا جنوں

پسند آیا یہہ بادشہ کو سخن پسر کے لیے ڈھونڈے اب دلہن

جو کی جستجو سب نے شام و سحر ملی دختر شاہ مثل قمر

کمی تھی کسی چیز کی یاں نہ واں یہ درکار تھی شاہزادے کی ہاں

رہی شاہزادہ سے ردّ و بدل نصیبوں سے جو وقت آیا محل

بڑی دھوم سے شادیانے ہوئے ہوئے ناچ شب کو ترانے ہوئے

پکارا یہہ شہزادہ نامور ہوا شور یہہ کس لیے اسقدر

یہہ سنکر پکارا کوئی ہمنشیں تمہاری ہی خاطر ہے سب مہ جبیں

خوشی ہے تمہارے یہہ ماں باپ کی کیا جشن شادی میں یہہ آپکی

نہ کی شاہزادہ نے پھر گفتگو تحیّر سے تکتا رہا خلق کو

کیا شاہ نے عقد فرزند کا ہوا اُس سے پیوند دلبند کا

شب وصل کو محفل جشن کی تو ہر اک پری شامل جشن کی

جو تھا شاہزادہ جہاں میں حسین دُلہن بھی نصیبوں سے تھی مہ جبیں

دُلہن یہ جو کی عورتوں نے نظر ہوئیں شاد سب عورتیں دیکھکر

کہا سب نے گھر اس کا آباد ہو سبھی آرزوں سے دل شاد ہو

کوئی ماہرو ہے کوئی گلبدن ۔ یہ جیسا یہہ دولہا ہے ویسی دلہن
ہمیشہ سلامت یہہ جوڑا رہے ۔ خوشی تا قیامت یہہ جوڑا رہے
ہوئی رات آیا جو فرماں روا ۔ دلہن کو پکارا کہ اے پارسا
کروں بات تم سے نہ تنہا یہہ محل ۔ بس اک شرم کا آجکل ہے محل
مگر دل نہیں مانتا کیا کہوں ۔ مناسب نہیں ہے کہ چپکا رہوں
نہیں یہہ خبر کیا ہے اسکو مرض ۔ مگر آپ سے کہوں بے غرض
مرے گہر میں اک دختر سیمبر ۔ سوا اسکے کوئی نہیں ہے بشر
ہمیشہ ہے دنیا سے نفرت اسے ۔ کسی سے نہیں کچھہ محبت اسے
الگ ہے حسینوں سے دن رات یہہ ۔ کسی سے بھی کرتا نہیں بات یہہ
جو دنیا میں ہمشکل پایا تجھے ۔ بڑی آرزوں سے لایا تجھے
کرے ہی جو غصہ تجھے دیکھکر ۔ ترے حسن پر ہو نہ مائل اگر
جو وحشت ہو کچھہ اسکو منظور آج ۔ ادا سے نہ کرنا اسے دور آج
تغافل کو مت کام فرمائیو ۔ اسے ہر طرح راہ پر لائیو
کیا ہر طرح شاہ نے جب خطاب ۔ دلہن نے دیا شرم سے کب جواب
ہوئی رات قسمت سے خلوت ہوئی ۔ کہوں کیا جو کچھہ ان کی نوبت ہوئی
دلہن اس طرف شرم کہائے ہوئے ۔ ادہر سر کو دولہا جھکائے ہوئے
دلہن ہے حیا و ادا سے خموش ۔ تو نوشاہ خوف قضا سے خموش

اسی طور گھڑیوں ہی چپکے رہے / نہ وہ کچھہ کہے اور نہ یہ کچھہ کہے

یہہ کہتی رہی اپنے دلمیں دلہن / کہ کرتا نہیں کیوں یہہ دولہا سخن

خموشی کا یہہ کونسا ہی محل / کوئی دشمنونکو نہ ہووے خلل

نہ کی تھی ابہی تک ادا سے نظر / کئے تھی وہ نیچے حیا سے نظر

اٹھا کر دوپٹہ کو اک طور سے / نظر شاہزادہ پہ کی غور سے

مگر جب دلہن کو میان نقاب / نظر آیا دولہا کا حسن شباب

وہیں دیکھہ کر شکل حیران ہوئی / جو تھی نیم بسمل وہ بیجان ہوئی

لگی پہونکنے اپنے ملبوس میں / سمائی نہ پہر شمع فانوس میں

کہا بخت کا کچھہ نہیں ہے گلا / کہ شوہر مقدر سے اچھا ملا

نہ یاں دامن خار تن سے چھلا / جو تھی پہول پہلوئے بلبل ملا

بہت دیکھہ کر اسکو حیرت ہوئی / مگر کچھہ خموشی سے غیرت ہوئی

کہا دل سے ناداں حیا کب تلک / چلی جسم سے جاں حیا کب تلک

یہہ کہتی ہی چہرہ سے الٹی نقاب / کہا اس طرح جب ہوئی بے حجاب

کرو اسطرف بہی تو پیارے نظر / ذرا حال پر ہو ہمارے نظر

ہوئی شرم تمکو ہماری جگہہ / ہمیں تم سے بولے تمہاری جگہہ

نہ تہا بات کرنا گوارا یہاں / کیا کام ہمنے تمہارا یہاں

کہا پہر یہہ دولہانے ای نازنین / تجھے شاد رکھے خدائے زمین

رہے دائما صحبت و اختلاط　　مبارک رہے تمکو عیش و نشاط

توقف ذرا دلمیں فرمایئے　　جو کہانا ہے موجود کچھہ کہایئے

ادہر آپ کہانیسے پائیں فراغ　　ادہر ہوں گل حسن سے باغ باغ

یہہ سنکر دلہن نے ادا سے شتاب　　لگایا وہیں منہ سے جام شراب

کئی جام دم میں کیئے نوش پہر　　جو باقی تہی جانے رہی ہوش پہر

ذرا بیخودی سی جو کچھہ ہو گئی　　رکہا سر کو تکیہ پہ اور سو گئی

کیا نوش دولہ نے بہی کچھہ طعام　　پیا ایک حسرت سے پانی کا جام

جو دولہ نے کی پہر دلہن پر نظر　　تعجب کیا حسن کو دیکھہ کر

نظر آئی جب چاندنی سی وہ جبیں　　کہا کوٹ کر اپنا ماتہا وہیں

رہیگا نہ یہ چاند اک حال پر　　کریگی قضا شق اسے سر بسر

کیا زلف کو دیکھہ کر یہہ خیال　　یہہ ہے آج دنیا میں آفت کا جال

ہوا میں ہے اپنے یہہ افلاک پر　　بچھیگا یہی ایکدن خاک پر

نظر کی جو کچھہ آنکھہ پر رو دیا　　دُر صبر کو ہاتہہ سے کہو دیا

کہن آنکہوں سے آنکہونکو تکتا رہا　　مسیحا کو بہی پا نہ سکتا رہا

کہا دلمیں ہے آج یہہ جلوہ گر　　کریگی کسی وقت مٹی میں گہر

تری اب ہے جو چشم گلفام کو　　کریگی زمیں خشک بادام کو

کہا ناک سے بہی بہو بیخبر　　قضا کی ہے انگشت ہر دم ادہر

یہہ بینی و چشم پری پہر کہاں — یہہ خود بینی و خود سری پہر کہاں
جو عارض کو دیکہا کیا یہہ بیاں — نہیں پہول سی دور باد خزاں
رہیگا نہ یہہ رنگ اس پہول میں — ملائیگی اسکو اجل دہول میں
جو کی آہ دندانِ لب پر نگاہ — لگا دل سی کرنے وہیں واہ واہ
جو تہا درج لعل و گہر کا دہن — یہاں لب پہ تہی آہ جائی سخن
تر و تازہ ہی آج سیب ذقن — قضا اسپہ کہولی ہوئے دہن
رہیگی کہاں تک یہہ گردن بلند — قضا کو بلندی نہیں یہہ پسند
دلونکو یہہ گو آج ٹہنڈا کرے — صراحی یہہ کل خاک خو میں بہرے
کہاں دیکہہ کر پہر کمر کو وہاں — تری آنکہہ سے گو ہی اسدم نہاں
بچیگی کہاں موت کے ہات سے — قضا اسکو ڈہونڈیگی سو گہات سے
قضا چہوڑتی ہی کہاں بال کو — نکالیگی یہہ بال کی کہال کو
گراں آج رنگِ حنا ہی یہاں — نزاکت یہہ مرنے پہ حاصل کہاں
کیا تیر میں ہاتہہ نے جب قرار — پڑیگی لاکہہ من انپہ گرد و غبار
یہہ صورت جسے دیکہتا ہی قمر — رہیگی اندہیرے میں شام و سحر
جسے بار ہے جسم پر پیرہن — دبے گا زمیں کی تلے وہ بدن
یہی حال دولہا کا ہوئیگا یہاں — تو شادی سی کیا خاک ہو شادماں
گہڑی کو ہی یہہ صحبت و اختلاط — گہڑی کی ہی خاطر یہہ عیش و نشاط

گھڑی کے لیئے ہے یہہ راسنگار
گھڑی کی ہے خاطر یہہ باغ و بہار

گھڑی کے لیئے شاد دل کیا کریں
مناسب ہے مرنے سے پہلے مریں

کیا خلق نے ابتو باہم یہاں
قضا سے نہیں کوئی محرم یہاں

کر گئی یہہ و نکو دم میں جدا
دلہن رو نیگی بے غم میں جدا

یقیں ہے کہ قبروں میں سوویں جدا
جدائی سے پہلے ہی ہوویں جدا

دلہن سے اسیوقت منہ موڑ کر
گیا اُسکو سوتے ہوئے چھوڑ کر

دلہن جب گھڑی آئی کچھہ ہوش میں
تو شوہر کو پایا نہ آغوش میں

کیا پھر تو شور و فغاں اسقدر
کہ رو ئیں اُسے عورتیں دیکھہ کر

جو دی پاسبانوں نے شہ کو خبر
کہ ملتا نہیں قصر میں وہ پسر

مکاں میں غم سلطاں ہا حیں سے
تو رونے لگا اس طرح بین سے

نہ پیری میں سمجھے وہ ہم گفتگو
جو طفلی میں سمجھا ہے تو نیکخو

چھٹی ہم سے پیری میں کب سلطنت
جوانی میں دی تو نے سب سلطنت

یہہ کہہ کر مہینوں ہی ماتم کیا
پھر کا بہت شاہ نے غم کیا

جو دریاں غافل شہ اسقدر ہوا
تو لڑکا یہہ اندر سے باہر ہوا

پھر اشہر میں جا سجا دل خریں
کہ ہم بن ملے کوئی لڑکا کہیں

جو پھر ایک لڑکا لیا شہر سے
سفر پھر اسی دم کیا شہر سے

جو کپڑے تھے اپنے وہ پارہ کیئے
جو لڑکے کے کپڑے تھے وہ لے لیئے

ہوئے جب فقیروں کے وہ بھیس میں | چلے دیس سے اپنے پردیس میں
چھپاتے تھے اپنی ہر اک بات کو | کہیں دن کو ٹھہرے چلے رات کو
نہ وہ ملک میں خوف کہا کر رہے | کسی اور کشور میں جا کر رہے
وہاں اور تھا خسرو نامور | جو رکھتا تھا دختر مثال قمر
نہ تھا اور دختر سے بہتر کوئی | نہ رکھتی تھی دنیا میں ہمسر کوئی
عطا کی جو دختر یہہ اللہ نے | تو پھر یہہ ارادہ کیا شاہ نے
کہ جس سے یہہ دختر رضامند ہو | تو اسکو ہی دامن سے پیوند ہو
سر راہ پہلے بنایا محل | بنا جگمگی پہر سجایا محل
قرینہ سے غرفے بنائے گئے | تکلف سے چلمن لگائے گئے
کیا شاہزادی نے اسمیں مقام | کہ دیکھے جمال خواص و عوام
نظر خلق پر شاہزادی کرے | پسند آئے جو اُسے شادی کرے
سُنے کون بلبل کی فریاد کو | کیا شہ نے مختار جلاد کو
بنا راہ پر راہزن کا مکاں | مسافر کو ہو کس جگہہ پھر اماں
گزر تھا جوانوں کا لیل و نہار | بہت آئے شہزادہ نامدار
نہ آنکھوں میں پہلے سمایا کوئی | ہزاروں میں اُس کو نہ بہایا کوئی
ہمیشہ نظر تھی ادہر اور اُدہر | پڑی شاہزادہ پہ آخر نظر
طبیعت اُسیوقت مائل ہوئی | جو کرتی تھی بسمل وہ گھائل ہوئی

کیا ہمنشینوں سے جب مشورا
کہا ایک ہمدم کو اُٹھو ذرا

زبانی ہماری کہو باپ سے
کہ ہے عرض لونڈی کی یہ آپ سے

جواں ایک آیا ہے مجھکو نظر
کہ ہے حسن وخوبی میں رشک قمر

اُسے پاس اپنے بلائیں حضور
اسیوقت دیکھیں تو آئیں حضور

گئی شاہ کے پاس اک مہ جبیں
مگر اپنی ماں کو دکھایا وہیں

ہوئی بانوئے شاہ خوش دیکھ کر
جبھی ہو گئی شاہ کو بھی خبر

محل پر گیا خسرو نامور
ہوا شاد فرزند کو دیکھ کر

ابھی تک نہ دولہا روانہ ہوا
نہ آنکھوں سے غایب نشانہ ہوا

نہ جانے کوئی وہ بدل کر لباس
گیا بادشاہ شاہزادے کے پاس

ادب سے کہا شاہ نے اے جواں
کہو نام کیا ہے کہاں ہے مکاں

ہوا کس لیے اس مکاں پر گزر
بتاو پریشاں ہو کیوں اسقدر

کہا شاہزادہ نے اے مہرباں
فقیری میں کس کا ہے نام و نشاں

وہی کھا لیا جو میسر ہوا
جہاں آن ٹھہرے وہی گھر ہوا

کہا شہ نے تم بن رہے ہو فقیر
کوئی شاہزادہ ہو یا ہو امیر

کہا پھر تعلق ہمیں جب نہیں
گدا ہوں کہ ہوں شاہ مطلب تمہیں

بہت شاہ احوال پوچھا کیا
نہ لڑکے نے اپنا پتا کچھ دیا

ہوا بادشاہ تو محل کو رواں
دیا پاسبانوں کو اُس کا نشاں

کہا بات اِس سے نہ تم کچھ کہو — یہہ جا بے جہاں اُسکے پیچھے رہو
گیا جب محل میں شہ کی قال و قیل — کہا اِسقدر ہے جواں وہ عقیل
ہر اک ڈھنگ پکڑا ہے اِس ملک کا — وہ ہے شاہزادہ کسی ملک کا
جو دیکھا پسر کو بہت غور سے — تو ظاہر ہوا یہہ ہر اک طور سے
جو ہم چاہتے ہیں نہ ہرگز کرے — پری رُو کو دیکھے تو ہو وے پرے
کہا سب نے ایسا نہ فرمایئے — اُسے جلد خدمت میں بلوایئے
تلک بھی بجھکے بت کا وہ طور ہے — وہ انساں ہے صاحب نہیں اور ہے
کہا شاہ نے خادمونکو کہ ہاں — اُسے ڈھونڈ کر جلد لاؤ یہاں
گئے خادمِ شاہ پیشِ جواں — کہا یاد کرتا ہے شاہِ زماں
کہا اُس نے مجھہ کو غرض شاہ سے — مسافر ہوں مطلب مجھے راہ سے
جو لڑکے نے کی پہلے تکرار کچھہ — چلا پیش آخر نہ اِنکار کچھہ
اُسے لیگئے روبرو شاہ کی — بہت شاہ نے عزّت وجاہ کی
جو عزت سے شہ نے بلایا اُسے — تو کرسی کے اوپر بٹھایا اُسے
زنِ شاہ اور دُختر نیک خُو — پسِ پردہ بیٹھیں بصد آرزو
جواں سے کہا شہ نے اے نیکبخت — ترے واسطے ہے سبھی تاج و تخت
ترا اے جواں ہے ستارہ بلند — کیا شہ کی دختر نے تجھہ کو پسند
نہیں تجھہ کو تکلیف دی شاہ نے — کہ کھینچا ہے یاں کیک کو ماہ نے

جواں نے کہا ہے کرم آپ کا ۔ غنیمت ہے دنیا میں دم آپ کا

مجھے یاد آئی ہے یاں اک مثال ۔ جو ارشاد پاؤں کروں عرض حال

کہا شہ نے پیارے نہ چپکے رہو ۔ اجازت ہے تم کو جو چاہو کہو

تمثیل اوّل

جواں نے کہا اے شہِ نامور ۔ کوئی تھا کسی بادشہ کے پسر

امیروں کے بیٹے تھے اُسکے مشیر ۔ وہی دوست اُسکے وہی تھے وزیر

یہہ سوجھا اُنھوں کو کہ حسبِ رواج ۔ ضیافت کریں شاہزادہ کی آج

مہیا ضیافت کا ساماں کیا ۔ تو پھر شاہزادہ کو مہماں کیا

ضیافت میں تھے آدمی جسقدر ۔ ہوئے مے کے پینے سے سب بیخبر

وہاں جسقدر شخص مےنوش تھے ۔ سبھی نشۂ مے سے بیہوش تھے

گئی نصف شب شاہزادہ اُٹھا ۔ کیا اپنے گھر کا ارادہ اُٹھا

جگایا نہ پھر دوستوں کو وہاں ۔ ہوا آپ ہی گھر کی جانب رواں

اُسی نشہ میں جب قریب سحر ۔ ہوا ایک مرقد پہ اُسکا گزر

مکاں نشہ میں اپنا پہچانکر ۔ گیا قبر میں گھر اُسے جانکر

جو بدبو تھی مُردہ کو سونگھا کیا ۔ اُسی نشہ میں عطر سمجھا کیا

نظر آئی جو بوسیدہ جب استخواں ۔ تو سمجھا تکلّف کا ہے فرش یاں



نظر آیا جب آہ مردہ اُسے ‏ ‏ تو سمجھا جواں اپنی زوجہ اُسے
بُرا نشہ میں ہر گھڑی اختلاط ‏ ‏ کیا رات بھر اُسنے عیش و نشاط
ہوا نشہ جب دُور وقتِ سحر ‏ ‏ ہوا منفعل اپنے کردار پر
جو پھر ریم اُور خو میں پایا بدن ‏ ‏ خلایق سے اپنا چھپایا بدن
مکاں میں گیا اپنے بدلا لباس ‏ ‏ یہی حال اپنا ہے اے حق شناس
جواں نے کہی جب یہہ نقل جواب ‏ ‏ لگا کہنے اے بادشاہِ زماں
کہ جس شخص پر ہووے یہہ واردات ‏ ‏ وہ سوویگا پھر ایسے مردہ کے ساتھہ
کہا شاہ نے ایجوان عقیل ‏ ‏ نہوگا کبھی وان وہ جا کر ذلیل
کہا پھر سُنا تمنے حالِ جواں ‏ ‏ مری نقل بھی ہے مثالِ جواں
جو باتیں سبھی سُن چکا بادشاہ ‏ ‏ تو کی اپنی زوجہ کی جانب نگاہ
کہا مینے تم سے کہا تہا ابھی ‏ ‏ جو انکو نہ منظور ہوگا کبھی
کیا شہ سے بانوے شہ نے خطاب ‏ ‏ کیے وصف دختر کے کب بیحجاب
خبر کیا جواں کو کہ کیسی ہے وہ ‏ ‏ کہا کب کسی نے کہ ایسی ہے وہ
محبت میں دختر نہ برباد ہو ‏ ‏ کروں وصف میں کچھہ جو ارشاد ہو
یہہ سنکر کہا شاہ نے ایجواں ‏ ‏ اجازت ہے بانو کرے کچھہ بیاں
رہی آجتک قصر میں خیر سے ‏ ‏ نہ کی بات اُسنے کبھی غیر سے
نہ پوشیدہ تم سے رہی بات کچھہ ‏ ‏ یہی چاہتی ہے کہے بات کچھہ

جواں نے کہا اے شہ نامور
وہ فرمائیں جو کچھہ سر و چشم پر

کہا بانوئے شاہ نے اے پسر
یہہ دختر ہے نعمت ادا شکر کر

ہر اک عیش و آرام موجود ہے
جو سمجھے تو حلوائے بے دود ہے

یہہ نعمت ہے اس کو اگر رد کرے
مذمت تری نیک و بد کرے

کرے گھر کو روشن یہہ وہ شمع ہے
جلائے نہ دامن یہہ وہ شمع ہے

الگ جس سے ہے خار وہ پہول ہے
بسائے جو گھر بار وہ پہول ہے

نہو آنکھہ خیرہ وہ خرشید ہے
تماشا ہے اک قابل دید ہے

جسے مہر دیکھے وہ دلخواہ ہے
جو دیکھہ سے ہے صاف وہ ماہ ہے

کبھی زلف چہرے پہ ہے لٹ کبھی
کبھی پیماں لف ہے نٹ کبھی

جتاتی ہے منہ پر یہی بار بار
کہ دیکھو تماشائے لیل و نہار

ذرا دیکھہ اپنی طرف اے جواں
زمیں ہے کہاں آسماں ہے کہاں

چڑہا خاک ہو کر تو افلاک پر
گری اوج سے چاندنی خاک پر

نظر چاہیے اس گھڑی پہول پر
ہوائے جگر سے گرا دہول پر

جو مجنوں ہے لیلی نہ دیوانہ ہو
تری شمع کو تو ہے پروانہ ہو

اگر دیکھیے گلبدن کیطرف
نہو آنکھہ تیری چمن کیطرف

مکاں میں تجھے سیر کا غم نہیں
یہہ دختر مری باغ سے کم نہیں

زیادہ ہے سنبل سے کاکل یہاں
رخ صاف ہے صورت گل یہاں

نہ ابرو ہے چشم گل اندام پر — یہہ شہتوت چپاں ہیں بادام پر

وہ عارض ہیں ایسے کہ دیکھو اگر — تو پہل کی جگہہ دانت ہوں پہول پر

زنخداں کی لب پر عجب زیب ہے — کہ اوپر ہے پستہ تلے سیب ہے

وہ ہے راستی پر کہیں بل نہیں — اگر سرو سا قد ہے پہل نہیں

جواں نے کہا یہہ ہے اک راہ سے — ملے اب اجازت اگر شاہ سے

کہوں کچھہ کہا شہ نے سب کچھہ کہو — محل ہے یہی تم نہ چپکے رہو

مرے دلمیں گہر یوں ہے ہر باتکا — اثر جیسے دل میں کرامات کا

تمثیل دوم

جواں نے کہا اے شہ نامدار — کئی چور باہم ہوئے ایکبار

خزانہ میں شہ کے لگایا نقب — گئے اس مکاں میں غرض چور سب

خزانہ میں پائے متاع گراں — نہ دیکھے تھے ایسے میان جہاں

بڑہا دلمیں چوروں کے جب اشتیاق — تو چوروں نے باہم کیا اتفاق

خزانہ میں پہونچے محل چہوڑ کر — گہسے اسمیں دیوار کو توڑ کر

خزانہ میں شہ کے گئے بےخطر — متاع گراں انکو آئے نظر

سبہو جہ طلا ہی وہاں اک ملا — کہ تہی لعل و گوہر سے جسکو جلا

بڑی دیر تک اس پہ کی غور کچھہ — کہا اسنے بہتر نہیں اور کچھہ

لیا واں سے جبنے شبو ہاتھہ میں
اُسی کے ہوے چوب سب سانپ میں

بیاباں میں کھولا شبو ایکبار
شبو سے برآمد ہوئے چند مار

تو سانپوں نے کہایا ہر اک چور کو
نہ اک استخواں تک ملا گور کو

جو ہے شاہزادی کی زلفِ سیاہ
نہیں سانپ سے کم جو کیجے نگاہ

جو واقف ہیں چوروں کے احوال سے
شبو کے بھی آگاہ ہیں حال سے

کریگا وہ ایسے شبو پر نظر
کہا شہ نے رو کر نہیں ہے پسر

جواں نے کہا بادلِ اشکبار
مرا حال ایسا ہی ہے شہریار

یہہ سنکر سبھی گریہ و آہ سے
کہا دخترِ شہ نے یہہ شاہ سے

اگر حکم ہو آپ کا اے جناب
جواں کو دکھاؤں میں حسنِ شباب

اسے لاکھہ دنیا میں تمیز ہے
خبر کیا ہے پردہ میں کیا چیز ہے

کہا ماں نے جو کچھہ نہ مانے ابھی
جو آنکھوں سے دیکھے تو جانے ابھی

جواں سے کہا شاہ نے اے پسر
جو دختر ہماری ہے رشکِ قمر

رہا کی ہے پردہ میں اس طور سے
نہاں دل ہے سینہ میں جس طور سے

بہت شاہزادے حسین جواں
بہت صاحبِ علم جادو بیاں

گئے سامنے سے مثالِ قمر
نہ کی دخترِ ماہرو نے نظر

تمہیں آج دیکھا ہے جس آنکھہ سے
کسی کو نہ دیکھا ہے اس آنکھہ سے

نہیں جھوٹ یہہ جانتے ہیں سبھی
نہ کی غیر سے بات اسنے کبھی

یہہ دختر کی ہے عرض اے ذی شعور
کہ یہ بات اگر تمہارے حضور

جوان نے کہا آئیں وہ بھی کہیں
محل ہے سخن کا نہ چپکی رہیں

سنا جب یہہ چلمن اٹھائی شتاب
برآمد ہوا ابر سے آفتاب

ادب سے جوان کیطرف جب پھری
کہا سب نے غنچہ پہ بجلی گری

جوان سے کہا دختر شاہ نے
وہ بت ہوں بنایا جو اللہ نے

جسے تم بھلاؤ وہ صورت نہیں
جو بیکار سمجھو وہ مورت نہیں

زبان بھی ہے لب بھی ہے تقریر بھی
جڑاؤ بھی سونے کی تصویر بھی

وہ ہوں سرو بیل پھول آیا جسے
وہ غنچہ نہ تم نے کھلایا جسے

پھرو گے زمانہ میں جان جہاں
نہ پاؤ گے مجھہ سا میان جہاں

نیا رنگ لایا ہمارا بدن
دمکتا ہے کندن سا سارا بدن

یہہ زلفیں بھی مقیش کی تار ہیں
کہ اک بال کے سو خریدار ہیں

کرو غور اس پر جو انصاف ہے
کہ لوح طلای جبیں صاف ہے

یہہ ابرو بھی اک آنکھہ کے پاس ہے
جو تم جوہری ہو یہہ الماس ہے

یہہ دیدہ ندیدہ ہے دیکھو ادھر
کہ آنکھوں میں موتی بھری کوٹ کر

کروں مدح کیا اور اس ناک کی
مجھے ناک سمجھو بت خاک کی

ذرا میرے عارض کو دیکھو یہاں
کہ گل بھی مقدر سے ہے زر فشاں

کریں آپ دندان و لب پر نظر
دہن میں ہے قدرت سے لعل و گہر

ذقن صاف سونے کی ہے اک ڈلی ... کہ سانچہ میں قدرت کے ہے یہہ ڈھلی
کمر کے نہونے کا اقرار ہے ... اگر ہے تو سونے کا اک تار ہے
ڈباؤ نہ اُلفت کے گرداب میں ... نہ دیکھو گے سونے کا بُت خواب میں
جواں ہو تو یوں ہی بکھو نا مجھے ... جو لڑکے ہو سمجھو کھلونا مجھے
کہا شاہزادہ نے شاہِ جہاں ... مجھے بات کرنیکی فرصت کہاں
دکھاتا ہے نقشہ نیا دور کچھہ ... جو فرماؤ اب بھی کہوں اور کچھہ
کہاں کوئی بات پیارے کہو ... کہ ہوں کان جستے ہمارے کہو

تمثیل سوم

کہا اُسنے ہے نقل اک بادشاہ ... کہ تھے ایک شہ کے دو نورِ نگاہ
لڑا شاہ آخر کسی شاہ سے ... شروعِ وغا تھا کئی ماہ سے
مہینوں ہی رات دن دار و گیر ... لڑائی میں لڑکا ہوا اک اسیر
کیا قید جسنے اسے جنگ میں ... مقیّد کیا خانۂ تنگ میں
دیا حکم یہہ شاہ نے عام کو ... جو جائے وہاں صبحکو شام کو
کرے وہ نہ تکلیف کا کچھہ خطر ... چلے سنگ یزہ اُسے مار کر
رہا ایک مدّت تلک حال یہہ ... ہوا راہگیروں سے پامال یہہ
جو بچ کر گیا گھر وہ حیراں ہوا ... برادر کی خاطر پریشاں ہوا

پدر سے کہا آپ رخصت کریں — مقدر ہے آگے جبیں یا مریں

جب جیتے ہیں بھائی کو لائیے یہاں — سمجھنا ہو مجھ جب آئے یہاں

سنا شاہزادہ کا جب یہہ کلام — سفر کا کیا شاہ نے انتظام

طویلے سے گھوڑے بھی خاصہ دئیے — کئی ساتھ رقاص و مطرب کئیے

ہر اک مال و اسباب جمع کر دیا — ہر اک تحفہ نایاب جمع کر دیا

خزانہ سے لیکر متاع کثیر — گیا واں جہاں تھا برادر اسیر

یہہ غل ہوا شہر میں جسگھڑی — تو کی شاہ نے واں کے عزت بڑی

لیا شہر سے ایک باہر مکاں — وہاں اُس نے کھولے متاع گراں

سجائے مکانمیں دُر بے بہا — غلاموںکو آہستہ اتنا کہا

کہ دو مال سستا خریدار کو — کرو گرم سودے سے بازار کو

دُکاں پر خریدار مائل ہوئے — جو سمجھا کہ سب لوگ غافل ہوئے

دُکاں سے نکلکر یہہ پہنچا وہاں — کہ تھا قیدخانہ میں بھائی جہاں

نہ تھی یہہ خبر کیا ہوا قید میں — کہ جیتا ہے اب یا موا قید میں

برادر کے کچھہ حال سے ہو خبر — جو اک سنگریزہ کو پھینکا اُدھر

لگا سنگریزہ وہ اس زور سے — جو تھا قید رونے لگا شور سے

خبر لیکے آیا یہہ دُکّان پر — نگہباں پکارے کہ سن ای پسر

پڑے لاکھہ پتھر نہ کچھہ اُف کیا — ابھی یک ہی سنگ میں رو دیا

پکارا وہ اے دوستو چپ رہو
نہ اس آہ و نالہ پہ تم کچھ کہو

نہ وہ مارتے تھے مجھے جانکر
تو مارا ہے یہہ سنگ پہچان کر

دکاں پر وہ آیا جو لیکر خبر
منادی کرائی بہہ وقت سحر

کہ آئیں دکاں پر امیر و غریب
دکھاؤنگا چیزیں غریب و عجیب

دکاں پر سجائیں جو چیزیں تمام
تو حاضر دکاں پر ہوئے خاص عام

جو دیکھا وہاں عام اور خاص کو
اشارہ کیا پھر تو رقاص کو

بجانے لگے بین چنگ و رباب
ہوئے رقص سے وجد میں شیخ و شاب

تماشے پہ جب لوگ مائل ہوئے
یہہ سمجھا کہ انسان غافل ہوئے

گیا قید خانہ میں تدبیر سے
کیا سلسلہ اپنا زنجیر سے

جو بیڑی تھی پاؤں میں توڑا اسے
ہوا غش برادر نہ چھوڑا اُسے

دوا تھی برادر کی منظور کچھہ
اُسے لیگیا شہر سے دُور کچھہ

جراحت کو مرہم کی تھی احتیاج
بیاباں میں جاکر کیا کچھہ علاج

مرض سے ہوئی کچھہ جو فرصت اُسے
وہیں سے کیا گھر کو رخصت اُسے

اُسے لاکے رستہ پہ سمجھا دیا
سفر کا ہر اک ڈھنگ بتلا دیا

کہا اس طرف سے اُدھر کو چلو
نہ ٹھہرو یہاں جلد گھر کو چلو

کنارہ پہ کشتی تھی دریا قریب
چلا پھر اُسی راہ سے یہہ غریب

نحوست سے طالع کی تھا بے خبر
جہاں پر نہ جانا تھا پہونچا اُدھر

کنواں تھا جو حسن بوش اک راہ میں | گرا اپنی شامت سے اُس چاہ میں
کنوئیں میں کھڑا تھا درخت کلاں | شجر کے تلے اژدرِ خونچکاں
جو دیکھا شجر کو ہوا یہہ عیاں | کہ ہے بارہ غولوں کا اُس پر مکاں
لٹکتے ہیں پھل بارہ تلوار کے | ثمر یہہ درخت ثمردار کے
نکلنے کا رستہ جواں دیکھہ کر | گیا شاخ سے دوسری شاخ پر
مگر شاہزادے کی تھی کچھہ حیات | چلا چال ایسی کہ پائی نجات
وہ غولوں سے اژدر سے شمشیر سے | بچا اپنی قسمت سے تدبیر سے
مصیبت سے اپنی ہوا ہوشیار | چلا واں سے کشتی پہ ہوکر سوار
پسر نے کیا اِس طرح پھر خطاب | کہ اے خسرو ملک عالیجناب
اگر دیکھہ پائیگا ایسی جگہہ | جو واقف ہے جائیگا ایسی جگہہ
کہا شہ نے ہرگز نہ جائے کوئی | جو ایسی جگہہ دیکھہ پائے کوئی
جواں نے کہا ہے جو حال جواب | مرا حال بھی ہے مثال حباب
اُٹھے شاہزادی کے سنکر حواس | کہ ظاہر میں خاموش دلمیں ہراس

تمثیل چہارم

سنائی جواں نے جو یہہ داستاں | جواں سے پکارا رفیق جواں
کیا شاہزادی سے تو نے فراق | مجھے ہے ملاقات کا اشتیاق

کہاں یہہ ہمارے سبب سے ملے ملے جب تمہارے سبب سے ملے

کہا پھر جواں نے کہ اے بادشاہ جواں ہی جو یہہ ساتھہ کیجے نگاہ

تپ عشق سے ہو گیا بیقرار ہو شاہزادی کا یہہ خواستگار

سناتا ہوں میں شاہ کو اور نقل مطابق ہو اس کی پھر طور نقل

کسی سلطنت سے کوئی کارواں ہوا ایک کشتی کے اوپر رواں

پڑی جب وہ گرداب میں چھوٹ کے تو کشتی دہ ٹکڑے ہوئی ٹوٹ کے

بچا ایک اور غرق سارے ہوئے نہ بحر فنا سے کنارے ہوئے

کہاں پھر مقدر سے انساں ملے کنارہ پہ غول بیاباں ملے

تو اک دختر غول آکر قریب پکاری کہ جاگے تمہارے نصیب

جو لونڈی کو الفت تمہاری ہوئی اسی کی سبب بیقراری ہوئی

پڑھا عقد صحبت رہی رات بھر کیا ٹکڑہ شوہر کو وقت سحر

کیا اس طرح شاداب قوم کو کیئے ٹکڑے تقسیم سب قوم کو

کئی روز کے بعد پھر ناگہاں اسیطور اک شخص آیا وہاں

جو غولوں کا تھا ایک فرمانروا اسی کی تھی بیٹی کوئی مہ لقا

ہوئی اس پہ عاشق وہ خانہ خراب اسے لیگئی اپنے گھر میں شتاب

یہاں پھر جو مارا گیا تھا جواں اسے حال اسکا تھا سارا عیاں

ہوا خانہ غول میں جب گزر تو جاگا کیا خوف سے رات بھر

خبر دخترِ غول لیتی رہی ؛ کہ تکلیف صحبت کی دیتی رہی

ہوئی صبح کہا انکو اُٹھی شتاب تو بہاگا وہاں سے جواں بہی شتاب

کنارے پہ دریا کے پہونچا جواں جو کشتی پہ بیٹہا ہوا پہر رواں

ہوئی صبح جب غول آئے تمام کہا دخترِ شاہ سے یہہ کلام

ہمارا ہی حصہ دلاؤ ہمیں جو کہایا ہے تمنے کہلاؤ ہمیں

کہا دخترِ شاہ نے وہ جواں سلامت ہوا اپنے گہر کو رواں

وہ ایسا خبردار تہا گہات سے گیا زندہ گہر کو مرے ہات سے

تو غولوں نے جہوٹا بنایا اُسے کہا تمنے پوشیدہ کہایا اُسے

بتاؤ تو اُسکا نشاں ہے کہاں وگرنہ تجہے کہائینگے ہم یہاں

یہہ سنتے ہی دل پر ہوا اک خطر کیا دخترِ غول نے پہر سفر

جو گہر سے تلاش جواں میں گئی گئی جب وطن میں مکاں میں گئی

جو انکو ملی وہ عجب ڈہنگ سے نہ پہچانا چشم و رُخ و رنگ سے

کہا آپ فرمائیں حالِ سفر ہوا کس طرح سے مآلِ سفر

کرو مختصر قصہ طول سے بچے کس طرح دخترِ غول سے

جواں نے حقیقت کہی سربسر کہا دخترِ غول نے اے بشر

جو بہاگے قضا سے ٹہکانا نہیں وہی ہو نہیں کیا تمنے جانا نہیں

جواں بات سنتے ہی گہبرا گیا بدن میں عرق خوف سے آگیا

پکارا بہت سوچکر اے صنم — تجھے ہے خدائے جہاں کی قسم
مجھے چھوڑ لا کہوں میسّر تجھے — بتاتا ہوں بہتر سے بہتر تجھے
جواں پر جو ابرِ الم چھا گیا — وہ رویا تو اسکو ترس آگیا
کہا چھوڑتی ہوں نہو ملال — جو تو ہے تو تصدق وہ ہے سب قبول
زن و مرد جب مطمئن ہو گئے — تو پھر شاہ کے پاس دونو گئے
کہا شاہ سے زندگی شاق ہے — جو شوہر کی لونڈی پہ مشتاق ہے
ہوا میرے شوہر کو منظور یہہ — کرے اب مجھے پاس سے دور یہہ
نظر میری الفت پہ للہ کر — مناسب جو ہو حکم اے شاہ کر
پڑی دخترِ غول پہ جب نگاہ — دل و جاں سے عاشق ہوا بادشاہ
بلایا اشارہ سے جب مرد کو — جتایا دل و جاں کے سب درد کو
کہا تو تو ہوتا ہے اسسے جدا — ہمیں ہی اسے بخش بہرِ خدا
جواں نے کہا مجھکو منظور ہے — یہہ بندہ اطاعت سے کب دور ہے
طبیعت جو مائل ہوا شاہ کی — یہہ بی بی ہی قابل ہوا شاہ کی
جواں سے اُسے شاہ نے لیلیا — اُسی دم محل میں ہی داخل کیا
ترقی پہ ہر دم رہا اختلاط — کیا رات بھر اُسنے عیش و نشاط
جو دم بھر شہِ نامور سو گیا — تو پھر ٹکرے ٹکرے وہیں ہو گیا
جو ٹکرے کیئے ہاتھہ میں لے لیئے — گئی گھر کو غولونکو حصّے دیئے

پکارا یہ شہزادہ ہوشمند / کہ اے شاہ تیرا ہو رتبہ بلند
زیادہ کسے تاب گفتار کی / یہی نقل ہے اس سے ہر بار کی
سنی یار نے نقل جب یار کی / تو پھر شاہزادی نے انکار کی
طرحدار کو داغ دیکر گیا / تو ساتھی کو بھی ساتھ لیکر گیا
نہ تھا کام کوئی میان سفر / ہدایت سے مطلب تھا شام و سحر
کیا اس کی باتوں نے دل پر اثر / ہوئے بندگان خدا راہ پر
گیا باپ کے پاس قاصد رواں / لکھا حال اپنا دیئے سب نشاں
کہا آئیں دین خدا میں شتاب / رہے یاد ہر وقت روز حساب
خدائی دو عالم کی تصدیق ہو / جو ہو اسکے رستہ کی تحقیق ہو
سنی بات گمراہ نے راہ کی / تو کی دل سے تصدیق اللہ کی
دیا اسنے دین خدا کو رواج / نہ رکھی کسی چیز کی احتیاج
عقیلہ نے جب داستاں یہ کہی / تو حور النسا بھی یہ چپکی رہی

محفل پنجم ۵

رعایت کا ہے وقت ساقی یہی / رہی ہے فقط بزم باقی یہی
یہ محفل ہے اک رات کی بات ہے / نہ قصہ ہے کچھ بات کی بات ہے

ضعیفی میں اب موت سے جنگ ہے — نشانہ ہیں عرصہ بہت تنگ ہے

کرے موت جبتک نوالہ ہمیں — پلا پہلے بھر کر تو پیالہ ہمیں

کہوں نشہ میں داستاں حور کی — کہ ہوں کان باتیں سنوں دور کی

بھروسہ پہ آئے ہیں محفل تلک — نشہ ہو پہنچ جائیں منزل تلک

یہہ غم ہے غلاموں میں شامل نہیں — سجن ہیں کہ محفل میں داخل نہیں

بجن لاکھہ یہہ ذرہ خاک ہے — کرم ہو تو قطرہ سے بھی پاک ہے

گنہگار ہو صاف اک نام ہو — کہ دریاے رحمت سے جام ہو

پلاے اسے پاک دل پاک ہو — نبے نور دم میں اگر خاک ہو

زیادہ نشہ ہو تو بڑ بکر کہے — زمیں کیا فلک بھی چڑ بکر کہے

چھٹے یاں تو اوترے نشہ خلد میں — بنے ہے اور ہی کچھہ ہوا خلد میں

گیا روز باقی رہی رات کچھہ — تجھے رحم آئے کہوں بات کچھہ

سنی جس گھڑی داستاں حور نے — کیا شوق سے یہہ بیاں حور نے

سخن تو نے دلدار اچھا کہا — کہا بھی تو غمخوار اچھا کہا

جو مانگے زباں سے وہی آج دوں — تجھے ملک دوں تخت دوں تاج دوں

کہا پھر عقیلہ نے اے نیک بخت — مبارک ہے تجھکو سب تاج و تخت

بدن پر تو رکھتے ہیں سر آج ہم — ہمیشہ رہے سر تو لیں تاج ہم

جو پاؤں لٹکتے نہوں غار میں — تو لیں تخت دنیاے غدار میں

سوئے جب یہ یوں نہ تاج و سریر
نکالیں بنا کر ہمیں سب حقیر

نہ لیجائینگے ملک ہم ہاتھ میں
تو پھر پاؤں پھیلائیں کس بات میں

مریں جب کہیں اور قصہ نہو
کہ دو گز زمیں میں بھی حصہ نہو

وہ بختو کہ عقبےٰ میں پائیں جسے
اُسے کیا کریں چھوڑ جائیں جسے

نہیں آج مطلب کسی بات سے
غرض ہے ہماری اسی بات سے

کنیزوں نے بی بی سے سچ کہا
جو رُوئیں نہ تم نے سبب کچھ کہا

کسی چیز کی آج پروا نہیں
کوئی دُکھ نہیں کوئی سودا نہیں

مہیا ہیں اسباب آرام کے
تو عاشق بھی دو چار ہیں نام کے

عدو بھی نہیں آجکل گھات پر
تو پھر رنج ہے کونسی بات پر

کہا گو کسی شے کی پروا نہیں
ہنسی کی جگہ پر یہ دنیا نہیں

یہاں رنج کے ڈھنگ کیا کیا نہیں
جو پوچھو جہنم ہے دنیا نہیں

ہنسی بھی اُسے شاد پاکر ہنسے
جو ناداں جہنم میں آکر ہنسے

رُکا دل کبھی گھر سے باہر گئی
یہ دیکھا تو بستی کے اندر گئی

کوئی رُو رہا ہے پدر کے لیئے
کوئی پٹیتا ہے پسر کے لیئے

دُلہن ہے الم میں کوئی بدحواس
دُلہن کوئی دولہا کے غم میں اداس

برادر کے غم میں کوئی بیقرار
کوئی غم میں شوہر کے ہے سوگوار

مرض میں کوئی شخص ہے مبتلا
یہی کہہ رہا ہے کہ اب میں چلا

کسی کو میسر ہیں کھانے تمام
مگر سوئے ہضمی کا خطرہ مدام

کسی وقت منہ تک جو آئے طعام
شکایت ہو لب پر بجائے طعام

کسی کو ہمیشہ یہی ہے گلا
کبھی پیٹ بھر کر نہ کھانا ملا

کوئی سلطنت میں بھی ناشاد ہے
اگر ملک و زر ہے نہ اولاد ہے

کسی کے ہیں کثرت سے دختر و پسر
مگر تنگ عسرت سے ہے اسقدر

یہ کہتا ہے میری دعا سے کوئی
کنیزی غلامی میں پالے کوئی

کسی کے جو فرزند ہے مال سے
مرض وہ ہے جس سے برا حال ہے

گدا کو تو دنیا میں فکر معاش
تو ہے اور کشور کی شہ کو تلاش

کہیں ماں ہیں بیٹی میں کچھ ہے نفاق
کہیں باپ بیٹے میں چپو چپاق

بہن سے بہن کوئی ناراض ہے
کہیں بھائی کا بھائی غماض ہے

کہیں زوج زوجہ میں تکرار ہے
غرض ایک سے ایک بیزار ہے

نگاہیں لڑیں خاص و عام سے
کسی کو بھی پایا نہ آرام سے

ہوئی گو برنگ گل تر حیات
نہیں پھر بھی خار الم سے نجات

بندھی ہے ہوا جسم کی سانس سے
بدن ہیں نہیں یہ بھی کم پھانس سے

یہ دنیا جگہ کب ہے آرام کی
جو دیکھو تو راحت ہے یاں نام کی

سنا یہ کسی نے کلام امامؑ
کہ راحت کا دنیا نہیں ہے مقام

جو آخر یہ دل سے کیا مشورا
کہ دیکھو تو دنیا کو پھر کر ذرا

کہ بدبھی ہیں دنیا میں اور نیک بھی — تو دنیا میں کیا خوش نہیں ایک بھی

ہوا پھر تو مصروف وہ سیر میں — پھر آخر بت کعبہ و دیر میں

نہ دیکھا کسی کو کہیں چین سے — یہہ پایا کہ انساں نہیں چین سے

جو یہہ سیر کرتا تھا شام و سحر — جواں ایک بستی میں آیا نظر

نہ کوئی مرض ہر طرح تندرست — حسین و عقیل و توانا و چست

کہ ظاہر میں ہے آج خوشحال ہی — کہ اولاد بھی پاس ہے مال بھی

کہا دل میں سیّاح نے غور سے — اماں ہے اسے گردش دور سے

کوئی درد و غم سے نہ آزاد ہے — اگر ہے تو دنیا میں یہہ شاد ہے

کہا پھر یہہ سیّاح نے ایجواں — تجھے پایا آفاق میں شادماں

وگرنہ یہاں کونسی شے نہیں — نہیں ہے تو آرام اک ہے نہیں

سبھی رنج سے پائے آفاق میں — تمہیں خوش نظر آئے آفاق میں

کہا میزباں نے کہ اے میہماں — نظر تم نے ظاہر پہ کی ہے یہاں

سنو گے اگر میری کچھہ داستاں — تو بھولو گے سب غمزدوں کا بیاں

کہا میہماں نے کہو حال کچھہ — سنا و محبت سے احوال کچھہ

کہا میزباں نے کہوں اے حبیب — مری داستاں ہے عجیب و غریب

ہوئی مجھہ کو زوجہ سے الفت کمال — اسی کا رہا دل کو ہر دم خیال

فقط رات دن تھی اسی پر نظر — تو جیتا تھا ہر دم اسے دیکھہ کر

غرض وہ ہوئی مبتلائے مرض / ہوئی ہر طرح سے دوائے مرض

کبھی کچھہ کیا اور کبھی کچھہ کیا / دُعا کی دوا کی سبھی کچھہ کیا

گنہگار چوکا نہ تدبیر سے / شفا پر ہوئی کچھہ نہ تقدیر سے

جو رُوتا کسی وقت میں شور سے / تو کہتی وہ غصّہ میں یہہ زور سے

دکھانے کو آپ جاں کھوتا ہے تو / یہہ ہُونا ہے جھوٹا جو رُوتا ہے تو

فقط ہیرے مرنے کی اب دیر ہے / تمہیں چاند تا مجھہ کو اندھیر ہے

مجھے ظلمت قبر میں راہ ہو / تمہاری بغل میں کوئی ماہ ہو

کہا میں نے ایسا نہ ہوگا کبھی / کہا خلق سب دیکھہ لیگی ابھی

بُرائیوں تو دن رات کہتی مجھے / جو رُوتا وہی بات کہتی مجھے

لیا سر پہ دنیا و دیں کا عذاب / کیا قطع عضو تناسل شتاب

کہا میں نے زوجہ سے پھر ماجرا / یہہ سُنکر ہوئی پھر وہ ساکت ذرا

نہ دی داد مُنہ سے نہ فریاد کی / کہوں داد کیا آہ بے داد کی

مری بیقراری سے پایا قرار / مٹا کچھہ صفائی سے دل کا قرار

مرے زخم کے ساتھہ آئی شفا / ہُوا میں جو بیمار پائی شفا

ہوئی جب توانا وہ ہر طور سے / کیا آخرش عقد پھر اور سے

اشارہ سے پہلے بتایا مکاں / بتا کر مکاں پھر کیا یہہ بیاں

مکاں میں وہ غرفہ ہے دیکھو ادہر / وہیں بیٹھتی ہے وہ شام و سحر

سوا دیکھنے کے گزارہ نہیں ‌ ‌ اُسے دیکھنا بھی گوارہ نہیں
اگر سامنے دیکھ پائے مجھے ‌ ‌ جو کہتے نہیں وہ سُنائے مجھے
کہاں صبر ہو فتنہ پرداز سے ‌ ‌ بُلاتی ہے شوہر کو آواز سے
وہ آیا تو چھاتی لگائے اُسے ‌ ‌ رُلائے مجھے اور ہنسائے اُسے
پٹتی ہے اُس کو دکھا کر مجھے ‌ ‌ کرے دل کو ٹھنڈا جلا کر مجھے
پلٹنے کا غرفہ میں کیا ہے محل ‌ ‌ مرے فعلِ بد کا یہی ہے بدل
نہ پہلے سے میرا یہی طور تھا ‌ ‌ نہ ایسا ہی تھا میں کبھی اور تھا
نہ اب وہ بدن ہے نہ خوراک ہے ‌ ‌ نہ وہ آن وہ جسم و پوشاک ہے
بڑھاپے سے بڑھکر جوانی ہوئی ‌ ‌ مجھے موت اَب زندگانی ہوئی
جو اپنا لہو آپ پیتے ہیں ہم ‌ ‌ تو مرنے کی خاطر ہی جیتے ہیں ہم
بیانِ جواں سُن کے آیا یقیں ‌ ‌ یہہ سمجھے جہاں میں کوئی خوش نہیں
سبھی کو تردّد غرض کچھہ نہ کچھہ ‌ ‌ بشر کے لیے ہے مرض کچھہ نہ کچھہ
جو اک روز وحشت نے حیراں کیا ‌ ‌ محل سے بیاباں کا رستہ لیا
نہ رستہ میں کوئی گلستاں ملا ‌ ‌ بیاباں میں شہرِ خموشاں ملا
وہیں پاس بیٹے وہیں باپ ہیں ‌ ‌ نہ آپس میں باتیں ہیں چپ چاپ ہیں
برابر پڑے ہیں امیر و فقیر ‌ ‌ کہیں فرش قالیں نہ فرشِ حصیر
نہ واں تخت ہے تاجور کے لیے ‌ ‌ نہ تاجِ مرصّع ہے سر کے لیے

نہ کچھہ بادشاہوں کی عزت وہاں
فقیروں کی خاطر نہ ذلت وہاں

گدا تو گدا شاہ محتاج ہے
نہ کچکول سر پر ہے نہ تاج ہے

وہیں آج مطلوب طالب ہیں
وہاں آج مغلوب غالب ہیں

نہ طالب کو مطلب ہے مطلوب سے
نہ غالب کو حجت ہے مغلوب سے

حسینوں کو صورت پہ نخوت نہیں
جو عاشق ہیں اُنکو محبت نہیں

کسی کا لحد میں ہے کمّل کفن
کسی کا ہے تنزیب و ململ کفن

نہ کمّل نے اندھیر ڈالا کہیں ؛
نہ اوجلے کفن سے اُجالا کہیں

ڈوبے غار میں سرکشوں کے بدن
اندھیرے میں ہیں مہوشوں کے بدن

سبھی شمع رُو شرم کہائے ہوئے
اندھیرے میں ہیں مُنہ چھپائے ہوئے

نہ خورشید رُویوں کی کچھہ بات ہے
جو دن ہے اُنہیں قبر میں رات ہے

جو دیکھا تو قبروں میں اندھیر ہے
نہ مُردہ ہے اک خاک کا ڈھیر ہے

پڑے ہیں سبھی ایک ہی حال سے
سپید و سیہ وہیں اعمال سے

جو کچھہ پاس رکھتے تھے چھوڑا یہیں
وہاں غیر حسرت کے کچھہ بھی نہیں

لحد میں کسی روز سونا ہمیں ؛
کہ آخر تو ہے خاک ہونا ہمیں

نہ دولت نہ پیارا کوئی ساتھہ ہو
چلیں جب تو خالی ہر اک ہاتھہ ہو

چلینگے سبھی کچھہ کبھی چھوڑ کر
یہہ کیا الگ ہوں ہی چھوڑ کر

جو یہہ حال دُنیا کا ظاہر ہوا
تو رُوتی ہوں جا کر محل پر ہوا

کہاں کوئی روئیگا ایسا مجھے — مری آنکھہ روتی ہے جیسا مجھے
جو یہہ شاہزادی کا مضموں سنا — عقیلہ نفیسہ نے سر کو دھنا
کہا تہا وہ طالب اسی کام سے — مگر خوف آتا ہے کچھہ عام سے
تو دونو نے آپسمیں کی مشورت — کہ سمجہاؤ اسکو یہہ ہے مصلحت
اگر بات پر اپنی ثابت ہے — زیادہ یہہ گر کوئی اتنے کہے
نہ کچھہ اور تم بہی بکھیڑا کرو — الگ بحر فانی سے بیڑا کرو
ادہر سے ادہر جاؤ دو ہاتہ میں — کنارے لگو بات کی بات میں
جو آپسمیں کچھہ ہو چکی گفتگو — کہا پہر نفیسہ نے اے ماہرو

قصہ ایک بادشاہ کا

سنے شاہ کی اک نئی نقل ہے — اسے خوب سوچیں اگر عقل ہے
بڑا شہر تہا ایک بی بی کہیں — سوا اسکے لگتا نہ تہا جی کہیں
مکاں خوب وسعت میں اندازسے — بشر وانپہ رہتے تہے اعزاز سے
ہوا جو کہ اس شہر کا بادشاہ — رہا یہہ گماں اسکو شام و پگاہ
یہہ جائیگی مجہہ سے کہاں سلطنت — رہیگی ہمیشہ یہاں سلطنت
نہ ہوتی خبر اسکے دستور سے — کہ آتے ہیں سلطاں یہاں دور سے
کہ رہتا تہا واں سال تک بادشاہ — نہ پہر سلطنت تہی نہ تخت و کلاہ

برس روز کے بعد خاص و عوام — کہیں چھوڑ آتے تھے بہرِ قیام
وہ عیش و حکومت وہ لطف و خوشی — خرابی تھی سُلطان کی جان کی
بُلا کر کسی اور کو دُور سے — کیا شاہ خلقت نے دستور سے
گیا شاہ جب شہر کی سیر کو — نہ دیکھا وہاں مردمِ غیر کو
کسی کی طرف شہ نی رغبت کی — کبھی شہر والوں سے الفت کی
جہاں پر تھا اُس بادشہ کا مکاں — وہاں سے کسی کو بُلایا یہاں
کہا شہ نے اُس شخص سے اے رفیق — بتا مجھکو اس شہر کا کچھہ طریق
نہ کوئی یہاں مردمِ غیر ہے — یہاں پر کوئی شر ہے یا خیر ہے
وہ واقف تھا واں کی ہر اک چال سے — کیا شہ کو آگاہ سبھی حال سے
کہا پھر یہہ رو کر کہ اے بادشاہ — برس روز تک ہے یہہ تخت و کلاہ
گزارینگے اک سال عزت کے ساتھ — نکالینگے پھر تمکو ذلت کے ساتھ
تمہیں ایک جنگل میں لیجائینگے — غرض ہر طرح وا تپہ پہنچائینگے
کہا سُنکے سلطاں نے اے رفیق — بُرا شہر والونکا ہے یہہ طریق
کیا مینے جب عیش ہر دم یہاں — مصیبت اُٹھاونگا کیونکر وہاں
یہاں پر تو رہتا ہوں گلگشت میں — رہونگا وہاں کس طرح دشت میں
کہا اُسنے پھر اے شہِ نامور — اگر ہو سکے جمع کر مال و زر
تو پھر مال و زر کر روانہ وہاں — کوئی دم میں پہنچائینگے یہہ جہاں

وہاں تیر ہو جانے پہ اپنے شعور — مہیّا ہوا اسبابِ عیش و سرور
یہ ہے سلطنت چند روزہ یہاں — وہاں عیش و عشرت ہے سب جاوداں
اسی طور سے بادشہ نے کیا — نہ اُس سلطنت پر ذرا دل دیا
جو کچھ جمع یاں پر کیا مال و زر — روانہ کیا اُس جگہہ بے خطر
جو اک سال کے اُس شہر سے — نکالا اُسے ذلت و قہر سے
پہنچکر مکاں پر ہوا اپنے شاد — تعیّش لگا کرنے حسبِ مراد
سمجھا وہ ہے شہر دارِ فنا — مکاں دوسرا ہے وہ ملکِ بقا
مکاں خاص ہے گوشۂ آخرت — وہاں بھیجئے توشۂ آخرت
بیاباں ہے جنت کہ میدان ہے — بشر سے ہی فردوس کی شان ہے
نہ یوں ہی وہاں ہاتھ آئے مکاں — بنے واں مکاں جب بنائے مکاں
نہ یوں ہی ہو واں پر ہوائے چمن — بنے واں چمن جب بنائے چمن
نہ کچھہ فوج سے ہو نہ عمّال سے — سبھی کچھہ بنے نیک اعمال سے
نہ ایسی جگہہ دخل ہو ایک کا — مگر یار ہے واں عمل نیک کا
وہاں کا کرے کام یاں بیٹھکر — کرے کچھہ سرانجام یاں بیٹھ کر
یہاں کا نہ واں کام جب کچھ ہوا — تو واں آپ سے آپ کب کچھہ ہوا
یہاں ہو نہ جب اپنے کئے کام کچھہ — تو واں خود بخود کب ہے انجام کچھہ
وہاں نیک و بد کی مکافات ہے — یہاں نیک و بد سب تیرے ہاتھ ہے

جو دنیا میں تو نے بنائے مکاں
وہاں کب سے کام آئے مکاں

جو دنیا میں تو نے بنائے چمن
وہاں کب ہی کام آئے چمن

نہ کچھہ کام دنیا کی خاطر کرے
ہر اک کام عقبیٰ کی خاطر کرے

نفیسہ نے کی یاں تلک گفتگو
عقیلہ یہہ بولی کہ اے نیک خو

دنوں کا تو کچھہ طور بے طور ہے
مگر نقل یہہ قابل غور ہے

بیان عقیلہ

سنا ہے کوئی بادشاہ کلاں
رعیت پہ تھا ہر گھڑی مہرباں

سبھی علم و دانش میں مشہور تھا
عدالت کا شہرہ بہت دور تھا

رعیّت کی اصلاح سے کام تھا
بھلائیں سی کام سے نام تھا

برا کام کوئی نہ شہ نے کیا
رہا خیر و خوبی سے جب تک جیا

قضا کر گیا جس گھڑی بادشاہ
رعیّت نے کی اپنی حالت تباہ

نہ چھوڑا کوئی وارث تاج و تخت
یہہ تھا ایک صدمہ رعیت پہ سخت

محل میں تھی عورت کوئی باردار
نظر تھی اُسی بت پہ لیل و نہار

نجومی و کاہن پکارے سبھی
کہ لڑکا شکم میں ہے ٹھہرا ابھی

کوئی روز ٹھہرو کرو انتظار
نہو غیر کوئی ابھی تاجدار

رعیّت رہی منتظر روز و شب
وزیروں نے اپنا کیا کام سب

گئے جب مہینے کئی پھر گزر تو پیدا ہوا بادشہ کے پسر

رعیت ہوئی شادماں سربسر کیا سال بھر جشن آٹھوں پہر

کیا رات دن سب نے فسق و فجور گناہوں میں اپنے نہ رکھا قصور

بہت عالموں نے ڈرایا اُسے جو دانا تھے یہہ بھی سنایا اُسے

کیا ہے پسر یہہ خدا نے عطا نہ اُسکا کرو شکر تم ہی خطا

رضامند ابلیس بدخواہ ہو غضب سے غضبناک اللہ ہو

اگر تم نے ایسا تصور کیا کہ لڑکا کسی اور نے یہہ دیا

تمہارا اگر وہ مددگار ہو تو اُسکا کرو شکر مختار ہو

کہا پھر رعیت نے ایسا نہیں پسر ہے عطائے خدائے زمیں

بیاں اس طرح عالموں نے کیا جو ابلیس ہے دشمن کبریا

گناہوں سے اُسکو نہ راضی کرو غضب میں نہ آئے خدا تم ڈرو

دیا پھر رعیت نے سنکر جواب جو فرمائیں عالم کریں ہم شتاب

کہا عالموں نے یہی بات ہو کہ توبہ گناہوں سے دن رات ہو

کیا شکر ابلیس بدخواہ کا بجا لاؤ اب شکر اللہ کا

کیا جسقدر شاد شیطان کو کرو شاد اُتنا ہی رحمان کو

یہہ کہنے لگے عالموں سے سبھی مشقت ہوگی یہہ ہمسے کبھی

ہمارے بہت جسم ہیں ناتواں اُٹھے کسطرح ہم سے بار گراں

کہا عالموں نے نہ غافل بنو — جو کچھہ عقل رکھتے ہو عاقل بنو

اطاعت کو شیطاں کی ہے زیاں — خدا کی عبادت کو ہونا تواں

غرض عالموں نے ڈرایا اُنہیں — جو زیبا تھا سب کچھہ سنایا اُنہیں

نصیحت سے خلقت ہوئی راہ پر — عبادت میں تھے محو شام و سحر

جو کی سال بھر طاعتِ کبریا — تو روزے بھی رکھے تصدق دیا

کہا عالموں نے یہہ سب دیکھہ کر — کرے فسق پہلے پہل یہہ پسر

بدی کے رہے پھر نہ نزدیک یہہ — نجومی پکارے کہ ہے ٹھیک یہہ

یہہ بولے نجومی کہو مہرباں — کیا کس طرح تمنے ایسا بیاں

کہا عالموں نے سنو بات یہہ — کہ پیدا ہوا طفل جس رات یہہ

رعیت نے اُس کی اسی رات سے — مقدم کیا رقص ہر بات سے

کیا منع مانا نہ مخلوق نے — خدا کو بھی جانا نہ مخلوق نے

برس روز کے بعد انساں ہوئے — ڈرے کچھہ خدا سے پشیماں ہوئے

بُرا ہووے اوّل تو حالِ پسر — کہ ہے نیک آخر آلِ پسر

نجومی پکارے سنو غور سے — کیا ہمنے تصدیق اس طور سے

ہوا خلق میں جب تولد پسر — تو تھے زہرہ و مشتری زور پر

تعلق ہے زہرہ سے عیش و طرب — عبادت کا بھی مشتری ہے سبب

کیا تھا جو کچھہ عالموں نے بیاں — کیا اُسنے سب کچھہ ہوا جب جواں

نہ تہا عالم دیں سے کچھہ ارتباط — بتوں سے ہمیشہ تہا عیش و نشاط
ہر اک شاہ پر اُسکو نصرت ہوئی — بہت ماہرویوں سے صحبت ہوئی
غرض کام اچھا کبہی کب کیا — جو شیطاں نے چاہا وہی سب کیا
جو معشوق حسب تمنا ملے — ہوئے رفع سب جان و دل کے گلے
جو دنیا میں چاہا وہ حاصل ہوا — وہ بت بہی ملا جس پہ مائل ہوا
کیا ہر طرح اُسنے فسق و فجور — ہوا اپنے ساما نپہ اُسکو غرور
ہوئے اُسکو پورے جو بتیس سال — کیا اور ہی دلمیں اپنے خیال
بنایا مکاں ایک شکل ارم — کہ شداد بہی جسکی کہائے قسم
بنائے طلائی تو دیوار و در — جڑے اُس پہ موقع سے لعل و گہر
بنائے مکاں اُسمیں چھوٹے بڑے — قرینہ سے لعل و زمرد جڑے
زمیں پر بہی فرش طلائی بنا — جواہر سے دی فرش کو بہی جلا
بنائے مکاں بہر خاص و عوام — یہہ وسعت کرے فوج جسمیں مقام
مکاں جب یہہ تیار سارا ہوا — تو پہر فوج کو یہہ اشارا ہوا
کہ آئے سبہی فوج اس اوج سے — سمٹ کر چلے بحر جس موج سے
جواں فوج کے اس طرح سے چلے — قدم سے ہوئی خاک اوپر تلے
محل میں سنایا گیا ایکبار — کہ سب ہیں بنا بنا کر سنگار
طرحدار طرار نازک بدن — فریب جناں غیرت انجمن

محل سے جو آئے بدلکر لباس — کھڑے ہوگئے تخت کے آس پاس

ہوئی جمع فوجیں ادہر اور ادہر — سجائے گئے پیل و اسپ و شتر

جواہر کہیں ہے خزانہ کہیں — کہیں خیمہ ہے شامیانہ کہیں

کئے اسلئے جمع انساں بہی — نظر میں کریں اپنے ساماں سبہی

گیا جس گہڑی تخت پر بادشاہ — ہوئے خاص اور عام پیش نگاہ

ادب سے ہوئی فوج جب سامنے — تو سجدہ کیا خاص و رعام نے

یہہ ساماں جو دیکہا ہوا باغ باغ — فلک پر گیا بادشہ کا دماغ

کہا پہر یہہ ساماں ہے کسکو نصیب — یہ گلشن یہہ یواں ہے کسکو نصیب

جو آئینہ روبرو کے دیکہے جمال — ہوا خودنمائی کا اپنی خیال

غلاموں کو اپنے کیا یہہ خطاب — کہ حاضر کریں آئینہ کو شتاب

غلاموں نے سنتے ہی یہہ گفتگو — کیا شاہ کے آئنہ روبرو

نظر آیا داڑہی میں موئی سفید — ہوا خوف سے زرد روئے سفید

ہوا موت سے جان و دل پر ہراس — جو بشاش تہا ہوگیا کچہہ اداس

یہہ شادی جو غم سے مبدل ہوئی — فلک فتنہ پرداز کو کل ہوئی

کیا فکر شہ نے ہوا یہہ خیال — کہ آتا ہے اب سلطنت کو زوال

جتاتی ہے اے دل سپیدی یہی — کہ ہے قاصد نا امیدی یہی

خبر دے رہا ہے یہی بار بار — نہیں اب تہی سلطنت کو قرار

خبر موت سے آج کر دی تجھے | کہ مرنے سے پہلے خبر دی تجھے
لگا ہو نہیں سارے نگہبان رہے | محل پر ہمیشہ ہی درباں رہے
کسی نے نہ افسوس روکا اُسے | جو درباں تھے دیکھا نہ ٹوکا اُسے
کہا اُسنے آخر کہ آگاہ ہو | یہیں تو رہے بند ہر راہ ہو
تمہاری جگہہ پھر کبھی اور ہو | نیا شاہ ہو اور نیا دَور ہو
اِدہر تو قضا کا نشانہ بنے | عدو مالکِ کارخانہ بنے
تجھے غسل دیکر نکالے کوئی | کوئی تاج چھینے دوشالہ کوئی
کوئی اسپ و فیل و اشتر کوئی | کوئی گنج لے لعل و گوہر کوئی
ترے رُو برو ہے یہہ ساماں ابہی | کوئی اور ہوا اسکا مالک کبہی
لحد کیطرف جب روانہ کریں | الگ تجہہ سے سب کارخانہ کریں
ہوئے آپ جب ہاتہہ خالی رواں | سنبہالے کوئی اور تخت و مکاں
ترا جسم ڈھانپیں کہ عُریاں کریں | جو چاہیں وہی دشمن جاں کریں
سُنبہا کر یہہ دل کو ہوا بیقرار | اُٹھا تخت سے خسرو نامدار
کیا ناتوانی نے مجبور کچھہ | کھڑا ہو گیا تخت سے دور کچھہ
پکارا کہ آئیں مرے پاس سب | کھڑے ہوں ادب سے جو ہیں دست بست
ہوا گرد جب شاہ کے ازدہام | یہہ کہنے لگا خسرو نیک نام
مرا حال دیکھا جو تم نے یہاں | کہیں صاف مجہہ سے یہہ خورد و کلاں

کہ تہا شاہ کیسا کیا، کیا سلوک — کہا سب نے اے شاہ فخرِ ملوک

تری نیک عادت سے ہم شاد ہیں — نہ طوقِ رعایت سے آزاد ہیں

ترے ہم پہ احساں ہیں اے بادشاہ — یہہ ہے جاں نثاری کو حاضر سپاہ

ہر اک جان دینے کو موجود ہے — فقط جاں نثاری سے مقصود ہے

بتا کوئی خدمت ہمیں شاد کر — کریں دل سے منظور ارشاد کر

یہہ سنکر کہا شاہ نے دو بدو — مرے گھر میں داخل ہوا ہے عدو

بڑا رنج مجہہ کو عدو نے دیا — نہ یاں منع اُسکو کسی نے کیا

تمہیں جانتا تہا بڑا معتمد — وہ غالب ہوا کی نہ تمنے مدد

کہا سب نے اے بادشاہِ جہاں — یہہ فرمانے ہے وہ دشمن کہاں

اُسے دیکہہ سکتے ہیں ہم یا نہیں — کہا شہ نے دشمن نہاں ہے یہیں

نہ دیکہو کوئی چشمِ خونبار سے — نظر مجہکو آیا ہے آثار سے

کہا پہر رعیت نے اے بادشاہ — کرم ہے ترا ہم پہ شام و پگاہ

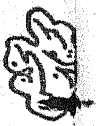
نہ بہولے کوئی تیرا احسان ہم — بتا کوئی خدمت کہ دیں جان ہم

جو ناداں کریں جنگ شمشیر سے — تو دانا کریں دفع تدبیر سے

بتا دے عدو کو کسی گہات سے — کریں دور شر کو تری ذات سے

کہا شاہ نے رنج تم نے دیا — تمہاری حمایت نے غافل کیا

ہوا خواہ تم تہے کہ تہی گرد باد — اُڑائی مری خاک حسبِ مراد



بڑا تھا بھروسہ تمہارا مجھے ۔ کہ تم سے نہ تھا کوئی پیارا مجھے
بنائے بہت سے جو شہر و حصار ۔ تمہارے لئے سب کئے کاروبار
غرض ہر طرح تم کو اپنا کیا ۔ بدن کی سپر تم کو سمجھا کیا
تمہارا کیا رات دن اعتبار ۔ دیئے خلعت و زر تمہیں بیشمار
مجھے تم سے امید تھی یہہ کبھی ۔ عدو سے بچا لینگے مجھکو سبھی
کسی سے نہ پہونچیگا مجھکو گزند ۔ نہوگا کبھی دل مرا دردمند
تمہارے ہی ہوتے ہوئے آجکل ۔ مرے کشور و ملمیں آیا خلل
عدو نے مرے مجھپہ پائی ظفر ۔ شکستوں سے دشمن نے توڑی کمر
سنائیں کہانتک تمہیں حال ہم ۔ یہہ سمجھو ہوئے جلد پامال ہم
کہا کچھہ رعیت نے کچھہ شاہ نے ۔ جو چاہا کہا ہر ہوا خواہ نے
یہہ کی آخرش شاہ نے گفتگو ۔ اگر چاہتے ہو نشانِ عدو
کیا آج جس نے مجھے نا امید ۔ کہ پیکِ اجل ہے یہہ موئے سفید
یہہ کہتا ہے لو اب صفائی ہوئی ۔ تری سلطنت یہہ پرائی ہوئی
کیا جمع جو کچھہ پریشاں کروں ۔ بنائے ہیں گھر تو نے ویراں کروں
ترے نظم فاسد فقط میں کروں ۔ جو اصلاح دی ہے غلط میں کروں
پڑے رنج میں تو تو اے بدنصیب ۔ کہ ہوں شاد دشمن ترے عنقریب
دلوں میں ہے جنکے عداوت تری ۔ وہ ہوں شاد سنکر مصیبت تری



یقیں ہے کبھی پستی اوج ہو
الگ تخت ہو تاج ہو فوج ہو

کبھی تیرے فرزند ہوویں یتیم
ترے رنج و ماتم میں روئیں یتیم

ملے تیرے گھر میں عدو کو جگہہ
تجھے کچھ نہو گفتگو کو جگہہ

لحد میں نہ تیرا نشاں ہو کہیں
کہیں جسم و سر ہو تو جاں ہو کہیں

یہہ آخر رعیت نے سنکر بیاں
کہا پھر یہہ رو کر کہ شاہ جہاں

حفاظت کریں تیری ہر گھات سے
درندوں سے انساں سے حشرات سے

اجل کو ہٹائے یہہ کس کی مجال
نہیں بس جو ہو سلطنت کو زوال

قضا ہے نہ تن سے نہ دم سے الگ
نہ تم سے الگ ہے نہ ہم سے الگ

جو آئے قضا پھر مدد کیا کریں
یقیں ہے کہ اک روز ہم بھی مریں

کہا شاہ نے ہر ہوا خواہ سے
ٹلے بھی وہ دشمن کسی راہ سے

کہا سب نے کچھ پیچ چلتا نہیں
یہہ ہو قضا سر سے ٹلتا نہیں

کہا اور چھوٹے ہیں دشمن کئی
خرابی کو حاضر ہیں رہزن کئی

انہیں دفع کرنیکا ہے طور کچھہ
بلا سر پہ لائینگے وہ اور کچھہ

کہا سب نے ہیں کون چھوٹے عدو
تو کی شاہ نے اسطرح گفتگو

وہ رنج و بلا ہے غم و درد ہے
انہیں سے مرا آج منہ زرد ہے

پکاری رعیت یہہ ہو کر ملول
خدا کیطرف سے ہے انکا نزول

کریں دور انکو یہہ طاقت نہیں
مقابل بھی ہوویں تو جرأت نہیں

جو دنیا چلائے تو چلتے نہیں
جو قدرت سے آتے ہیں ٹلتے نہیں

نگہباں سے وہ دور جاتی نہیں
جو ہو پاسباں رنج کھاتے نہیں

یہہ کہنے لگا خسرو حق پسند
بتائیں مجھے بات یہہ ہوشمند

جو آئیگا کچھہ حکم تقدیر سے
ہٹا سکتے ہو اسکو تدبیر سے

کہا سب نے اے خسرو نامور
سروں پر ہے حکم قضا و قدر

جو آئے بلا کوئی تقدیر سے
ٹلیگی کسی کی نہ تدبیر سے

جو کہتے ہوئے خسرو نیکنام
بجا ہے ہوئی تیری حجت تمام

رہے فضل حضرت پہ اللہ کا
کہیں یہہ ارادہ ہے کیا شاہ کا

کہا ہے ارادہ نہ یوں ہی مروں
تمہارے عوض کچھہ مصاحب کروں

رہیں پاس ہر دم نہ حیراں کریں
کریں سکو جو عہد و پیماں کریں

جو پکڑیں پچھوڑیں کبھی ہاتھہ وہ
جئیں یا مریں پر رہیں ساتھہ وہ

ہوئے تم تو عاجز ہر اک بات میں
وہ حامی ہوں سو بار دنرات میں

ہر اک بات سے تم تو مجبور ہو
بلا میری انسے ہر اک دور ہو

جو ہوگا سرہانے گزر موت کا
ہٹائینگے مجھہ سے ضرر موت کا

کہا پھر رعیت نے آداب سے
خبر دو ہمیں اپنے اصحاب سے

ملے وہ یہاں پر جو اصحاب ہیں
وہ ہیں کون ایسے جو احباب ہیں

کہا ہیں وہ اچھے عمل مہرباں
تمہارے لئے جنسے بگڑے یہاں

یہہ سنکر رعیت نے کی التماس — کہ ہے خیر خواہونکا تو حق شناس

نہ احساں سے اپنے سبکدوش کر — نہ انکو نہ ہمکو فراموش کر

رہے خوش سدا تیرے اخلاق سے — نہ رکھہ دور الطاف و اشفاق سے

کہا اس طرح ہر ہوا خواہ نے — تو سنکر یہہ کی گفتگو شاہ نے

کہ ہے زہر صحبت تمہاری مجھے — بلا ہے محبّت تمہاری مجھے

زبانکو کرے لال لے ہوش کو — کرے چشم کو کور کر گوش کو

کہا سب نے ایسا ہے کیوں اجناب — تو کہنے لگا شاہ والا خطاب

کہا تم مصاحب تھے ہر حال میں — موافق رہے ملک و مال میں

کیا تم نے دنیا پہ مائل مجھے — کہ رکھا ہے عقبیٰ سے غافل مجھے

دیا زیب دنیا کو جب آنکھہ میں — سماتا ہے پہر اور کب آنکھہ میں

جو تم لوگ ہوتے مرے خیر خواہ — نکرتے مجھے اس طرح رو سیاہ

دلاتے مجھے موت کو یاد تم — نکرتے مری عمر برباد تم

جو کرتے بقاؤ فنا کا بیاں — نرہتی کوئی بات مجھہ سے نہاں

فنا کیطرف سے پہراتا نظر — بقا کے سوا کچھہ نہ آتا نظر

جو دنیا کے کی فائدہ پر نظر — جسے نفع سمجھے وہی تہا ضرر

کیا جس جگہہ دوستی کا گماں — وہی ہے مری دشمنی کا نشاں

جو تحصیل بندہ کی خاطر کیا — وہ بخشا تمہیں کو تمہیں کو دیا

کرو فکر تم اپنے آرام کی — نہیں چیز کوئی مرے کام کی

کہا پھر رعیت نے یہہ ہار کے — وہ سمجھے جو دلمیں ہے سرکار کے

جو فرمائیں حضرت وہ ہم ہی کریں — جو ہو منع چھوڑیں قسم ہی کریں

تری گفتگو سُن چکے سب غلام — نہ اب تجھہ سے حجّت ہے ای نیکنام

تری بات سچّی ہے اے بادشاہ — کریں عرض کچھہ اور ہم رُوسیاہ

کہا شہ نے جو کچھہ ہے کہنا یہاں — خوشی سے کہو تم سنوں میں بیاں

کبھی تھا تعصُّب حمیّت مجھے — ابھی کچھہ ہوئی آدمیّت مجھے

کبھی دونو باتوں کا مغلوب تھا — جو کہتے تھے تم وہ ہی مرغوب تھا

جو اُن پر بھی غالب ہوا آج سے — نہ مطلب ہا تاج و تاراج سے

تمہارا رہا آج تک بادشاہ — یہ بندہ کسی کا تھا یہہ روسیاہ

ہوا بندگی سے جو آزاد اب — تو کرتا ہے تمکو بھی دلشاد اب

مری بات رکھو سبھی یاد تم — ہوئے میری بیعت سے آزاد تم

کہا پھر یہہ سب نے بتاؤ شتاب — کہ شاہی میں بندہ تھے کس کے جناب

کیا یہہ رعیت سے شہ نے کلام — کہ تھا خواہشِ نفس کا میں غلام

جو نفسِ جفا جُو زبردست تھا — تو نادانی و جہل سے پست تھا

کسی سے نہیں آج مجبور ہم — ہوئے خواہشِ نفس سے دُور ہم

الگ ہوں خدا کی اطاعت کریں — ملے رزق کچھہ بھی قناعت کریں

کریں ترک دنیائے غدّار کو　　گرائیں پس پشت ہر یار کو

رہی دیر تک یوں ہی ردّ و بدل　　کہا پھر رعیّت نے پاکر محل

جو ہوں تیرے جانبسے بیکار ہم　　تو ہوں آپ خاطی گنہگار ہم

خلائق کی اصلاح شام و پگاہ　　عبادت سے بہتر ہے اے بادشاہ

کہ باتیں تو کیں پہلی ساری قبول　　کرو آج توبہ ہماری قبول

ہماری ہی اب خیر خواہی کرو　　عدالت سے اب بادشاہی کرو

زیادہ رعیّت نے کی التجا　　ہوا مہرباں پھر تو فرماں روا

کہا جب تلک تم ہو اقرار پر　　نظر ہے نکوئی سے ہر کار پر

تو ہم ساتھ رہکر گزارہ کریں　　خلاف آسکے پائیں کنارہ کریں

رعیّت کے شامل رہا بادشاہ　　رہی نیک کاموں پہ سب کی نگاہ

ہوئی ساتھ مخلوق سب شاہ کے　　چلے سب طریقہ پہ اللہ کے

خدا نے دیا مال اس ملک کو　　کیا سب سے خوشحال اس ملک کو

ہوئے شاہ کے سارے دشمن تباہ　　رہا خلق میں چین سے بادشاہ

جیا جب بنایا مکان بہشت　　موا جب تو پہنچا میان بہشت

رعیّت نے جیسا کہا شاہ سے　　کیا اس طرح شہ نے ہر راہ سے

سنا سب بیاں آپنے غور سے　　کریں آپ بی بی اسی طور سے

کہا شاہزادی نے اتنا فقط　　کہا تم نے جو کچھ نہیں ہے غلط

ہٹاتی تمہاری نہیں بات کو / جو دیکھا ہے قرآں میں آیات کو

یہ آیا ہے ہمکو نظر جا بجا / کہ ہو ہر جگہ متقی کی ثنا

سُنا ہے یہ حکمِ خدا و نبیؐ / کہ جنت کا حقدار ہے متقی

نہ یونہی کسی کے لئے ہے بہشت / فقط متقی کے لئے ہے بہشت

یہ ہے مصرعۂ سعدیؒ نامدار / کہ جنت بود جائے پرہیزگار

سبھی کچھ ہے کیا سلطنت میں نہیں / مگر اتقا سلطنت میں نہیں

کروں خوبیٔ اتقا بھی بیاں / کہ جسکا صلا ہے یہاں و وہاں

ذکر ایک مردِ متقی کا کہ جس نے ایک سیب کے بخشوا لینے کے واسطے سینکڑوں کوس سفر گوارا کیا بجز بخشوانے کے کچھ چارا نہ کیا

بخارا میں اک شخص پرہیزگار / کنارہ پہ تھا موج سے ہوشیار

اُسے موج میں پھر یہ آیا نظر / کہ آتا ہے اک سیب بہکر ادھر

بڑھا اُسکے لینے کو یہ سوچکر / کہ ضائع نہو مفت میں یہ ثمر

ذرا دل کو اپنے نہ سمجھا لیا / تو دریا سے لیکر اُسے کھا لیا

ثمر کھا چکا جب یہ آیا خیال / کہ شاید نہووے یہ مالِ حلال

جو ہے فعل یہ اتقا کے خلاف / تو مالک سے اسکے کرائیں معاف

چلا اُس طرف کو یہی سوچکر / جدھر سے وہ آیا تھا بہکر ادھر

کنارے کنارے ہوا جب رواں / تو ظاہر ہوا سامنے بوستاں

لبِ نہر اک باغ آیا نظر — کہ جسمیں سبھی سیب کے ہیں شجر

ہلا نہر پہ سیب کا اک شجر — تو سمجھا اُسی نخل کا ہے ثمر

بلا باغباں سے کہا صاف صاف — کہ لِلّٰہ اک سیب کر دے معاف

پکارا وہ نوکر ہوں ای ہوشیار — مجھے بخشنے کا نہیں اختیار

سوا اسکے اک اور گلزار ہے — جو داروغہ واں ہے وہ مختار ہے

جو کچھ فاصلہ یہ ہے جاؤ وہاں — وہ بخشیگا تم بخشواؤ وہاں

نہ ٹھیرا چلا ہار کے باغ میں — گیا پاس مختار کے باغ میں

کہی سیب کی بات دیندار نے — کہا بات سُنکر یہ مختار نے

محافظ ہوں نوکر ہوں باغ کا — بلخ میں ہے مالک مگر باغ کا

جو نوکر ہیں کہتے ہیں ہم صاف صاف — جو مالک کرے عفو ہووے معاف

سمجھانے لگا دِلکو یہ بار بار — کہ دوزخ کے جانیسے ای دلفگار

بلخ کا تو جانا ہے آساں تجھے — جہنم کریگا پریشاں تجھے

ہوا باغ سے پھر بلخ کو رواں — جو پہنچا تو مالک کو ڈھونڈا وہاں

جو مالک کو پاکر یہ مطلب کہا — جوابِ سخن اُس نے تب یہ دیا

کہا مول لینے کو تیار ہوں — کہ مالک نہیں میں خریدار ہوں

جو مالک ہے کوفہ میں موجود ہے — ملو واں جو ملنے سی مقصود ہے

بلخ سے بھی کوفہ گیا نیک خو — ملا ڈھونڈ کر مالکِ باغ کو

جو اِک تھا بزاز مشہور تھا ‌ ‌ جہاں میں سبھی اُسکو مقدور تھا

کہا اُس سے احوال سب ہو بہو ‌ ‌ تعجب ہوا سُنکے بزار کو

کہا دلمیں ہی متّقی یہ بشر ‌ ‌ کہ اک سیب پر یہ اُٹھایا سفر

اُسے لیگیا گھر میں تکریم سے ‌ ‌ بہت پیش آیا وہ تعظیم سے

تکلّف سے کھانا کیا روبرو ‌ ‌ تو پھر متّقی نے یہ کی گفتگو

نہ جب تک مجھے سیب ہووے مُعاف ‌ ‌ کروں نوش کچھ عقل کے ہی خلاف

تو بزّاز بولا کہ اے متّقی ‌ ‌ کہ مالک ہے بیٹی مری باغ کی

نہ ہوگا مری بات میں اختلاف ‌ ‌ کرا دونگا یہ سیب اُس سے مُعاف

جو کچھ نعمتوں سے کھلایا اُسے ‌ ‌ تو بزّاز پھر گھر میں لایا اُسے

کہا اپنی زوجہ سے اے غمگسار ‌ ‌ کہ اک شخص آیا ہے پرہیزگار

بڑا متّقی ہے بڑا نیک ہے ‌ ‌ ہزاروں میں یہ آدمی ایک ہے

کہا حال گزرا ہوا سربسر ‌ ‌ کہ اک سیب پر یہ اُٹھایا سفر

یہی عہد تھا میرا لیل و نہار ‌ ‌ ملے جب کوئی شخص پرہیزگار

حوالہ کروں دختر نیک کو ‌ ‌ تونگر جو ہوں ہوں نہ دوں ایک کو

ارادہ ہے شادی اسی سے کروں ‌ ‌ نہ اسکے سوا اب کسی سے کروں

کہا اُسکی زوجہ نے اے غمگسار ‌ ‌ نہ ملتا ہے اِس شہر میں مالدار

نہ ایسی بھی دختر ہے اِس شہر میں ‌ ‌ کہ جسکا نہ ہمسر ہے اِس شہر میں

یہی دینگے طعنہ صغیر و کبیر ‌ ‌ کیا عقد اُس سے جو تھا اک فقیر

یہ بولا جو چاہیں کہیں یاں سبھی
نہ مَیں عہد چھوڑونگا اپنا کبھی

ملا ہے یہ دیندار جیسا مجھے
ملیگا نہ انسان ایسا مجھے

یہ کہتے ہی باہر گیا وہ غریب
کہا ستقی سے کہ سُن اے حبیب

یہ دختر نے مجھ سے کہا صاف صاف
جو مجھ سے کرے عقد کردوں معاف

کریگا نہ مجھ سے اگر وہ نکاح
اُسے سیب ہرگز نہ ہوگا مباح

سُنو عیب بھی کچھ نہ سمجھو مرض
وہ لولی ہے بہری ہے اندھی غرض

کمی کی بُرائی میں کب باپ نے
کہے تین یہ عیب جب باپ نے

کہا عیب اُسکے ہنر ہوں سبھی
اگر سیب کو بخشدے وہ ابھی

یہ سنتے ہی لایا میاں مکاں
پڑھا دُخت سے صیغۂ نوجواں

مکاں میں جو دونو ہوئے ایک جا
کھلا حال سارا جو پردہ اُٹھا

ہر اک عضو موقع پہ اپنے درست
ہوا سُست پایا جو چالاک و چست

اِدھر سے اُدھر مُنہ پھرا کر ہوئے
تردّد میں سر کو جھکا کر ہوئے

کہا ماں نے دختر کی یہ دیکھ کر
بتاؤ تو کیا فکر ہے اے پسر

کہا ہے گِلا مجھ کو بزاز سے
کہ واقف تھا وہ میرے انداز سے

ہوئی فکر بزاز کی بات پر
تعجب ہے ہمراز کی بات پر

بیاں یا نیہ بزاز کا ہے غلط
ہنسی میں کہا جھوٹ مجھ سے فقط

جو دیکھا تو اچھوں سے اچھی ہے یہ
نہ بہری نہ لولی نہ اندھی ہے یہ

پکاری وہ عورت کہ سن اے جواں   کیا تمنے تاجر نے سچّا بیاں
یہ اندھی ہے اسواسطے اے پسر   نہ کرتی ہے نا محرموں پر نظر
یہ بیشک ہے بہری تمہاری قسم   کسیکا نہیں لغو سنتی سخن
یہ گونگی ہے اسواسطے کر یقیں   کوئی نا روا چیز چکھتی نہیں
سنا جب یہ حال زنِ پارسا   کیا سجدۂ شکر دل سے ادا
وہیں غیب سے پھر یہ آئی ندا   ہماری خوشی کے لئے اے گدا
اٹھائی جو محنت میانِ جہاں   صلہ اسکا بخشا ہے تجھ کو یہاں
دیا ہے یہ اِس سلطنت میں تجھے   ملیگا بہت آخرت میں تجھے
کیا حور نے بزم میں یہ بیاں   ہوا حال اب متّقی کا عیاں
سبھی کچھ ہے کیا سلطنت میں نہیں   مگر اِتّقا سلطنت میں نہیں
کسی دن چلیں گے سبھی چھوڑ کر   یہ کیسا - الگ ہوں ابھی چھوڑ کر

ترکِ دنیا کا حرف حور کی زبان پر آنا اور عقیلہ کا دو نقلیں بیان کر کے سمجھانا

کہا یہہ عقیلہ نے اے ہوشمند   وہی خوب تمنے کیا جو پسند
خدا جلد پورا ارادہ کرے   ارادہ سے بھی کچھ زیادہ کرے
دعا ہے فقط آخرت کے لئے   گزارش ہے کچھ سلطنت کے لئے

نہیں کچھ طمع سلطنت دیکھ کر — فقط غرض ہے مصلحت دیکھ کر
نہیں رنج اب تک کسی بات کا — فقط ہے تردد اسی بات کا
کہیں گے مجھے دیکھ کر یہ امیر — کیا شاہزادی کو اس نے فقیر
سناتی رہی بات ہر راہ سے — کیا دور دنیا سے جانکاہ سے
نہ پیچھے ہٹی ساتھ کرکے یہی — غرض لگ گئی ہاتھ کرکے یہی
رعیت کی خاطر فقط عرض ہے — کہوں کیوں نہ یہ بھی مرا فرض ہے
برے کام سب سلطنت میں نہیں — کہیں خیر و خوبی ہے شر ہے کہیں
کہیں بخل ہے اور کرم ہے کہیں — کہیں عدل ہے اور ستم ہے کہیں
جو ہے خیر و شر اختیار بشر — تو سب نیک و بد ہے شعار بشر
برا شاہ ہو سلطنت کیا کرے — جو گمراہ ہو سلطنت کیا کرے
عدالت سے کہتی ہوں اے گلعذار — برے کام ہوں سلطنت میں ہزار
دو باتیں ہیں اس سلطنت میں عجیب — جسے ہوں میسر یہ اسکے نصیب
زمانہ میں افضل ہے عدل و سخا — نہوں وہ کہیں سلطنت کے سوا
جو ہو شاہ سب کی رعایت کرے — گدا کیا کسیکو عنایت کرے
جو قرآں میں ہے متقی کی ثنا — احادیث میں ہے سخی کی ثنا
کرے گر گنہ متقی وہ نہیں — جو بگڑے گنہ سے سخی وہ نہیں
سخی لاکھ دن میں کرے بد عمل — سخاوت میں اسکی نہیں کچھ خلل

سخی سے ہے خوش خالقِ بحر و برؐ ۔ کرے گر سخی عیب بھی ہو ہنر

وہ ہو مستحقِ سزائے فجور ۔ مگر دوست اللہ کا ہے ضرور

سخاوت کرے کون شہ کے سوا ۔ سخاوت کا ہے سلطنت میں مزا

کروں شوق سے اب بیانِ سخی ۔ کہ ظاہر ہو بی پہ شانِ سخی

سخی ایک آیا حضورِ نبیؐ ۔ کہ تھا دشمنِ اہلِ دیں وہ سخی

نبیؐ سے کیا سخت اس نے کلام ۔ ہوئے سنکے غصے رسولِ انام

نبیؐ نے یہ چاہا سزا دیں اسے ۔ کہ نفریں کریں بد دعا دیں اسے

وہیں آئے روح الامیں ناگہاں ۔ کہا ہے یہ حکمِ خدائے جہاں

کروں وہ جو کچھ تو کہے یا نبیؐ ۔ مگر قابلِ رحم ہے ہر سخی

یہ کافر ہے ہر چند پر ہے سخی ۔ یہ گستاخ بھی ہے مگر ہے سخی

جو حکمِ خدا سن لیا آپ نے ۔ جبھی دور غصہ کیا آپ نے

نبیؐ نے اِدھر دور غصہ کیا ۔ سخی نے وہیں بات سے پا لیا

کہا کیا سبب ہے رسولِ زماں ۔ ابھی آپ غصے ابھی مہرباں

پکارے یہ سنکر شہِ بحر و برؐ ۔ کہ دی مجھ کو جبریلؑ نے یہ خبر

کہ ہے تو سخی ایجوانِ عقیل ۔ کروں بد دعا سے نہ تجھ کو ذلیل

کہا اس نے اے سرورِ سربلند ۔ خدا کو ہے میری سخاوت پسند

نبیؐ نے یہ سنکر کہا ایجواں ۔ سخی پر خدا ہے مرا مہرباں

یہ بولا سخی سے جو خوش ہی خدا — تو ایسے خدا سے نہیں میں جدا
کروں مختصر حال اپنا بیاں — کہ مہماں کی خدمت سے ہوں شادماں
کسی روز مہماں جو آتا نہیں — تو کچھ میں بھی اُس روز کھاتا نہیں
یہ کہکر بنا وہ غلامِ رسولؐ — کیا دینِ اسلام دل سے قبول
پیمبرؐ سے پھر نعمتِ دیں ملی — سخاوت جو کی دولتِ دیں ملی
لکھو حال اک پارسا کا دلا — کہ تھوڑی سخاوت میں سب کچھ ملا

قصۂ مردِ بخیل و دخترِ سخیہ

لکھا ہے کہ موصل میں تھا اک بخیل — بخیلوں میں تھا بُخل سے بے عدیل
جو تھا دشمنِ اہلبیتِ نبیؐ — تو کہتی تھی خلقت اُسے خارجی
بُرا جانتے تھے پیمبرؐ اُسے — نہ اچھا سمجھتے تھے حیدرؑ اُسے
مگر دخترِ زوجۂ خارجی — کسی اور شیعہ کی اولاد تھی
غرض عقد جب خارجی نے کیا — اُسے ساتھ مادر نے اُسکے لیا
جو تھا قحط سالی سے غلہ گراں — تو دیتا تھا دختر کو دو قرص ناں
کسی روز آیا مکاں پر فقیر — کہ تھا وہ محبِ جنابِ امیر
کہا کوئی ایسا ہے گھر میں بی بی — کرے کچھ بنامِ نبیؐ و علیؑ
جو فاقہ سے ہیں میرے طفلِ صغیر — ہوئے تین دن ہیں نہ نان و پنیر
جو نامِ نبیؐ و علیؑ سن لیا — توقف نہ دختر نے دم بھر کیا

کہا گر خدا جان بخشے ہزار ؎ — کروں اہلِ بیتِ نبیؐ پر نثار
جو تھیں اُسکے حصّہ کی دو روٹیاں — وہ سائل کو دیکر ہوئی شادماں
چلا روٹیاں لیکے دَر سے فقیر — گیا گھر کو بشّاش دَر سے فقیر
جو دو روٹیاں تھیں برائے بخیل — نہ تھا اُسمیں حصّہ دواے بخیل
لگی بھوک جب دخترِ نیک کو — تو دو روٹیوں سے لیا ایک کو
ابھی کھا چکی تھی یہ روٹی کہاں — کہ آیا بخیلِ سیہ رو وہاں
غرض نصف روٹی کو بیجا نکر — اُسے اپنا حصّہ فقط جانکر
کہا میرا حصّہ جو تُو نے لیا — جو تیرا تھا حصّہ اُسے کیا کیا
یہ کہنے لگی دخترِ نیک بخت — کہ اے باپ اتنے نہوں آپ سخت
ابھی دَر پہ آیا ہوا تھا فقیر — وہ بولا کہ بچے ہیں میرے صغیر
ہوا ہے انھیں تیسرا روز اب — پڑے ہیں وہ فاقہ میں بیہوش سب
عیاں نور تھا چہرۂ زرد سے — کہا اسطرح کلمہ درد سے
کہ دو دوستیِ نبیؐ کے لئے — ملے کچھ محبتِ وصی کے لئے
ہوا اُسکی باتوں سے دل پر اثر — اُسی کو وہ دیں روٹیاں لے پدر
جو پایا اُسے دوستدارِ علیؑ — یہ سمجھا کہ ہے جاں نثارِ علیؑ
ہوا پھر تو برہم عدوئے علیؑ — یہ غصّہ میں کہنے لگا وہ لَلی
نہ زنہار اسکی خبر تھی مجھے — کہ کچھ ہے علیؑ کی محبّت تجھے

وہ بولی کہ دل ہے وصی پر فدا
مری جان آلِ نبی پر فدا

یہ سنتے ہی پھر بل اٹھا خارجی
جو جانا کہ ہے دوستدارِ وصی

کہا روٹیاں یں ہیں کس ہاتھ سے
بڑھا کر کہا اس نے اس ہاتھ سے

وہ بولا جو ہے دوستدارِ علیؑ
دل و جاں سے جاں نثارِ علیؑ

تو وے ہاتھ کاٹوں اسے جبر سے
ملاؤں تجھے دامنِ قبر سے

کہا کیا کہا تو نے اے جبر یہ
مرے دست و پا بھی ہیں کچھ چیز یہ

مری جان نامِ علیؑ پر نثار
یہ گھر بار سب اس ولی پر نثار

تو مختار ہے میری عزت نہ کر
مگر مجھ کو محتاجِ خلقت نہ کر

تو ہر چند دختر نے کی التجا
ہٹا کب ارادہ سے وہ پُر جفا

کہا دخت نے اے کریم الرحیم
عیاں تجھ پہ حالِ شقی و لئیم

ارادہ سے ظالم کے آگاہ ہے
عیاں تجھ پہ حالِ ہوا خواہ ہے

سمجھنا عدالت سے جلاد کو
پہنچنا مری داد فریاد کو

مگر رحم آیا نہ بد ذات کو
کیا قطع پہنچے سے پھر ہاتھ کو

ادھر ہاتھ کو کاٹ ڈالا شتاب
ادھر گھر سے اسکو نکالا شتاب

کہا رافضیہ کو کھانا دیا
کرے رحم مجھ پر نہ اب کبریا

گئی واں سے صحرا کو وہ دلفگار
گری جا کے زیرِ شجر ایکبار

بہا ہاتھ سے خون مضطر ہوئی
گیا ہوش بیہوش دختر ہوئی

غشی نے دبایا اسے بار بار
رہی سایۂ نخل میں دلفگار

غرض شہر موصل کا اک شہریار
محبّ علی تھا وہ پرہیزگار

جو آیا تھا گھر سے برائے شکار
نہ تھا شغل اسکو سوائے شکار

بیاباں میں گھوڑا اڑائے ہوئے
جو آیا ہرن کو دبائے ہوئے

ہوا پیچھے آہو کے جب بادشاہ
تو پیچھے رہی شاہ کی سب سپاہ

نگاہوں سے غائب ہرن ہو گیا
اسے سیر کا دشت بن ہو گیا

شجر دور سے ایک آیا نظر
مثالِ قدِ گلرخاں سربسر

عیاں سایۂ نخل سے نور کچھ
ہوا اک سر نخل سے دور کچھ

جو جلوہ یہ شہ کو نظر آگیا
بڑھا پھر تو زیر شجر آگیا

یہ دیکھا شجر پر ہیں طائر ہزار
زمیں پر ہے انبوہ وحشیوں کی قطار

فغاں کر رہے ہیں ادھر اور ادھر
مگر ایک دختر ہے زیر شجر

چڑھا ہے مہ حسن افلاک پر
پڑی ہے نصیبوں سے یہ خاک پر

نہ جنگل میں انساں کوئی ساتھ ہے
الگ دست ہیں سب جدا ہاتھ ہے

جگر سرد ہوتا ہے دیدار سے
جھپکتی ہے ہر آنکھ رخسار سے

نظر آئی جب صورت مہ جبیں
تو پھر شاہ گھوڑے سے اترا وہیں

اتارا غرض سر سے دستار کو
لپیٹا جو زخم طرحدار کو

لہو ہو گیا بند تدبیر سے
افاقہ ہوا اسکو تقدیر سے

وہیں کھولدی آنکھ اِک ناز سے　نظر آیا اِک شخص انداز سے
جھکی بہرِ تسلیم جب کی نگاہ　ہوا عقل سے اُسکے خوش بادشاہ
جو ہشیار کچھ پالیا طور سے　تو پھر حال پوچھا کیا غور سے
سُنی دخترِ پاک کی گفتگو　محبِّ علیؑ تھا شہِ نیکخو
اُسے عاشقِ مرتضےٰؑ جانکر　دل وجاں سے ہر بات کو مانکر
محبت ہوئی دخت سے شاہ کو　کیا شاہ نے خوش یداللہ کو
کہا دلمیں یہ شاہ نے بیشتر　جہاں میں مرا ایک ہی ہے پسر
اگر زخم اچھا ہو بیمار کا　پسر سے کروں عقد دلدار کا
یہ کہکر چلا خسروِ نامدار　کیا پیٹھ پر اپنی اُسکو سوار
چلا تھا ابھی سو قدم بادشاہ　کہ اتنے میں سب آن پہنچی سپاہ
کہا دخت کا حال سب یکبیک　کیا پھر عماری میں اُسکو سوار
جو گھر لیگیا صاحبِ تخت و تاج　محل میں جو پہنچی ہوا سب علاج
کئی دن میں اچھی ہوئی گلبدن　ہوئی اور بھی کچھ بہارِ چمن
وزیروں سے شہ نے یہ کی قال و قیل　کرو شہر میں جستجوئے بخیل
مرے پاس لاؤ اُسے ڈھونڈکر　گھروں میں بھی جاؤ اُسے ڈھونڈکر
مرے سامنے آئے جسدم لعیں　تو لوں اُس سے بدلا کرو تم یقیں

وزیروں نے نام و نشاں پوچھ کر کیا نوکروں سے بیاں سر بسر
محل میں محلہ میں بازار میں اُسے ڈھونڈ کر لائے دربار میں
کہا شہ نے اُس سے یہ دربار میں بنایا کنواں ایک گلزار میں
ارادہ کیا ہے یہ لے خارجی ملیں مجھ کو زندہ اگر رافضی
تو زندہ ہی ڈالوں اُنھیں چاہ میں عدم کو چلیں ہو کنواں راہ میں
کیا ہے کسی نے یہ مجھ سے بیاں جو ہے تیری بی بی کی دختر یہاں
وہ ہے رافضیہ بہر اک راہ سے گراؤں اُسے چاہ میں۔ چاہ سے
کہا اُسنے وہ میرے گھر میں نہیں کہاں اُسکو دیکھوں نظر میں نہیں
یہ سنکر پکارا شہِ نامدار اُسے لاکھ دینار اب ہے ہزار
پریشاں ہوا حکم سنکے بخیل زیادہ نہ کی خوف سے قال و قیل
کہا یوں ادب سے کہ فرمانروا کہوں سچ نہیں جھوٹ اسمیں ذرا
ہوئی بے ادب وہ کسی بات میں تو نقصاں کیا مینے اک ہاتھ میں
کیا قطع اک ہاتھ باہر کیا وہ لقمہ درندوں کے منہ میں دیا
وہ پہنچی بیاباں کے اندر کہیں درندوں نے کھایا ہے اُسکو وہیں
طلب کر لیا دخت کو شاہ نے دکھایا تو دیکھا بھی گمراہ نے
کہا دیکھ کر اُسے شہِ ذی شعور یہ ہے میری بی بی کی دختر ضرور
ہوا سچ تو ظاہر طرحدار کا عیاں ہو گیا ظلم بدکار کا

ہوا حکم سے خارجی سنگسار ۔ محل میں گئی دختر گلعذار
سنا شاہزادہ نے وصف جمال ۔ ہوا وصف سے دیکھنے کا خیال
دکھایا عزیزوں نے دلخواہ کو ۔ تجلی یہ پایا جو اس ماہ کو
ہوا عشق سے دور صبر و قرار ۔ بنا کیک شہزادہ نامدار
عزیزوں نے دی شاہ کو یہ خبر ۔ کہ دختر یہ عاشق ہوا ہے پسر
پسر سے یہ کی شاہ نے گفتگو ۔ پس پردہ ہے دختر نیک خو
اگر تم سنو گفتگوئے پدر ۔ تو بیٹا یہ ہے آرزوئے پدر
ترا عقد اس مہ جبیں سے کروں ۔ تجھے آسماں پر زمیں سے کروں
جو مرضی تمہاری ہو یہ کار ہو ۔ یہ بولا کہ مالک ہو مختار ہو
ہوا شاد شہزادہ ذی شعور ۔ کہا تابع حکم ہوں اے حضور
ہوا عقد رسم ضیافت ہوئی ۔ ملے دونوں آپس میں خلوت ہوئی
جو ان زلف و دیدہ سے آگاہ تھا ۔ نہ دست بریدہ سے آگاہ تھا
نہ شہ نے بتایا تھا اس حال کو ۔ پسر سے جتایا نہ اس حال کو
یہ مطلب نہ بی بی سے نفرت کرے ۔ میسر ہو صحبت تو عزت کرے
اکٹھے ہوئے شب کو دخت و پسر ۔ پس پردہ سلطاں تھا رات بھر
رہا آڑ میں اسلئے بادشاہ ۔ کرے شاہزادہ یہ چھپ کر نگاہ
کٹے ہاتھ سے جب خبردار ہو ۔ کرے منع اسکو جو بیزار ہو
ادھر شاہزادہ نے دیکھا جمال ۔ ادھر جان و دل کا ہوا اور حال

کیا حسن وخوبی نے جب بیقرار ۔ اُٹھا پایۂ تخت سے ایکبار

ملایا وہیں ہاتھ دلدار سے ۔ ہر اک بات کرنے لگا پیار سے

جو دُولہ پریشاں ہوا پیاس سے ۔ دُلھن پانی لینے اٹھی پاس سے

غرض جام اک دست چپ میں لیا ۔ اُسی ہاتھ سے اُسکو بھر کر دیا

کہا شاہزادہ نے یہ دیکھ کر ۔ کہ زوجہ ہے میری عطائے پدر

نہ افسوس تمیز ہے اسقدر ۔ کہ دست چپ و راس سے ہو خبر

کیا شاہزادہ نے جبتک خیال ۔ زیادہ دُلھن کو ہوا پھر ملال

ہوئی جب دُلھن کی یہ حالت عجیب ۔ ہوا منفعل شاہزادہ غریب

وہ غافل یونہی لیٹ کر سو گیا ۔ کہ سمجھی دُلھن تخت پر سو گیا

جو سمجھی کہ آنکھیں ملی خواب سے ۔ کیا اسنے تازہ وضو آب سے

دُلھن نے پڑھی پہلی جی سے نماز ۔ دوبارہ کیا سجدۂ کارساز

کہا روکے اے کارساز جہاں ۔ عیاں تجھپہ بالکل ہر راز جہاں

ترے دوستوں کے لئے ایخدا ۔ ہوا ہے یہ دست کنیزک جدا

اُنھیں کے تصدق سے امداد کر ۔ مری جان لے یا مجھے شاد کر

ہوئی روتی روتی جو بیہوش یہ ۔ مگر خواب میں بھی نہ خاموش تھی

دعا دمبدم تھی لب پاک پر ۔ نظر آیا جلوہ عجب خاک پر

کہ اترا ہے اک تخت افلاک سے ہوا متصل دامن خاک سے
کہ بی بی تو اک جا ہے کل مرد ہیں وہ رخ ہیں مہ و مہر بھی گرد ہیں
مکاں مثلِ خورشید روشن ہوا الگ شہر جنگل بھی گلشن ہوا
اُتر آئے سب تخت سے ایکبار لیا اُسکو آکر میانِ کنار
جو الفت سے چومی جبیں پیار میں تو شفقت سے بولی وہیں پیار میں
گیا اب زمانہ غم و رنج کا بھلا دو فسانہ غم و رنج کا
کہا فاطمہؑ نے کہ اے پارسا ہوئی آج مقبول تیری دعا
سرہانے پہ تیرے کھڑی ہے بتول ترے سامنے ہیں جنابِ رسولؐ
محمدؐ کے وہ پاس ہیں بوالحسنؑ وہ شبیرؑ و شبرؑ ہیں کل پنجتن
غرض پنجتن کا بتا کر نشاں علیؑ سے کہا اے امیرِ جہاں
تمھارے سبب سے کٹا ہاتھ یہ کرو اسکو ثابت تو ہو بات یہ
دعا کیجئے اپنے اللہ سے کہ ہو ہاتھ اچھا کسی راہ سے
سُنا فاطمہؑ سے جو یہ شاہ نے کیا ہاتھ اوپر یداللہ نے
کٹا تھا چھری سے جو ہیہات وہ ہولے لیا ہاتھ میں ہاتھ وہ
کٹا تھا جہاں سے وہیں جم گیا غرض سورہ فاتحہ دم کیا
ہوا ہاتھ حکمِ خدا سے درست بنام مرتضےٰ کی دعا سے درست
کرم اور یہ فاطمہؑ نے کیا دوبارہ بھی بوسہ جبیں پر دیا

ہوا ہاتھ اچھا جو اعجاز سے — گئے تخت پر سب دو انداز سے

گیا تخت وہ جانبِ آسماں — کروں بادشاہِ زمیں کا بیاں

کھڑا تھا وہ قصر پر بادشاہ — جو تھے کان با توبہ گھر نگاہ

ہوئی دیر جب کچھ نہ آئی صدا — اِدھر اور اُدھر سے نہ پائی صدا

کواڑوں کو اک راہ سے کھولکر — مکاں میں گیا خسروِ نامور ؛

مگر شاہزادہ پہ جب کی نظر — تو دیکھا کہ سوتا ہے وہ تخت پر

وہ دختر ہے سجادۂ پاک پر — جبیں ہے حضورِ خدا خاک پر

عبادت میں دل آنکھ ہے خواب میں — مگر اشک ہے چشمِ پُر آب میں

اُدھر ہاتھ قسمت سے پائے درست — اِدھر دن مقدر سے آئے درست

تعجب سے تھا شاہ کو یہ خیال — سو نو کو اک رات میں یہ کمال

جو دیکھا کیا غیرتِ ماہ کو — تو اک چھینک آئی وہیں شاہ کو

اٹھایا کہاں عاشقِ زار نے — جگایا مگر بختِ بیدار نے

اِدھر چھینک آئی اُدھر یہ اٹھی — گری تھی نہ اُٹھنے کو پھر یہ اٹھی

مقدر نے جب دم جگایا اسے — تو ثابت نظر ہاتھ آیا اسے

نصیبوں نے جب وقت یار کیا — ہوئی شاد سجدہ دوبارہ کیا

نہ سوجھا کوئی اب سوائے خدا — زباں پر تھا شکر و ثنائے خدا

نظر آیا جب شاہ تسلیم کی ؛ — ادب سے محبت سے تعظیم کی

کہا شہ نے سُنکر کہو بات یہ ۔۔۔ کہ اچھا ہوا کس طرح بات یہ
کہا حال دُختر نے سب خواب کا ۔۔۔ سُنا حال عاشق نے جب خواب کا
اُٹھا تخت سے شاہزادہ غریب ۔۔۔ کیا عذرِ تقصیر پیشِ حبیب
کروں ذکر اب شاہ کا مختصر ۔۔۔ ہوا شاد دونو کو خوش دیکھ کر
اُنھیں شادماں دیکھ کر بار بار ۔۔۔ محل کو گیا خسروِ نامدار
بڑھی شان دُنیا کے سامان سے ۔۔۔ ملی سلطنت ایک - دو نان سے
عقیلہ نے قصّہ کیا جب تمام ۔۔۔ **نفیسہ** نے بڑھ کر کیا یہ کلام
رعایت کا مؤمن کے ہی جو ثواب ۔۔۔ خدا کے سوا ہو نہ اُسکا حساب
رعایت کرے ہر طرح کی امیر ۔۔۔ نہ خیرات بخشے کسیکو فقیر
وہ کیا دے جو پابندِ افلاس ہو ۔۔۔ کرے جب رعایت جو کچھ پاس ہو
رعایت کا ہے مؤمنہ کی بیاں ۔۔۔ کہ ہو آپ پر حال سارا عیاں

قِصّہ ایک مرد مؤمن اور عورت مؤمنہ کا

یہ ہے نقل اِک عبدِ اللہ کی ۔۔۔ اُسے پیروی تھی اسی راہ کی
کہ ہووے سفر کعبۂ پاک کا ۔۔۔ سرِ راہ سُرمہ بنے خاک کا
خدا نے جنھیں مال و زیور دیا ۔۔۔ تو حج کا اُنھوں نے اِرادہ کیا
بڑا عبدِ اللہ اس کار میں ۔۔۔ چلا اُونٹ لینے کو بازار میں

جو دینار تھے پانچسو ہاتھ میں — انہیں لیگیا بات کی بات میں

گیا پر سواری نہ بہتر ملی — ہلا اونٹ اسکو نہ خچر ملی

چلا پھر نہ ٹھیرا گزرگاہ میں — اسے ایک عورت ملی راہ میں

کہ ہے مزبلہ پر سرِ راہ وہ — تو مُردہ ہے مرغی لئے آہ وہ

سنبھالے ہوئے ہے اِدھر ہاتھ سے — اُدھر صاف کرتی ہے پر ہاتھ سے

مگر صاف کرتی ہے اس طور سے — نہ دیکھے کوئی راہ میں غور سے

کھڑا ہو گیا یہ اُسے دیکھکر — تعجب سے بولا کہ اے بے خبر

نہیں کچھ خیالِ حرام و حلال — بتا تو کہ ہے کون اے پیرزال

یہ بولی کہو کچھ نہ اب وہ تم — کوئی ہوں نہیں اپنی چلو راہ تم

کہا اس نے للہ ہے یہ سوال — سُنا کچھ تو احوال اے پیرزال

یہ بولی خبردار ہو بات سے — کہ عورت ہوں میں تخمِ سادات سے

مری لڑکیاں تین ہیں اے عزیز — کہ حاصل نہیں انکو سنِ تمیز

گئی ہیں یونہی تین راتیں گزر — کہ فاقہ سے روتے ہیں شام و سحر

کہ بیوہ ہوں عورت میں نادار ہوں — غرض مارے فاقوں کے ناچار ہوں

جو روزی نہ عرشِ بریں سے ملی — تو مُردہ یہ مرغی زمیں سے ملی

غذا ہے یہ اُن لڑکیوں کے لئے — ہر اک گوشت فاقہ میں کھا کر جئے

مرا آج فاقہ سے ہے اور حال — مجھے ہو گئی ہے یہ مُرغی حلال

وہیں کانپ اُٹھا سُنا حال جب — بدن پہ کھڑے ہو گئے بال سب

کہا اپنے دلمیں کرو غور اب — کہ اس سے بھی بہتر ہے حج اور اب

کہا اُس نے اے سیّدہ خوشخصال — نہیں آپ کو اب یہ مُرغی حلال

ذرا کھولدو اپنا دامن شتاب — کروں نذر کچھ ہے یہ کارِ ثواب

کُھلا دامنِ پاک اِکبار سب — دیئے اُسکے دامن میں دینار سب

خوشی سے وہ گھر کو ہوئی جب رواں — گئے یہ بھی گھر کی طرف شادماں

عبادت کو اپنی زیادہ کیا — نہ اُس سال حج کا ارادہ کیا

حرم کو گئی اِک جماعت بڑی — وَطن کو پھرا قافلہ جس گھڑی

جو کی پھر مُلاقات اَحباب سے — سُنی بس یہی بات اَحباب سے

پکڑتا ہے کیوں ہاتھ اَحباب کے — کہ تھا کیا نہ تو ساتھ اَحباب کے

مشرّف ہوا جب ملاقات سے — تعجب تھا اَحباب کی بات سے

ہوئی رات جب نیند آئی اُسے — پیمبر نے صورت دکھائی اُسے

یہ ارشاد خیر الوریٰ نے کیا — جو تُو نے مری بیٹیوں کو دیا

ہوئی اسلئے رحمتِ کبریا — خدا نے فرشتہ مقرر کیا

تِری شکل و صورت کا ہی اِک ملک — کریگا سدا حج قیامت تلک

طوافِ حرم کا ہے جو کچھ ثواب — وہ تیرے لئے ہے بروزِ حساب

نبیؐ سے سُنا جب ہوا شاد یہ — بنا پھر تو دنیا سے آزاد یہہ

نبی کی طرف سے ہدایت ہوئی
رعایت سے اُس کی رعایت ہوئی

آگے حور النسار کی تقریر سراپا تاثیر قابل تحریر ہے

عقیلہ نفیسہ نے جب یہ کہا
پکاری یہ شہزادی مہ لقا

بلا بات کرنے کو حیلہ سنو
نفیسہ سنو اب۔ عقیلہ سنو

عدالت زمانہ میں آسان نہیں
کریں سلطنت عام شایاں نہیں

یہ ہے منصب انبیا اوصیا
کریں اجرا انکے جو ہوں اولیا

نہ یہ بات کرکے کنارہ کروں
عیاں حال قصوں میں سارا کروں

خدا کے لئے دے جو مال حلال
تو کیا اس سے بہتر ہے اے نیک فال

جو بخشے سخاوت میں مال حرام
تو اس سے برا بھی نہیں اور کام

سخاوت تو کی سو منو کی بیاں
حقیقت بھی انکی ہوئی کچھ عیاں

دیا مال طیب خدا راہ میں
ہوا جلد مقبول درگاہ میں

سخاوت یونہی کرتے ہیں متقی
وہ بنتے نہیں نام کو کچھ سخی

دیا مال طیب مگر کم دیا
نہ لاکھوں دیے ایک درہم دیا

سخی متقی کے برابر نہیں
دلاور بہادر بھی ہمسر نہیں

نہیں متقی کا کسی سے فنا
ہمیشہ ہے نفس دنے پر جما

اسی ہے تمیز حرام و حلال
یہ دیتا ہے خیرات میں پاک مال

کلام خدا سے ہوا یہ عیاں — کہ ہے متقی مستحق جناں

ریا سے بنے گر گدا متقی — تو شاہوں سے بہتر جو ہو دیں غنی

ریا سے اگر ہووے ترکِ گناہ — تو بہتر ہے وہ بھی خدا ہے گواہ

جو کوئی سخاوت ریا سے کرے — وہ اُمّید کیا کبریا سے کرے

کہاں اُسکو انجام سے ہے غرض — ہوا نام جب نام سے ہے غرض

سخاوت میں شہرت کی پروا نہو — سخاوت وہی ہے کہ چرچا نہو

اگر دے خدا پاک کے نام پر — وہ ظاہر نہو خاص و عام پر

رہیں بند لبِ خاص اور عام کے — سخاوت نہو واسطے نام کے

کسیکو نہ دے مال مُنہ دیکھ کر — جو دے کچھ چھپے آپ مثلِ نظر

جسے دے اُسے بھی نہو یہ خبر — کہ ہے کون کس نے دیا مال و زر

مگر بادشاہوں کا یہ حال ہے — وہ اُنکا ہے جو غیر کا مال ہے

کسی سے تو چھینا کسیکو دیا — فقط مفت میں نام اپنا کیا

سخاوت وہ شہ کے لئے ہے عذاب — ملے مالکِ مال کو سب ثواب

کہاں سلطنت میں ہے مالِ حلال — کرے جس سے سائل کا پورا سوال

سخاوت ہے شہ کی مثالِ فقیر — سُنیں آپ محفل میں حالِ فقیر

قصّہ ایک فقیر پُر تزویر کا کہ جو جنّوں سے مال منگا کر

خیرات کرتا تھا اور فقط نام پر مرتا تھا - ایک طالب علم کی ہدایت سے راہ پر آیا - دُنیا کو کھویا دین کو پایا -

سُنا ہے کسی شہر میں تھا فقیر
ہوئے اُسکے تابع صغیر و کبیر

سخاوت بھی منظور آفاق میں
اِسی سے تھا مشہور آفاق میں

کِھلایا کیا سینکڑوں کو طعام
فقیروں کا دَر پر رہا اژدحام

ہزاروں ہی محتاج مفلس غریب
ہمیشہ سے رہتے تھے دَر کے قریب

ہزاروں مسلماں بنے مُعتقد
سمجھتے تھے اپنا اُسے مجتہد

نہ باہر تھے اُسکی کسی بات سے
سمجھتے تھے اہلِ کرامات سے

کوئی طالب علم صاحب شعور
جو رہتا تھا اِس شخص سے دُور دُور

جو آتا قریب مکانِ فقیر
مذمّت سے کرتا بیانِ فقیر

کسی شخص نے یہ کہا اے عزیز
تجھے یُوں تو ہے ہر طرح کی تمیز

کہ ہے صاحبِ علم دیندار ہے
تو پھر کیوں فقیروں سے بیزار ہے

یہاں پر جو ہے اہلِ دل اک فقیر
نہیں ہے فقیروں میں جسکا نظیر

ارم سے ہے بڑھ کر مکانِ فقیر
زیادہ ہے رضواں سے شانِ فقیر

زیارت کو جاتے اگر آپ بھی
تو قبلہ یہ کرتے نظر آپ بھی

کہا طالب علم نے اے رفیق
نہ اُسکا تمہارا ہے اچھا طریق

نہ ابلیس سے کم ہے رُوئے فقیر ۔ کریں کسطرح آنکھ سوئے فقیر
نہیں ہے مکاں کم ہمیں دیو سے ۔ اٹھی گا مزا خاک پھر سیر سے
سُنی بات جب یار نے یار سے ۔ کبھی وہ فقیر سیہ کار سے
سُنی بات غصّہ میں آیا فقیر ۔ کہا یہاں تلک گروہ آئے شریر
سزا بات کہنے کی دوں میں اُسے ۔ نظر آئے وہ دیکھ لوں میں اُسے
جھٹلایا ہماری کرامات کو ۔ دکھاؤنگا میں دن اُسے رات کو
کُھلی اسطرح جب باتِ فقیر ۔ سنا معتقد نے بیانِ فقیر
کہا طالب علم سے صاف صاف ۔ بیاں میں نہ مُوبھر کیا اختلاف
کیا اُسکو آگاہ ہر بات سے ۔ کہا ہو مُشرف مُلاقات سے
جو سمجھا مُلاقات کرتا نہیں ۔ ٹھکانے کی کچھ بات کرتا نہیں
کہا یہ تمھارا تھا کچھ امتحاں ۔ بناتے ہو باتیں نہیں مہرباں
جو جاتے وہاں دیکھ لیتا تمھیں ۔ سزا بات کہنے کی دیتا تمھیں
یہ سُنکر پکارا جوانِ سعید ۔ مجھے دیکھ سکتا ہے کیا وہ پلید
ہمارا جو کرتے ہو کچھ امتحاں ۔ چلو دیکھ لو تم بھی اے مہرباں
جو اُسکو خیالِ کرامات ہے ۔ تو مجھکو بھی شوقِ ملاقات ہے
یہ کہکر گیا پھر حضورِ فقیر ۔ یہ دیکھا کہ در پہ ہیں حاضر امیر
کسیکو کیا کچھ نہ مجرا سلام ۔ کہا بھی تو سب سے بگڑ کر کلام

یہ غصہ میں آ کر پکارا فقیر
کیا کچھ نہ میرا ادب اے شریر

بلا سے نہ کچھ میرے تعظیم کی
ادا کیوں نہ کی رسم تسلیم کی

کیا میں نے کیا تیرا ایسا قصور
کہ رہتا ہے اے یار تو دور دور

ہزاروں ہمیشہ غریب و فقیر
مرے در پہ کھاتے ہیں نان و پنیر

سخاوت سے روشن مری عام پر
تو لعنت کے قابل ہوں اس کام پر

کہا طالب علم نے اے فقیر
تجھے جانتے ہیں جو اچھا امیر

وہ واقف نہیں ہیں ترے حال سے
خبردار ہوں میں تری چال سے

وہ بولا نہ یونہی یہ باتیں کہو
اگر چار دن پاس میرے رہو

دکھاؤں تمہیں بھی کرامات کچھ
جو ٹھہرو تو دیکھو طلسمات کچھ

یہ بولا ٹھہرتا ہوں اس بات سے
نہ کھاؤں گا کھانا ترے ہات سے

وہ بولا ہر اک چیز تیار ہے
اگر تو نہ کھائے تو مختار ہے

ٹھہرنے پہ آمادہ پایا اسے
اٹھا کر مکاں میں بٹھایا اسے

کیا کھانا کھانے مکاں پر غریب
ہوئی رات دیکھے تماشے عجیب

مکاں کا کیا بند در پیشتر
کتابوں پہ کرنے لگا پھر نظر

غرض خواب سے جب غافل ہوا
مکاں میں وہ درویش داخل ہوا

جگا کر کیا ہاتھ اوپر بلند
کہا پھر کہ لے سیب اے ہوشمند

یہ بولا خبر ہے ہر اک بات سے
کوئی شے نہ لوں گا ترے ہات سے

جو کچھ تابعِ حکمِ جنّات تھے | اشارہ پہ موجود دن رات تھے
اُنھیں سے منگاتا یہ مشہور چیز | وہ لاتے جو ہوتی بہت دور چیز
مگر طالبِ علم یہ ہیزگار | یہی بات کہتا رہا بار بار
نہ دے مجھ کو دھوکا تو اے بوالہوس | نجس تو ہے یہ چیز تیری نجس
ہمیشہ وہ تحفے منگاتا رہا | یہ ویسی ہی سید بھی سُناتا رہا
بس اک رات جب گیا خواب میں | تو دیکھا تماشا نیا خواب میں
بڑے ساز و سامان سے رہوار ہیں | تکلف سے گھوڑوں پہ اسوار ہیں
یہ جو پیدل تھے پیچھے رواں صف بصف | یہ بولا کہ جاتے ہو تم کس طرف
تو کہنے لگا ایک اے نوجواں | یہ لشکر نبیؐ کی طرف ہے رواں
یہ بولا کہو ساتھ میں بھی چلوں | جو پکڑو مرا ہاتھ میں بھی چلوں
اشارہ سے بولا وہ درگاہ ہے | چلو ساتھ میرے یہی راہ ہے
چلا ساتھ لشکر کے مردِ غریب | یہ دیکھا تماشا پہنچکر قریب
تمامی کا خیمہ ہے اِک شان سے | سجاوٹ ہے دنیا کی سامان سے
پکارا یہ کس کا ہے خیمہ عجیب | وہ بولا ہے اسمیں خدا کا حبیبؐ
گیا در پہ خیمہ کے مردِ سعید | نظر آیا در پہ فقیرِ پلید
کہا طالبِ علم کو اے شریر | کہو جانے دے یا نہ دے یہ فقیر
ستایا کیا تو مجھے بار بار | مرا دیکھ دربار میں اختیار

کہ جو چاہوں ڈوریے اوپر کروں / کروں تمکو باہر کہ اندر کروں

یہ بولا خفا ہو نہ اے پیرِ مست / تو ہی تابعِ کفر ہیں حق پرست

تری چال سے ہیں خبردار ہم / نہ رکھیں گے خیمہ کے اندر قدم

بڑھیں آگے اپنی حقارت کریں / وہاں کون جسکی زیارت کریں

جو دربان یہاں تمسا گمراہ ہو / تو کیونکر نبیؐ کی یہ درگاہ ہو

تجھے اپنی جنّات پر ہے نظر / رسولِ خدا کی کہاں ہے خبر

غرض جب تلک بادشاہِ فلک / نہ پہنچائیں اُمت کو جنت تلک

بڑھائیں گے ہرگز نہ سامان کو / چھپائیں گے سب شوکت و شان کو

جو دُنیا رُدوں پر تبرّا کہیں / تمامی کے خیمہ میں کیونکر رہیں

بھلایا ہے اسبات کو اے غبی / کہ حیدرؑ ہے بابِ علومِ نبیؐ

جو ہوتا یہاں خیمۂ مصطفےٰؐ / تو ہوتے فقط اس جگہ مرتضےٰؑ

نبیؐ سے الگ ہو کہاں مرتضےٰؑ / جہاں مصطفےٰؐ ہو وہاں مرتضےٰؑ

کہا اس طرح پر جو دیندار نے / سُنا سب فقیرِ ریاکار نے

نہ غافل ہوا خواب میں جب جواں / نہ ٹھہرا فقیرِ بلاکش وہاں

کہا پھر جو آیا ملاقات کو / کہ دیکھی کرامات کچھ رات کو

یہ بولا کراتا ہے کس سے ثنا / یہ باتیں مریدوں سے اپنے بنا

اگر پاؤں پر بات سُنکر فقیر / کہا مرحبا اے غلامِ امیر

ترے آگے ہم بھی ہوئے آج پست
حقیقت میں ہے یار تو حق پرست

کریں وصف تیرا ہے جتنا بنے
بنے بھی مسلماں تو اتنا بنے

جو پہلے فقیروں کا تھا مجتہد
بنا آج سے آپ کا معتقد

ہدایت مجھے آج فرمائیے
جو ہو راہ سیدھی وہ بتلائیے

کہا منع کرتا ہوں اسبات سے
منگاؤ نہ تم مال جنات سے

اسکا تو زر آپکا ہات ہے
ہٹاؤ تمھیں یہ بھی خیرات ہے

تمھارے لئے حشر کو ہے عذاب
گیا مال جسکا اسی کو ثواب

کرو دور جنات کو سات سے
مناسب ہے محنت کرو ہات سے

صلہ مال طیب کا ہے بیحساب
جو تھوڑا بھی بخشو بہت ہے ثواب

خدا جس سے راضی ہو ایسا کرو
نہ لاکھوں کرو خرچ پیسا کرو

یہ دنیا کی چھوڑو کرامات تم
سنو شوق سے یہ مری بات تم

نہ دو جان دنیا کے آرام پر
لگاؤ نہ دل یاں کسی کام پر

بھلاؤ جہاں کے طلسمات تم
خدا کی کرو یاد دن رات تم

کوئی بات اپنے نہ جی سے کرو
کرو بھی تو حکم نبیؐ سے کرو

جو چاہو خوشی مصطفےٰ کی کرو
تو تم پیروی مرتضےٰ کی کرو

کھڑے ہو فنا کی جو تم راہ میں
گزر بس کرو اس گزر گاہ میں

نہ پہنو دوشالہ لنگوٹی کرو
مسافر ہو منزل نہ کھوٹی کرو

یہ سنتے ہی تائب ہوا وہ فقیر
رہا پھر نہ دامِ ہوس میں اسیر

بیاں جب یہ سارا کیا حور نے
یہ سب ہے اشارہ کیا حور نے

سنی سب نے میری غور سے
سخاوت ہے شاہوں کی اسطور سے

کہوں اور بھی بات کچھ اُدھر
خلافت کے قابل ہیں ایسے بشر

ذکرِ جنابِ اسد اللہ الغالب علی ابنِ ابی طالب

یہ کہتے ہیں عباسِ عالی مقام
گیا ایک دن میں حضورِ امام

قیافہ سے مجھ کو یہ آیا نظر
کہ فاقہ سے ہیں جاں بلب راہبر

پڑے ہیں سرِ خاک پر بوتراب
فقط سنگریزہ ہے فرشِ جناب

کہا رو کے اے رہنمائے جہاں
عجب حال میں دیکھتا ہوں یہاں

رہے یوں تو فاقوں سے شام و سحر
نہ ایسا کبھی حال تھا بیشتر

خلیفہ ہو ظاہر ہیں تم یا امیر
خلافت میں سب کچھ ہے نان و پنیر

تناول نہ ہر روز فرمائیے
بھلا دوسرے دن تو کچھ کھائیے

مناسب نہیں روز فاقہ رہے
کہ فاقوں سے کچھ تو افاقہ رہے

چچا سے یہ کہنے لگے مرتضٰےؑ
خلافت یہ آساں نہیں ہے چچا

نگاہوں میں ہر دم ہے روزِ قیام
مجھے فکر ہے رات دن یہ مدام

خلافت میں ہیں میری یتیم و غریب
جو فاقوں سے مرنے کی ہوویں قریب

کہیں پھر خدا سے یہ روزِ معاد — کہ فاقہ تھا ہمکو علیؑ سے زیاد
نہ لی بھوک میں کچھ ہماری خبر — زمانہ کی رکھتے تھے ساری خبر
کرے اِس طرح سے جو کوئی خطاب — بتاؤ تو اُسکا ہے پھر کیا جواب
طبیعت سے یہ خوف جاتا نہیں — اسیواسطے روز کھاتا نہیں
یہ دم جب تلک لب پہ آتا نہیں — تو کچھ تب تلک میں بھی کھاتا نہیں
جو ہے سنگریزوں پہ اپنا قیام — خلیفہ کو بہتر یہی ہے مقام
خلیفہ کو زیبا ہے ایسی جگہ — کوئی اَور ٹھیری نہ جیسی جگہ
کریں عیش یہ وہ خلیفہ نہیں — لگا ہوں میں دُنیائے جیفہ نہیں
سُنی جب یہ تقریر عبّاس نے — تو کی دا پہ تحریر عبّاس نے
کہاں سلطنت ایسا ویسا کرے — کرے سلطنت بھی تو ایسا کرے
یہ شایاں نہیں سب عدالت کریں — جو ایسے ہی ہوں تب عدالت کریں
جسے دے خبر عالم الغیب کچھ — کرے وہ عدالت نہیں عیب کچھ
رہِ عدل ہے ایک مشکل مقام — کہوں وہ کہ سچّا ہو میرا کلام
جو اہلِ تصوّف کی ہے اِک کتاب — اُسی سے یہ مضموں کیا اِنتخاب
صفائی سے صوفی نے لکھا وہ حال — یہ ہے صوفیِ صاف دلکا بیاں
سُنیں خاص مجلس میں میرا کلام — یہ ہے قصۂ جابرِ نیک نام

قصۂ حضرت جابرِ انصار اصحاب

رسولِ مختار رجانباز حیدرِ کرّار

حضورِ نبیؐ جابرؓ نامدار
جو اِک روز آئے بہت بیقرار

نبیؐ سے کیا ذکر افلاس کا
ہوا کچھ گِلا بھوک اور پیاس کا

غرض درمیاں ایک دو سال کے
شتر آئے اِک مُلک سے مال کے

کیا مال تقسیم اصحاب کو
ملی دولتِ پاک احباب کو

نبیؐ نے جو کچھ اپنا حصّہ لیا
وہ سب جابرِ باوفا کو دیا

رسولِ خدا کی عطا دیکھ کر
شہِ لافتا کی سخا دیکھ کر

دیے اپنے حصّے بھی اصحاب نے
لیا مال سے کچھ نہ احباب نے

ملے اُونٹ جب سر بسر مال کے
گئے لیکے جابرؓ شتر مال کے

مکاں پر گئے بند پائے کواڑ
تو دی در پہ دستک ہلائے کواڑ

جو کچھ دیر تک شور و غوغا کیا
تو زوجہ نے جابرؓ کی دَر وا کیا

کہا پھر یہ جابرؓ کا منہ دیکھ کر
کہ کیوں آپ بشّاش ہیں اِسقدر

یہ بولے سب مجھے خوش خدا نے کیا
نبیؐ نے کیا مرتضےٰؑ نے کیا

دیا مال و اسباب بھر کر شتر
کہ دیکھو وہ باہر ہیں۔ دَر پر شتر

زنِ مؤمنہ نے دیا یہ جواب
کہ دولت سے بشّاش ہیں اب جناب

تعجّب ہوا مجھ کو اِس بات سے
کہ جابرؓ ہیں بشّاش کس بات سے

نبیؐ سے نہ عقبےٰ کو حاصل کیا
شہِ دیں سے دُنیا کو حاصل کیا

کوئی مال ہوتے اگر مالدار — نہ کرتے نبیؐ فقر پر افتخار
کوئی چیز ہوتی جو نان و پنیر — نہ کھاتے علیؑ خشک نانِ شعیر
اگر خوب ہوتا لباسِ حریر — تو زہراؑ بناتی نہ رختِ حصیر
جو ہوتا بُرا فاقہ جاں شکن — تو بھوکے نہ رہتے حسینؑ و حسنؑ
جو ہیں پنجتن خاصۂ کبریا — انھیں کی ہے خاکِ قدم کیمیا
نہیں ہیں یہ حکمِ خدا سے جدا — جو یہ بھی کہیں کچھ کرے وہ خدا
خوشی سے جو کھانے یہ کھایا کریں — سدا خوانِ جنت سے آیا کریں
مگر شاد ہیں بھوک اور پیاس سے — نہیں تنگ دنیا میں افلاس سے
خفا اب نہ ہونا مری بات سے — مجھے ہے تعجب تری بات سے
نبیؐ کی تو فاقہ سے اولاد ہو — ترا پیٹ کھانوں سے بھی شاد ہو
نہ اب فکر جان و بدن کی کرو — فقط پیروی پنجتن کی کرو
رہِ رزق ہر چند مسدود ہے — مگر رازقِ خلق موجود ہے
خبر ہر طرح سے وہ لے رات کو — جو دن کو نہ پہنچے تو دے رات کو
زیادہ کہیں رزق کم ہے کہیں — زمانہ میں بے رزق کوئی نہیں
جنھیں یاد ہر دم ہے روزِ حساب — وہ کھاتے نہیں وزنان و کباب
جو ہو ویں میسر بھی کھانے سبھی — تو کھاتے نہیں پیٹ بھر کر کبھی
ہٹاؤ سبھی آؤ نٹ اکبار تم — نہ لو سر پہ دنیا کا انبار تم

کہو یہ نبیؐ سے کہ اے راہ بر — گزارش ہے بندہ کی یہ مختصر

رہیں ہم نہ یہ مال قائم رہے — وہ بخشو جو عقبےٰ میں دائم رہے

کہی بات زوجہ نے جب دور کی — دل وجاں سے جابرؓ نے منظور کی

مکاں سے پھرا جابرؓ نیک خو — نبیؐ کے کئے اونٹ سب روبرو

یہ کی عرض جابر نے پیش رسولؐ — کہ بندہ کی زوجہ کنیزِ بتولؑ

یہی عرض کرتی ہے آداب سے — نہیں کچھ غرض مال و اسباب سے

نہیں مالِ دنیا کی حاجت ہمیں — عطا ہووے عقبےٰ کی دولت ہمیں

نبیؐ پر جو ظاہر ہوا مدعا — تو حق میں ان دو مرد کے کی دعا

گئے خلد کو جب رسولِ انام — تو زندہ رہے جابرِ نیک نام

انھیں یوں تو فاقہ تھا اس روز کا — کسی روز فاقہ تھا دس روز کا

جو فاقہ سے مرنے کے پہنچے قریب — تو کنبہ کی حالت ہوئی بس عجیب

پکاری یہ رو کر زنِ پارسا — کہ جابر کوئی چیز اس وقت لا

وگرنہ ہوئیں آج جانیں تلف — کرو غور اطفال کے بھی طرف

پکارے یہ جابر کہ اے بیقرار — کہ اک گائے آتی ہے یاں بار بار

کئی بار دوڑی پہ پایا اسے — غرض ہر طرح سے ہٹایا اسے

کہا اسکی زوجہ نے اے نیکفال — وہ گائے ہمارے لئے ہے حلال

جو آجائے پھر ذبح اسکو کرو — تمہارے لئے ہے نہ بھوکے مرو

ابھی نیک زن کر رہی تھی کلام — کیا اُسنے ڈیوڑھی پہ آکر قیام
کیا ذبح دیندار نے دیکھ کر — ضعیفہ جو اک در پہ آئی نظر
غرض گوشت پر وہ بھی مائل ہوئی — دیا گائے کا سر جو سائل ہوئی
یہودی کو تھی گائے کی بس تلاش — کلیجہ تھا اُسکی لئے پاش پاش
ضعیفہ کے سر ہاتھ میں دیکھ کر — یہ پوچھا کہاں سے ملا ہے یہ سر
پکاری ضعیفہ کہ نادار ہوں — بہت کھانے پینے سے ناچار ہوں
یہ نعمت کہاں تھی میسر مجھے — تو بخشا ہے جابر نے یہ سر مجھے
ضعیفہ کی جب سن چکا گفتگو — تو جابر کے اُسکو کیا روبرو
کہا سر ضعیفہ کو تم نے دیا — یہ بولے کہ ہاں اس نے ہم سے لیا
ضعیفہ کا چھوڑا نہ واں ہاتھ پھر — مکاں پر اُسے لیگیا ساتھ پھر
کیا پہلے سر قوم کے روبرو — سُنائی ضعیفہ کی پھر گفتگو
یہودی نے پھر شور و غوغا کیا — بناوٹ سے لوگوں میں شہرہ کیا
یہ آپسمیں تھی ہر گھڑی قال و قیل — مسلماں ہوئے آج بالکل ذلیل
جو منظور ہو بات احباب کو — تو نادم کرو چل کے اصحاب کو
اسی بات پر مشورہ ہو گیا — جو تھا خشک دل وہ ہرا ہو گیا
ابوبکرؓ تھے جانشین رسولؐ — کہاتے تھے حامی دین رسول
گئے لوگ دربار میں مکر سے — کہا حال جابر کا بوبکرؓ سے

سُنا جب خلیفہ نے کارِ عجب
کیا پھر تو جابر کو گھر سے طلب

جو آئی نہ کچھ حال اخفا کیا
بیاں سب یہودی کا دعویٰ کیا

کہا تو نے کی ذبح گاوِ یہود
کیا اسنے اقرار - پڑھ کر درود

دیا حکم پھر ہاتھ کاٹیں شتاب
چلا لیکے جلاد خانہ خراب

کھلا حال اطفال پر آب کا
دیا ساتھ لڑکوں نے بھی باپ کا

ملے راہ میں اشرف الاوصیا
جو جابر نے دیکھا انھیں رو دیا

جو کی سب حقیقت علیؑ سے بیاں
تو کہنے لگے بادشاہِ جہاں

بہت سر جدا ہو گئے سادات کے
نہ مضطر ہو کٹنے پہ تم ہات کے

یہ بولے کہ اے بادشاہِ زمین
میں ہاتھوں کے کٹنے پہ روتا نہیں

یہ رونا ہے اسبات پر یا امام
میں جاؤنگا جب پیشِ خیر الانام

یہ فرماوینگے اشرف الانبیا
کہ جابر مرے بعد یہ کیا کیا

ہٹا یا کبھی مال بخشا ہوا
کٹے ہاتھ چوری میں یہ کیا ہوا

کرینگے نبیؐ جب ملامت مجھے
تو ہوگی نبیؐ سے ندامت مجھے

یہ جابر سے بولے وصیِّ نبیؐ
ڈرو مت مرے ساتھ آؤ ابھی

اُسے لیکے ساتھ مشکل کشا
گئے پاس بوبکرؓ کے مرتضےٰؑ

یہ بولے خلیفہ سے شیر اِلٰہ
دیا کس طرح حکم یہ بے گواہ

خلیفہ نے سُنکر دیا یہ جواب
شہادت کی حاجت تھی بوتراب

کیا آپ جابر نے اقرار جب / تو کیونکر گواہوں کو کرتا طلب

کہا ہے گواہوں میں کچھ منفعت / کہ اسمیں خدا کی ہو کچھ مصلحت

یہ بولے کہ اے ابنِ عمِ رسولؐ / جو کچھ آپ فرمائیں سب ہے قبول

بلاتا گواہونکو انکار پر / شہادت نہ لی میں نے اقرار پر

کہا خیر اب دیکھ عدلِ امیر / کروں وہ کہ جانیں صغیر و کبیر

منادی ہو اب شہر و بازار میں / کہ حاضر ہوں سب لوگ دربار میں

منادی سے جس دم ہوا اژدحام / ہوا پھر یہ جابر کو حکمِ امام

کرو جمع گائے کے عضوِ بدن / اٹھا واں سے جابر یہ سنکر سخن

جو لے آیا ٹکڑے وہ سب گائے کے / اکھٹے ہوئے عضو جب گائے کے

یہودی سے بولے کہ انصاف کر / جو کرتا ہے اب بھی بیاں صاف کر

جواب بھی ہٹا کلمہ صاف سے / تو کچھ اور ہوویگا انصاف سے

رہا وہ تو قائم اسی بات پر / قضا لگ رہی تھی ادھر گھات پر

علیؑ نے یہودی کا سر کاٹ کر / تو رکھا وہیں گائے کے گوشت پر

کیا آپ نے پھر یہ سر سے بیاں / کرو حال گائے کا سب عیاں

یہ فرق یہودی نے کی گفتگو / سنو حال گائے کا اب مو بمو

بہت روز گزرے جو لایا اسے / کہ تھی عمر تھوڑی جو لایا اسے

مکانوں میں پوشیدہ پالا اسے / جو کچھ رنگ بدلا نکالا اسے

پیا دودھ گائے کا حسب مراد
اٹھایا ہے بچوں سے اسکے مقام

حقیقت میں گائے کا یہ حال ہے
جو پوچھو تو جابر کا یہ مال ہے

سنو حال اب مختصر گائے کا
دھرا تن یہ گائے کے سر گائے کا

علیؑ نے یہ کی عرض اللہ سے
جو مانگوں ملے مجھ کو درگاہ سے

دعا ہے یہی جلد جاں دے اسے
سکے کچھ یہ نطق زباں دے اسے

یہ کہتے ہی سر کو اشارہ کیا
کہا کیوں تجھے پارہ پارہ کیا

کیا حکم خالق سے سر نے کلام
کہ میری حقیقت ہے یہ یا امام

جو جابر کے گھر سے نکالا مجھے
چھپا کر مکانوں میں پالا مجھے

الگ میں کھڑی تھی بیاباں مکاں
فرشتہ نے آکر کہا ناگہاں

جو جابر تری جاں کا مختار ہے
تو وہ مارے فاقوں کے ناچار ہے

روانہ ہو اسکی طرف شوق سے
جو کھائیگا جابر تجھے ذوق سے

تو بچ جائیگا بھوک سے دل کباب
قیامت کو تیرے لئے ہے ثواب

فرشتہ سے سنکر ہوئی بیقرار
گئی گھر میں جابر کے میں بار بار

کیا ذبح فاقہ میں آخر مجھے
بنایا عدم کا مسافر مجھے

کہ مالک ہے جابر مرا اے جناب
یہ میری حقیقت ہے یا بوتراب

یہودی کو جیسا تھا ویسا کیا
کیا وہ کسی نے نہ ایسا کیا

بندھی خلق میں اہل دیں کی نمود
مسلماں ہوے صاف دل سے یہود

مری بات پر ہو اگر غور کچھ | تو پھر کہہ چلوں مختصر اور کچھ

نقل حضرت سلیمان علیہ السلام

سُنے بات محفل میں ہر نیکبخت | بڑے اوج پر تھا سلیماں کا تخت

ہوا پر تھا زیرِ فلک گشت میں | کسی روز اُترا وہ اک دشت میں

جہاں آ کے اُترا ہوا سے وہ تخت | وہیں تھا کوئی زاہد نیک بخت

بیاباں میں دیکھا وہ تختِ عجیب | گیا شوق سے تخت کے وہ قریب

سُنا تھا کہ تختِ سلیماں ہے یہ | سرِ تخت قدرت سے ساماں ہے یہ

اسے دیکھ کر ایک حسرت ہوئی | کہا یہ سلیماںؑ کی عزّت ہوئی

ملا ہے مقدر سے تختِ عجیب | سلیماں کا کیا اوج ہے یہ نصیب

شہنشاہ ہے ہفت اقلیم کا | ہوا پر بھی سایہ ہے دیہیم کا

جو زاہد نے بڑھ کر سخن یہ کیا | سلیمانؑ نے سُن کر وہیں رو دیا

کہا پھر یہ زاہد سے اے نیکبخت | ہوائے فنا پر ہے یہ تاج و تخت

کسی دن رہوں میں نہ شاہی رہے | نہ لشکر رہے کوئی سپاہی رہے

فقط چار دن کو یہ سامان ہے | یہ ساماں بھی بس آن کی آن ہے

تو پڑھتا ہے تسبیح رب کی مُدام | جگہ رشک کی ہے یہ اے نیک نام

مری بادشاہی نہ قائم رہے | تو اب ایک کلمہ کا دائم رہے

نبیؑ نے جو کی اس طرح گفتگو ہوا شاد پھر زاہدِ نیک خو

سلیمانؑ نبی تھے شہنشاہ تھے غرض صاحبِ حشمت و جاہ تھے

اُنھیں عہد میں اپنے تھا اختیار کہ جو چاہیں دل سے کریں کاروبار

کریں بادشاہی رسالت کریں سخاوت کریں یا عدالت کریں

سبھی جانتے تھے وہ ہوشمند کیا سب سے ذکرِ خدا کو پسند

سلیمانؑ کی باتیں سنیں غور سے مجھے اب ہٹاتے ہو کس طور سے

کہا سب نے اے غیرتِ آفتاب تری بات کا اب نہیں کچھ جواب

وہ بہتر ہے جو کچھ کہا آپ نے وہ سر پر ہے جو کچھ کہا آپ نے

وہ ہے خوب چلتی ہو جس راہ سے ہٹائیں تمھیں اب تو کس راہ سے

کہا پھر عقیلہ نے سب سے جدا ارادہ یہ قائم ہو شکرِ خدا

کسے ہے تری بات میں گفتگو فقط دیکھتے تھے تجھے ماہرو

کیا خوب تمنے عمل علم پر سُنا سب فراجان اِس حلم پر

مگر آج ہے امتحاں یہ ضرور کہا تنگ ہے بی بی کو عقل و شعور

اگر صاف اسبات کا دو جواب تو پھر ایک نکتہ کو سمجھو کتاب

عقیلہ نفیسہ بھی پھر ساتھ ہوں قدم آپ کے ہوں سرِ ہاتھ ہوں

کہا حور سے بات کو سوچ کر بتاؤ یہ لونڈی کو رشکِ قمر

کروگی جو تم عشق اللہ سے تو پھر کس طریقہ سے کس راہ سے

کہیں عشق ہوتا نہیں بے سبب　　محبت کی خاطر ہیں ساماں عجب

وہ ہو شکل بہتر ہو تصویر سے　　بیاں وہ کہ جاں آئے تقریر سے

جو ہو راستی قدِ دلدار میں　　تو ہووے کجی ابروئے یار میں

وہ چہرہ پہ زلفِ گرہ گیر ہو　　کہ ستو پاؤں کو ایک زنجیر ہو

وہ آنکھیں کہ آنسو پیے دیکھ کر　　جو مردہ بھی دل ہو جئے دیکھ کر

دہن خوب ہووے بدن خوب ہو　　کمر خوب چاہِ ذقن خوب ہو

یہ ساماں بنا ہے جہاں عشق کا　　تو بی بی محل ہو وہاں عشق کا

رخ وجسم وقد جلوۂ خاک ہے　　خدا اپنا ہر عضو سے پاک ہے

بتا دیجئے سوچ کر غور سے　　کرو گے محبت تو کس طور سے

بندھے اسطرف کسطرح سے خیال　　کوئی اسکی دنیا میں دیجے مثال

کہا شاہزادی نے سنکر سخن　　کرو غور کہتی ہوں چن کر سخن

جو ہے عشق انساں کو انسان سے　　اسے ہو غرض صورت و شان سے

ہمی حسن سے ہو جو مستی اسے　　تو کہتے ہیں شہوت پرستی اسے

جہاں عاشقانِ خدا ہیں غرض　　وہاں خال و خط کا نہیں کچھ مرض

بندھا دھیان صنعت سے صناع کا　　ہوا عشق قدرت سے صناع کا

نہیں انس زلفِ گرہ گیر سے　　مصور کا ہے عشق تصویر سے

اسی کی انھیں رات دن یاد ہے　　وہ کرتی ہیں جو کچھ کہ ارشاد ہے

بھروسا ہے اللہ کی ذات پر ۔ فقط جان دیتے ہیں وہ بات پر
اشارہ ہے کافی اگر عقل ہے ۔ نہ سمجھے تو اسپر بھی اک نقل ہے
مگر نقل بھی وہ سناؤں تمھیں ۔ نہ دیکھا سنا ہو دکھاؤں تمھیں

قصہ زبیدہ وہارون

سنا ہے کسی شہر میں تھا امیر ۔ دکن میں کسی شاہ کا تھا مشیر
وطن میں جو رہتی تھی اسکی بہن ۔ تو ملنے کو آیا میان وطن
زیادہ تھی اس سے محبت اُسے ۔ بہت کم تھی اُوروں سے رغبت اُسے
کیا دور اُسکو نہ گھر بار سے ۔ وطن میں کیا عقد سردار سے
سُنیں غور سے آپ حال امیر ۔ نہونے سے اولاد کے تھا فقیر
دکانیں تھیں جاگیر تھی گنج تھا ۔ نہونے کا اولاد کے رنج تھا
کیا جلد اُسکی دعا نے اثر ۔ وطن میں ہوا ایک پیدا پسر
عزیزوں نے کہنے سے دوچار کے ۔ کئی نام رکھے تھے دلدار کے
وُہی نام رکھا جو موزوں ہوا ۔ مگر سب میں مشہور ہاروں ہوا
ملا جب یہ فرزند تقدیر سے ۔ کہا اُس نے جاکر یہ ہمشیر سے
جو باقی رہی ہے تو یہ آرزو ۔ خدا دے تجھے دختر نیک خو
جو دختر ہو تیری یہ فرزند ہو ۔ تو اک اصل ہو ایک پیوند ہو
یہ سُنکر کہا اُسکی ہمشیر نے ۔ جو چاہا اسی طور تقدیر نے

تو دختر ہو میری پسر آپ کا — نئے سر سے گھر ہو یہ گھر آپ کا

ہوئے رات کو جب قول و قرار — سنو جلوۂ قدرتِ کردگار

نہ کچھ دیر گزری تھی اس بات کو — ہوئی حاملہ وہ اسی رات کو

غرض تھا ملازم دکن میں مشیر — زیادہ نہ ٹھیرا وطن میں مشیر

چلا جب دکن کو بہن سے ملا — بہت رو کے اہلِ وطن سے ملا

کہا رو کے بھائی سے ہمشیر نے — دکھائی تھی صورت یہ تقدیر نے

کہاں ہم کہاں تم کرو غور کچھ — غنیمت ہے ٹھہرو مگر اور کچھ

مسافر نہ اپنے سفر سے ہٹا — ہٹا دل عزیزوں سے گھر سے ہٹا

کہا سنو نہ دو دن وطن میں رہا — ہٹا دل تو جا کر دکن میں رہا

گئی ساتھ زوجہ پسر بھی گیا — مکیں کیا گیا ساتھ گھر بھی گیا

لگا ساتھ سینہ کے لختِ جگر — رہا آنکھ کے ساتھ نورِ نظر

سنو حال پیچھے کا اب بیشتر — گئے نو مہینے اسے جب گزر

ہوئی ایک دختر مثالِ قمر — مہِ نو نے پایا کمالِ قمر

اسے پیار کرتے تھے سب ہر دو — سمجھتے تھے دختر کو حرزِ گلو

ہوئی کچھ جو ہاروں سے نسبت اسے — زبیدہ ہی کہتی تھی خلقت اسے

جو دختر عطا کی یہ تقدیر نے — لکھا اپنے بھائی کو ہمشیر نے

زمانے کی خوبی مبارک تمھیں — وہ لڑکا یہ لڑکی مبارک تمھیں

ہوئی شہرتِ حسن ہر شہر میں
یہ پھولیں پھلیں گلشنِ دہر میں

خدا نے جو خط کا بہانہ کیا
لکھا اس طرح خط روانہ کیا

گیا خط کسی دن حضورِ مشیر
ہوئے شاد مطلب کو پڑھ کر امیر

یہ تھی دخترِ سیمبر کی خوشی
کہ جیسے پدر کو پسر کو خوشی

خوشی سے قلم کو اٹھا کر شتاب
لکھا اس طرح سے بہن کو جواب

پڑھی آج تحریر ہمشیر کی
ہوئی مجھ پہ امداد تقدیر کی

جو کچھ میں نے اللہ سے کی دعا
وہی مجھ کو بخشا ہے شکرِ خدا

ازل سے یہ طالب وہ مطلوب ہیں
مقدر سے دونو ہی منسوب ہیں

بڑھایا زیادہ نہ تحریر کو
لکھا مختصر اپنی ہمشیر کو

گیا خط کو لکھ کر روانہ شتاب
خوشی کی بہن نے جو آیا جواب

جو ساماں بنے نیک دونو طرف
ہوا سلسلہ ایک دونو طرف

کسی دن جو ظاہر میں نسبت ہوئی
ادہر اور ادہر خرچ دولت ہوئی

یہاں اور وہاں لوگ تھے صف بصف
مٹھائی بٹی رسم میں ہر طرف

عزیزوں کے کہنے سے دختر پسر
لگے پڑھنے دونو ادھر اور ادھر

وطن میں تو دختر دکن میں پسر
نہ تھی ایک کو دوسرے کی خبر

کسی نے کسی کا نہ دیکھا جمال
ہوا ایک کو دوسرے کا خیال

بندھے تھے وہ رشتہ سے با یکدگر
کشش سے تھی انکے دلونکو خبر

امیروں کے دونو تھے نام ونشاں
ہوئی دس برس میں یہ پلکر جواں

لڑکپن میں بار جوانی پڑا
نظر آیا چھوٹا سا بھی قد بڑا

جو پھر گیارہ بارہ برس کے ہوئے
نہ تابع ہوا و ہوس کے ہوئے

وطن میں دکن میں حسین جابجا
کسیکو جو دیکھیں نہ تھی یہ ہوا

جو فارغ نصیبوں سے پڑھکر ہوئے
تو پھر متقی بھی وہ بڑھکر ہوئے

ہوا بیاہ پر جب خیال مشیر
بنا اور قسمت سے حال مشیر

کیا بیاہ کا جس برس میں خیال
اسی سال میں کر گیا انتقال

غرض مر گیا جب دکن میں مشیر
ہوا اور اسکی جگہ پہ وزیر

قلمدان لیا اس نے بستہ لیا
لیا مال اوروں رستہ لیا

گئی سلطنت اب حکومت گئی
ہوئی ضبط جاگیر دولت گئی

نگاہوں میں جب اور ساماں ہوا
جو لڑکا تھا ہاروں پریشاں ہوا

بچا کچھ تو یاروں نے سب کھا لیا
رہے یہ تو افلاس نے آلیا

ہوئے مال کھا کر اگر بد معاش
دفینہ کی کرنے لگا یہ تلاش

یہ مطلب اگر دور افلاس ہو
وطن میں بھی پہنچیں جمع زر پاس ہو

جو دیکھا خرابی میں گھر بار کو
لکھا پھر یہ ہاروں نے سردار کو

دکن میں خزانہ ہمارا لٹا
موا باپ گھر بار سارا لٹا

دکن میں کوئی اب ہمارا نہیں
سوا شکر کے اور چارا نہیں

لٹا مال اسباب پردیس میں / ہوئے دُور احباب پردیس میں
لکھا خط تو آیا میانِ وطن / وطن میں ہوا ایک رنج و محن
پڑھا خط جو ہاروں کا سردار نے / تردّد کیا کچھ نہ غمخوار نے
کہا دوستوں کو بلا کر قریب / کہ ہاروں حقیقت میں ہے بدنصیب
نہ دولت رہی اب وہ گھر رہا / رہا وہ تو اپنا نہ ہمسر رہا
کہا پھر عزیزوں کو اس طور سے / کہ شادی کرونگا کسی اَور سے
جو سردار کا اَور پایا خیال / امیروں کو بھی اور آیا خیال
نگاہوں میں ہاروں تو ٹھہرا حقیر / ہوئے گرد سردار کے اب امیر
امیروں کے پیغام آنے لگے / سبھی اپنی باتیں بنانے لگے
رہا جب یہی ذکر لیل و نہار / کسی گھر میں نسبت نے پایا قرار
سُنا جب زبیدہ نے اس طور سے / کہ نسبت ہوئی اب کسی اور سے
یہ سنتے ہی دل کا ہوا اَور حال / پدر کی طرف سے ہوا کچھ ملال
نہ کرنا تھا سردار نے وہ کیا / بڑا اک زبیدہ کو صدمہ دیا
اسے عقل بخشی تھی غفّار نے / پڑھائے تھے سب علم سردار نے
مُیسّر نصیبوں سے ہر چیز تھی / کہ صورت تھی سیرت تھی تمیز تھی
صفائی سے ہاروں کی دل صاف تھا / جگہ تھی طبیعت میں انصاف تھا
ادھر اَور اُدھر کے سنے جب سخن / کہا ایک لڑکی سے سن اے بہن

ہوا مجھ کو معلوم اس طور سے
کہ نسبت ہوئی اب کسی اور سے

پدر نے یہ کیا بات کی اختیار
کہ ڈھونڈا ہے میرے لئے مالدار

زر و مال کچھ میری قیمت نہ تھی
مرے ساتھ دولت کی نسبت نہ تھی

کسی گھر کی لونڈی یہ دولت نہیں
رہے ایک گھر پر یہ عادت نہیں

نکلتی ہے باہر یہ سو چال سے
ٹھہرتی نہیں یہ کسی حال سے

کوئی بیسوا مالزادی ہے یہ
غرض رنڈیوں کی بھی دادی ہے یہ

یونہی در بدر روز پھرتی ہے یہ
جہاں کچھ نہ ہووا یہ گرتی ہے یہ

جو پوچھو تو چوسر کی یہ نرد ہے
نہ اک گھر کی سو گھر کی یہ نرد ہے

کسے دھیان ہے دولت گنج کا
کہ مُہرہ ہے یہ مال صد رنج کا

بُرائی پہ جب اپنی قسمت ہوئی
تو جاگیر و زر میری قیمت ہوئی

گیا سلسلہ وہ۔وہ رشتہ گیا
گیا یہ نہ میرا نوشتہ گیا

نہ نسبت رہی اب عزت رہی
جو کچھ اور آگے ہو قسمت ہی

نہ ہاروں کو دیکھا کبھی اے بہن
زبیدہ یہاں گو وہ میاں دکن

کوئی بات دیکھی کہاں آپ سے
سُنی بات نسبت کی ماں باپ سے

نہیں میں تصدّق خط خال پہ
نہ قد پر فدا ہوں نہ غش خال پر

نہ آگاہ ہوں صورت رنگ سے
جو پھر عشق ہووے تو کس ڈھنگ سے

مجھے یاد صورت پرستی نہیں
جنوں بادلی نیں یہ مستی نہیں

دعا کی جو ماموں نے اللہ سے
تو پایا مجھے اُسکی درگاہ سے

خدا اس طرح جب عنایت کرے
تو اُسکے کرم کی رعایت کرے

جو ہارون ہے بہتیل کب ہے نگاہ
نہیں عشق مجھ کو خدا ہے گواہ

توجہ ہے ماموں کے اظہار پر
نظر ہے مجھے ماں کے اقرار پر

ہوئی تھی نہ نسبت سمجھ کر غریب
ہوا وہ جو مفلس تھے میرے نصیب

جو سمجھا ہے ہارون کو خوار و ذلیل
نہیں یاد اُسکو خدائے خلیل

وہ شاہوں کو کرتا ہے دم میں تباہ
گدا کو بناتا ہے وہ بادشاہ

اگر کوئی دنیا میں ہے مالدار
تو دنیا میں ہے اُسکا عز و وقار

بڑائی ہے اس سلطنت میں اُسے
نہیں منفعت آخرت میں اُسے

غریبوں کو عاجز نہ سمجھیں امیر
اُسی کے ہیں بندے امیر و فقیر

سرافراز دنیا میں گر ہیں امیر
تو ممتاز عقبےٰ میں سب ہیں فقیر

امیروں سے واقف ہیں شاہ زماں
فقیروں سے آگاہ ربِ جہاں

جو ہیں خوار شاہوں کے آگے فقیر
تو ہیں شاہ آگے خدا کے حقیر

غریبوں کے ہیں قدرداں مصطفےٰ
فقیروں پہ ہیں مہرباں مرتضےٰ

جو ہیں تابعِ شرع اکثر امیر
تو اُنسے بھی بڑھکر ہیں سارے فقیر

وہ دینگے کئی سو برس تک حساب
فقیروں کے ہو وینگے دو دو جواب

لیا ساتھ دفتر نہ بستہ لیا
دو باتیں کہیں اپنا رستہ لیا

امیروں کا ہی طول جتنا حساب
قیامت میں اُتنا ہی اُنپر عذاب

جسے لاکھ قصے بکھیڑے بھلا
اُنھیں جلد کیونکہ نبیڑے بھلا

نہیں طول جب یاں کتابِ فقیر
تو واں مختصر ہے حسابِ فقیر

ٹھہرتے نہیں اب نظر میں امیر
امیروں سے بڑھکر ہے مجھ کو فقیر

ہوا ہے جو قسمت سے ہاروں غریب
تو بابا پ کو کیا یہ میرے نصیب

جو اُسکے نہ گھر میں وزارت رہی
تو کس کی ہمیشہ امارت رہی

جو کی اُس سے نسبت سمجھ کر امیر
تو قسمت سے میری ہوا وہ فقیر

یہ دیکھا زمانہ میں شاہ و گدا
نہیں ایک حالت پہ رہتے سدا

بگڑتے ہیں ساعت میں شاہ و امیر
امیروں کو دیکھا ہے دم میں فقیر

سُنا حال ہاروں کا دو چار سے
نہ دولت میں کم تھا وہ سردار سے

زیادہ امیروں سے تھا کل امیر
فقیروں سے ہے آج بڑھکر فقیر

کبھی غیر اپنے بنے یہ نصیب
بس اب دور جاتے ہیں اُس سے قریب

کسی روز منہ دیکھتے تھے امیر
تو اب شکل سے بھاگتے ہیں فقیر

امیروں کا ساعت میں یہ حال ہے
کہو پھر یہ دولت بھی کچھ مال ہے

یہ کہتے ہی کچھ بیقراری ہوئی
ترقی پہ پھر آہ و زاری ہوئی

رُکی سانس آہِ شرربار سے
ہوئے بند لب اپنی گفتار سے

کہ جب روتے روتے نہ کچھ دم رہا
رُکی کچھ تو دایہ سے اتنا کہا

کہو والدہ سے ہمارا بیاں
سُنانے کے قابل ہی سارا بیاں

کہو فرق آتا ہے اب بات میں
نہ دو ہاتھ یہ غیر کے ہات میں

مجھے ہمنشینوں میں ذلّت ہوئی
کہوں اب کسی میں ہے علت ہوئی

نہ اب زندگی کا مزا کچھ رہا
اُنھیں بخشدیتی ہو نہیں خونبہا

نہ کاٹو نہ اتنا گھسیٹیں مجھے
کریں قتل روئیں نہ پیٹیں مجھے

کہا دایہ سے جب بسوز جگر
وہ سنکر لگی لوٹنے آگ پر

اُٹھی واں سے پھر دایہ دردمند
اُڑے جیسے آتش سے جلکر سپند

ہوا سی محل پر گئی آن میں
جو تھی گرم پھونکا سبھی کان میں

نہ دایہ بھی خالی رہی درد سے
جو تھی بات غم کی کہی درد سے

سنی دایہ سے جب غم کی کتاب
زبیدہ کی ماں کو ہوا اضطراب

بلا کا سُنا حال غمخوار سے
کہا مو بمو جا کے سردار سے

دیا سنکے سردار نے یہ جواب
کہ لڑکی کی باتوں سے کیا اضطراب

وہ ہارون تو اب ہو رہا ہے فقیر
مجھے اسلئے ہے تلاشِ امیر

کوئی مالکِ کارخانہ ملے
لٹانے کو زر کے بہانہ ملے

مقابل میں گھر ہو کوئی مالدار
جو وہ ایک بخشے تو میں دوں ہزار

مرے در پہ آئے جو وہ شان سے
تو رخصت کروں میں بھی سامان سے

کہا اسکی زوجہ نے اے غمگسار
لٹاتے نہیں مال یوں ہوشیار

کہاں مفت دیتے ہیں جانی اسے ۔۔۔ لگاتے ہیں دانا ٹھکانے اسے

نگاہیں وہ رکھتے ہیں انجام پر ۔۔۔ اسے مفت کھوتے نہیں نام پر

انھیں کیا غرض خلق میں نام سے ۔۔۔ جو رکھتے ہیں مطلب انجام سے

لٹاتے نہیں زر کسی کام پر ۔۔۔ وہ دیتے ہیں اللہ کے نام پر

نہ یوں مذبلہ پر گراؤ اسے ۔۔۔ خدا کے لئے تم لٹاؤ اسے

تمھاری نظر میں ہی پست و بلند ۔۔۔ خدا کو یہ باتیں نہیں ہیں پسند

اسی کے ہیں بندے صغیر و کبیر ۔۔۔ برابر ہیں اسکو فقیر و امیر

گدا کو وہ چاہے تونگر کرے ۔۔۔ تونگر کو چاہے وہ بے زر کرے

نہ دیکھو کبھی جانب مال و زر ۔۔۔ خدا پر تمھیں چاہئے اب نظر

بلاتے ہو جسکو سمجھ کر امیر ۔۔۔ عجب کیا اسی کو کرے وہ فقیر

خدا سے ڈرو وہ نہ باتیں کرو ۔۔۔ دنونکو مصیبت کی راتیں کرو

بلاؤ نہ یاں صاحبِ گنج کو ۔۔۔ خریدو نہ تم مفت میں رنج کو

لٹانا ہے گر یونہی گنجِ کثیر ۔۔۔ تو ہاروں کو لاؤ بنا کر امیر

اگر نام سے ہی تمھیں کام ہے ۔۔۔ تو اسمیں ہی دو چار دن نام ہے

جو معقول زوجہ نے تقریر کی ۔۔۔ نہ کچھ دل پہ جاہل کے تاثیر کی

اسے مبتلا رنج و غم میں کیا ۔۔۔ جو کرنا تھا برسوں میں دم میں کیا

ہٹاتی رہی وہ ہر اک طور سے ۔۔۔ غرض عقد پڑھوا دیا اور سے

جو تھا خوف دختر کے انکار سے — کیا عقد اپنے ہی اقرار سے
سُنا جب زبیدہ نے نالاں ہوئی — گھٹی دل میں اپنے پریشاں ہوئی
سُنو گے کسی روز یہ - مر گئی — جو پوچھا اسی روز یہ - مر گئی
لگی سر کو دیوار سے مارنے — کہا خوف کھا کر یہ سردار نے
یہ مہماں ہوئی آج عزّت کرو — ہٹے آہ و نالہ تو رخصت کرو
زبیدہ کا ہاروں نے کیا غم کیا — حقیقت میں بنا ہی ماتم کیا
نہ کچھ اور شرمندگی میں کیا — کہ مرنے کا غم زندگی میں کیا
جہاں میں ہے جس چیز کی ابتدا — تو آخر کسی روز ہے انتہا
کئے سُرخ مُنہ ہات روپیٹ کر — تھکی آپ دن رات روپیٹ کر
وہ آنسو نہیں جانفشانی نہیں — بہیں خاک چشموں میں پانی نہیں
اِدھر کم ذرا شور و افغاں ہوا — اُدھر جلد رخصت کا ساماں ہوا
نظر آیا جب اور نقشہ یہاں — وطن سے دکن کو ہوا خطر رواں
حقیقت عزیزوں نے ساری لکھی — زبیدہ کی بھی آہ و زاری لکھی
گئی جب وطن سے مفصّل خبر — ہوا پڑھ کے ہاروں کے دل پر اثر
جنوں نے نہ دم بھر ٹھہرنے دیا — نہ وحشت نے کچھ کام کرنے دیا
دکن سے اُٹھا دل وطن میں گیا — ہوا کی طرح سے چمن میں گیا
پہنچکر کیا ایک سے یہ سُوال — کہ ہے کچھ زبیدہ کا مجھ پر خیال

کہا یار دلدار ہے راہ پر ۔ وہ ثابت قدم ہو تری چاہ پر
تمھاری وہ جان اسکی تم روح ہو ۔ وہ بسمل ہے گر آپ مجروح ہو
جھکے جسپہ تم وہ طرفدار ہے ۔ مددگار وہ جسپہ تکرار ہے
زبیدہ ہے گو عشق میں بیقرار ۔ محبت کا عورت کی کیا اعتبار
کبھی تو ہے مشتاق دیدار کی ۔ کبھی ہو عدو عاشق زار کی
سناؤں تجھے اک روایت صحیح ۔ کسی دہ میں پہنچے جناب مسیح
اسی دہ میں اک شخص آیا نظر ۔ کہ بیٹھا ہے الفت سے اک قبر پر
ہو خشک منہ زرد آنسو رواں ۔ بدن لاغری کے سبب ناتواں
نہ کھاتا نہ پیتا ہے تقدیر سے ۔ ہوا کھاکے جیتا ہے تقدیر سے
بہاتا ہے خون جگر آنکھ سے ۔ تن خشک ہتا ہے تر آنکھ سے
یہ کہنے لگے عیسیٰ نامور ۔ کہ بیٹھا ہے تو کس لئے قبر پر
بسر عمر تو نے نہ کی صبر سے ۔ محبت ہوئی کس لئے قبر سے
وہ بولا حقیقت ہے میری عجیب ۔ نہیں ہی عبث قبر پہ یہ غریب
مری ایک عورت تھی صاحب جمال ۔ کہ تھا زوج و زوجہ کا اک سن و سال
محبت یہ تھی زوجہ و زوج میں ۔ کہ دونو ہی ڈوبے تھے اک موج میں
جوانی میں میں بھی طرحدار تھا ۔ یہ آپس میں دونو کا اقرار تھا
کہ دونو سے جو کوئی پہلے مرے ۔ جئے جو لحد سے نہ ہووے پرے

یہ دونو نے اقرار جس دم کیا
تو ضامن خدا کو بھی باہم کیا

کیا میری زوجہ نے جب انتقال
ہوئے آج تک اُس کو پچیس سال

مجھے آج دیکھا ہے جس قبر پر
جبھی سے میں بیٹھا ہوں اس قبر پر

مسیحا یہ بولے کہ اے بوالہوس
تری عمر میں ہیں ابھی اُن برس

جو چاہے کہ دونو اکٹھے مریں
سفر ایک ساعت میں باہم کریں

تو زوجہ کو دے عمر سے پانچ سال
بچے وہ ترے ساتھ ہو انتقال

یہ سنتے ہی راضی ہوا دلفگار
خوشی سے لگا پھولنے بار بار

سنی جب مسیحا سے یہ نیکفال
کہا میں نے بخشے اُسے پانچ سال

عطا عمر کی زوج نے چاہ سے
دعا کی مسیحا نے اللہ سے

جو زندہ ہوئی قبر میں گلعذار
لحد سے نکل آئی پھر ایکبار

جوانی کا عالم تھا جب تب موئی
جوانی کے عالم میں زندہ ہوئی

ملے دونو تقدیر سے قبر پر
ہوئی خوش نہ عورت اُسے دیکھ کر

غرض مرد و عورت جو باہم ہوئے
روانہ مسیحا اُسی دم ہوئے

سنانے لگا جب غم و درد کو
ذرا نیند سے آگئی مرد کو

ہوئی خواب سے بند آنکھیں ادھر
اُدھر شاہزادہ بھی آیا نظر

سر قبر پہنچا۔ گزرگاہ سے
ہوئی آنکھ دوچار اُس ماہ سے

ہوا تھا جو کچھ گرم رفتار سے
دل و جاں ہوئی سرد دیدار سے

کہا شاہزادہ نے اے مہ لقا — ہمیں بھی کسی بات کا دو پتا

یہ ہے کون سوتا ہے جو خاک پر — کہا ہنس کے ہمکو نہیں کچھ خبر

خدا جانے ہے کون مردِ ضعیف — کہاں سے یہ پیدا ہوا ہے حریف

اسی میں نہیں جانتی کون ہے — نہیں شکل پہچانتی کون ہے

کہا کس لئے پھر ہوئے سات تم — وہ بولے کہ صاحب سنو بات تم

بٹھایا ہے جادو سے یاں پر مجھے — چلا لیکے اپنے مکاں پر مجھے

یہ باتیں بنائیں اسی راہ سے — سنی بات مطلب کی دلخواہ سے

یہ بولا جو مجھ سے رضامند ہو — مرا آپ کا خوب پیوند ہو

جو چلنے پہ راضی ہوئی گلعذار — کیا اپنے گھوڑے پہ اسکو سوار

چلا یہ اٹھا مرد بھی خواب سے — کہا شاہزادہ کو آداب سے

کرو رحم مجھپر برائے خدا — نہ سینہ سے یہ جان ہووے جدا

نہ دریا سے پایا نہ افلاک سے — یہ موتی ملا تھا مجھے خاک سے

اسے لیکے جب شاہزادہ چلا — یہ گھوڑے کے پیچھے پیادہ چلا

وہ جنگل سے آئی محل میں گئی — لحد سے تو نکلی بغل میں گئی

گیا ساتھ یہ حال سارا کہا — درِ شہ پہ احوال سارا کہا

کہا ایک نے کر نہ شور و فغاں — کہ ہے عادلِ وقت شاہِ زماں

وہ کرتا ہے انصاف سب آپ سے — تو لے داد بیٹے کی اب باپ سے

سُنا جب یہی شہر و بازار میں
کہ انصاف ہوویگا دربار میں

محل سے گیا بادشہ کے حضور
کیا شاہزادہ کا ظاہر قصور

حقیقت بھی اپنی سُنائی تمام
ہوئی سُنکے خاموش خاص و عوام

کیا شاہزادہ کو شہ نے طلب
جو آیا تو ظاہر کیا حال سب

حقیقت کہی اسنے بھی باپ سے
کہا ساتھ آئی ہی وہ آپ سے

ہوا حکم عورت کو لاؤ شتاب
جو آئی تو بولی یہ خانہ خراب

مجھے جھوٹ بکنے کی عادت نہیں
یہ جھوٹا ہی میں اسکی عورت نہیں

کیا اسکے جادو نے مجھکو خراب
نہیں جانتی میں اسے ای جناب

لگا کہنے پھر مرد سے بادشاہ
یہ زوجہ ہے تیری کوئی ہی گواہ

یہ بولا کہ زوجہ ہی میری صریح
خدا اسکا شاہد ہی یا ہے مسیح

لگا کہنے پھر رو کے اے بادشاہ
صفائی کی میرے ہیں عیسیٰ گواہ

کہا شہ نے کسکو کیا ہے گواہ
گدا جسکے در کے ہیں سب بادشاہ

کہ ہے بادشاہوں سے نفرت جسے
نہیں اہل دنیا سے رغبت جسے

بھلا در پہ جاتے ہیں کسکی مسیح
بلائے سے آتے ہیں کسکے مسیح

بلائیں انھیں شاہ طاقت نہیں
گواہی جو لیں ہم انسے قدرت نہیں

جو لے آئے عیسیٰ کو تو اے حبیب
زیارت ہو تیری سبب سے نصیب

جو تشریف لائیں صفائی کریں
وہ تیری بھی عقدہ کشائی کریں

نہ آئینگے جبتک یہاں پر مسیح | غلط قول تیرا نہو گا ۔ صحیح
یہ بولا کہ عیسےٰ ہیں میرے گواہ | اُنھیں میں ہی لاتا ہوں اے بادشاہ
روانہ ہوا جانبِ دشت یہ | بیاباں میں کرنے لگا گشت یہ
گیا جب بیاباں کو مردِ ضعیف | لگے کہنے شہ سے وضیع و شریف
یہ جھوٹا تھا اے خسروِ نامدار | بہانہ سے بس چلدیا ایکبار
بھلا اسکو ملتے ہیں عیسیٰ کہیں | حقیقت سے حضرت کی باہر نہیں
بہاکر مشیروں نے باتیں کہیں | تو پھر شہ کو سنتے ہی آیا یقیں
یہ حیراں ادھر ہوگیا دشت میں | تھکا ڈھونڈکر سو گیا دشت میں
یہ بیداریٔ بخت کا ہے اثر | ملے خواب میں عیسےٰ راہبر
کہا ڈھونڈ مت دشت و گلزار میں | ہمیں دیکھنا صبح دربار میں
ہوئی صبح پہنچا درِ شاہ پر | حقیقت کہی خواب کی سربسر
ہنسے لوگ سب خواب کی بات سے | کہا فائدہ اس خرافات سے
نہ شہ سے غلط بات کہنا کبھی | کہینگے تجھے لوگ مجنوں سبھی
کہا سوچکر دل میں شہ نے وہیں | کہ واللہ یہ شخص جھوٹا نہیں
جو جھوٹا یہ ہوتا نہ آتا یہاں | ہمیں پھر نہ صورت دکھاتا یہاں
سبھی کچھ سے کچھ کر رہے تھے بیاں | کہ تشریف لائے مسیحِ زماں
اُٹھا تخت سے شاہ تعظیم کی | ادب سے مشیروں نے تسلیم کی

پڑی جب مسیحا کی اوپر نگاہ
نہ ٹھیرا سریر تخت پر بادشاہ

اُتر آیا جب تخت سے تاجور
گئے تخت پر عیسیٰ راہبر

دیا حکم عورت کو لاؤ شتاب
وہیں حکم پر آئی خانہ خراب

سُنا جس گھڑی دعوئے مدعی
یہ حضرت نے عورت سے تقریر کی

جو تو اپنے شوہر سے بیزار ہے
کہ دعوی ہی بھی اسکے انکار ہے

نہ الفت کا اسکی صلہ دے اسے
امانت تو اسکی ہٹا دے اسے

کوئی چیز اپنی نہ دے ہات سے
فقط فیصلہ ہے تو دو بات سے

کہو منہ سے یہ تین باری ابھی
کہ واپس امانت ہے ساری ابھی

غرض جس طرح سے سکھایا کہا
مسیحا نے جو کچھ پڑھایا کہا

کہا جس طرح آپنے کہہ گئی
گئے وہ تو مٹی پڑی رہ گئی

نگاہوں سے عورت تو پنہاں ہوئی
مگر دیکھ کر خلق حیران ہوئی

خیالوں میں اُسکا تماشہ رہا
رہی وہ نہ صورت نہ لاشہ رہا

جو عورت کا سب نے تعجب کیا
پکارے یہ پیغمبر کبریا ✦

ہر اک بات کو جانتا ہے مسیح
کہ دعویٰ ہے اس مدعی کا صحیح

وہ عورت کی کیفیت انتقال
پڑے رہنا مرقد پہ پچیس سال

وہ سارا فسانہ غم و درد کا
وہ اقرار باہم زن و مرد کا

عطا کرنے وہ عمر سے پانچ سال
وہ عورت کا جینا وہ لطف وصال

کہا شاہ سے مختصر آپ نے — جو مٹی پہ کی پھر نظر آپ نے

وہ بولی یہ عورت کی سب خاک ہے — اسی میں ہیں آنکھیں یہیں ناک ہے

ملا تھا جو جسم مثالی اسے — یہ عورت غنیمت نہ سمجھی جسے

تو غائب وہ جسم مثالی ہوا — الگ دل سے نقش خیالی ہوا

امانت تھی عمر رواں مرد کی — بندھی تھی ہوا جس سے اس گرد کی

امانت حوالہ ہوئی مرد کے — اسی سے تھی شور رنگ اس گرد کے

جو یہ کہہ چکے آپ حضار سے — گئے اپنے منزل کو دربار سے

ہوا تھی بھی وہاں سے رواں — تسلی سے پہنچا میاں مکاں

یہ ہارون سے قصہ کہا یار نے — کہا اس طرح پھر مددگار نے

سنی تم نے عورت کی سب داستاں — زبیدہ بھی عورت ہے او مہرباں

نہ کی غور ہارون نے اس بات پر — رہا دھیان ہر دم ملاقات پر

کہا سن کے ہارون نے پھر یار سے — توقع ہے مجھ کو مددگار سے

قوی دل ہے دلدار اچھا ملا — نہیں غم جو غمخوار اچھا ملا

مسیحا نہیں دور بیمار سے — ہمیں کیا تردد ہے آزار سے

جو پایا وہ میری طرفدار ہے — زبیدہ کو اوروں سے انکار ہے

کہا دل سے کچھ امتحاں کیجئے — زبیدہ سے مطلب بیاں کیجئے

طبیعت جو موزوں تھی موزوں لکھا — لکھا بھی تو خط میں یہ مضموں لکھا

بہارِ گلِ بوستانِ مراد — شعاعِ چراغِ مکانِ مراد

تجلّی پہ تیرا ستارہ رہے — سلامت تو لے ماہ پارہ رہے

ترا حال خلقت کہے خیر سے — کہ ہم ہوں نہوں تو رہے خیر سے

جو کانوں کو ہے بات کا اشتیاق — تو دل کو ملاقات کا اشتیاق

تردّد نہیں ہے کسی بات پر — پریشاں ہوں دل کے خیالات پر

نظر خواب میں بھی نہ آیا جمال — تو دل کو ہے کس چیز کا اب خیال

نہ دیکھی ہے ابتک نظر سے جبیں — پکڑتے ہیں کس درد سے سر جبیں

نظر کی نہ ابروے خمدار پر — تو رکتے ہیں کیوں حلق تلوار پر

لڑی آنکھ ابتک کہاں آنکھ سے — لہو کس لیئے ہے رواں آنکھ سے

کبھی زلف دیکھی نہ تصویر سے — الجھتا ہے پھر دل یہ کس چیز سے

نظر میں نہ بینی کا عالم ہوا — تو کس ناک سے ناک میں دم ہوا

دہن کو بھی دیکھا نہیں چاہ سے — تو پھر خشک منہ ہے یہ کس راہ سے

نگاہوں سے چاہِ ذقن ہے نہاں — تو پھر دل یہ ڈوبا ہوا ہے کہاں

گلا بھی نہیں اپنا دیکھا ہوا — تو دل ہار کس کے گلے کا ہوا

لیا اب تلک ہاتھ کب ہاتھ میں — تو کیوں آ گئی جان اب ہاتھ میں

نہ کچھ غور مو سے کمر میں ہوئی — کچی کیوں یہ تارِ نظر میں ہوئی

چھوئے ہیں ابتک قدم ہاتھ سے — تو کیوں ہاتھ ملتے ہیں ہم ہاتھ سے

دکھایا ہے ابتک قامت ہمیں | نظر آئی پھر کیوں قیامت ہمیں
نہ صورت سے واقف نہ تصویر سے | نہ آگاہ ہیں کان تقریر سے
نہ کچھ بات ہمکو میسر ہوئی | تمنا و محبت یہ کیونکر ہوئی
مجھے عشق کا سخت آزار ہے | یہ بیمار مرنے کو تیار ہے
کرو شاد بیمار کو دیکھ کر | جیے یہ بھی رخسار کو دیکھکر
مسافر ہے راہِ عدم کو رواں | مسیحا ہو تم نہ ٹھیرے یہاں
خدا کے لئے منہ دکھاؤ مجھے | نہ تم آؤ یاں پہ بلاؤ مجھے
لکھا اس طرح خط روانہ کیا | بیاں یار سے سب فسانہ کیا
پڑھا جب ہے ہارون کا خط غور سے | لکھا پھر جو پاسخ تو اس طور سے
غریبِ طریقِ دیارِ فراق | مبارک ہو غربت میں یارِ فراق
عبث دھیان ہے آنکھ اور ناک پر | یہ ہیں نقش اک تودۂ خاک پر
دو دیدہ دو ابرو دو گیسو دو لب | سوا انکے عضو بدن سب کے سب
نگاہوں میں اک نقش بر آب ہے | خیالوں میں ہیں جو ہے وہی خواب ہے
ابھی غور ہے آنکھ اور ناک میں | نہیں کچھ ملی خاک جب خاک میں
لڑی ہیں آنکھیں کہیں آنکھ سے | کبھی تمکو دیکھا نہیں آنکھ سے
نہ پردہ میں لونڈی نے تقریر کی | کبھی اس سے آگے نہ تحریر کی
جو تصویر دیکھی ہو فرمائیے | ہمیں کیوں محبت ہے بتلائیے

نہ عشق و محبت کرامات ہے — جو پوچھو تو اک بات کی بات ہے

تمھیں ہے خیالِ عاہی پدر — نظر ہے مجھے ماں کے اقرار پر

خیالوں کا دونوں کے ہے ایک حال — اُسی سے ہے دونوں کو رنج و ملال

تصور میں تم دیکھتے ہو ادھر — خیالوں میں میری اُدھر ہے نظر

جو دونوں دل خیالوں میں یکسو ہوئے — اُسی سے عیاں سب پہلو ہوئے

عبث ہے ہمارا تمھارا خیال — خیالوں سے ہوتا ہے کسکا وصال

مجھے بت سمجھ کر نہ دیکھو ادھر — کرو اپنے اللہ پہ تم نظر

نہ یوں ہی کرو انتظارِ وصال — خدا کی ہے قدرت میں کارِ وصال

وہ چاہے تو ہم ہر مکاں پر ملیں — زمیں پر ملیں آسماں پر ملیں

جھکو وصل کے واسطے مت ادھر — کرو عشق اُسکا ہمیں چھوڑ کر

وہ مالک ہے چاہے مجھے دے تمہیں — صلا اپنی اُلفت کا بخشے ہمیں

مجھے آپ سے ہے محبت کمال — مگر دیکھنے کا نہ رکھو خیال

کیا باپ نے عقد گو جبر سے — یہی چاہئے میں ہوں صبر سے

پڑا شرع کا میرے منہ پر نقاب — اُٹھیگا نہ اب جیتے جی یہ حجاب

محبت میں تیری نہیں کچھ قصور — مگر شرع کا پاس ہے اب ضرور

دکھاؤں تمھیں منہ یہ امکاں نہیں — مجھے اب جو دیکھو یہ آساں نہیں

نہ سمجھو مری بات میں اختلاف — نہیں شرع کے عشق بھی اب خلاف

پریشاں جو دل ہو مری بات سے
نہ پھر بھی ہٹے دل ملاقات سے

لکھو مفتیٔ شرع کو حال سب
کرو میری جانب سے فتویٰ طلب

نہ ہو بات فتوی میں کوئی غلط
لکھو سائلہ خط کے نیچے فقط

نہ جائز اگر جبر سے ہو نکاح
تو چاہو کرو مجھ سے فعلِ مباح

اگر ہو یونہی عقد میرا صحیح
نہ رکھو تمنّائے فعلِ قبیح

لکھا تب زبیدہ نے ایسا جواب
گیا نامہ بر لیکے خط کو شتاب

پڑھا خط زبیدہ کا جب شوق سے
کیا پھر تو فتوے طلب شوق سے

قریبوں میں تھا مفتیٔ نیک خو
غرض جانتا تھا ہر اک بات کو

کیا خط کو واپس یہ لکھ کر شتاب
کہ یاں سائلہ آئے پائے جواب

کیا آہ مفتی نے مضموں غلط
ہوا فقرۂ خطِ موزوں غلط

پڑھا حکم مفتی کا اک درد سے
ہوا سروِ بسمل دمِ سرد سے

ملاقات کا کچھ نہ حیلہ رہا
بجز کس طرح کیا وسیلہ رہا

زبیدہ کو پھر خط دوبارہ لکھا
جو مفتی نے لکھا وہ سارا لکھا

لکھا ہم تو جانے ہیں آفاق سے
جو ملنا ہو ملجاؤ مشتاق سے

جو مفتی کے کی دستخط پر نگاہ
چھپے وہ ہی آنکھوں میں حرفِ سیاہ

انھیں سے نگاہوں میں آیا خلل
اندھیرے ہے آنکھوں تلے آجکل

دکھایا زمانہ نے روزِ سیاہ
ہمیں ایک دونو ہیں شام و پگاہ

شبِ تار سے کم نہ اندھیر ہے
گلا کیا دنوں کا مری پھیر ہے

جسے ایک ہووے سپید و سیاہ
تو کیا منہ دکھانا ہی اسکو گناہ

ہمیں جب نظر لوگ آتے نہیں
تو کیوں آپ صورت دکھاتے نہیں

مثالِ قمر پرتو ڈالئے
اندھیرے کو آنکھوں سے اب ٹالیے

جو دیکھیں گے نورِ رُخِ ماہ سے
نہ دہیان لاگے گا کسی راہ سے

رُخِ ماہ سے جب ہو روشن نگاہ
تمہاری خطا ہے نہ میرا گناہ

ابھی پیرویِ مسیحا کرو
بناؤ مری آنکھ اچھا کرو

جلاؤ مجھے نیتِ پاک سے
جئے پھر یہ مردہ اٹھے خاک سے

مسافر ہے راہِ عدم پر نثار
ذرا پہلے ہو لے قدم پر نثار

مری جاں ملاقات کرلو ذرا
دکھاؤ نہ منہ بات کرلو ذرا

نہ کچھ اور سر پر مرے تم کہو
اٹھاؤ زمیں سے فقط تم کہو

اگر آپ صورت دکھاتے نہیں
مجھے مارتے ہیں جلاتے نہیں

یہی فائدہ ہے ملاقات سے
کہ جی جائے مردہ فقط بات سے

کیا اس طرح سے جو لکھ کر رواں
زبیدہ نے ساری پڑھی داستاں

وہیں جوش میں اک اٹھا کر قلم
کیا یہ زبیدہ نے مضموں رقم

کہ اے شخص آوارہ خانہ خراب
نہ نکتہ بھی سمجھا لکھی گر کتاب

وہی اپنی باتیں بناتا رہا
بتا کیوں ترا ہوش جاتا رہا

جسے پندرہ روز میں ہو زوال
اسے پھر جو دیکھو یہ کیا ہی کمال

ہمیشہ سے ہے جو میانِ محاق
عبث اسکی ہے دید کا اشتیاق

سیہ خانہ دنیا ہے اے نیکخو
عبث ہے یہاں نور کی آرزو

ہوئی آنکھ روشن جو ظلمات میں
کہو تم مزا کیا ہے اسبات میں

نہ مرنے کی خاطر یہاں پر جیئے
مرے واں ہمیشہ جہاں پر جیئے

قضا کی طرف ہے خلائق رواں
اسی کی کشش ہے یہاں اور وہاں

قضا سے ہر اک شخص لاچار ہے
اجل کا مسیحا بھی بیمار ہے

اگر آج کچھ رحم کھائے اجل
اٹھو آج کل کو گرائے اجل

نہیں ہیں کوئی چیز ای جان نثار
کرو یاد میری نہ تم بار بار

اگر آن پہنچا ہے وقتِ اخیر
کرو دل سے ذکرِ خدای قدیر

توقع اسی کی کرو ذات سے
نہ رکھو غرض اب ملاقات سے

مری ذات سے جب تمھیں راہ ہے
تو پھر حسنِ صورت کی کیوں چاہ ہے

رہو یوہیں اچھا ہے اک رنگ میں
دو رنگی نہ زیبا ہے اک رنگ میں

خدا ہے وہ جسمیں نہیں عیب کچھ
جہاں حسن و خوبی وہیں عیب کچھ

بہارِ گل حسن دو دن رہے
نہ صورت ہے پھر نہ یہ سن رہے

محبت اگر حسن کے ساتھ ہے
گل حسن اللہ کے ہاتھ ہے

رہا حسن صورت پرستی رہی
شکم میں رہی مے تو مستی رہی

گیا حسن پھر بات کس کی رہے ؏ رہو نہیں ملاقات کس کی رہے

نہ رکھو سرو کار دیدار سے ؏ نہ چاہو بہا عشق کا یار سے

کرو وہ ہی مرضی جو ہو یار کی ؏ محبّت اطاعت ہے دلدار کی

اگر دل نہ ٹھیرے کسی راہ سے ؏ نہ فرصت ہو کچھ نالہ و آہ سے

محبت سے دیتی ہوں یہ مشورہ ؏ کہ شہرِ خموشاں کو دیکھو ذرا

زمیں پر وہ ہے انتہا کی جگہ ؏ ہوا کی جگہ ہے فنا کی جگہ

کسی روز آخر ہی جانا وہیں ؏ وہیں سب کا گھر ہی ٹھکانا وہیں

عجب واں ہیں وحشیں تماشے عجیب ؏ عجب واں ہیں تابوت لاشے عجیب

وہیں ہے اندھیرا تجلّی وہیں ؏ وہیں بیقراری تسلّی وہیں

قدم جو نہ رکھتے تھے افلاک پر ؏ پڑے ہیں وہی مہ جبیں خاک پر

کہیں واں ہی یوسف زلیخا کہیں ؏ کہیں آج مجنوں ہی لیلا کہیں

سکندر وہیں ہی سلیماں وہیں ؏ وہیں آج رستم ہے لقماں وہیں

جو معشوق واں ہیں وہ صورت نہیں ؏ جو عاشق ہیں واں وہ محبت نہیں

جو ہیں شاہ تختِ حکومت نہیں ؏ حکیموں کو بھی یاد حکمت نہیں

جو ہیں پہلواں پر نہیں زور کچھ ؏ بہادر ہی کرتے نہیں شور کچھ

سلیماں نہ آگہ ہے بلقیس سے ؏ نہیں آج کچھ راہ بلقیس سے

تو بلقیس کو بھی محبّت نہیں ؏ زلیخا کو یوسف سے اُلفت نہیں

نہ لیلیٰ کو مجنوں سے کچھ چاہ ہے — نہ شیریں کو فرہاد سے راہ ہے
لکھا جب زبیدہ نے یوں بار بار — ہوا صبر سے عاشق بیقرار
ہوا یاں تو ہاروں کے دل پر اثر — لکھوں حال شادی کا اب مختصر
بنا جسطرح سے سجائی برات — سواروں سے فیلوں سے آئی برات
کئی روز تک لوگ مہماں رہے — سبھی عیش و عشرت کے ساماں رہے
ہوئے شاد شادی میں خورد و کلاں — زبیدہ کے لب پر تھا شور و فغاں
یہی دھیان کرتی رہی دمبدم — کہ ہاروں کی خاطر ہوئی خلق ہم
چلا لیکے اب اور یہ کیا ہوا — بگڑتے ہیں ہم دور یہ کیا ہوا
اسے یاں یہی ہر گھڑی دھیان تھا — ادھر آہ رخصت کا سامان تھا
ہوئی صبح جلوہ ہوا اک عجب — کیا سب نے دولھا کو گھر میں طلب
ادھر جلد نوشاہ گھر میں گیا — کھلا اس طرف اک شگوفہ نیا
زبیدہ نے جلوہ میں ایسا کیا — بدن بھی نہ دولھا کو چھونے دیا
محبت کی رسمیں ادا کر گئی — گئی بھی۔ نہ جیو کی تلک مر گئی
محبت سے طوفاں یہ تازہ اٹھا — محافہ کے بدلے جنازہ اٹھا
کسے اب ہے دولھا دلھن پر نظر — ہوئی سب کی غسل و کفن پر نظر
ہوئے لوگ دو چار واں سے رواں — کہ ہاروں سے جا کر کریں یہ بیاں
یہ دیکھا کہ وہ بھی سفر کر گیا — کہا سب نے ہاروں ابھی مر گیا

جو اُسکو مرض تھا سو اُسکو مرض
موے ایک ساعت میں وہ نوغرض

ہوئی غسل میت اِدھر اور اُدھر
کیا دفن دونوکو زیر شجر

نہ تھا آہ و نالہ فقط شہر میں
وہ روتے تھے سنتے تھے جو دہر میں

بہت روئے مرنے پہ اُنکے جواں
مہینوں ہا لب پہ آہ و فغاں

تو سردار کو بھی ندامت ہوئی
اُسے ہر طرف سے ملامت ہوئی

جلیسوں سے جب کر چکے یہ بیاں
لگی کہنے شہزادی نوجواں

نہ واقف تھے دونو کسی بات سے
نہ تھا کچھ تعلق ملاقات سے

جو دونو نہ تھے آشنا شکل سے
انھیں پھر تعلق ہی کیا شکل سے

خط و خال جب کچھ نظر میں نہ تھا
تو سودا کوئی اُنکو سر میں نہ تھا

ہوئے جسپہ قائم اُسی پر مرے
جیے بھی تو دائم اُسی پر مرے

نہ صورت سے آگاہ نہ رنگ سے
نہ واقف تھی دونو کسی ڈھنگ سے

اِسی بات پر تھے تسلی کئے
بنا ایک یاں دوسرے کے لئے

نہ پھر دھیان رکھا کسی بات پر
موئے بھی تو دونو اسی بات پر

نگاہیں ہوئیں خال و خط پر جہاں
وہاں پاک اُلفت کا سودا کہاں

اگر صورت و رنگ سے ہے غرض
تو پھر وہ محبت نہیں ہے مرض

جسے عشق ہو شکل سی بات سے
کہاں ہو محبت اُسے ذات سے

جہاں جسم صورت وہیں عیب ہے
الگ عیب سے عالم الغیب ہے

جو ہو نور و ظلمت کوئی قسم ہو | نظر میں ہو جو کچھ وہی جسم ہو
خدا صورت و جسم سے پاک ہے | خط و خال سب جلوۂ خاک ہے
غرض شکل سے ہے نہ کچھ بات سے | محبت ہمیں چاہئے ذات سے
وہ فرمائے جو کچھ اطاعت کریں | کئے گر عبادت کو طاعت کریں
اگر کوئی اسکا تعجب کرے | کہ دونو ہی وہ ساتھ کیونکر مری
نہیں ہے تعجب کی یہ بات کچھ | نہ ایسا ہے مرنا کرامات کچھ
جو کرتے تھے ہر دم دعائے قضا | نہ چاہا خدا سے سوائے قضا
اثر رات دن کی دعا نے کیا | خدا نے جو چاہا قضا نے کیا
بیاں سے ہے باہر صفاتِ کریم | کریمی کی خاطر ہے ذاتِ کریم
جو اک چیز مانگے کوئی دمبدم | وہ راہِ طلب میں ہے ثابت قدم
وہی چیز دیتا ہے ربِ انام | نہیں اسکی بخشش میں جائے کلام
بتایا ہے ہمکو حرام و حلال | ہمیں چاہئے نیک و بد کا خیال
بہت غور وقتِ طلب چاہئے | خیالِ بد و نیک سب چاہئے
اگر اپنی عادت سے کوئی بشر | دلوں کے خیالوں میں سمجھو اثر
اسی میں نکالے اگر بات کچھ | سمجھ لے اسی کو کرامات کچھ
خیالوں میں جبتک کوئی بات ہے | یہ سمجھو وہ جھوٹا طلسمات ہے
خیالوں کا جبتک نہو کچھ ظہور | تو سمجھو اسے جھوٹ تم یا فتور

بدلتے ہیں دل میں ہزاروں خیال — دل وجاں خیالوں سے ہے پائمال

نہیں یہ کوئی بات آدمی شعور — خیالوں میں جمع ہو وہی ہو ضرور

جو کچھ چاہتا ہے خدائے زمیں — وہی بات ہوتی ہے کر لو یقیں

بشر کی محبت ہے جھوٹا خیال — جو سچ ہو اُسی کا ہے زیبا خیال

بشر سے جو اُلفت ہے اُلفت نہیں — وہ جھوٹا ہے ہوتی محبت نہیں

گھڑی دو گھڑی خاک بر آب ہے — زیادہ جو چمکے یہ کب تاب ہے

کہیں مصلحت ہے خدا نے اگر — محبت میں دکھلادیا کچھ اثر

وہیں یہ جتایا ہے مخلوق کو — نہ عاشق کو سمجھو نہ معشوق کو

جو جھوٹے محبت میں پاؤ اثر — تو سچے خدا پر کرو تم نظر

خدا کا جسے عشق ہو یا خیال — تو کتنا ہو اُسکا شرف اور کمال

خدا پاک کی ذات کو ہے بقا — کرے عشق اُسکا نہیں جو فنا

سُنے بات میری ہر اک پارسا — نہ ہاں عشق ہووے خدا کے سوا

سبھی سے محبت کرو دور تم — اگر خاک ہو پھر بنو نور تم

جو ہیں عاشق خالق بحر و بر — نہیں جسم پر اپنے اُنکو نظر

اگر کوئی تقدیر سے ہو مرض — مرض سے ہی رکھتے ہیں ہر دم غرض

اگر جسم زخموں سے ہو داغدار — اُسیمیں سمجھتے ہیں تن کی بہار

نہیں چاہتے وہ شفائے مرض — وہ کرتے نہیں کچھ دوائے مرض

رضائے خدا پر رضامند ہیں — خدا جسمیں خوش اسمیں خورسند ہیں
دعا انکی ہر چند ہے مستجاب — دعا سے بھی آتا ہے انکو حجاب
کروں ایک مرد خدا کا بیاں — حقیقت ہو اہل وفا کی عیاں

نقل ایک مرد خدا کی

کسی بندۂ خاص کو اے ہُوا — مرض بادخوری کا منہ پر ہوا
جو گزرے عبادت میں پنجاہ سال — مرض کو ترقی ہوئی پھر کمال
پڑے اسمیں کیڑے بھی تقدیر سے — مگر یاں غرض کیا ہی تدبیر سے
کہا ایک دیندار نے اے جناب — دعا آپ کی ہے ہر اک مستجاب
کرو اب شفائے مرض کی دعا — دعا کی ہی پھر ساتھ پاؤ شفا
کہا سنکے بیمار نے لے جواں — خدا کی خوشی سے ہیں ہم شادماں
جو بھیجے بلا وہ ہمیں صبر ہو — تو پروا ہے کیا جسم پہ جبر ہو
عیاں تم پہ رتبہ ہے ایوبؑ کا — جو ہو صبر درجہ ہو ایوبؑ کا
جو دل سے کوئی لب ملے شکریہ — سلیمانؑ کا رتبہ ملے شکریہ
سنی یار نے بات بیمار کی — تسلی ہوئی بات سے یار کی
کیا حور نے جب یہ قصہ تمام — لگے کرنے تعریف خاص و عوام
کسی نے کہا سنکے اچھا کہا — پکاری کوئی مرحبا مرحبا

کہا اہلِ دنیا نے اسبات سے — کہ بس حُور جاتی ہے اب ہات سے

اول عقیلہ ونفیسہ وشہزادی کا باہم کچھ بیان فرمانا اور پھر تینوں کا ترک دنیا کرکے گوشہ میں جانا تحریر ہے

نہیں ہے ہوس اَور کچھ ساقیا — پلا ساغرِ اُلفتِ کبریا
ملے وہ شرابِ محبت تجھے — بنے جام دریائے رحمت مجھے
رہوں بحرِ رحمت کے گرداب میں — قیامت کو ڈھونڈیں تلک آب میں
کریں دیکھ کر میرا چرچا یہی — کہ دریائے رحمت میں ڈوبا یہی
جو ہوتی ہے اب مثنوی اختتام — یونہی ہوگی اک روز دنیا تمام
رہی یاں نہ محفل نہ ساقی رہے — ہوس جام کی بھی نہ باقی رہے
ہوا ہے مقدّر مددگار اب — پہنچتے ہیں منزل پہ دلدار اب
عقیلہ نفیسہ گریں پاؤں پہ — کہا دھوپ صدقہ تری چھاؤں پہ
تصدّق رہی چاندنی رنگ پہ — مہ و مہر قرباں ہوں سِن ڈھنگ پہ
تعلق رہی نیک اعمال سے — زمانہ بنے آپ کی چال سے
زباں پہ تمہارا ثنا نہ رہے — رہیں آپ جبتک زمانہ رہے

کوئی کر رہا ہے کفن کی تلاش ۔ کسیکو ہے یاں گورکن کی تلاش
کہیں جاں بلب نیک بخت ہے کہیں ۔ کہیں ہے جنازہ لحد ہے کہیں
کوئی ڈھونڈتا ہے دوائے مرض ۔ کوئی چاہتا ہے شفائے مرض
کوئی قوت کے فکر میں ہے اداس ۔ کوئی ہے عزیزوں کے غم میں اداس
کسیکی کسی سے ہے جنگ و جدال ۔ کوئی صدمۂ موت سے پائمال
اگر مال پر مر رہے ہیں امیر ۔ تو فاقوں سے پھرجاں بلب ہیں فقیر
جو زندہ ہے مردہ ہے بیمار ہے ۔ وہ دام قضا میں گرفتار ہے
جہاں میں کسیکو نہیں چین کچھ ۔ کہیں آہ و نالہ کہیں بین کچھ
غرض کچھ نہ کچھ سب کو آزار ہے ۔ جسے دیکھیے وہ ہی بیمار ہے
دلوں کی نہ جانوں کی یاں ہے خبر ۔ تو دنیا میں کیا قابل سیر ہے
زمانہ نے کیا کیا دکھایا نہیں ۔ کسی رنگ میں لطف آیا نہیں
جو اپنا سا تم نے بتایا ہمیں ۔ تو سمجھو پری اپنا سایہ ہمیں
بس اب پاس دن رات سمجھو ہمیں ۔ جدھر جاؤ تم ساتھ سمجھو ہمیں
مکاں میں نہ باتیں کرو بیٹھکر ۔ کرو آخرت کے سفر پر نظر
کمر باندھیے اب سفر کے لئے ۔ سفر ہو کسی اور گھر کے لئے
کہا شاہزادی نے سنکر سخن ۔ کسے چین ہے اس جگہ ہی بہن
نہ دیکھو قیام دمکاں کی طرف ۔ کریں آپ آنکھیں جہاں کی طرف

جہازِ فنا میں ہیں سارے مکاں ۔ مکانوں میں بھی چل رہے ہیں یہاں
یہ دنیا ہے ہر چند جہاں سرا ۔ کسی کو ٹھہرتے نہ دیکھا ذرا
مسافر ہیں دنیا سے جانکاہ میں ۔ ٹھہر کر بھی چلتے ہیں ہم راہ میں
بڑھا دم ۔ گھٹا ایک دم عمر کا ۔ کہ ہر سانس پر ہے قدم عمر کا
یہ عمرِ رواں کیا نظر میں نہیں ۔ ہوا ہم سفر میں ہیں گھر میں نہیں
کسیکا یہاں پر نہ گھر ہے نہ در ۔ جو دنیا میں ٹھہریں تو کس طور پر
مکاں بھی کوئی کیا بنا کر رہے ۔ بنائے کوئی کوئی آ کر رہے
جو کچھ لوگ گھر در بنا کر گئے + ۔ وہ مزدور بھی گھر بنا کر گئے
جو ہیں مالکِ قصر معمار ہیں + ۔ یہ دنیا ہے خرتی وہ سمنار ہیں
لیا کیا بنا کر مزا قصر سے + ۔ گرائیگی اک دن قضا قصر سے
کوئی ملک گھیرے سنبھالے کوئی ۔ تو کیا سلطنت سے مزا لے کوئی
خزانوں میں کیا مال ڈالے کوئی ۔ کوئی مال ڈالے نکالے کوئی
مکاں کی وہ صورت سفر کا یہ حال ۔ جسے کیا ٹھہرنے پہ نقشِ خیال
یہ دنیائے دوں نقش بر آب ہے ۔ ہوا ہے فسانہ ہی اک خواب ہے
کبھی جن حسینوں کی کل داستاں ۔ نہیں آج ان میں سے کوئی یہاں
جو تھے محو کل آپ کی بات میں ۔ نہیں ہیں وہی آج کی رات میں
فسانہ تھے جنکے کئی روز سے ۔ سناتے تھے قصے تھیں سوز سے

کہاں ہیں وہ معشوق عاشق کہاں
کہیں آپ بتلائیے کچھ نشاں

زمیں پر ہوئی جسقدر نامور
بتاؤ تو ہم کو گئی وہ کدھر

کہاں تخت ہے اب سلیماں کہاں
کہاں چاہ ہے ماہ کنعاں کہاں

کہاں آج دارا سکندر کدھر
کہاں جنگ اُنکی ہیں لشکر کدھر

فلاطوں کہاں آج لقماں کہاں
کہاں زال رستم نریماں کہاں

ہوئے خاک وہ پوچھئے اب کسے
کہاں وہ کبھی ڈھونڈیے اب کسے

نہ سمجھو کہ جبدم ہوئے خاک ہیں
جو جلتی ہیں جیتے ہوئی خاک ہیں

جو دم ہے ہوا کا کوئی پھیر ہے
بدن کیا ہے اک خاک کا ڈھیر ہے

ہوا جب ہوا دم بدن خاک ہے
بدن کیا ہے دو چار من خاک ہے

ہوئی خاک سے جب کہ شان بشر
تو مٹّی سے ہے اک نشان بشر

اِکھٹی جو دونو ہوا خاک ہیں
اِسی سے یہ بالائے افلاک ہیں

ہوا ہی وہ ہیں جس ہوا میں بشر
تو اُڑتے ہیں پھر کس ہوا میں بشر

کریں کیا کسی کا گلہ آہ ہم
نہیں اب تلک بر سر راہ ہم

جو منظور اُلفت ہے اللہ کی
سنو بات کہتی ہوں اس راہ کی

غرض سے خدا کی نہ طاعت کرو
نہ مطلب ہے اُسکی اطاعت کرو

مرض سے نہ رنج و تعب سے جھکو
نہ اُسکی طرف تم سبب سے جھکو

خدا کی محبت طمع سے نہو
اطاعت عبادت طمع سے نہو

نہ رکھو تمنائے دنیا و زشت
نہ خوف جہنم نہ شوق بہشت

محبت میں طاعت میں ہے یہ خیال
کہ لائق پرستش کی ہے ذوالجلال

جدا اب مقام ادب سے نہ ہو
میری ساتھ میرے سبب سے نہ ہو

کہا سنکے دونو نے اے گلبدن
کنیزیں سمجھتی ہیں سارا سخن

کہاں مفت کہوتے ہیں اوقات ہم
ہوئے ہیں خدا کے لئے سات ہم

کہا حور نے اب چلو ساتھ تم
کہ اب لو مرا ہاتھ میں ہاتھ تم

کہے تمنے قصے سُنے جسقدر
یہ مطلب ہے اُس طول کا مختصر

اگر دور ہر چیز کی چاہ ہو
تو اللہ کے عشق سے راہ ہو

کوئی بحرِ فانی میں کب پاک ہو
کنارے ہوا اس سے تو جب پاک ہو

ہمیشہ یہ رکھتا ہے گرداب میں
پڑے خاک اس بحر کی آب میں

لگی آگ اس گلشنِ دہر میں
ہوا سبز یہ نازنیں زہر میں

ثمر کھا کے مرتے ہیں اس باغ میں
بُرائی ہے یہ اُور کس باغ میں

یہ کہتے ہی دل ہوگیا بیقرار
لگی رونے پھر مثل ابر بہار

کہا سب جلیسوں سے بخشو قصور
وہ بولیں نہ فرماؤ ایسا حضور

کہ تم نیک ہو ہم گنہگار ہیں
ہمیں سب تمہاری خطاوار ہیں

نصیحت جلیسوں کو کی اسقدر
کہ سب وہیں پر ہوا اک اثر

کہا اب خوفِ جدائی کرو
کہ دنیا سے تم بھی صفائی کرو

جہاں میں جدائی تو ہے اکدن
کسی دن جوانی نہ پیری نہ سن

مرے جسم کو آج دھوتے ہیں سب
پسینہ نہیں عضو روتے ہیں سب

جہاں میں ہی آہ و بکا خوب ہے
اکھٹے ہیں سارے مزا خوب ہے

جدا ہو گئے جب یہ زیرِ زمیں
تو پھر ملکے اٹھیں یہ طاقت نہیں

اب اپنی ہی خاطر یہاں رو دیئے
سو یہ منہ ہے اب اشک سے دھو دیئے

کرے ترک دنیا جو کوئی امیر
تو کیونکر نہ قرباں ہوں اُس پر فقیر

جواں گر کوئی ترکِ لذّت کرے
تو پھر پیر کیونکر نہ حسرت کرے

کرے جب کوئی بت طوافِ حرم
تو کیونکر نہ چومیں مسلماں قدم

عیاں سب اوصاف ہیں جن میں
یہ باتیں سبھی صاف ہیں جن میں

صنوبر بھی ۔ نخلِ ثمردار بھی
جواں بھی ہے بت بھی ہے زردار بھی

جسے ترکِ دنیا بھی منظور ہو
وہ دولت پہ کیا خاک مغرور ہو

کسیکو کیا پھر نہ ترک کر سلام
ادب سے کیا سب کو جھک کر سلام

نہ پھر آنکھ محفل پہ کی حور نے
نظر اپنی منزل پہ کی حور نے

کیا ترک دنیائے ناپاک کو
سمجھتی وہ اکسیر کیا خاک کو

الگ کب کسی غم کے مارے ہوئی
ہنسی سے خوشی سے کنارہ ہوئی

ہوئی مس نہ دنیائے ناپاک سے
اٹھی دھوپ کی طرح پر خاک سے

تعلّق جو ملکِ بقا سے کیا
نہ تر ہونٹھ بحرِ فنا سے کیا

ہوئے وارسے پار دو ہاٹ میں | کنارے لگے بات کی بات ہیں

عقیلہ نفیسہ ہوئیں ساتھ پھر | جو بگڑا نہ چھوڑا کہیں ہاتھ پھر

جو طاعت کو گوشہ کے اندر ہوئیں | نہ حکم پیمبر سے باہر ہوئیں

کرشمہ ادا اسمیں کیا کیا نہیں | کہ اک بیسوا ہے یہ دنیا نہیں

نگاہوں میں مردوں کے ہے خوار یہ | نجس ایک عورت ہے مردار یہ

ملے کس طرح اس سے مرد سعید | نجس سے ملا جو ہوا وہ پلید

جو بحرِ فنا پر ہے لوحِ جہاں | تو کیا ٹھیک نام و نشاں کا یہاں

رہے لوح اک دن نہ دفتر رہے | تو پھر نام کسکا یہاں پر رہے

لکھا مثنوی میں جو نام و نشاں | سبب صاف کرتا ہوں اسکا بیاں

کرے غور کوئی اگر عیب پر | کہ ہو مثنوی کے نظر عیب پر

تو پھر اَور کوئی نہ بدنام ہو | مرے عیب کا مجھپہ الزام ہو

لکھا اسلئے نام ہر طور پر | گماں عیب کا تا ہو اَور پر

لکھی سہل ترکیب سے بات بات | نہیں اس جگہ نظم کشف اللغات

لکھی مثنوی یہ اسی بات پر | مجھے بخشدے وہ کسی بات پر

اُسے زیب ہے فضل جتنا کرے | مجھے بخشدے رحم اتنا کرے

کمر ہمنے چلنے پہ باندھی توی | خدا کے حوالہ یہ کی مثنوی

خدا سے تمنا ہے دن رات یہ | وہ رکھ لے جہاں میں مری بات

اگر کوئی مرنے سی پہلے مرے / تو کیونکر نہ دل خاک اپنا کرے

نجس تھے نتھے جبتلک خاک ہم / بنے خاک جبدم ہوئے پاک ہم

کسی روز دنیا ہی سب خاک ہے / جو طالب تھا شائق تھا اب خاک ہے

جو ہے حمد سے ابتدائی سخن / تو توحید ہوا نتہائے سخن +

جو آغاز انجام سب نیک ہو / جبھی ابتدا انتہا ایک ہو +

نہیں منحصر یہ بد و نیک پر / شہادت دو عالم کی ہے ایک پر

خدا ہی نے جانا کہ وہ ایک ہے / دو عالم نے مانا کہ وہ ایک ہے

مجھے چاہئیں یا نہ ایسے گواہ / خدا ہی میں ہوویں جو ویسے گواہ

جو اللہ کا علم ہے عین ذات / نہ باہر ہوں اُنسے گواہ صفات

ہر اک علم و فن میں ہوں اول گواہ / فضیلت میں سب سے ہوں اول گواہ

کوئی سلسلہ اُنسے آغاز ہو / جو دو ہوں مگر ایک انداز ہو

کروں آج میں پیش ایسے گواہ / کہ جیسی شہادت ہو ویسے گواہ

بتاؤں گواہوں کا جبدم نشاں / کہیں دیکھ کر اُنکو خورد و کلاں

عبث یہ نہ دنیا میں پیدا ہوئے / گواہی کی خاطر ہو پیدا ہوئے

جو ہیں ایک سے ایک کے دو گواہ / انھیں باب توحید میں دو گواہ

کئے جنکے اوصاف ہر دم بیاں / گواہی کو دیتا ہوں اُنکا نشاں

جو کہتا ہوں رب صمد ایک ہے / الف ایک ہے وہ عدد ایک ہے

الف پر کرو غور بہرِ خدا / کہ ہے ایک اوّل میں سب سے جدا

یہ دیکھو کہ بمثل ہی یہ یہیں / کوئی حرف اِس سے مشابہ نہیں

کسی میں تو کچھ کچھ کہیں فرق ہے / تو نکتہ کا اسمیں نہیں فرق ہے

جو اللہ سے ہے الف یہ رجوع / تو اس سے ہر اک علم کا ہے شروع

الف ہے جو ابجد کی اِک راہ ہے / ہر اک اُسکے حرفوں میں اللہ ہے

بتاتا ہے مفتی نہ قاضی مجھے / یہ کہتا ہے علمِ ریاضی مجھے

کہ ہے ایک سے ابتدائے حساب / تو اُوپر نہیں اُس سے جائے حساب

دیا ایک نے ایک کا جب نشاں / چلا ایک سے پھر حسابِ جہاں

جو دو نو نیہ ہے ایک اُسکی مدد / تو اُوپر نہیں اُسسے حرف و عدد

جو اول میں حرف و عدد ایک ہے / تو پھر ایک کی یہ سند ایک ہے

وہ دیکھے جسے عقل کی ہو نگاہ / کہ ہیں ایک کے ایک و نو گواہ

جو موجود خلقت میں ہے بیمثال / خدا پر کرو اُس سے بڑھکر خیال

تو علمِ خدا اسقدر ہے بسیط / دو عالم ہے نکتہ میں اُسکے محیط

یہ ابجد ہے نکتہ کے اندر یہیں / جو کچھ اسکے حرفوں سے باہر نہیں

جو نامِ الٰہی کو دیکھو ذرا / یہ ابجد کی ہے ابتدا انتہا

یہی مثنوی میں ہے جائے اخیر / یہ ہے خاتمہ پر دعائے اخیر

رہے ایک وہ میری تائید پہ / مرا خاتمہ بھی ہو توحید پہ

اشعار تصنیفِ مصنّف بحرِ دیگر

بحر ہو اَور۔ اَور مضموں ہو — کوئی تاریخ اسمیں موزوں ہو
پہلے تاریخ سے برائے ثواب — اب لکھوں اَور ہی حساب کتاب
مثنوی حمد سے ہوئی آغاز — حمد اسمیں بھی ہو یہ ہو انداز
حمد کے ساتھ سب کلام کروں — حمد کرکے ہی اختتام کروں
لاکھ مشکل خدا کی ہے تعریف — جسقدر بن سکے لکھوں تصنیف
دفترِ حمد کا ہی ہے حساب — ایک نقطہ کا وصف لاکھ کتاب
حال ہر شے کا ہوگیا معلوم — کبھی موجود ہے کبھی معدوم
یہ نہ باتیں کسیکی ذات سے ہیں — پر یہ دونو خدا کے ہات سے ہیں
کوئی ہو خلق ہو کہیں سے ہو — آسمانوں سے یا زمیں سے ہو
اُسکا چرچا بھی ہووے گھر گھر میں — نام لکھا ہوا ہو دفتر میں
پر وہ دفتر ہے بحرِ فانی میں — نام ڈوبا ہوا ہے پانی میں
نکلا جب پیٹ سے تو جراَت کیا — ضعف سے جب گرا تو قوت کیا
نیست کردی قضا تو ہستی کیا — نشہ جب ہے ہرن تو مستی کیا
ٹھہرے دو روز وہ قیام ہے کیا — ایک دن جو مٹے وہ نام ہے کیا
اُسکی ہستی ہی کیا جو ایسا ہو — خود تو ہو خاک نام ڈوبا ہو

لائق حمد ہے خدا کی ذات
اُسکے قبضہ میں ہے حیات و ممات

کارخانہ مدام اُس کا ہے
جو ہمیشہ سے نام اُسکا ہے

انتظام جہاں کو دیکھ یہاں
آپ ہی پتا ہے منتظم کا نشاں

ہر گل و برگ کا یہی ہے جواب
ہوں ورق پر ہوں معرفت کی کتاب

آنکھ بیشک ادھر اُدھر کر تو
دیدۂ عقل سے نظر کر تو

شان اُسکی عیاں ہے ہر شے سے
ذات اُسکی نہاں ہے ہر شے سے

پایا خالق کو اُسکی خلقت سے
جانا صانع کو اُسکی صنعت سے

اُسکا روشن ہے نیک و بد سے نام
شان چیزوں سے ہے عدد سے نام

ذات سے اُسکی جب ہوا ماہر
نام اعداد سے کروں ظاہر

شعر میں لفظ میں ہے حرف میں ہے
بر میں ہے بحر میں ہے ظرف میں ہے

شے جو دو نو جہاں کی حد میں ہے
نام ہر چیز کے عدد میں ہے

کرو ہر چیز کے عدد پہ نگاہ
کہہ رہے ہیں سبھی اللہ اللہ

چاہیے عقل کچھ یہاں ہو صرف
حرف کے ہوں عدد عدد کے حرف

مثنوی پر کرو خیال و نگاہ
ہے عیاں حرف سے اللہ اللہ

حرف پر لفظ پہ نظر ہو اب
جو نگاہوں میں خشک و تر ہو سب

لے عدد اسکے اک نمونا کر
چار سے ضرب کیجے دونا کر

جمع کو پھر سنبھال خوش ہو کر
کر دو ہی دور دو عدد کھو کر

پھر جو باقی رہے اُسے لیکر
کم کرو آٹھ سے طرح دیگر

آٹھ سے کم رہے جو باقی لو
ضرب سکو بھی چھ عدد میں دو

پھر عدد ہوں اِ آ کے ظاہر
کر دیا سب حساب سے ماہر

کہہ نہ بے سر کو بنیں اور کہیں
سب حساب یونہیں ہیں یہی جتنیں ۳۶

گر سیاق و سباق میں ہو وقوف
کرو اعداد کے بھی جمع حروف

ہے ہر اک شے پہ نام کا سکہ
ہے یہی سب میں نام کا سکہ

جب بڑھائے عدد ہوئی یہ تمیز
یونہی بڑھتی ہے خلق میں ہر چیز

طرح دینے سے یہ کھلا مطلب
نام باقی رہے فنا ہوں سب

سنئے دنیا میں آہ کس کی بات
کونسی بات کو یہاں ہے ثبات

گہہ عقیلہ کی بات سنتی تھی
گہہ نفیسہ کی بات سنتی تھی

کبھی سنتی تھی حور کی باتیں
تھی خیالوں میں دور کی باتیں

چھوڑ کر اک ادا سے محفل کو
حور پہنچی ہے اپنی منزل کو

اَور ہی ہو گیا ہے اب سماں
اب محفل ہے وہ۔ نہ وہ انساں

اب نہ وہ شمع رو نہ وہ راتیں
اب شیریں دہن نہ وہ باتیں

یونہی دنیا کا کارخانہ ہے
کارخانہ ہے کیا فسانہ ہے

خیر سے بزم اختتام ہوئی
شکر ہے مثنوی تمام ہوئی

رہ دویں دنیا کو اب کہاں تک ہم
کوئی تاریخ بھی لکھیں اسدم

قطعہ تاریخ تصنیفِ مصنّف

مثنوی ہے یہ بوستانِ جہاں
ہیں الگ اس سے خار و خاشاک
گلِ باغِ ارم ہے نام اسکا
۱۲۹۴
چمنِ آخرت ہے یہ اے خاک!
۱۲۹۴

قطعاتِ تواریخ طبع من تصنیفات شعرائی خوش فکر و نازک خیال و سخنورانِ عالی فہم و ذی کمال

قطعہ تاریخ من تصنیف میر فضل حسین صاحب ساڈھوری سابق ڈپٹی انسپکٹر پولیس حال پنشن خوار المتخلص بہ ذاکر

اے شفیقِ مکرّم ذی شاں
اے رفیقِ معظّم دوراں
اے شہِ ملکِ علم و فضل و کمال
اے مہِ برجِ حلم و فخر و جلال
اے سرِ صاحبانِ صدق و صفا
اے درِ بوستانِ مہر و وفا

اے کہ مال و متاع دیں ز تو
اے کمال مہ یقیں از تو

محسن قدر دانِ با اخلاق
مونس مہربانِ با اشفاق

قمرِ اوج و فضل و دانائی
ثمرِ نخلِ بذلِ یکتا ہی

نورِ مہرِ سپہرِ مہر و کرم
بوئے گلبرگِ باغِ جود و نعم

مخزن الجود و منبع الفیضان
معدن الخلق و مجمع الاحسان

شاعرِ کاملِ فصیحِ زباں
عالمِ عاملِ ملیحِ بیاں

سالکِ مسلکِ خدادانی
مالکِ ملکِ یادِ ربانی

عارفِ پُر کمالِ باایمان
عابدِ پُر جلالِ با ایقان

شائقِ علمِ دین و شرعِ متیں
میر طالب حسین حق آئیں

اَکرَمَ اللّٰہُ وَالرَّسُولُ عَلَیکَ
اَنعَمَ الحَسَنُ وَالبَتُولُ اِلَیکَ

بعد تقدیم کورنش تسلیم
بعد تعظیم قدویت ترسیم

شاکرِ فضلِ ایزدِ کونین
ذاکرِ پُر گناہ فضلِ حسین

ملتمس ہے بعجز و شکر و دعا
دست بستہ بحضرتِ والا

کہ کتابِ جنابِ فیض مآب
چمنِ آخرت گلِ شاداب

جب سُنی دل نے وہ خوشی پائی
دلمیں جاں جاں میں تازگی آئی

مثنوی ہے یہ معجزاتِ سخن
کھل رہی ہیں ہر اک طرح کے چمن

شعر سرسبز باغ تازہ ہے
تازگی سے دماغ تازہ ہے

سایہ سے باغ کے ورق ہیں سبز — یا زمرّد کا اک طبق ہے سبز

تھی سفیدی جو شِیر کی صورت — سبز ہے اب حریر کی صورت

حرف خوشبو سے ہیں گلِ گلشن — ہیں گلِ مہر کی طرح روشن

پھول پتّی تو سب چکن کے ہیں — پھول بُو باس میں چمن کے ہیں

ہاتھ کی حور کے ہے گُل کاری — حلّۂ خلد پر ہے پھلکاری

کام اسمیں نہ کوئی جھوٹا ہے — خُلد کا گُل۔ ارم کا بُوٹا ہے

مثنوی کا تو ہے اثر دل میں — ہے ہر اک بیت کا بھی گھر دل میں

دلکو ہے چین جاں کو راحت ہے — کیا بلاغت ہے کیا فصاحت ہے

سیر جب اس چمن کی کامل ہو — جان مُردہ دلونکو حاصل ہو

بات ہر معجزہ کی بات ہوئی — بحر بھی چشمۂ حیات ہوئی

بات یہ ہے اسے نبات کہیں — جی اُٹھے چشمۂ حیات کہیں

لُطف ہر ایک بیت میں پایا — سیر کی بات کا مزا آیا

کیا عبارت ہے کیا مضامیں ہیں — ہادیِ راہِ دینِ آئیں ہیں

واہ صد واہ ہے خدا آگاہ — مرحبا مرحبا جزاک اللہ

ہر روایت سرِ ہدایت ہے — ہر حکایت درِ درایت ہے

جس نے اسکو سُنا ہوا۔ واللہ — محوِ عشقِ فنا فی اللہ

واقعی یہ چمن ہے پُر تزئیں — رشک افزائے باغِ خلدِ بریں

ہے ہر اک لفظ غیرتِ صد گل　　جسپہ گل پھولکر ہیں خود بلبل

ہے وہ ہر مصرعہ سبزہ زار ہرا　　جس سے مہندی کے دلمیں خون بھرا

ہے وہ ہیں اسطور نہر پر آب　　دلِ مہتاب جس سے ہو بیتاب

کوثرِ خلد اس سے بسمل ہے　　ہو مقابل اسکے قابل ہے

لفظ و معنی کی طرز وہ ڈالی　　رنگ و بو میں گلوں سے ہے عالی

تاریخ

حب سنی مثنوی یہ ذاکر نے　　پھولا تن دل نے تازگی پائی

پئے تاریخ باغِ رضواں سے　　گل باغِ ارم صدا آئی

۱۲۹۴ھ

تاریخ دیگر

شائقِ خوش بیان باعرفاں　　دُرِ عرفاں چو از زباں سُفتہ

بہرِ تاریخ ہاتفِ غیبی　　معرفت نامہ راہبر گفتہ

۱۲۹۴ھ

دیگر

کیا لکھی مثنوی بطرزِ جدا　　سیر شائق نے واہ صلِّ علےٰ

کیا مضامیں ہیں کیا عبارت ہے　　بند کوزہ میں کر دیا دریا

محوِ عشقِ خدا فنا فی اللہ　　ہو گیا جس نے اسکو دل سے سُنا

باسرِ اعتقاد اے ذاکر!　　کہہ اسے زادِ راہِ عشقِ خدا

۱۲۹۴

دیگر

سُنی یہ مثنوی رضواں نے جو ہم	کہ رشکِ گلشنِ خلدِ بریں ہے
وہیں خلدِ بریں سے با سرِ بیں	ندا آئی بہارِ باغِ دیں ہے

۱۲ ۹۴

دیگر

عجب ہے فیض بخشِ عام یہ نظم	کہ بحرِ جود ہے اور گلبنِ فیض
مکرر ذاکر پئے تاریخ تصنیف	سرِ دل سے یہ بولا گلشنِ فیض

۱۲ ۹۴

صنعتِ دیگر

کہ ہر مصرعہ اول کل اشعار مثنوی مصنّف سلمہ اللہ تعالیٰ

سے کلمۂ لا الٰہ الا اللہ اور ہر مصرعہ ثانی سے

انت یا احمد رسول اللہ پیدا ہوتا ہے *

ہست ایں مثنوی بصنعتہا	چہ عجب دلکشا و روح افزا
لفظ لفظش پُر از صنائع ہست	حرف حرفش پُر از بدائع ہست
خاص یک صنعتِ عجیب درآں	خود عیاں است چوں سحر تاباں

که بهر شعر آں شود اظهر
از مصاریع اولیں چوں ماه
واز مصاریع آخریں صد واه
گر تو ترکیب آں نمیدانی
جمله اعداد مصرع اولے
باز تضعیف و باز کن تسدیس
باز طرحش بده بسی و شش
خمس عددی که اوست بینی
تا نمایاں شود چو مهر و ماه
ضرب اعداد مصرعهٔ ثانی
باز ضربش بده به ده باهم
بعد ازاں چند بار با پنجاه
ضرب عدد اخیر اے ماهر
تا شود روشن اے خدا آگاه
زیں تواریخ و شعرها باللہ

از دو مصراع کلمهٔ اطهر
کلمهٔ لا الٰه الا اللہ
انت یا احمد رسول اللہ
بشنو هم فهم کن آسانی
گیر و در سه بزن بفهم رسا
باز منها یکے بکن بنویس
باقیش را بدار برجایش
آخرش آر باخوش آئینی
کلمهٔ لا الٰه الا اللہ
کن به پنج اولاً آسانی
بعد ازاں سه عدد بکن زاں کم
طرح ده شود ز باقیش آگاه
با دو واده بیار. در آخر
انت یا احمد رسول اللہ
هم دو کلمه عیاں چو مهر و ماه

قطعه تاریخ طبعزاد میر الفت علی انبالوی محافظ دفتر
کمشنری انباله متخلص گویا

سید طالب حسین صاحب نے — مثنوی اپنی جب تمام لکھی
شاعرانِ زمانہ نے سُنکر — کہا لاریب ہے یہ لاثانی
کب کوئی مثنوی اسے پہنچے — سلکِ گوہر ہے نظم سب اسکی
سالِ ہجری کی فکر تھی گویا — ملہمِ غیب کی ندا آئی
سال کہا ہے زروی بسم اللہ — مثنوی خوب لاجواب کہی
۱۲۹۴

دیگر

کہا ہر ایک نے جزاک اللہ — ختم شائق نے مثنوی کی جب
روح سودا و میر نے یہ کہا — شاعری ہوگئی تمام بس اب
ذوق و غالب کو آئی یہ لذت — کاٹ کھائے مزے کے مارے لب
درِ تاریخ کے لئے۔ گویا — غرق دریائے فکر تھا بیڈھب
کہا ہاتف نے ناگہاں مجھ سے — کیوں اُٹھاتا ہے تو یہ رنج و تعب
سرِ اسمِ الہ سے کہدے — درِ یکتا ہے مثنوی ہر کب
۱۲۹۴

دیگر بفارسی

مثنوی ختم چو شائق بنمود — کو بود برجِ شرف را بجبیں
سالِ او گفت بدینساں گویا — بیخزاں گلشنِ جاویدِ تقلیں
۱۲۹۴

دیگر

چو شائق ختم کردے مثنوی را — ندارد کو بعلم و حلم ثانی
نسیم باغ اعجاز است تقریر — کلام او بہار نکتہ دانی
بود ہر مصرعش سحری ہر بیت — کعیت گلبن جادو بیانی
بدنیاں سال ختمش گفت گویا — ہمہ زیبا گل باغ معانی

۱۲۹۲

قطعہ تاریخ من تصنیف شاعر نامی منشی گوری شنکر صاحب فرخ آبادی ملازم سرکار انگریزی متخلص بہ مجذوب

شائق اہل بلاغت مثنوی — چوں رسانیدہ بجد اختتام
گاہ سیرش گشت در ہندوستاں — شاعراں راز خدا ترکی تمام
سال ختمش خواستم مجذوب گفت — یادگار شائق روشن کلام

۱۲۹۴

مادہ تاریخ از تصنیف خواجہ نواب حسین خانصاحب ساکن لکھنو متخلص بہ مانوس شاگرد سید ببر علی صاحب انیس علی اللہ مقامہ فی الفرادیس

شائق رب سید طالب حسین — خاک درگاہ خدائے کائنات

عابد و ابرار و ذی جاہ و خلیق ۔ شاعرِ شیریں سخن والاصفات
مثنوی فرمود با صد زیب و زیں ۔ ہست مرآتِ فنائے شش جہات
لفظ لفظش نعمتِ جنّاتِ عدن ۔ حرف حرفش ساقیِ آبِ حیات
نقطہ نقطہ گنجہائے معرفت ۔ جزو جزوش افسرِ صد کائنات
سالِ طبعش جُست چوں ما نوس یافت ۔ یک الف از عون و فضلِ اسمِ ذات
چشم وا کردہ نوشتم فی البدیہہ ۔ دیدم الحق مشعلِ راہِ نجات
۱۲۹۸

قطعہ تاریخ طبع تصنیفِ مُصنّف

نہیں انعام کا طالب جو تو اے خاکِ شاہوں سے ۔ خدا اسے دے صلہ میں خلد سلطانِ امم سے
گلِ باغِ ارم گر تو نے نام مثنوی رکھا ۔ مناسب ہے کہ سالِ طبع رضوانِ ارم سے
۱۲۹۸

خاتمة الطبع

الحمد للہ والمنۃ کہ یہ کتاب مصنّفہ جناب اُستادِ شعرائے زمان خاقانیِ عصر انوریِ دوران موجدِ طرزِ عارفانہ ابلغ بلغاءِ زمانہ شاعرِ بے نظیر مُشیرِ باتدبیر حاویِ فنونِ نظمِ سیاست ہادیِ سبیلِ کنوزِ ریاست مقبولِ بارگاہِ رب جہنین جناب میر طالب حسین صاحب مدظلہ العالی ڈائرکٹر آف اکونٹنس ڈپارٹمنٹ ملک سرمور ناہن سابق متخلص بشائق حال مشہور بخاک باہتمام کارپردازانِ مطبع یوسفی دہلی ۱۳ سنہ میں چھپکر شایع ہوئی +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قصیدہ در نعتِ جناب سرورِ کائنات صلعم

من نتائجِ طبعِ سیّد طالب حسین صاحب جلالکانوی
متخلّص سابق بہ شائق وحال متخلّص بہ خاک

نہیں مطلع مہِ نو مدحتِ ابروے احمدؐ کا
بنا ہے مدِّ بسم اللہ یہ اونچا ہی سر مد کا

مرے دلمیں ہوا گھر مصحفِ روے محمدؐ کا
بنا ہی کعبۂ دل طاقِ قرآنِ مجلّد کا

دو عالم ایک ذرّہ ہی اگر نورِ محمدؐ کا
کمالِ کلمۂ کُن بھی ہے نکتہ علمِ احمدؐ کا

ہوا مصرع نہ موزوں ایک بھی وصفِ محمدؐ کا
بھرا بیتوں سے یوں ہی خلق نے یہ قلعہ ابجد کا

گھریں کس طرح اس عبدِ خدا کی وصفِ ابجد میں
احاطہ ایک حد پر کب ہوا اوصافِ بیحد کا

کھنچی تصویر اس جانِ جہاں کی کس طرح دلپر
تنِ پرنور میں عالم ہی اک روحِ مجرّد کا

سراپا بن آسے تشبیہ دیں کس سے کہ اسکو بھی
بِلا ہی آئنہ میں مثل اسکے خال اور خد کا

خدا سے ہی محمدؐ اور محمدؐ سے سبھی کچھ ہے
سہارا نور کو اُسکے ہے اک اللہ کے بد کا

سبھی تارِ نفس موجیں ہیں اُس دریاے رحمت کی
کہ ہر تارِ نفس میں سلسلہ ہے جذر اور مد کا

بیانِ خوبیٔ تصویر بھی وصفِ مصور ہے
جو ہے وصفِ محمدؐ وصف ہے ربِ محمدؐ کا

قدِ رعنا الف ہے اُس طرف تو لوحِ ہستی پر
ادھر ہے مردمِ چشمِ عدم سایہ اسی قد کا

نہو وے نکتۂ علمِ نبیؐ کی شرح عالم سے
محمدؐ ایک دفتر ہے نکاتِ علمِ سرمد کا

جہاں میں شرحِ قرآں کی فقط قولِ پیمبر ہے
وہی سمجھا ہے مطلب حق کے فرمانِ موکد کا

خدا کو ہے سبھی قدرت مگر وعدہ کا سچا ہے
کیا پہلے نہ آگے کو کرے ثانی اُس رشد کا

جو ہو مثل کوئی اور پھر کیونکر برابر ہو
زمانہ میں نہ سایہ بھی ہوا ہمسر محمدؐ کا

قوی دستِ خدا سے بازوے احمدؐ ہمیشہ ہے
سہارا ہے خدا کا خاص تکیہ اُسکی مسند کا

کروڑوں کھل رہے ہیں پھول ایسے اُسکی پرتو سے
گلِ مہرِ فلک کہنے کو بوٹا اُسکے مسند کا

خداے پاک کی تعظیم تسلیم محمدؐ ہے
کہ وہ پیغمبرِ برحق ہے ہادی نیک اور بد کا

اُٹھائی شرع کی تکلیف دو دن جسنے دنیا میں
اُٹھائیگا مزا وہ خلد میں عیشِ مخلد کا

جو کوئی مصطفےٰ ہے خلد میں اہلِ جناں ہمیں
گزر یاں ہے نہ مشرک کا نہ ملحد کا نہ مرتد کا

نبیؐ کے کفر و کافر شرک و مشرک سب نشانہ ہیں
دلِ شیطاں تلک موقع ہے اُسکے تیر کی زد کا

شہیدانِ رہِ دینِ نبیؐ نے خلد گھیرا ہے
حصارِ عافیت ہے یاں احاطہ اُنکے مشہد کا

نثارِ مصطفےٰ کے فیض سے اب بھی ہوں جنت میں
تر و تازہ چمن ہے یاں مضامینِ مجدد کا

شگفتہ ہے زمیں سرسبز سارے شعر میں اسمیں
نہیں بیتِ سخن فردوس میں گھر ہے زبرجد کا

سپیدی اور زردی یہ نہیں چہرے ہیں حوروں کے
الف یا نیر نہیں قد ہے کسی غلمانِ امرد کا

کئی فردوں سے پیرانِ مضامیں دور چمن چُپ کر
کروں بھرتی یونہی مضموں تھا سو قعہ وارد کا

زباں ہی ذوالفقارِ حیدری صفتِ پیمبر میں
بڑھایا یوں زمینِ شعر کو وصفِ محمدؐ میں
کیا ملکِ بقا تسخیر جس نے وصف اُسکا ہے
یہاں کر پختگی رہکر حصارِ جاودانی کی
خدا کی یاد کرتا رِ نفس کو دیکھ او غافل
نہیں بیوجہ کی تعظیم کعبہ کی محمدؐ نے
جھکے ہیں جسجگہ آدم اُدھر اولاد جھکتی ہے
برہمن کیا بتوں نے بھی خدا کو کر لیا سجدہ
زمیں نور پر توہ سے آسماں خورشید ذرہ ہے
زمانہ کیا خدا کا گھر منور ہو گیا اُس سے
بتانِ طالبِ حق چوستے ہیں اپنی قسمت ہے
چلا جو بیٹہ شیرِ خدا سے دینِ احمدؐ پر
تجلّی سخن سے شمع ساں روشن زبانیں ہیں
اُدھر وصلِ خدا ہو اس طرف وصلِ پیمبرؐ ہو
رہے کیونکر اندھیرا ان مسلمانوں کی قبروں میں
فلک بھی ہو گیا آگے زمیں کے سرنگوں اُسدم
طوافِ روضۂ انور سبب ہے کر لیا اس نے
پیمبرؐ رحمتِ اللہ ہی دریائے رحمت ہے
میسر ہو الٰہی قربِ ملکِ جاودانی میں

برنگِ برگِ پاں ہی پھل سی تیغ مہنّد کا
ہلایا ہمنے ڈانڈ الامکاں سی اپنی سرحد کا
نہیں دارِ فنا میں فکر ذوالقرنین کی سد کا
بھروسہ قلعۂ فانی میں ہے کیا برجِ مُشیَّد کا
یہ میداں ہی زمینِ ہستیِ موہوم کی حد کا
جھکا پہلے پہل سجدہ کو سروان جبّہ امجد کا
کہ سجدہ ہی خدا کو فخر ہے آدم کی معبد کا
ہوا دنیا میں نقارہ جو اُسکی آمد آمد کا
ہوا کرسی تلک اُونچا قدم سے فرق فرقد کا
جہانمیں نام روشن کر دیا اینجاب وجد کا
یہ رتبہ ہی محمدؐ کے قدم سے سنگِ اسود کا
مقلد خضر کا ہی وہ نہ پیرو دام اور دد کا
کوئی شیطاں کریگا کیا قصد اُسکے قول کی رد کا
ہے دلکو بھی حاصل ربط ہو حرفِ مشدد کا
ہوا زیرِ زمیں فانوس روشن اُسکے مرقد کا
بلا فرقِ زمیں کو تاج جب روضہ کی گنبد کا
ہو گردش میں پورا مدعا چرخِ زبرجد کا
بھروسہ ہم سیہ دلوں کو ہی ذاتِ ممجد کا
پیمبرؐ کا تری سرور کا میرے سیّد کا

اگر ظاہر ہوئی دریادلی ذرّہ نوازی پر
سیہ رو کو ہے پھر اک حوضِ کوثر آبِ بقا کا

گنہگاروں کا حصہ ہے فقط دریائے رحمت میں
یہیں تو بڑھ گیا ہے حوصلہ کچھ نیک و بد کا

ابھی سے آ پڑا ہوں در پہ امیدِ شفاعت پر
ابھی سے دھیان رکھیو یا نبی میری خوشامد کا

بنا ہے خاک یہ شائق جگہ زیرِ قدم بخشو
ارم میں آشیاں ہو بلبلِ روحِ مقید کا

قصیدہ در منقبتِ حضرتِ حیدرِ کرار من نتائج طبع سید طالب حسین صاحب چلکانوی المتخلص بہ خاک

خدا کا گھر ہے مولد والدِ شبیرؑ و شبرؑ کا
جو پیدا ہو خدا کے گھر میں ہے مختار وہ گھر کا

پیمبر کا ہے پیرو رہنما ہے خضرِ رہبر کا
امام افضل ہے افضل کا ہے وہ بہتر ہے بہتر کا

علیؑ در ہے تو میں نقطہ کہوں کیا حال دفتر کا
کرے کیا وصف ذرّہ مہر کا قطرہ سمندر کا

جو معراجِ سخن بھی ہو قلم جبریل کے پر کا
لکھوں دستِ خدا کا وصف بازو ہے پیمبرؐ کا

ثنا اُس بندۂ حق کی ہے اک تعریف ہے حق کی
ادب قنبر کا گویا ہے ادب مولائے قنبر کا

مگر اُسکے غلاموں کی بھی مدحت ہو نہیں سکتی
کروں کیا وصف میں اُس بادشاہِ بحر و بر کا

مجھی سے کیا دو عالم سے نہ ہوئی مدحتِ حیدرؑ
کہ جیسے وصف حیدر ہے نہ ہووے ربِ اکبر کا

سمجھ کر فرض کچھ کہتا ہے پر کس کے مقابل میں
خدا مداح احمدؐ کا نبیؐ مداح حیدرؑ کا

خدا و مصطفیٰؐ پر منحصر کی مدحتِ حیدرؑ
عبادت جانکر کچھ ذکر ہے مولائے کوثر کا

جو شاعر کر رہے ہیں پیرویِ سعدیؒ و جامیؒ کی
تتبع کر رہا ہوں میں بھی حسانِ سخنور کا

قرینہ سے ہوں موزوں کیوں نہ سارے شعر کاغذ پر
کہ میں تارِ نظر سے لے رہا ہوں کام مسطر کا

تحمل پر حرف بھی گو چہرۂ تصور مضمون سے — خدا خلعت اسے بخشے نہیں محتاج زیور کا

ثنائے مرتضیٰ سے وہ سخن نے آبرو پائی — کہ ہر اک بیت ہے بحرِ سخن میں قصر گوہر کا

یہیں کیا ہی بنینگے یہ تو ایسے قصر جنت میں — کہ جنکی آب دیکھی خشک منہ ہووے سمندر کا

جو بخشیگا سر و پا نور کا مجھکو قیامت میں — سراپا لکھ رہا ہوں میں بھی اُس شاہِ صفدر کا

سراپا میں سمجھنے کے لئے تشبیہ ہے ورنہ — اُسی کے نور سے جلوہ ہے مہر و ماہ و اختر کا

سراپائے علیؑ اک جلوۂ نورِ الٰہی تھا — دو عالم میں جدا عالم تھا اُسکے پانو کا سر کا

زبان و دل یہ جانوں کے بھی حرفِ عبادت تھا — وسیلہ سے ہو سجدہ یہ قابو خشک کا تر کا

قلم کیا جھک گئی سجدے کو لوح و علم بھی حق کے — اگر شک ہو سراپا دیکھ لو آقا کا رہبر کا

قلم قد تھا جبیں تھی لوح خود علم مجسم تھا — پڑا تھا عکس اُس آئینہ رحمت میں اُوپر کا

جھکے لوح و قلم اور علم تینوں ساتھ حیدر کے — ادا سجدہ کیا چاروں نے مل کر ربِّ اکبر کا

لبا دل وصفِ گیسو میں معطر ہے دماغ اپنا — بنا فیضِ سخن سے منہ بھی نافہ مشک اذفر کا

ثنائے کاکلِ عقدہ کشا ہے دائرہ ایسا — بنا ہے صاف حلقہ حور کی زلفِ معنبر کا

وہ پیشانی تھی اونچی خطِ قدرت جس سے نیچے تھا — جبینِ صاف کیا تھی سر تھا اک لوحِ مقدر کا

دو ابرو ایک بسم اللہ تھی دیوانِ قدرت کے — خلاصہ بھی وہی تھا مصحفِ روئے منور کا

کیا تھا مصحفِ رخسار جس نے حفظ سینہ میں — تو وہ خطِ سیہ تھا نون فرمانِ مقدّر کا

علی کے دیدۂ حق بیں سے کچھ پردہ نہ تھا حق کو — کہ اُس پر حال ظاہر کر دیا تھا حق نے گھر گھر کا

جو تھا دلبر خدا شکلِ نبی تھی اُسکی آنکھوں میں — حجابِ چشم غیروں کے لیے پردہ تھا باہر کا

نہ بینی تھی وہ انگشتِ دراز دستِ قدرت تھی — بتاتی تھی نشاں ظاہر میں سبکو [illegible] کا

بہارِ گلشنِ عقبیٰ گلِ عارض نہو کیونکر — کہ نورِ صبحِ جنّت پرتوہ ہی روئے انور کا

جو اُٹھکر صبح کو مُنہ دیکھتی ہی مہر کا خلقت — کہ دیکھا ہی کہیں پہلے پہل مُنہ اپنے حیدرؑ کا

رخِ پرنور تھا دنیا میں اک آئینہ قدرت — دہن بھی جوہرِ آئینۂ قدرت تھا سرور کا

دہانِ پاک علمِ غیب کا وہ ایک نکتہ تھا — کہ مطلب جسّے ہوسکتا تھا ظاہر سارے دفتر کا

دو لب دو لعل تھے جوہر دہن تھا یا پرے بیسے — دو عالم کی شفاعت موّل کم ہی ایسے جوہر کا

علیؑ کے گوہرِ دنداں سے کیا نسبت ستاروں کو — بنا ہی آب سے روغن چراغِ قصرِ خضر کا

فقط ذکرِ خدا سے دانۂ تسبیح دنداں تھے — بجائے سبحِ واں ثلثہ بنا تھا سلکِ گوہر کا

اگر چاہِ ذقن خمِّ غدیرِ پاک ہے دلکش — گلا بھی ہی صراحی ساقیِ تسنیم و کوثر کا

عجب ہے بادۂ خمِّ غدیرِ پاک میں لذّت — کہ نشّہ حوض کا ساغر میں ہے قطرہ میں ساغر کا

علیؑ کے ہاتھ پر کی جسنے بیعت خلد میں پہنچا — خدا کا ہاتھ پکڑا اُسنے اور بازوِ پیمبرؐ کا

علیؑ وہ قبلۂ دیں تھا جہ کا جو آپ سجدہ کو — خدا کا گھر تو دل اُسکا تھا سینہ صحن اُس گھر کا

ہر اک عضوِ بدن مشغول تھا ذکرِ الٰہی میں — رگوں میں شور تھا اک کلمۂ اللہ اکبر کا

کمر باندھی ہوئے تھا خلق کی ہر دم حمایت پے — قدم راہِ شفاعت میں تھا آگے اُس غضنفر کا

جو تھا جانِ نبیؐ کیونکر کوئی اُسکے برابر ہو — مثالِ سایۂ احمدؐ نہیں قد اُسکے ہمسر کا

رہا پیروِ براقِ مصطفیٰؐ کا دلدلِ حیدرؑ — قدم تھا ناقۂ صالح سے آگے اُسکی اشتر کا

نگاہوں میں خیالوں میں نہ حیدرؑ سا کوئی آیا — جو جامِ جم ہی دیدہ دل ہی آئینہ سکندر کا

اگر عینک لگا کر روئے روشن کو فلک دیکھے — گماں ہو چشمۂ خورشید پر بھی چشمِ شب پر کا

وہ طاقت تھی درِ خیبر اٹھایا ایک انگلی پر
زمیں کا بار بھی آگی تھا اسکے بوجھ مگدر کا

شجاعت وہ قضا کا وار بھی کھایا تو سجدہ میں
عبادت وہ کہ سجدہ میں نہ سر تلوار سے سرکا

سخاوت وہ اجل گھر میں خدا کے جب ہوئی سائل
دیا سر خون سے بھر کر کنارہ کاسۂ سر کا

عدالت وہ کہ ٹکڑی بھی کیا گر دشمنِ حق کو
برابر دو کئے ٹکڑے نہ تھا اک فرق مو بھر کا

کمالِ اتقا وہ غیر کی شے ہے زمانہ میں
کیا سر بھی نہ مس تارِ نگاہِ دیدۂ تر کا

جو تھا سایہ خدا کا نور کی صورت رہا یا نیر
صفا تھا چادرِ مہتاب سے فرش اسکی بستر کا

بسانِ دامنِ خورشید تھا وہ خشک دنیا میں
ہوا تر بحرِ فانی میں نہ گوشہ اسکی چادر کا

دلِ نازک پہ بھاری اسقدر تھا گوہرِ دنیا
نہ ڈالا بار دامانِ نظر پہ آب گوہر کا

نہ الجھایا دلِ نازک کو زنجیرِ تعلق سے
نہ رکھا کشتیِ عمرِ رواں میں بار لنگر کا

بھلا کیونکر وہ پھنستا خارزارِ دہر میں جسکو
گلِ دنیا کی لس کی بھی خلش تھی زخم نشتر کا

عجب گل تھا رہا بچکر ہوائے دہر سے ہردم
گیا بو کی طرح بے مس کیا دامن نہ صرصر کا

لگا نہ داغ کیا دامن کو اسکے دوزخِ دنیا
جلا ہے چادرِ مہتاب کو شعلہ نہ مجمر کا

اگر اسکے خیالوں میں بھی آجاتی کبھی دنیا
تو بہتر حال بنجاتا اسی دنیا بدتر کا

سوا حیدر کے رکھدی کون رستے سے الگ اسکو
اٹھا رکھنے کو دنیا بھی یہ دروازہ ہے خیبر کا

حبیبِ کبریا سے بوہب ڈرتا تھا دنیا پر
پھرایا منہ خلیل اللہ سے اس پر نے آزر کا

کریگا وہ عطا جنت ہمیں چاندی کے سونے کے
یہ دل آقا فضہ کا ہے اور مولا ہے بوذر کا

اسی نے خاک ڈالی آبروی بحرِ فانی پر
وہی مالک تھا بحرِ پر گہر کا کانِ پر زر کا

علی ابن ابیطالب کے حرفوں سے یہ ظاہر ہے
کہ بارہ تک ہے شجرہ اوصیائے آلِ اطہر کا

محمد سے علیؑ تک ہیں وہی اللہ کی باتیں
علیؑ اُس سے پھر محمد تک وہی ہے تار گھر گھر کا

نبیؐ کے بعد بارہ حجتِ اللہ بر حق ہیں
اُنھیں سے سلسلہ ہے حشر تک دینِ محمدؐ کا

جو بارہ ماہ کی ہے لاگ اس عمرِ دو روزہ میں
وہی ہے زندگی خضر گو مہماں ہے دم بھر کا

تو شکلِ پنجتن سے ہو حواسِ خمسہ جاں کو
ملے بارہ سے دل سے چند ہو کر چار عنصر کا

لکھوں دو ایک مطلع کیا کمی ہے مجھکو مضموں کی
ہمیشہ سے ہوں باں ہیں تو شہرِ علم کے در کا

درِ شہرِ علومِ مصطفیٰ ہے وصف حیدرؑ کا
تو حیدرؑ سے ہے سیدھا رستہ اللہ کے گھر کا

حدیثِ مصطفیٰ سے جب پتہ معلوم ہے در کا
تو پھر کیوں شیرِ حق کو چھوڑ کر کتا ہو گھر گھر کا

جو ہے در سے خدا کی راہ کیوں چار و طرف پھریے
درِ شہرِ نبیؐ ہے یہ نہیں بازار جو سر کا

گلِ باغِ ہدایت خار زارِ دہر میں وہ ہے
پھنسے کانٹوں میں ناداں چھوڑ کر دامن گلِ تر کا

علیؑ کی راہ جو کچھ ہے وہی راہِ پیمبرؐ ہے
جو رستہ ہے نبیؐ کا ہے وہ رستہ ربِ اکبر کا

صراطِ حق بھی اور راہِ جناں بھی ہے حیدرؑ کی
گرا غارِ جہنم میں جو اسکی راہ سے سرکا

طریقِ مرتضیٰ سے جو الگ چلتا ہے دنیا میں
صراطِ حشر بھی اک دن اُسے دھارا ہے خنجر کا

کنارہ کیوں نہ ہو اس قلزمِ رحمت سے ہر ناری
گذارہ ہو نہیں سمندر میں سمندر کا

جو گھر اُس آبشارِ بحرِ رحمت کے ہو سایہ میں
جہنم ہے شرر پھر چادرِ آبی میں اخگر کا

پیمبرؐ کا علیؑ خوں بھی بدن بھی گوشت بھی جاں بھی
وصی بھی ہے وہ نائب بھی برادر بھی برابر کا

حقیقت مصطفیٰ کی مرتضیٰ سے پوچھ لو یارو
چھپا پردہ نہیں ہٹا برادر سے برادر کا

شرف احمدؐ کا حیدرؑ ہے کہ حیدر کا شرف احمدؐ
یہ دونو بھائی شہر و در ہیں کیا کہنا ہے گھر گھر کا

چڑھایا توڑنے کو بت کے احمدؐ نے جو کاندھے پہ
جتایا یہ کہ سر اونچا خدا کی گھر میں ہے در کا

نبیؐ کا جانشیں حیدرؑ زیادہ پیار تھا جس سے
چڑھے اُترے جو ڈھونڈھوں پر وہی اک رتبہ ہے منبر کا

دہان مار ہر در ہے جو چاہی خیر آیا نیر
در حیدر ہی یہ پیاری نہیں کلمہ اژدر کا

علیؑ وہ بندہ حق ہی جو دو نو آپڑیں در پر
برہمن شیخ ہو بت کام سے سوئے کے پتھر کا

سبب یہ وہی شرف ہے سرخرو کا یوں ٹھکانے پر
شرف کعبہ میں جیسے سنگ اسود لعل احمر کا

نبی کے بعد بیشک حجت اللہ حیدر ہے
اسے ہی علم قدرت ہے جہاں کے خیر کا شر کا

خدا و مصطفی کے حکم سے حاکم ہی وہ سب پہ
وہ آقا شاہ کا مولی ہی مفلس کا تونگر کا

کھلے اس مصحف ناطق سے عقدہ سب کتابوں کے
کھلا وہ بھی جو شیرازہ بندھا اوراق ابتر کا

ثبات جنت عقبی حصار قصر حیدر ہے
پناہ جنت بنا ہی روضہ شاہ صفدر کا

جلو میں اس کے سارے جنتی ہونگے قیامت کو
لوائے حمد محشر میں نشاں ہی اسکے لشکر کا

شہیدوں کی صفوں میں ہیں علم بردار ہو
نشاں پہلو میں ہو عباس کا حمزہ کا جعفر کا

جماعت خاص اصحاب نبیؐ کے ہو مقابل میں
گزر خدمت میں ہو مقداد کا سلماں کا بوذر کا

قیامت دشمنان احمد و حیدر کی خاطر ہے
شب قدر خدا ہی دوستوں کو روز محشر کا

سوار کشتی آل محمد ہیں جو دنیا میں
کنارہ بھی انہیں کے ہاتھ ہی عقبی میں کوثر کا

ثنا مرتضی مشکل ہی ذکر مرتضی مشکل
گزارش کو وسیلہ ہی مضامین مسخر کا

دعا اللہ سے ہے اور حاجت بات ہی در پہ
سفارش کو وسیلہ بیچ میں ہی شاہ صفدر کا

دعا کا وقت ہی فریاد کرنیکا بھی موقع ہی
محل داد ہے در بھی کھلا ہے دادگستر کا

ہوا حال جگر باہر زباں سے بیقراری میں
وگرنہ راز حضرت پر ہی روشن دل کے اندر کا

گزارش ہو دل و جاں کی رعایت میں صحت کی
خداوند جہاں حافظ ہو دل کا جان مضطر کا

یہ ہی ضعف جگر نام تردد سے بھی ڈرتا ہوں
اٹھا کب بار مجھ سے گردش چرخ ستمگر کا

سنبھلنا جان کا مشکل ہی دل کی ناتوانی سے
پکڑنا ہاتھ ای دست خدا عاجز کا احقر کا

نہ دکھلائے فلک پنجا مرا اونچا وسیلہ ہے
قدم ہے عرش کرسی پر مرے آقا کا سرور کا

طوافِ مولدِ مولیٰ کی باعث حج چاکر ہو
زمیں کے طوق گردن میں ہو حلقہ میرے چاکر کا

جہاں کے سب غم و رنج و مصیبت دور رکھ مجھ سے
عبادت کی خوشی میں غم رہے شبّیر و شبّر کا

جگہ ایک گوشۂ طاعت کے بختو خوش ہوں جیسے میں
گدا ہے در ہوں پہ خواہاں نہیں ہیں ہفت کشور کا

طلسماتِ جہاں کی بے ثباتی دیکھ لی حضرت
نہ اچھا حال کچھ آیا نظر دنیائے بدتر کا

ہزاروں بے نشاں اہلِ نشاں ہو گئے دم میں
پتہ کچھ جامِ جم کا نے نشاں کچھ قصرِ قیصر کا

گدا و شاہ کی ہاں سند ہیں بربادیاں دو نو
کسی کی جھونپڑی ہے یا محل ہے سنگِ مرمر کا

کروڑوں ہو گئے غرق اس دریائے فانی میں
ٹھکانا کشتیِ آلِ محمدؐ میں ہو بستر کا

رہوں جبتک ہے یاں سایہ دستِ خدا سر پر
چلوں جب تہ میں گوشہ ہو دامانِ معطر کا

مرے خواہاں ہوں اسدم جو جاں تن کی خواہاں ہو
بدن سر کا نہ خواہاں ہو نہ سر خواہاں ہو افسر کا

حمایت کیجیو جب بھی مدد پر جب نہ قابو ہو
برادر کا پسر کا دوست کا زوجہ کا دختر کا

زمانہ میری پیری کا گنا جائے لڑکپن میں
کہ مجھکو شربتِ جامِ اجل ہو شیرِ مادر کا

الگ سب ہوں عزیز و ہمدم و یاور تو میت پر
علیؑ کی آمد آمد ہو گزر ہو آلِ اطہر کا

مروں جب عندلیبِ گلشنِ حیدرؑ یہ عزت ہو
ریاضِ خلد سے آئے کفن پھولوں کی چادر کا

سیہ رو بعدِ مردن مستحقِ بحرِ رحمت ہو
کرم ہے غسل کوثر میں بھی ہوگا جسمِ اطہر کا

جگہ ہے بسترِ خاکِ درِ دولت پہ جس سر کی
جناں میں زانوئے جاناں ہے تکیہ اسی سر کا

قیامت میں لحد میں نزع میں دنیا میں عقبیٰ میں
کرم ہر جا غلامِ خاص پر ہو بندہ پرور کا

زمین و آسماں کا فرق ہے جبریل میں مجھ میں
مجھے باور دے احمد کا بھروسہ اسکے شہپر کا

جو پہنچائے مقدر خاک کی عرضی کو موقعِ پر
ہمارے بخت بھی پھر کام کر جائے کبوتر کا

صفحہ	سطر
۱۱	۶
۱۳	۴
۱۶	۳
۱۷	۵
۲۳	۴
۲۵	۱
۲۸	۱۰
ایضاً	۴
۲۹	[illegible]
۳۰	۱
۳۳	۲
۳۴	۲
۳۵	۱
۳۹	۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صحت نامہ اغلاط مثنوی گلہائے باغ ارم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۱	۶	جدا خلق ہے اور خالق جدا	جدا خلق ہے اور ہے خالق جدا
۱۳	۱۴	کہیں دو نہ رب تعلا ایک ہے	کہیں کیوں نہ زاہد خدا ایک ہے
۱۶	۱۳	یہ ہونا ہو گر خلق کی ذات سے	نہ ہونا ہو گر خلق کی ذات سے
۱۷	۵	یونہیں ہستی اور ہستی نہیں	یونہیں نیستی یونہیں ہستی نہیں
۲۳	۴	ہزاروں ہیں روپوش اک آڑ ہے	ہزاروں ہیں روپوش اک آڑ ہے
۲۵	۱	کہ اک جسم ہے اور سایہ ہیں دو	کہ اک جسم ہے خاص سایہ ہیں دو
۲۸	۱۰	اُنہوں نے خدائی کو پایا نہیں	اُنہوں نے خدا ہی کو جانا نہیں
ایضاً	۱۴	خدا اور بندہ کا جھگڑا چکا	تو معبود و عابد کا جھگڑا چکا
۲۹	۳	ثمر ہے شجر میں شجر میں ثمر	ثمر میں شجر ہے شجر میں ثمر
۳۰	۱۱	بنا دین و اسلام کی بر سر	بنا دینِ اسلام کی بر سر
۳۳	۱۲	حسن میں وہ خوبی ما ماپ میں	حسن میں وہ خوبی جو ماں باپ میں
۳۴	۱۲	فدا کیوں نہوں آسیۂ عالم کی روح	فدا کیوں نہو آسیۂ عالم کی روح
۳۵	۶	جو ہے کلمہ طوف و صوم و صلوٰۃ	جو ہے کلمہ و طوف و صوم و صلوٰۃ
۳۹	۵	ہوئی اسطرف صاف راہِ جناں	ہوئی اس طرح صاف راہِ جناں

صحیح	غلط	سطر	صفحہ
قرینہ سے ہوتا ہے ظاہر ابھی	قرینہ سے ہوتا ہے ظاہر یہی	۳	۴۶
نظر موت کی ہے تمھاری طرف	نظر موت کی ہے ہماری طرف	۱۴	۵۴
تصاویر سے آئینہ صاف ہیں	مرقعے بھی تصویر سے صاف ہیں	۵	۵۵
بتوں کی جہاں میں ثنا و صفت	بتوں کو جہاں میں ثنا وصفت	۶	۵۸
ملے کچھ تو ذہنِ ذکا سے مدد	ملی کچھ تو ذہن و ذکا سے مدد	۱۷	۶۵
عقیلہ خیال اپنا عیارہ ہے	عقیلہ خیال اپنا عیارہ تھا	۱۳	۶۶
نفیسہ مرا نفس امارہ ہے	نفیسہ مرا نفس امارہ تھا	״	״
عبادت سے ہے عشق اس جاہ پر	عبادت سے ہے عشق اس جاہ پر	۶	۶۸
کہاں پھر ہوا اور گل تر کہاں	کہاں پھر ہوا اور گل تر پھر کہاں	۱۷	۶۹
کہا موت نے جب گھڑی چل چلا	یہاں لگ رہا ہے یہی سلسلہ	۳	۷۲
دم و جسم کو کچھ نہیں ہے قرار	دم و جسم کا کیا بھلا اعتبار	۱۷	۷۴
ہوا خاک میں ہے ہوا ہیں غبار	ہوا خاک پر ہے ہوا ہیں غبار	״	״
بسر ہر طریقہ سے اوقات ہو	گزر سر طریقہ سے اوقات ہو	۱	۷۶
کرے مول جسکا وہ گوہر نہیں	کرے مول جسکا یہ گوہر نہیں	۹	״
چلو جب تو یہ حق تعالیٰ کرے	چلو جب یہ تو حق تعالے کرے	۶	۷۹
نہ دیکھو قیام مکاں کی طرف	نہ دیکھو قیام و مکاں کی طرف	۱۷	۸۳
ہمارے ہے سر پر ہے سارا سفر	ہمارے بھی سر پر ہے سارا سفر	۱	۸۴

سطر	صفحہ
۱۳	۸۷
۱۳	۹۴
۵	۹۵
۷	۹۶
۱۴	۹۸
۷	۱۰۰
۶	۱۰۱
۷	״
۱۲	۱۰۴
۱۴	״
۴	۱۰۷
۹	۱۰۸
۱۲	״
״	״
۱۰	۱۱۱
״	״
۱۴	۱۱۳
۳	۱۱۶
۱۲	۱۱۷
۱۵	۱۲۲

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸۷	۱۳	نہ اُسکا ہو حسب نسب پر نگاہ	نہ واں ہو حسب اور نسب پر نگاہ
۹۴	۱۳	اُدھر ہر لب ہے اور بارش ہوئی	اُدھر لب ہلائے کہ بارش ہوئی
۹۵	۵	غلام ایک بندہ کو مطلوب ہے	غلام ایک بندہ کو مرغوب ہے
۹۶	۷	یہ سنتے ہی پھر بات کے آہ کی	یہ سنتے ہی دل سے نہ کچھ آہ کی
۹۸	۱۴	جوانی و پیری پہ کیا منحصر	جوانی و پیری پہ کیا ہے نظر
۱۰۰	۷	کی تعمیل جو کچھ ہدایت ہوئی	وہی بات کی جو ہدایت ہوئی
۱۰۱	۶	نہ برپا کبھی کرنا پھر یہ فتور	نکرنا کبھی اس طرح کا فتور
"	۷	جو دن عید الضحی کا آیا قریب	جو دن عید قرباں کا آیا قریب
۱۰۴	۱۲	یہ سنکر گئی اور آئی شتاب	یہ سنکر گئے جلد آئے شتاب
"	۱۴	روانہ ادھر سے اُدھر کو روانہ کیا	روانہ ادھر سے اُدھر کو کیا
۱۰۷	۴	یہ مت کہہ نہ مجھ سے ہوا ہے کبھی	وہاں کہہ نہ مجھ سے ہوا ہے کبھی
۱۰۸	۹	یہی سب ہیں موجود خاص و عوام	یہیں سب ہیں موجود خاص و عوام
"	۱۲	دلونکو ہیں اپنے سنبھالے ہوئے	حیا سے بھی یہ پھول ہنستے نہیں
"	"	جوانی یہ ہیں خاک ڈالے ہوئے	جو غنچے ہیں جھاڑوں میں پھٹتے نہیں
۱۱۱	۱۰	ملا کچھ تو خاموش رہنا اسے	ملا کچھ تو خاموش رہتا ہے یہ
"	"	نہیں کچھ تو کچھ منہ سے کہنا اسے	نہیں کچھ سے کچھ منہ سے کہتا ہے یہ
۱۱۳	۱۴	بھلا شاد کیا خاک ہوں میں حزیں	کہو انکی خاطر ہو خوش یہ حزیں
۱۱۶	۳	ہری اُس پر ہی پہ جو آئی نگاہ	ہری جب پری رو پہ آئی نگاہ
۱۱۷	۱۲	بچانے لگا جشم کو چال سے	بچانے لگا جسم کو چال سے
۱۲۲	۱۵	سم اسپ کی جو سُنی اک ندا	سمِ اسپ کی جب سنی اک صدا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۳۶	۱۲	یہی آرزو ہے نہ یونہیں مروں	جو کچھ زندگی ہو نہ یونہیں مروں
۱۳۸	۵	مجھے کہانے آیا ہے یہ اژدہا	مجھے کہانے آئی ہے یہ اژدہا
۱۳۲	۷	اُسے کیا خبر دین و اسلام کی	اُسے کیا خبر دینِ اسلام کی
۱۳۵	۴	بجز رب کرے جو کسیکو پیار	کہ جس شے کو خالق سے پیارا کیا
〃	〃	تو وہ ہی کرے اُس سے آخر کنارا	تو اُس شے نے اس سے کنارا کیا
۱۴۰	۱۷	ہے نام ونشاں سے ہی بیزار یہ	جو نام ونشاں سے ہے بیزار یہ
۱۴۴	۱	کہا اپنی زوجہ سے وصفِ ثمر	کیا اپنے زوجہ سے وصفِ ثمر
۱۴۵	۱۳	مرض کی طرف سے مَیں مجبور ہوں	مرض کی طرف سے تو مجبور ہوں
〃	〃	لہذا اطاعت سے معذور ہوں	اطاعت سے کہ آپ کی دور ہوں
۱۴۶	۱۵	کہا محتسب نے کہ رشکِ قمر	کہا محتسب نے یہ اک ناز سے
〃	〃	شکم میں مرے درد ہے اسقدر	تو ہے جان غافل ہے جانباز سے
۱۴۸	۸	لیا پھر تو لونڈی سے پھل پھولکر	لیا پھر تو رنڈی سے پھل پھول کر
۱۵۳	۱۶	دوا اک سرِ شام وہ سونگھ کر	دوا اک سرِ شام بس سونگھ کر
۱۵۴	۱۵	کہا حال زوجہ کا سب سر بسر	کہا حال زوجہ کا پھر سر بسر
۱۵۶	۳	ملے دل ملے جسم وجانیں ملیں	ملے دل ملے جسم جانیں ملیں
۱۵۸	۱۱	کہ انکو بھی سمجھو نہ کچھ مال تم	تو انکو بھی سمجھو نہ کچھ مال تم
۱۵۹	۳	یہی محنتِ خوش بیانی ملی	یہی اُجرتِ خوش بیانی ملی
〃	۶	مسیحا کی خدمت میں مسرور تھا	مسیحا کی خدمت سے مسرور تھا
〃	۱۳	مسری روٹی کا مجھکو دو تم نشاں	بتاؤ گئی ایک روٹی کہاں
۱۶۰	۸	کہ اے شخص بہرِ خدا ہی زمیں	بتایا زبہرِ خدا ے زمیں
〃	۹	وہ روٹی اُٹھائی ہر کس شخص نے	وہ روٹی اُدھر لی ہر کس شخص نے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۶۰	۹	کہا کیا خبر لی ہی جس شخص	کہا کیا خبر لی ہے کس شخص نے
۱۶۱	۹	کیا پھر رواں سلئے ایک کو	کہا اس طرح سے مگر ایک کو
〃	۱۵	مگر ہمنے آنکھوں سے دیکھا نہیں	مگر ہمنے آنکھوں سے دیکھا ہیں
۱۶۴	۹	قدم اپنا چوکے کے اندر رکھا	جو پھر دخل چوکے کے اندر کیا
۱۶۵	۴	جو پیچھے ہی وہ اور آگے جواں	جو پیچھے ہوئے وہ تو آگے جواں
۱۶۷	۵	لیا آج یہ وہ مکاں کل لیا	لیا آج یہ کل مکاں وہ لیا
〃	۱۶	کہ لوٹا ہوا مال دو پھر ابھی	کرو مال واپس ہے بہتر یہی
۱۶۸	۱۲	کیا سب نے سنکر اُسے دور دور	کہا سب نے اُسکو کہ اے بد شعور
۱۷۱	۱	ہوا چار دن تک دوا رو علاج	ہوئے چار دن تک دوا و علاج
۱۷۴	۲	دل وجان دونو بھی اپنے نہیں	دل و جاں تو دونو ہی اپنے نہیں
〃	۳	اگر ہو عبادت میں مشغول یہ	اگر ہوں عبادت میں مشغول یہ
〃	〃	تو گو خار ہو تب بھی ہے پھول یہ	تو گو خار ہوں تب بھی ہیں پھول یہ
〃	۱۱	ہمیشہ دل وجان پہ غش رہے	ہمیشہ دل و جان پر غش رہے
۱۷۵	۳	اسی کی خوشی پر یہ ساماں کئے	انہیں کی خوشی میں یہ ساماں کئے
〃	۴	اسی میں اسے خوش جو پایا کبھی	اسمیں انہیں خوش جو پایا کبھی
۱۷۹	۱۲	زمیں اپنے بیٹوں کو بخشیں تمام	زمیں اپنے بیٹوں کو بخشی تمام
۱۸۵	۱۰	بلا نیک عورت کو بھی نیک مرد	کہ رکھتا تھا زوجہ بھی وہ نیک مرد
۱۸۷	۹	وضو کر بڑھی جان و دل سے نماز	وضو کی پڑھی جان و دل سے نماز
۱۸۸	۱۱	سدا آئی لبیک لبیک کی	صدا آئی لبیک لبیک کی
۱۸۹	۱	گئیں باغمیں جب کنیزیں ہزار	گئی جب باغمیں جب کنیزیں ہزار
۱۹۱	۱۷	تو وصف پیغمبر کی جانب کہا	تو وصف پیمبر کی جانب جھکا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۹۲	۲	قبا پر نظر تھی ہر اک بات میں	فنا پر نظر تھی ہر اک بات میں
″	۱۲	ستم کیا کیا اس عمر میں کر گیا	ستم لاکھ اس عمر میں کر گیا
۱۹۳	۱۳	نہوں خوش خوشامد و اوصاف سے	نہوں خوش خوشامد سے اوصاف سے
۱۹۴	۱	یزید و پدر اُسکے پر لعن کی	ادھر طعن کی اُسطرف لعن کی
۱۹۵	۱	نہ سیدھا ہو کھینچو اُسے دار پر	کہ سیدھا ہو کھینچو اسے دار پر
″	۱۲	مزا کچھ تو عقبیٰ کا دیکھوں ذرا	مزا کچھ تو عقبیٰ کا دیکھے گدا
۱۹۶	۱۰	کفایت ہے چھ روز کھانا اسے	کفایت سے چھ روز کھاتا فقیر
″	″	تو پھر اَور کھانے کو لانا اسے	تو پھر اَور کھانے کو لاتا فقیر
″	۱۲	جو فارغ ہوا عرض کی شیہوان	جو فارغ ہوا وہ کیا یہ بیاں
۱۹۷	۱	وہ بولا بتاؤ کسی کام کو	وہ بولا بتاؤ ابھی کام کو
″	۶	کہ پیدا ہوا ہوں اسی کام کو	کہ پیدا ہوا ہوں سبھی کام کو
″	۷	کیا کام دس شخص کا ایک نے	مگر کام دس کا کیا ایک نے
″	۱۲	کیا کام اُس روز پر منحصر	کیا منحصر کام اُس روز پر
۲۰۰	۴	تعلق کیا دین و اسلام سے	تعلق کیا دین اسلام سے
″	۷	کرے جو کہ ملکِ بقا پر نظر	جو رکھتا ہے ملک بقا پر نظر
۲۰۱	۴	رکھیں گر قدم آپ اس ملک میں	جو رکھیں قدم آپ اس ملک میں
۲۰۲	۷	بھلا نام سے ہے تجھے کام کیا	بھلا نام ہے تیرے کس کام کا
۲۰۴	۱۲	گل خوبی حسن کا تھا نہال	گل خوبی حسن سے تھا نہال
۲۰۵	۷	ادا سے رکھا ہاتھ آغوش پر	ادا سے کبھی ہاتھ آغوش پر
۲۰۸	۸	شہا خوفِ باری سی سب کچھ ہوا	کہا خوفِ باری سے سب کچھ ہوا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۰۹	۳	وہ بُت بھی کوئی رہبر ناز تھا	وہ بُت بھی کوئی رہبر نار تھا
"	"	بلندی پہ جس سے سر ناز تھا	بلندی پہ جس سے سر نار تھا
"	۱۵	یہ کہتے تھے ہر چند ہر روز سب	بیاں اُسکا کرتے تھے ہر روز سب
۲۱۰	۶	یہ بولے کہ لنڈی مجبور کچھ	یہ بولی کہ لونڈی ہے مجبور کچھ
۲۱۲	۷	تو ہو بھوک اور پیاس کسکو وہاں	تو ہو بھوک اور پیاس کسکو یہاں
۲۱۳	۶	کہا خیر مانا تیری بات کو	دل و جاں سے مانا تری بات کو
"	۱۱	کسی گھر میں زانی گھسیں آج رات	کسی گھر میں شب کو گھسیں بد صفات
۲۱۴	۴	کوئی دوست ہے اور نہ دشمن کہیں	کوئی دوست ہے وا نہ دشمن نہیں
۲۱۵	۶	وہ گلرو جوانی پہ جو آگئے	وہ گلرو کہ جب رنگ پر آگئے
"	"	جو کھلنے پہ آئے تو مُرجھا گئے	نہ کھلنے بھی پائے کہ مُرجھا گئے
۲۱۶	۸	ہزاروں میں جانیں ہیں یوں نوجواں	ہزاروں جہانیں ہیں ویسے جواں
"	۹	نفیسہ نے کی عرض جاں شاہ نہیں	کہوں جھوٹ اتنا کلیجہ نہیں
۲۲۲	۶	پسر ایک رکھتا تھا اہلِ دل	پسر ایک رکھتا تھا پر بد عمل
۲۳۰	۱۱	عیاں چشم پر ہے نشانِ قضا	عیاں جسم پر ہے نشانِ قضا
۲۳۴	۱۵	بنے آج زینت سے ہے شکل دُلھن	بنے آج زینت سے پیاری دُلھن
۲۴۰	۷	تمہارے زمیں ہاتھ بیچ کر چکا	زمیں بیع کی اُسمیں سب آ چکا
"	۱۰	بیاں بیع کا اور شکل تکرار کی	بیاں بیع کا شکل تکرار کی
۲۴۳	۶	طلا اور نقرہ کے سب ہیں درخت	طلائی ہیں یا نقرئی سب درخت
۲۵۱	۲	ہوئے ذوالفقار علی پر حصر	ہوئی حصر تیغ یداللہ پر
۲۵۳	۷	اماں دی نہ جبتک مسلماں کیا	اماں دی جبھی جب مسلماں کیا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۵۴	۶	کہا ہے اب ہے کہاں وہ بیبر	گیا ہے یارب کہاں وہ بیسر
۲۵۵	۱۰	وہیں لاکھ غلمان وحوریں جناب	وہیں حور وغلمان لاکھوں جناب
۲۵۷	۱	نشاں گوشت کا نہ تھا جسم پر	نشاں گوشت کا کچھ نہیں جسم پر
۲۶۳	۱۰	فقط بادشاہو نپہ کیا منحصر	فقط بادشاہو نپہ کیا ہے نظر
۲۷۲	۱۷	نہ کچھ مال واسباب زیور دیا	نہ کچھ مال واسباب وزیور دیا
۲۷۶	۸	وضو کر کیا سجدۂ کرساز	وضو کی کیا سجدۂ کارساز
〃	۱۴	ہوا پھر تو مجھ پر کرم جوش میں	ہوا پھر تو بحر کرم جوش میں
۲۸۰	۵	سدا کا نسۂ فرق بالاے دست	سدا کا نسۂ فقر بالائے دست
〃	۱۴	لگا اپنے ابلیس بھی گھات میں	لگا آکے ابلیس بھی گھات میں
۲۸۱	۱	شفا کو دعا پر کیا منحصر	دعا کے لیئے عرض کی بیٹھ کر
۲۸۳	۶	لہو میں بدن پھول سا بھر گیا	لہو میں بدن پھول سا بھر دیا
۲۸۴	۵	لگے پڑنے پتھر ریا کے سبب	لگے پڑنے پتھر زنا کے سبب
۲۸۵	۹	رہوں روز خدمت میں استاد کی	کسی ڈھب سے خدمت ہو استاد کی
۲۹۰	۷	وہیں آئی ڈالی جو مطلوب کی	تنہ نخل کا ساق مطلوب کی
〃	〃	کلائی تھی ہر شاخ محبوب کی	کلائی ہر اک شاخ محبوب کی
۲۹۱	۲	کہ کپڑوں سے باہر نہو پھول کر	کہ جامہ سے باہر نہو پھول کر
〃	۱۶	حصر انکی لذت بیاں پر نہیں	تو حصر انکی لذت بیاں پر نہیں
۲۹۲	۸	یہ دل ماہ طلعت کا ہے ہاتھ میں	پہ دل ماہ طلعت کے ہے ہاتھ میں
۲۹۴	۱۶	جُھکا کوئی خاک سر پانو پر	جھکائے کوئی خاک سر پانو پر
۲۹۵	۱۷	دو پھل آئے قسمت سے اک پھول پر	دو پھل آئے قدرت سے اک پھول پر
۲۹۷	۹	دل وجان سیب ذقن پر چلے	دل وجاں تو سیب ذقن پر چلے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۹۷	۱۰	ہوا عکس سے سرخ منہ پہ لعاب	ہوا عکس سے سرخ منہ میں لعاب
"	۱۶	دہن اور دنداں کو دیکھیں کہاں	دہن کو کہ دنداں کو دیکھیں کہاں
۲۹۸	۱۱	لبیں تر کریں سر و کس لاگ میں	لب تر کریں سر و کس لاگ میں
۳۰۱	۱۵	ہوائے جگر نے پنچوڑا اٹھیں	ہوائے جگر نے نہ چھوڑا اٹھیں
۳۰۴	۴	یہ سر خاکساری سے افلاک پہ	جو سر خاکساری سے تھا خاک پر
۳۰۶	۱۰	کوئی کام کہتا ہوا یا کہہ دیا	کوئی کام کہتا ہوا کہہ دیا
۳۰۷	۴	نظر ہے کہیں اور دل ہے کہیں	نظر ہے کہیں آج دل ہے کہیں
۳۰۹	۴	نفیسہ نے پھر ہاتھ ملکہ کہا	نفیسہ نے یہ ہاتھ ملکہ کہا
۳۱۲	۲	کوئی دم کی خاطر یہاں کیا رہے	کوئی دم کی خاطر یہاں آ رہے
"	۴	قضا آن گھیرے یہیں دیکھنا	قضا آنہ گھیرے یہیں دیکھنا
"	۱۳	کسی سے کوئی منہ چھپا کر چلے	کسی سے کوئی منہ چھپا کر گئے
۳۱۵	۳	گریباں سے ہے دور دستِ دراز	گریباں سے ہے دور دستِ مراد
۳۱۶	۱۰	نہ اچھلا کوئی پھر یہاں ڈوب کر	نہ اچھلا کوئی پر یہاں ڈوب کر
۳۱۷	۹	مگر ایک نے جست کیسے اکبار کی	مگر ایک نے جست اکبار کی
۳۱۸	۲	فقط گال کو ہاتھ پہ رکھ لیا	فقط گال پر ہاتھ کو رکھ لیا
۳۱۹	۹	جگہ ہے سنبھلنی یہاں ہوش کر	جگہ ہے سنبھلنے کی یاں ہوش کر
۳۲۰	۹	زمیں سخت پر پانو دھرتے نہ تھے	زمیں پر بھی وہ پانو دھرتے نہ تھے
۳۲۱	۲	کہاں پھر یہ جلوے کہاں پھر یہ لوگ	کہاں پھر یہ جلوے کہاں سب لوگ
۳۲۲	۱۱	کرو شہر میں قتل مارو اسے	کرو شہر کو قتل مارو اسے
۳۲۶	۷	برا آپ کہتے ہیں اسکو بھلا	برا آپ کہتے ہیں کسکو بھلا
۳۲۷	۲	خبر جلد لو اپنے اب باز کی	خبر جلد لو اپنے جانباز کی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۲۸	۱	نہ ٹھیرا مگر آہ وستِ ہوس	نہ ٹھہرا مگر آہ مستِ ہوس
〃	۱۶	محبت کا اُسکے ہو کیا اعتبار	نہیں بات کا اُسکی کچھ اعتبار
۳۲۹	۱	نہ یاں اعتبار اپنے جی کا کرے	نہ یاں اعتماد اپنے جی کا کرے
۳۳۰	۱۰	ہوا اک گلچیں سے باغ جناں	ہوا اک یہ گلچیں سے باغ جہاں
〃	۱۳	بکھیڑے سارے اسیدم تلک	بکھیڑے ہیں سارے اسیدم تلک
۳۳۲	۴	سُنا دیجیو میرے سب حال کو	سنا دیجیو سب مرے حال کو
〃	۸	جو مرنے کے یہ چاہ کے مر گئی	جو مرنے کی کچھ چاہ کی مر گئے
۳۳۳	۲	جلاؤ صبح کو انہیں بیخطر	جلاؤ اُنھیں صبح کو بیخطر
〃	۱۲	کسی نے بکھیڑا نہ واں پھر کیا	کسی نے بکھیڑا نہ پھر واں کیا
〃	۱۶	چلے ساتھ کوئی یہ رشتہ نہیں	چلے ساتھ کوئی وہ رستہ نہیں
۳۳۴	۸	پڑوں بت کی خاطر نہ میں آگ میں	پڑیں بُت کی خاطر نہ ہم آگ میں
۳۳۵	۲	یہ دنیا میں اک صورتِ چاہ ہی	یہ دنیا بھی اک صورتِ چاہ ہے
〃	۷	لگایا اُسے عشق کی راہ پر	لگایا اُسے عشق نے راہ پر
۳۳۶	۷	تو یہ آگ بر آگ فی الحال ہے	تو یہ آب بر آگ فی الحال ہے
۳۴۱	۱۱	ہر اک کوچۂ و گھر میں شہرت ہوئی	ہر اک گھر میں کوچہ میں شہرت ہوئی
۳۴۳	۸	یقیں ہے یہیں جان کھو کر مرے	یقیں ہے یہیں جان کھو کر رہے
〃	〃	سر راہ یہ خاک ہو کر مرے	سر راہ یہ خاک ہو کر رہے
۳۴۵	۱۰	کہو مجھ سے ہم عشق کس بات کا	کہو مجھ ہی ہے عشق جس بات کا
۳۴۹	۸	چلی سنکے چرچا تو ڈرتی ہوئی	چلی سنکے چرچا وہ ڈرتی ہوئی
〃	۱۴	چلیں ساتھ شوہر کے تو خوب ہے	چلیں ساتھ شوہر کے یہ خوب ہے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۵۰	۱۱	جو شورِ محبت سے ابتک جلے	جو سوزِ محبت سے ابتک جلے
۳۵۲	۹	نہیں حسن کی آگ اجاک میں	نہیں حسن کی آب ب خاک میں
۳۵۵	۸	وہ رکھتا ہے ہر آنکھہ کا اعتبار	وہ رکھتا ہے ہر آنکھہ پر اختیار
۳۵۷	۷	جسے دیکھہ کر آج آرام ہو	جسے دیکھہ کر صبح آرام ہو
۳۶۲	۱۱	تو موتے پہ سب مثل موتے بسے	محبت سے سب دیکھتے تھے اسے
۳۶۶	۳	حسین مالدار و خلیق و انیس	حسین و تونگر خلیق و انیس
۳۶۸	۱۰	تصدق کرے جان رخسار پر	تصدق کرے جاں تو رخسار پر
۳۶۹	۱۲	اِدہر جان آے اُدہر جی چلے	اِدھر جان آئے اُدھر دل چلے
؍؍	۱۴	دہن سے پڑے ہاتھہ آثار پر	پڑے سیب سے ہاتھہ آثار پر
۳۷۳	۶	یہاں پر فقط حور کا تھا ظہور	یہاں پر فقط حور کا تھا قصور
۳۷۵	۱۱	ہمیں آجکل قدر ہے درد کی	ہمیں قدر ہے آجکل درد کی
۳۷۸	۱۲	اسیطور ابنِ بکا نے کہا	اسیطور ابنِ بکا نے کیا
۳۷۹	۱۱	مکاں عارضِ گل سے گلشن رہے	مکاں پھول سے رخ سے گلشن رہے
۳۸۱	۱	چلے آتے ہیں بیش خواجہ سرا	چلے آتے ہیں بین خواجہ سرا
؍؍	۱۵	ہوسے دو نو دلمیں بہت مضطرب	ہوئی خوف سے اُنکی حالت عجب
۳۸۲	۶	سجائے ہوئے ہیں پہ لعل وگہر	سجائے ہوئے تن پہ لعل و گہر
؍؍	۷	چنبیلی کوئی اور چمپا کوئی	چنبیلی کوئی ہے تو چمپا کوئی
۳۸۵	۴	نہ تھا اُسکو معلوم شہر و دیار	نہ تھا اُسکا معلوم شہر و دیار
۳۸۶	۵	رہا تھا نہ گھر کے سوا غیر گھر	رہا تھا نہ گھر کے سوا اَور گھر
؍؍	۱۳	کوئی روز دنیا میں ہیں مہرباں	کوئی روز دنیا میں ہیں میہماں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۸۸	۵	دلاسے دیئے پھر یہ غمخوار نے	دلاسے دیئے پہلے غمخوار نے
۳۸۹	۶	نزاکت سے کب آنکھ کھولی ذرا	نزاکت سے جب آنکھ کھولی ذرا
۳۹۱	۱۳	اُسے لیگیا پھر میان دکاں	اُسے لیگیا پھر میانِ مکاں
۳۹۲	۲	پھر یار کے پاس سے یار بھی	گیا یار کے پاس سے یار بھی
۳۹۳	۴	بلا شاہزادہ سے کی قال و قیل	لگا کہنے اب یار کا ہو کفیل
〃	۵	گیا جوہری شاہزادہ کے پاس	گیا آخرش شاہزادہ کے پاس
۳۹۷	۹	کہ ظاہر کرو مجھپہ یہ بھید ہے	کہ ظاہر کرو مجھپہ جو بھید ہے
〃	۱۴	کنیزک نے وہ جوہری سے لیا	کنیزک نے خط جوہری سے لیا
۴۰۵	۱۳	وہ دریا سے ٹکرس سے پھر آگئے	وہ دریا سے ٹکرس پہ پھر آگئے
۴۰۸	۱۷	یہ سنتے ہی ملاح بچیطر	یہ سنتے ہی ملاح پھر بچیطر
〃	〃	اِدھر یہ کہا اور پہنچا اُدھر	اِدھر یہ کہا تھا کہ پہنچا اُدھر
۴۱۵	۱۱	کہا وہ ہی لونڈی سے دلدار کی	کہا وہ ہی لونڈی ہے دلدار کی
۴۱۸	۴	جو تابوت عاشق کا لاؤ یہاں	جو تابوت عاشق کا لاؤ یہاں
۴۱۹	۶	ہوا عشق آفت سبھی جان پہ	ہوا عشق آفت سہی جان پہ
۴۲۰	۱۰	لبوں نے جلایا انہیں آگ سے	لبوں نے جلایا اسے آگ سے
۴۲۳	۱	وہ آیا گئی اُسپہ یہ کود کر	جو آیا اُچھل کر گئی پیٹھ پر
۴۲۵	۱۱	الگ بیڑیاں کر پیادہ چلا	الگ بیڑیاں کیں پیادہ چلا
〃	۱۴	اُنہوں نے گھسیٹا اُسے جور سے	اُنہوں نے گھسیٹا اُسے زور سے
۴۳۱	۱۴	نہیں عیب گر اُسکو تشہیر ہو	نہیں عیب گر اُسکی تشہیر ہو
۴۳۲	۶	زناں سے کسیکے نہ محرم بنو	زنا سے کسی کے نہ محرم بنو

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۳۲	۱۷	گزر کی اطاعت میں اللہ کی	خطا کی اطاعت میں اللہ کی
۴۳۴	۱۶	جلا شمع رُو پر مثالِ پتنگ	فلک پر چڑھا یہہ مثالِ پتنگ
۴۳۵	۱۱	کہ اس ہاتھ دے اور اس ہاتھ لے	کہ اس ہاتھ سے دے تو اس ہاتھ لے
〃	۱۷	پنچھوڑے اگر جادۂ جبر کو	تو چھوڑے اگر جادۂ خیر کو
〃	〃	تو گھر میں ترے راہ ہو گبر کو	تو گھر میں ترے راہ ہو خیر کو
۴۳۷	۱۴	عناں توسنِ عمر کے ساتھ میں	عناں توسنِ عمر کے ہاتھ میں
۴۴۰	۷	بُرا یا بھلا سب ہی کہلا لیا	بُرا یا بھلا ایک کہلا لیا
〃	۸	لسے سایۂ نمل ہے سائباں	اسے سایۂ نخل ہے سائباں
〃	۱۱	نظر کس ہوا میں کرے خاک پر	نظر کس ہوا میں کرے کاخ پر
۴۴۵	۱۱	جو یوسف بھی آئے تو اُدہر	جو یوسف بھی آئے نہ دیکھو ادہر
۴۴۹	۱۴	لپیٹے کوئی زلف کی لٹ تجھے	لپیٹے کسی زلف کی لٹ تجھے
۴۵۲	۱۱	ادہر آئینہ بھی اُدہر ہے گھڑی	اِدھر آئینہ ہے اُدھر ہے گھڑی
۴۵۷	۱۲	تو گوشہ میں ہی یہ کمانیں ہیں	تو گوشہ میں یہ بھی کمانیں ہیں
۴۵۸	۱۰	حصر صبح پر ہے نہ کچھ شام پر	نظر صبح پر ہے نہ کچھ شام پر
۴۵۹	۹	مجھے شرم آئے نہ اللہ سے	تجھے شرم آئے نہ اللہ سے
۴۶۱	۱۳	لیا جبر سے ساتھ سردار کو	لیا جبر سے ساتھ دلدار کو
۴۶۲	۱۰	بہ ریزاد ہر وقت روتا ہوا	طرحدار ہر وقت. روتا رہا
۴۶۴	۱	تو پھر باپ کو مہ لقا نے لکھا	تو پھر باپ کو مہ لقا کے لکھا
۴۶۵	۵	جو راجہ مکانِ صنم میں گیا	جو راجہ مکانِ صنم پر گیا
۴۶۶	۱۲	رہا شوق لانے کا بس یاں تلک	تمھیں واں سے لائیں یہ تھا مدعا
〃	〃	ہوئے آپ سے بیاہ کرکے الگ	ہوئے شوق سے بیاہ کر کے جدا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۷۸	۵	فدا ہے دل اللہ کی راز پر	فدا دل ہے اللہ کے راز پر
″	۶	کروں دین و اسلام کو اب قبول	کروں دینِ اسلام کو اب قبول
″	۷	ہوئے دین و اسلام سے کامیاب	ہوئے دینِ اسلام سے کامیاب
۴۷۹	۲	ملے مے تو بہر یار باتیں کریں	ملے مے تو ہر بار باتیں کریں
۴۷۲	۱۲	کہاں گل کو نسبت ہے گلزار سے	کہاں گل کو نسبت ہے رخسار سے
۴۷۸	۱۲	تو سوتے تھے یا تو نہیں ہم رات کو	تو سوتے تھے یا تو نہیں کم رات کو
۴۸۰	۴	ابھی عشق اور حسن میں آگ ہے	ابھی عشق اور حسن میں لاگ ہے
″	۱۳	ثقہ حسن دوروزہ پر کیوں مرے	یہ حسنِ دوروزہ پہ ناحق مرے
۴۸۲	۱۴	مگر ہے کہیں اور ماہی کہیں	مگر ہے کہیں واں تو ماہی کہیں
۴۸۳	۱۲	کوئی پھول ہے دامن جھاڑ میں	کوئی پھول سا رخ ہے واں جھاڑ میں
″	۱۶	وہ منہ ہے کہ ہو برگِ پاں سے خراش	وہ منہ جسکو ہو برگِ پاں سے خراش
۴۸۴	۱۷	کہو اس طرح آپ آئے یہاں	کہو کس طرح آپ آئے یہاں
۴۸۵	۱۲	کہ بھائی ہو تمیں اور تو ہی بہت	کہ بھائی ترا میں ہوں تو ہے بہت
۴۸۹	۲	ہوا رات کو جب وصالِ دلھن	ہوا رات کو جب وصالِ عروس
″	″	نہ دولھا کو آیا خیالِ دلہن	نہ دولھا کو آیا خیالِ عروس
″	۱۱	ہنسی اور رخ سے اٹھائی نقاب	جو چہرہ سے ہنسکر اٹھائی نقاب
۴۹۲	۲	قبا پر نظر تھی ہر اک بات میں	فنا پر نظر تھی ہر اک بات میں
۴۹۵	۱	نہ سیدھا ہو کھینچو لیسے دار پر	کہ سیدھا ہو کھینچے لسے دار پر
۵۰۳	۲	زمیں سے فلک پر نگاہیں گئیں	[illegible] زمیں سے دیدۂ یار کو
″	″	نہ اوپر کو نیچی نگاہیں گئیں	[illegible] دل زار کو

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۰۳	۹	جو شادی ہے اُسکی حصر شرط پر	کہ شادی ہے اُسکی مگر شرط پر
〃	۱۶	لحد میں نہ منزل نہ ہوتی جگہ	لحد میں نہ منزل میں ہوتی جگہ
۵۰۷	۳	یہ کافر سے پہلے بھی لڑتا نہیں	یہ کافر سے پہلے ہی لڑتا نہیں
〃	۱۶	گھرے سایہ میں مہر وقت طلوع	گھرے سایۂ مہر وقتِ طلوع
۵۱۰	۱۴	پسر اور دختر یہ شام و سحر	پسر دُخت دونوں یہ شام و سحر
۵۱۱	۳	نگہ یار کے ساتھ ہے جان ہے	نگہ یار کے ساتھ ہر آن ہے
۵۱۴	۱۶	نہ تھی عطر و گل کو جگہ ناک میں	نہ تھی عطرِ گل کو جگہ ناک میں
〃	۱۷	نہ ٹھہرے نگر روی دلدار پر	صفائی نہیں روے دلدار پر
۵۱۵	۳	بتاؤ مسیحا زماں کا نشاں	بتاؤ مسیح زماں کا نشاں ؞
۵۲۵	۱۶	گرے شاہزادے مثالِ پتنگ	گرے شاہزادے ہی بنکر پتنگ
۵۱۸م	۹	ہر اک چشم چشمہ سے بہنے لگے	ہر اک چشم چشمہ سے بہنے لگے
۵۲۴	۱۳	عطا کی ہی مشعل جو مانگا چراغ	عطا کی ہے مشعل جو مانگا چراغ
۵۳۵	۴	رخ جسم و ابرو کو سب دیکھ لو	رخ و چشم و ابرو کو سب دیکھ لو
۵۳۷	۴	بلاتے ہیں دُولھا دلہن کو قریب	بلاتے ہیں دولھا دلھن کو قریب
〃	۹	ہوا عقد جب دم شبِ طور کو	ہوا عقد جب دم شبِ عقد کو
〃	[illegible]	تصدق کیا زیور و نور کو	تصدق کیا زیور و نقد کو
۵۳۸	۴	نہ دیکھو نظر سے نہ دہیا لگے	کہ دیکھو نظر سے نہ دہیا لگے
۵۳۸	۹	اوتر کر جو سر سے پڑے پانو میں	گلے سے پڑے زلف جیسے پانو میں
〃	〃	ہوئی زلف بیڑی کڑی پانو میں	جو تھا طوق بیڑی ہے اب پانو میں
〃	۱۰	اشارہ سے ابرو کے اک حال ہے	زیادہ ہیں مُو ابروے یار میں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۳۸	۱۰	زمیں سے بھی بالا یہ بہو بچا ہے	یہ جوہر بھی بھاری ہیں تلوار میں
۵۴۱	۱	پدر کی بیاں بیقراری لکھوں	پدر کی بیاں بیقراری لکھوں
"	۸	رہوں پانو میں نقشِ پا کیطرح	رہوں پانو میں کفشِ پا کی طرح
۵۴۳	۱۰	دکان طلائی دو گنج غریب	دکانیں طلائی دو گنج غریب
۵۵۲	۱	عجائب چمن میں یہ آیا نظر	عجائب چمن اور آیا نظر
۵۵۶	۲	کرے جو جدا وہ ارادہ کریں	کرے وہ خدا جو ارادہ کریں
"	۳	جو وہ رہبر دین و اسلام ہیں	جو وہ رہبرِ دینِ اسلام ہیں
۵۵۷	۸	پہنچتا وہیں یہ زہیں ہیاندگر	تو آتا ہر اک راہ سے یہ ادہر
"	۱۷	کوئی خشت رکھتے اگر لحد پہ	کوئی خشت رکھتے لحد پر اگر
۵۵۸	۶	سنبھل کر تو رکھتے تھے ہم پا قدم	سنبھل کر تو رکھتے تھے یوں ہر قدم
۵۷۱	۴	چچا کو ہوا سوچ اسبات پر	چچا کو ہوئی سوچ اسبات پر
۵۷۷	۲	سدا شاہ نے دی یہ کفار کو	صدا شاہ نے دی یہ کفار کو
"	۶	نظر آئے تیرے وصی کا جمال	نظر آئے تیرے ولی کا جمال
۵۸۱	۶	بجیسے یعنے دنیا میں کیسے موے	بجیسے وہ ہی دنیا میں وہ ہی موے
"	۹	نہ یہ شہنشہ ملکِ فانی ہوئے	نہ یہ شہنشہ ملکِ فانی ہوئے
"	۱۷	کروں مختصر یاد آسے جواں	کروں مختصر ماجرا اُسے جواں
۵۹۲	۴	وہی دے جو حصہ ہوا سن مرم یہ	وہی دے جو حصہ ہے اس بزم میں
۵۹۳	۸	جدا ہوے بازار میں جو گیا	جدا ہوکے بازار میں جو گیا
۵۹۶	۴	بس اک شرم کا آج کل ہے محل	بس اک شرم کا ہے محل آج کا
۵۹۷	۱۰	زباں دامنِ خارتن سی چیلا	زباں دا[illegible] ہے رد
۶۰۳	۳	ہر اک ڈھنگ پکڑا ہی اس ملک کا	ہر اک [illegible] اپنے آپ میں کھائی



صحیح		غلط	سطر	صفحہ
کہے کون یوں تو نے جیسا کہا		سخن تو نے دلدار اچھا کہا	١٣	٦١٨
کہا وہ کسی نے نہ ایسا کہا		کہا بھی تو غمخوار اچھا کہا	"	"
مٹا کچھ صفائی سے دل کا غبار		مٹا کچھ صفائی سے دل کا قرار	١٣	٦٢٢
بڑھاپے سے بڑھکر جوانی ہوئی		پڑھاپی پڑھکر جوانی ہوئی	٩	٦٢٣
کہا تہا تو مطلب [illegible]		کہا تہا وہ طالب سبھی کام سے	٣	٦٢٥
زیادہ نہ پھر کوئی [illegible]		زیادہ یہ گر کوئی اس سے کہے	٥	"
کیا شہ کو آگہہ [illegible]		کیا شہ کو آگاہ سبھی حال سے	٩	٦٢٦
جو اک سال کے بعد [illegible]		جو اک سال کے اس شہر سے	٥	٦٢٧
جو دنیا میں تو نے بنا [illegible]		جو دنیا میں تو نے بنا کے سخن	٢	٦٢٨
فریب جہاں غیرت انجمن		فریبہ جہاں غیرت انجمن	١٧	٦٣١
کھڑی ہوں ادب سے چپ و راس سب		کھڑی ہوں ادب سے چپ و راست سب	١٥	٦٣٣
جو مالک یہ ظاہر یہ مطلب کیا		جو مالک کو پا کر یہ مطلب کہا	١٤	٦٤٢
یہ ہے سلطنت میں قباحت بڑی		کسی دن چلیں گے سبھی چھوڑ کر	١١	٦٤٥
کسی وقت نیکی - گنہ سر گھڑی		یہ کیسا الگ ہوں ابھی چھوڑ کر	"	"
گیا گھر کو بشاش گھر سے فقیر		گیا گھر کو بشاش درسی فقیر	٣	٦٤٩
کہا رافضہ کو جو کھانا دیا		کہا رافضیہ کو کھانا دیا	١٥	٦٥٠
بہا ہاتھ سے خوں تو مضطر ہوئی		لیا ہاتھ سے خون مضطر ہوئی	١	٦٥١
کہ وہ رافضہ ہے ہر اک راہ سے		وہ ہے رافضیہ ہر اک راہ سے	٧	٦٥٣
پسر سے چھپایا تہا اس حال کو		پسر سے جتایا نہ اس حال کو	١٣	٦٥٤
کٹا تھا جہاں سے وہیں ضم گیا		[illegible] جہاں سے وہیں جم گیا	[illegible]	[illegible]
گری تھی نہ اٹھنے کو پھر یہ اٹھی		[illegible] نہ اٹھنے کو پھر بیٹھی	[illegible]	[illegible]
سنا حال شوہر نے جب خواب کا		[illegible] عاشق نے جب خواب کا	[illegible]	[illegible]
کہی وہ فقیر ریا کار سے		[illegible] فقیر سیہ کار سے	[illegible]	[illegible]

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۶۹	۳	سنی سب نے مری غور سے	سنی بات سب نے مری غور سے
۶۷۲	۶	جو یہ بھی لکھیں کچھ کرے وہ خدا	کریں عرض جو کچھ کرے وہ خدا
۶۷۹	۱۴	تو ہر ایک نکتہ کو سمجھو کتاب	تو ہر ایک نکتہ کو سمجھوں کتاب
۶۸۲	۷	غنیمت ہے ٹھہرو مگر اور کچھ	غنیمت ہے ٹھہرو اگر اور کچھ
[illegible]	[illegible]	ہوئی مجھ سے امداد تقریر کی	ہوئی مجھ یہ امداد تقدیر کی
[illegible]	[illegible]	لیا مال اوروں رستہ لیا	لیا مال اوروں نے رستہ لیا
[illegible]	[illegible]	[illegible] جلیل	نہیں یاد اسکو خدائے جلیل
[illegible]	۶	مسیحا ہو تم نہ ٹھہرے یہاں	مسیحا ہو تم تو ٹھہرے یہاں
۷۰۵	۱۵	بہادر بہی کرتے نہیں شور کچھ	بہادر بہی کرتے نہیں شور کچھ
۷۰۹	۴	پسر کی محبت ہے جھوٹا خیال	بشر کی محبت ہے جھوٹا خیال
۷۱۲	۱۰	رہے دن بہی خالی نہ تاثیر سے	رہے دل بہی خالی نہ تاثیر سے
۷۱۴	۸	وہ مزدور بہی گھر بنا کر گئے	وہ مزدور تھے گھر بنا کر گئے
؍؍	۹	یہ دنیا ہے خریق وہ سمار ہیں	یہ دنیا خورنق وہ سمار ہیں
۷۱۹	۱۰	فضیلت میں ہوں سب سے اول گواہ	فضیلت میں سب سے ہوں اول گواہ
؍؍	۱۵	انہیں با[illegible]میں دو گواہ	انہیں باب توحید میں لو گواہ
۷۲۰	۱۵	[illegible] کی [illegible] ابتدا [illegible] انتہا	یہ حرفوں کی ہے ابتدا انتہا

۷۲۳ درمیان ۴ و ۵ سطر صفحہ مذکور کے دو شعر رہ گئے ہیں اب لکھے جاتے ہیں ؎

شش جہت میں ملاوہ چھ کا عدد	[illegible]
اِس عدد نے جتائی یکتائی	ضرب [illegible]